

آگرہ اکبر اور اس کا دربار

سید محمد لطیف



آگرہ اکبر اور اس کا دربار

سید محمد لطیف



اکرم ٹرانسپریڈ ۱۹۹۱، پبلیشڈ روڈ، سمنگ، لاہور، پاکستان فون: ۴۲۳۸-۱۳

سید محمد لطیف کی معرکہ آراء تصنیف

AGRA

HISTORICAL & DESCRIPTIVE WITH AN ACCOUNT OF AKBAR AND HIS COURT

کا اردو ترجمہ

— مصنف —

خان بہادر شمس العلماء جی سید محمد لطیف

- ★ فیوراگل اسٹونو میل سوسائٹی
- ★ فیوراگل جیوگرافیکل سوسائٹی
- ★ فیوہاٹاپ پرنٹورسٹی
- ★ ممبر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال
- ★ ممبر ڈی لا سوسائٹی ایشیاٹک پرس (فرانس)

تحقیق و ترتیب : سید صلاح الدین

حرم : انگلہ محبوب

ناشر : تعلقات لاہور

اہتمام : لیاقت علی

پر غرز : یاسر عمیر پرنٹرز، ۱۰، جہد فون ۹۴۲۰۹۴۲

سن اشاعت : اکتوبر ۱۹۹۵

فائل لہائی : روابط

قیمت : 230 روپے

فہرست مضامین

صفحہ	
1	سودا
37 C 8	اگر کا لک (چھوٹا، شرور، مصلحت)
46 C 39	سید محمد علی
	جس کا
	باب اول
	اگر: تاریخی
47	اگر کی روایتی تاریخ
48	اگر: اسلامی دور سے قبل
49	غوری خانوں کے سلاطین
50-49	غوری خانوں و خانوں کے
52-51	نور محمدی خانوں کے سلاطین
	مظاہرہ دور:
60 C 52	۱۰
64 C 60	۱۱
70 C 63	۱۲
80 C 71	۱۳
88 C 81	۱۴
101 C 89	۱۵
111 C 102	۱۶
121 C 112	۱۷
124 C 122	۱۸
	اگر کی تاریخ:
	حوالہ بہت باب اول

آگرہ: بیانی

باب دوم

125	آ 166	تقد
167	آ 194	تقی علی
195	آ 243	فتح پور بکری
244	245-245	حضرت شیخ سلیم چشتی کامیاب
245	آ 248	فتح پور بکری میں تہذیب و تہذیب مشہور اہلس کامیاب
249	آ 265	اسکندریہ
265	آ 268	مقبولہ احمد الدولہ
268	آ 288	شہر اور مضافات میں قدم پادگری
289	آ 295	حوالہ جات باب دوم

باب سوم

اکبر لور اس کا دربار

296	آ 334	شہنشاہ اکبر
		دربار اکبری:
335	آ 358	شیخ ابوالفضل
359	365-359	شیخ فیض
359	آ 367	راجہ جہا
368	369-368	ہرام علی
370	آ 372	راجہ لہارل
372	373-372	راجہ بنگووان داس
373	374-373	مرزا عبدالرحیم
374	375-374	مرزا علی کوک
375	376-375	میراں مکی سین
376	377-376	خواجہ غلام الدین احمد
377	آ 380	شاہ عبدالغفور بدایونی

381-380

381

382-381

386-383

من شیرازی

اصیرح اللہ شیرازی

شہی العلماء

حوالہ جات باب سوئم

باب چہارم

396-387

397

408-398

415-409

چہارم

حوالہ جات باب چہارم

اشارت

(Bibliography) کتابیات

تصاویر کی فہرست

8	سید محمد لیلیف	-1
14	علی سید محمد عظیم	-2
34	شہنشاہ	-3
63	شہنشاہ عالم	-4
66	شہنشاہ اکبر	-5
72	شہنشاہ جہانگیر	-6
77	دورِ گل	-7
82	پادشاہ شاہجہاں	-8
91	شہنشاہ اورنگزیب	-9
126	تھمہ کا تصویری نقش	-10
128	تھمہ (دیا کے رخ سے)	-11
130	تھمہ (جامع مسجد کی جانب سے)	-12
132	دعائِ عالم	-13
134	دعائِ عالم (مندی مٹھرا)	-14

137	روحِ خاص	-15
138	روحِ خاص (اندرونی منظر)	-16
139	روحِ خاص، تخت اور شمن برج	-17
141	خاص عمل	-18
142	عمل کا اندرونی منظر	-19
145	شیش عمل	-20
147	شمن برج	-21
149	سنگ مرمر کا تخت	-22
152	سولی سہ (اندرونی منظر)	-23
154	سولی سہ (اندرونی منظر)	-24
161	جائگہ عمل (اندرونی منظر)	-25
162	جائگہ عمل	-26
163	روح ہائی کا عمل	-27
168	روح ہائی کی حکیم بلعوف کی عمل	-28
174	کچ عمل کا دستور و روایت	-29
177	کچ عمل	-30
180	کچ عمل (دوای کی طرف سے)	-31
182	مقبوہ شاجین	-32
184	کچ عمل کی سہ	-33
196	چاپ ہر بیکری کا تصویری نقش	-34
203	طوبہ کچ	-35
210	روحِ خاص، چاپ ہر بیکری	-36
215	چاپ عمل، چاپ ہر بیکری	-37
217	حضرت شیخ سلیم چینی کا مقبہ (اندرونی منظر)	-38
219	روح حضرت شیخ سلیم چینی	-39
221	مقبوہ طوبہ اسلام خان	-40
224	بلعوف دستور، چاپ ہر بیکری	-41

228	خچور بکری کی سب	-42
235	سور کا گل	-43
238	الٹا چٹا	-44
250	اسکندر کا اردوئی	-45
252	اکبر کا مقبوا	-46
253	اکبر کا مزار	-47
266	مقبوا احمد اللہ	-48
269	جانتا سہ آل	-49



مصنف: سید محمد لطیف

۱۳۹۵ - ۱۳۹۲

سید محمد لطیف

میرے دادا سید محمد لطیف صاحب المعروف شیخ محمد لطیف ۱۸۳۵ء کے لگ بھگ فقیہ سید محمد عظیم صاحب کے گھر پیدا ہوئے جن کا تعلق دہلی کے ایک معروف علمی و مذہبی خاندان سے تھا۔ سید محمد لطیف صاحب کے آباؤ اجداد کے گھر اور مدینہ منورہ میں اپنی دینی خدمات اور علم پروری کے باعث ممتاز و اعلیٰ حیثیت کے حامل تھے۔ اس گھرانے کے ایک جید عالم و بزرگ مولانا حامی محمد عرب صاحب کی شہرت سن کر محل شہنشاہ شاہجہان نے انہیں ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ مولانا حامی محمد عرب صاحب دہلی آکر آباد ہو گئے اور اس شہر کے دینی و علمی حلقوں کو روشنی بخشی۔ آپ کی بے حد عزت و توقیر کی گئی اور آپ کو شاہی خاندان کا مسلم مقرر کیا گیا۔ آپ کی خدمات اور احرام کے پیش نظر محل بادشاہ آپ کی اور آپ کے جانشینوں کی قدر و خیر گیری کرتے رہے۔

ایک قدیم خاندانی دستاویز کے مطابق سید محمد لطیف صاحب کا سلسلہ نسب ۲۷ آدمی پشت میں امام دہم حضرت امام المادری الترمذی علیہ السلام سے جاتا ہے۔ امام دہم کی چھ اولادیں تھیں جن میں سے تین بیٹے لادہ تھے۔ ایک بیٹے امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری اور دوسرے حضرت سید جعفر طیل اللہ تھے۔ حضرت سید جعفر جلیل اللہ و تقویٰ میں بیک تھے کے بیٹے حضرت سید علی جمیل اللہ تھے جنہوں نے اپنے والد یازدہم کے ہدایت الی الحق کے سن کو جاری رکھا۔ ان کے بیٹے حضرت سید عبد اللہ تھے جو بڑے زاہد اور اطاعت خداوندی میں نہایت برگزیدہ تھے۔ حضرت سید عبد اللہ کے بیٹے حضرت سید احمد مقبول اللہ تھے ان کے دو بیٹے حضرت سید علی اور حضرت سید محمود بنام اللہ تھے۔

سادات بخاری حضرت سید محمود بنام اللہ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سید محمود کے بیٹے حضرت سید محمد معنی الدین بخاری مدظلہ العالی تھے ان کے فرزند شیخ الشیخ کا لقب انقلاب حضرت سید محمد علی جانی مدانی تھے جنہوں نے اپنے زمانے میں کثرتِ خلافت کے حلقوں کو پاش پاش کر دیا اور حق پرستوں نے ان کی حمایت و سرپرستی میں حق کا بول بالا کیا۔ ان کے

فرزند شیخ الشیخ قلب الاقطاب حضرت سید محمد اسحاق ٹٹانی تھے۔ ان کے فرزند شیخ الشیخ سید السلوات جامع السادات حضرت سید محمد نور بخش تھے جن کے فرزند نور بخش حضرت سید محمد علی تھے۔ ان کے فرزند حضرت سید محمد فیاث نور بخش اعلیٰ اللہ درجات ہوئے۔ ان کے فرزند حضرت سید محمد حسن تھے جن کے فرزند حضرت سید محمد ان کے فرزند حضرت سید محمد اکرم ان کے صاحبزادے حضرت سید محمد اور ان کے فرزند حضرت سید محمد عبدالرشید قادری تھے۔ ان کے جانشین فرزند شیخ الشیخ قلب الاقطاب حضرت سید محمد قاسم تھے۔ ان کے فرزند حضرت سید محمد کریم تھے جن کے فرزند شیخ الشیخ حامی انور میں حضرت مولانا سید محمد عرب (وفات ۱۰۵۸ھ) تھے جو علم اور رُشد و تقویٰ میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ ان کے رشید و ہدایت کی شہرت اس قدر ہوئی کہ اس واسطے کے بادشاہ بھی ان کے علم و فضل سے نہایت متاثر ہوئے چنانچہ مغل شہنشاہ شاہجہاں نے آپ کو سند طیبہ سے ہندوستان بلایا اور ان کے فیوض و برکات سے سراسر اندوز ہوا۔ حضرت سید محمد عرب کے فرزند حضرت حامی محمد عبدالرحیم (وفات ۱۱۸۸ھ) شیخ الشیخ تھے جو اپنے والد کی سوار شکوہ فائز ہوئے۔ ان کے فرزند شیخ الشیخ حضرت حامی محمد اکرم (وفات ۱۱۳۱ھ) تھے جن کے صاحبزادے حضرت سید حامی محمد (وفات ۱۱۷۹ھ) تھے۔ ان کے فرزند حضرت حامی محمد اعظم (وفات ۱۲۵۰ھ) تھے جن کے فرزند ارجمند حضرت حافظ محمد صالح (وفات ۱۸۵۶ء) تھے۔ ان کے خلف ارشد مشی حامی سید محمد عظیم صاحب (وفات ۱۸۸۵ء) خزانہ (نو) تھے۔ ان کے تین صاحبزادے سید محمد لطیف صاحب (وفات ۱۹۰۲ء) سید محمد شمس الدین صاحب (ج) (وفات ۱۹۲۹ء) سید محمد سراج الدین صاحب (چیف جسٹس ریاست بہاولپور) (وفات ۱۹۳۹ء) تھے۔ سید محمد لطیف صاحب کے دو فرزند سید محمد فیاث الدین صاحب (وفات ۱۹۶۶ء) اور میرے والد محترم خان صاحب سید محمد مراد الدین (وفات کلم حق ۱۹۵۳ء) تھے۔

دلی میں آپ کے خاندان کے مشہور و معروف بزرگوں میں حامی محمد عبدالرحیم صاحب 'حامی محمد اکرم صاحب' 'حامی محمد عبدالصاحب' 'حامی محمد اعظم صاحب' اور حافظ محمد صالح صاحب کے اہل گرامی سرفہرست ہیں۔ یہ سب حضرات اپنے اپنے دور میں دلی کی بزرگ اور معتبر ہستیوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ سید محمد لطیف صاحب کے برادر صلیب سید محمد شمس الدین صاحب کے مطابق "نوکھ میں حضرت والدہ صاحبہ (سید محمد عظیم صاحب) کے پاس دلی سے امارے دادا صاحب حضرت حافظ محمد صالح صاحب کی نادانی آئی چنانچہ ان کا جلم وہیں نہایت احرام سے کیا گیا۔ حضرت دادا صاحب صاحب بھارت دلی میں حضرت خواجہ بابائے کے مزار

پرانوار کی پائنتی سے پانچ سات گز کے فاصلہ پر جانب غرب ایک چھوڑا ہوا واقع ہے۔ لہ کے سرانے اللہ "حافظ محمد صالح" درج ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ "کا اصلی نام سید رضی الدین احمد تھا۔ وہ کابل سے تشریف لائے تھے۔ ہندوستان میں انہی کی ذات فیض آیات سے طریقہ نقشبندیہ کو رواج حاصل ہوا۔ دو وزارت انار سے ہر کوں کے اس چھوڑے پر واقع ہیں 'جو جامع مسجد دہلی کی نظام گردش میں مسجد کے محل کی طرف ہے۔ اس چھوڑے کے قریب حصہ میں یہ وزارت ہیں۔ تاریخ وفات حضرت دادا حافظ محمد صالح صاحب بمطابق "بہائی اہمار" سورہ ۸ مئی ۱۸۵۶ء ہے۔"

حضرت حافظ محمد صالح صاحب رحمت اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں ہزاروں افراد تھے اور کئی شعرائے اس موقع پر شہادت کے۔ نثار ایک قصہ تاریخ وفات مل سکا جو کہ جناب حضرت اور حسین رسول شایع ہوا ہے۔

چوں محمد صالح عجم میر ہو مستز و عظیم و عجم و عجم
کہ وہ رحلت دیں جس بے شک شدہ دوسو سوئے مکان مستقیم
در سر تدوین فوٹش اچھا ہو ام سرگرم کر لطف عجم
ہی ہا با کف ز روئے لطفات کشت صالح یافت جنبہ انیم

"جناب حافظ محمد صالح صاحب اور ان کے برادر اکبر حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب ایسے اصحاب تھے کہ ان کی زبان میں برکت تھی۔ وہ ہر ان طریقہ اور حبیب الدخوات کھاتے۔ عقیدت مند ان کا طواف کیا کرتے تھے اور اسے قلعہ اخروی سمجھتے تھے۔ حضرت حافظ محمد صالح صاحب بڑے خوش پوش و پر شک اور عادت پسند تھے۔ ان کی خیر و خیرات کا یہ عالم تھا کہ راستہ چلتے اگر کوئی سانپ مل گیا اور اس نے سواں کیا تو بسا اوقات اسے تن کے کپڑے بھی اتار کر دے دیجے۔ سادگی اور فروتنی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت قیمتی دو شانہ زیب تن ہو تا تو دوسرے وقت پہنا کر انکھل اوڑھ کر بازار میں نکلتے۔"

سید محمد حسن الدین صاحب کے مطابق "جاسد سہر دہلی کا ایک حصہ آثار شریف کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عموکات ہیں۔ ان عموکات کے حافظہ دارے خانہ ان کے افراد ہیں۔ درگاہ آثار شریف پر حافظ محمد صالح صاحب اور ان کے بڑے بہائی حافظ عبدالعزیز صاحب بطور سجادہ نشین حکم کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات کی وفات کے بعد یہ منصب حافظ عبدالعزیز صاحب کی اولاد کو منتقل ہوا اور ان کے خلف اکبر حافظ محمد وازد صاحب اور خلف اصغر میرزا عبدالرشید صاحب سجادہ نشین مقرر ہوئے اور آثار شریف

والے کھانے اور یہ منصب انہی اصحاب کی اولاد کو کھل ہوا تھا۔

”دراگہ آثار شریف میں ہر شب کثرت سے چرائیں ہوتا ہے۔ حکومت کی طرف سے پانچ سو روپیہ نذرانہ یہاں خاص مواقع کے لیے مقرر تھا۔ ریاست رام پور سے بھی آثار شریف کے اخراجات کے لیے کچھ نہ کچھ سلاتے مقرر تھا۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر یہاں لوگ سلام کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے اور اب تک یہ رسم جاری ہے۔ حضرت والد صاحب کے انتقال ہمارے خاندان کی یہ خصوصیت پٹی آری ہے کہ ہر ایک پشت میں ایک نہ ایک حافظ قرآن ضرور ہوتا ہے۔“

سید محمد لطیف صاحب نے ایک علمی ’ادبی اور علمی گمراہی میں‘ لکھ کھولی۔ یوں تو آپ کے خاندان میں انگریزی تعلیم کو سیوہ سمجھا جاتا تھا مگر اس روایت کو آپ کے والد محترم سید محمد عظیم صاحب نے توڑ ڈالا۔ لہذا آپ کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ فارسی ’عربی اور دیگر مروجہ علوم کی ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے ہندوستان کی اعلیٰ درجہ کیوں سے علم حاصل کیا۔ کچھ نادر کتابیں (الابراہم) میں قیام کے دوران آپ نے فارسی اور عربی میں اساتذہ صاحب سے پڑھی۔

نوجوانی کے ایام میں ی سید محمد لطیف صاحب کا تعلق دہلی کے ایک اور علمی و ادبی خاندان سے ہو گیا۔ جب ان کی شادی قاضی دل جان صاحب کی دختر سے قرار پائی۔ قاضی دل جان صاحب ’سر سید احمد خاں صاحب اور خان بلور مودودی صاحب رحمہ اللہ کے قریبی عزیز تھے۔ اس نسبت سے سید محمد لطیف صاحب اور سر سید احمد خاں ایک دوسرے کے خاصے قریب ہو گئے اور مختلف علمی و ادبی مسائل کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے رہتے تھے۔ دونوں کے درمیان سلسلہ خط و کتابت کافی عرصے تک قائم رہا۔ سر سید احمد خاں کے اور ’مخالف (۱۸۸۳ء) کے دوران براد آباد کے اخبار ”نیر اعظم“ نے ان کے خیالات پر کچھ چٹائی کی تو سید محمد لطیف صاحب نے ”مخالی“ اخبار میں اس کا رد لکھ دیا۔

گمراہ علمی و ادبی ماحول کے باعث شعر گوئی اور تصنیف و تالیف کا شوق سید لطیف صاحب کی طبیعت میں بہت پہلے سے ظاہر ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ان کی پہلی تصنیف ایک شعری مجموعہ ”روح ان لطیف“ تھی جو ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی۔ جب ۱۸۶۵ء میں اخبار ”مخالی“ دوبارہ جاری کیا گیا تو اس کے محترم اور ایڈیٹر محمد لطیف صاحب ہی تھے۔ سید محمد لطیف صاحب ۱۸۶۸ء میں پنجاب چیف کورٹ میں جود، حرم، پٹنہ اور ایک صد روپیہ ماہوار شہینا کیے گئے۔ جلد ہی ریڈ چیف کورٹ کے ریڈ مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں ایکسٹرا اسسٹنٹ

جو اصل کھنڈ کے عہد پر ترقی دے دی گئی۔ بعد ازاں انہوں نے کئی اختلاعات میں دستبرد
ایجنڈیشن جج کے فرائض طبی سرانجام دینے۔ حکومت برطانیہ کے ریڈیٹنٹ سسٹریٹوں نے
آپ کو بطور چیف جسٹس ریاست حیدر آباد دکن کی عدالت کی اور آپ کا کابینہ تقرر بھی کر
دیا گیا لیکن ان کی طبیعت پنجاب چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئی اور انکار کر دیا۔ ۱۹۰۲ء میں ان کا
نام پنجاب جج کورٹ کے جج کے لیے تجویز کیا گیا لیکن تقرر سے پشیمانی ۹ فروری ۱۹۰۲ء کو
وقت پا گئے۔

سید محمد لطیف صاحب کے گھر کا ماحول چونکہ شریعتی سے طبعی و ادبی تھا چنانچہ بچپن
ی سے آپ کو علماء، مفتیین اور شعراء کرام کی صحبت حاصل رہی۔ ایسے ماحول میں ان کا
تصنیف و تالیف میں دلچسپی لینا ایک فطری امر تھا۔ آپ کے والد سید محمد عظیم صاحب ہرماء
ایک مشاعرہ مند کیا کرتے تھے۔ ان مشاعروں کی رعایتی نے سید محمد لطیف صاحب کو شعر گوئی
کی طرف راغب کیا۔ وہ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے لیکن ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ توجہ ان میں ہی دینی و ان کی اشاعت کے بعد ان پر تشریفی کا شوق غالب آ
گیا۔ وہ اخبار ”پنجابی“ کے مملکت ادارت میں شائع تھے۔ ڈاکٹر لائٹر پر نیل گورنمنٹ کالج
لاہور اور دائیں چائلز پنجاب یونیورسٹی کے جاری کردہ اخبار ”رسالہ انجمن پنجاب“ کے
ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ بعد میں اسی رسالہ کے لیے سولانا محمد حسین آزاد بھی بطور ایڈیٹر کام کرتے
رہے۔ ”شروع جوانی“ سے وہ اردو انگریزی اخبارات میں مضامین لکھتے تھے جن سے ان کی
استعداد اور شہرت میں چار چاند لگ گئے۔ وہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کے اظہار
پر دراز تھے۔ ان کی زبان میں سادگی اور سادگی تھی۔ کتب بحر میں ان کی تحریروں کی دھوم تھی
اور خاص و عام میں ان کو زبردست شہرت و مقبولیت تھی۔ ”۱۔ نقوش“ ”۲۔ لہر“ ”۳۔ لہر“ (۱۹۱۱ء)
لیکن جلد ہی ان کی ساری توجہ تاریخ نویسی پر مرکوز ہو گئی۔

۱۸۸۸ء میں انہوں نے ”تاریخ پنجاب مع حالات شہر لاہور“ کے عنوان سے ایک
کتاب بر زبان اردو تصنیف کی۔ اس کتاب میں سید محمد لطیف صاحب نے پنجاب میں سکھوں
کے عروج و زوال کی صفحہ اور جامع اور مفصل تاریخ تحریر کر دی ہے۔ آج کل کے حالات
میں بالخصوص اس کتاب کی اہمیت مسلم ہے۔ اس کتاب کو بھی طرز جدید میں جلد ہی آپ کی
حمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ۱۸۹۴ء میں ان کا ایک کتابچہ ”پنجاب کی قدیم تاریخ“ (بر زبان
انگریزی) شائع ہوا۔ اسی سال ان کی کتاب ”تاریخ پنجاب“ (بر زبان انگریزی) شائع ہوئی۔
ایک ہی سال بعد ان کی معرکہ الاداء کتب ”تاریخ لاہور“ (انگریزی) منظر عام پر آئی۔



سید محمد لایف کے والد فاضل سید محمد عظیم

۱۸۱۵ء — ۱۸۸۵ء

۱۸۹۶ء میں ان کی انتہائی دلچسپ شاعرانہ تصنیف "تاریخ امرہ" (انگریزی) شائع ہوئی۔ یہ کتابیں علم تاریخ میں مستند و مستقر قرار پائیں اور ان کے حوالہ جات دیگر علمی تحقیق کے علاوہ عدالتوں میں بھی دیتے جانے لگے۔ اس کے علاوہ سید محمد لطیف صاحب فکرت سے شائع ہونے والے "بریل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال" و "کلکتہ ریویو" کے مستقل علمی معاون تھے۔ ان رسالوں میں سید محمد لطیف صاحب کے تاریخی حقیقی مضامین باقاعدگی سے چھپتے رہے۔ بالخصوص قدیم سکوں پر حقیقی مقالے تمام دنیا میں تاریخ کے طالب علموں اور اساتذہ کے لیے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ بلاشبہ یورپ و ریشی کے علاوہ رائل اسیٹولوجیکل سوسائٹی اور رائل جیوگرافیکل سوسائٹی کے بھی میلو تھے نیز ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال اور سوسائٹی ڈی لاء ایشیاٹک جیس (فرانس) کے رکن بھی تھے۔ سرکاری عہدوں کی بھاری ذمہ داریوں اور مصروفیت کے باوجود 'پندرہ سال کی قلیل مدت میں کئی کتابوں اور حقیقی مقالہ جات کی اشاعت' سید محمد لطیف صاحب کی غیر معمولی ذہنی استعداد کا جہن اور متحرک ثبوت ہے۔ ان کی نمایاں خدمات کے اعتراف میں حکومت نے انہیں خان بہادر اور محسن اعلیٰ کے خطاب سے نوازا۔

سید محمد لطیف صاحب بڑی عمر گیارہ اور گوناگوں شخصیت کے مالک تھے۔ انہیں اردو، عربی، فارسی کے علاوہ ہندی، سنسکرت، فرانسیسی اور انگریزی زبان پر بھی زبردست قدرت حاصل تھی۔ انگریزی زبان میں مستند تصانیف کے علاوہ وہ انگلستان سے شائع ہونے والے انگریزی اخبارات و رسالوں کے ہندوستان میں ریڈیٹنٹ کارپورٹنٹ (نائب مدیر) بھی تھے اور مختلف جریدوں و رسالوں میں باقاعدگی سے لکھتے تھے۔

سید محمد لطیف صاحب کے والد محترم مٹی سید محمد عظیم صاحب ۱۸۱۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے زامہ میں انگریزی تعلیم کو فخر منور سمجھا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے گھر پر تعلیم کے بعد انگریزی پر خاص شروعات کی اور اپنے والدین سے غلبہ قدیم دہلی کالج میں داخل ہو گئے۔ کالج کے پہلے مشہور عالم سڑے ایچ ٹیلر تھے جن کے کئی شاگرد ہندوستان میں اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے۔ ۱۸۳۰ء میں سید محمد عظیم صاحب کو انگریزی زبان پر دسترس کی بنیاد پر دہلی کی سہیلی۔ تعلیم عمل کرنے کے بعد سید محمد عظیم صاحب نے دہلی کراؤن پریس میں بطور کپڑ ونگر ملازمت حاصل کر لی۔ ان کے پرانے کاغذات میں سے بڑا بڑا انگریزی ایک جٹھی بھی دستیاب ہوئی جو انہوں نے بنگال کے چیف کمشنر کو بخشی تھی۔ اس میں لکھتے ہیں: "میں نے اپنی تعلیم اپنے استاد سڑے ایچ ٹیلر سے پائی اور مسٹر ایم ٹی نیو بھی مجھے گھر میں

تعلیم دیا کرتے تھے اور میرے بڑے مہمان تھے۔ سات برس کی تعلیم کے بعد میں مطبع دہلی گزٹ میں ڈائیکٹر پتھر صاحب، سول سرجن دہلی کی سفارش پر ملازم ہو گیا اور تب سے میں مطبع کا کام بطور پرنٹر کرنا ہوں۔

اس زمانہ میں پورہ دہلی کوئی نہ تھی۔ اگر حتیٰ بھی تو دہلی کالج کے طالب علموں سے پونہ دہلی کا کوئی امتحان نہیں لیا جاتا تھا۔ سید محمد عظیم صاحب، سید محمد حامد، حسین خان صاحب، بہادر سابق ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور چند بھائی صاحب کا زمانہ تعلیم ایک ہی تھا اور ان کے ساتھ بھائیوں جیسی محبت کیا کرتے تھے۔

کالج چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد سید محمد عظیم صاحب نے مسٹر ٹیپس (جو ایک بہت بڑے سوداگر تھے) کے چھاپہ خانہ میں ملازمت کر لی۔ یہاں ان کا وظیفہ پانچ روپیہ ماہوار مقرر ہوا۔ عظیم صاحب چونکہ بہت سختی اور نصاب تعلیم دیتے تھے، اس لیے چند ہی برس میں انہوں نے فن طباعت میں کمال حاصل کر لیا اور کل مطبع کے فورین ہو گئے۔ نیر انیس مطبع کی سیاحت اور دیگر سارے مسلمان وغیرہ کا ٹھیکہ بھی دے دیا گیا جس سے آپ نے خاصا روپیہ کمایا۔ اس چھاپہ خانہ کا نام دہلی گزٹ پر نہیں تھا۔ یہاں سے دہلی گزٹ اخبار بھی نکلتا تھا۔ لاکھوں روپیہ کا کھر خانہ تھا۔ سید محمد عظیم صاحب کی رائے کی قدر کی جاتی تھی۔ قدر و منزلت اس کی عروج پر پہنچ چکی۔ رؤساء و دیگر شریفانے شہر کے ساتھ خانہ آبی لحاظ سے تو شمار تھی، مطبع کے اعلیٰ کارکن ہونے کی وجہ سے ملحقہ اصحاب میں مزید وسعت ہو گئی۔ خانہ ان میں جب کوئی روزگار کی خواہش کرتا تو عظیم صاحب کے والد پر دگر دار اسے سید عظیم صاحب کے پاس بھیج دیتے۔ ان کے چچا زاد بھائی عبدالعظیم صاحب اگر دوائے ابھر جناب خان بہادر پر ایسر سووی ڈاکو ادھ صاحب کی ایشیہ سے جاسے ہوئے تھے، ان کے برادر فنیق میر صاحب علی صاحب اور ہم زلف مراد بیک صاحب اور حقیقی بھائی محمد حفیظ اور دیگر بہ بھائیوں کے شاگرد اور زیر بار امین تھے۔

سید محمد عظیم صاحب اس وقت دہلی گزٹ پر ہیں میں تھے، تو انہیں پتہ چلا کہ اگر اے کے نزدیک سکندر، آدین پر ہیں فروخت ہونے لگا ہے۔ صاحب پر سرکار برطانیہ کا قبضہ ہوا تو انہوں نے اس بات کا حکم ارادہ کر لیا کہ سکندر رو آدین پر ہیں خرید کر لاہور میں مطبع جاری کریں گے، چنانچہ حکام سے واپس کر کے لاہور تشریف لائے اور مطبع کے لیے جگہ کا انتخاب کیا۔ یہ ایک شاہی محل تھا جو ٹوکھا کے ہم سے مشہور تھا اور شہر سے باہر واقع تھا۔ اس میں محل کے علاوہ کئی ایک حویلیاں اور متعدد اندر دہلی میں تھے۔ ان سب کے باہر جناب کی

طرف کھڑے تھے۔ مشرق کی جانب سمت سی سعید دین تھی اور تین اطراف میں لوگوں کے کھیت تھے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں اب لاہور ریلوے اسٹیشن واقع ہے۔ یہ جائیداد آپ نے خرید لی۔ یہ شرط طے کرنے کے بعد آپ دہلی سے جوتے پہنے آکر شریف لے گئے اور سکندریہ آدھنی کا مقام ملاز و سامان اور مطیع کے لیے حسب ضرورت ملازمین ساتھ لے کر واپس لاہور شریف آئے۔ سامان بار برداری اس قدر تھا اور اتنے لوگ ہوا تھے کہ جس گاڑی سے گزر ہوا تو لوگ بھی بکھٹے کہ کوئی منیم آگیا ہے۔ اسی محل میں مطیع جاری کیا گیا۔ ۱۸۳۸ء میں جاری ہونے والے اس مطیع کو پنجاب کا اولین مطیع قرار دیا گیا ہے۔ اس کا نام ”لاہور کرائیکل“ رکھا گیا۔ اس میں قاری اور انگریزی کے الگ الگ شعبہ جات تھے جن کے منعم اور کارکن بہت قابل افراد تھے۔ ان میں سے اکثر وہ جو راجپوت، بنگال اور ہندوستانی شرفاء تھے جو سکندریہ آدھنی پر جس میں ملازم تھے یا جیسے دہلی سے بلایا گیا تھا۔ ان کی عطاہیں خاطر خواہ تھیں۔ مطیع کا ایک وسیع گودام تھا۔ اسی طرح دفتری خانہ، مستری خانہ اور بواب خانہ میں چیدہ چیدہ اشخاص متعین تھے۔

اس مطیع سے ایک انگریزی دور رس اخبار ”دی لاہور کرائیکل“ کے نام سے جاری کیا گیا جو بعد ازاں سول اینڈ میٹری گزٹ لاہور کے نام سے ۱۹۶۳ء تک شائع ہوتا رہا۔ یہ نہایت اعلیٰ درجے کا اخبار تھا۔ مسز وی سینجر اور مسز کوپ اس کے ایڈیٹر تھے۔ کوئی دفتر یا سرکاری ٹنگے ایسا نہ تھا جس کا مطیع سے واسطہ نہ پڑتا ہو۔ معمولی سے اعلیٰ خدمات کا کام اس مطیع میں ہوتا تھا۔ بڑی بڑی سرکاری رپورٹیں سمیت صحت کے ساتھ پہچانی جاتی تھیں۔ عظیم صاحب خود تمام کاموں کی نگرانی کرتے تھے۔ یہ انہی کی قابلیت اور محنت تھی کہ انگریزی اخبار کے علاوہ مطیع کے اہم کام کو برسوں بھر بھائی بھائی۔ عظیم صاحب کے بیٹے سید خٹس الدین صاحب لکھتے ہیں ”ہائی کورٹ لاہور کی قلمرویی میں میں نے کرائیکل پر میں کی شائع شدہ ایک سرکاری رپورٹ دیکھی جو بلحاظ عبارت و اشاعت ولایت کی طبع شدہ کتابوں سے کم نہ تھی۔“

سید خٹس الدین صاحب ایک خانہ دانی و ستاد ہیں تحریر فرماتے ہیں ”دہلی میں حضرت داد صاحب افغانی سید محمد عظیم صاحب نے مطیع لاہور کرائیکل کے اجراء کے لیے ایک کہنی قائم کی تھی۔ اس میں بائیس حصے والد صاحب کے تھے اور چند حصے بعض رؤساء دہلی کے تھے۔ ایک حصہ از خانی سو روپیہ کا تھا۔ ان شراکت داروں سے مسز وی سینجر مطیع نے بجا بہہ کرا دیا جس کی بنا پر والد صاحب نے مطیع کو خیر باد کہہ دیا اور اپنے حامی و مددگار سربراہ

نھری صاحب بارہ سابق چیف کشر پنجاب و بعد 'لواب یٹینٹ گورنر بارہ پنجاب کی زیر
 حمایت ایک جدید راجی مطبع جاری کرنے کا ارادہ کیا۔

اس ترقی کی وجہ سے والد صاحب نے نوکساد مکان بھی چھوڑ دیا اور اہل خانہ کو
 لے کر چک وادیاں کے متصل ایک حویلی میں رہائش اختیار کر لی جسے سلطانہ والی حویلی کہا
 جاتا تھا۔ سلطانہ والی حویلی میں آنے ہی انہوں نے انگریزی پریس اور ٹائپ کے لیے اخذات کیا
 اور اس کے آنے پر وہاں شکر خانہ کے مولیٰ 'متصل مسجد و زیر خان میں ۱۸۵۶ء میں مطبع
 جاری کیا۔ اس مطبع کا نام سردار پت نھری کے مشورہ سے "پنجابی پریس" رکھا گیا۔ تاریخ
 اجرائے مطبع پنجابی اخبار سورج ۲۴ جولائی ۱۸۵۶ء سے اہل میں درج کی جاتی ہے۔

قطعہ تاریخ مطبع پنجابی لاہور

از فقیر انور حسین رسول شاہی دہا

از کمال اہتمام منشی علی ہم جہا بنا میں مطبع پنجابی لاہور شد
 سال تدبیر منش با تا مکتبہ مردش وہ کہ اشتر مطبع پنجابی لاہور شد
 (۱۳۵۵ھ)

یہاں سے ایک درود اہباب "پنجابی" بھی جاری کیا گیا جو ہفتہ میں دو بار اور پھر ہفتہ وار
 شائع ہوتا تھا۔ منشی محمد عظیم صاحب اس کے ایڈیٹر تھے جبکہ مرزا محمد اکبر سیستانی حادر کو
 معاون ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ منشی محمد عظیم صاحب نے ایک عربی اخبار "ضع عظیم" جاری کیا جو
 ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا تھا۔ حضرت والد صاحب کے شاگردوں اور علماء میں سے
 گریجویٹ صاحب نے اپنا الگ مطبع جاری کیا جس کا نام انہوں نے "داسن گیر" رکھا۔ منشی
 عزیز الدین صاحب مطبع دکنوریہ پریس کے مالک ہو گئے مگر والد صاحب کی اسی طرح عزت
 کرتے تھے اور خود کو ان کا نمک حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح سنہرے بیڈی 'جو پر تر تھے' انہوں
 نے ایک عرصہ کی ملازمت میں اس قدر ثروت پیدا کی کہ اپنا الگ انگریزی مطبع جاری کیا جس
 بہت زیادہ شراب پیئے گئے اور اسی وجہ سے انتقال کر گئے۔ ان کے علاوہ بھی کئی افراد نے
 غصا نام کیا۔

۱۸۶۱ء میں قانون تصورات بہ جاری ہوا۔ اسی سنہ میں سید محمد عظیم صاحب کو سید محمد
 لطیف صاحب کی شادی کے سلسلے میں دہلی مانا پڑا جن کی شادی قاضی ولی جان صاحب کی دختر

سے قرار پائی تھی۔ اس دوران منشی محمد عظیم صاحب نے بخالی اخبار، جو طویلہ وچ ان شکر خانہ میں جاری کیا گیا تھا، اس خیال سے بند کر دیا کہ ان کی عدم موجودگی میں کہیں کوئی غلط بات نہ چھپ جائے۔

کاروبار میں وسعت ہوئی تو سید محمد عظیم صاحب نے چھاپہ خانہ، منترہ، تارکشاں والا میں ایک وسیع مکان میں منتقل کر دیا۔ پریس میں انگریزی اور ہندی کے گانپ تھے۔ اردو اور فارسی کے لیے کاتب اور محرر تھے، غیر مسخری خانہ، دفتری خانہ اور جلد سازی کا بھی انتظام تھا۔ فارسی اور انگریزی میں طباعت کے لیے سٹیشنر الگ الگ نصب تھیں۔ یوں تو سبھی قسم کی چھاپائی کا کام اس مطبعہ، منترہ، تارکشاں والا میں ہوتا تھا۔ انگریزی اور فارسی تو ایمین اہل بنوہ اسلام کی ذہنی کتابیں، سرکاری محکمہ جات کے مختلف فارم اور دیگر نہیں بنانے انگریزی، سرشت تعلیم کی کتابیں وغیرہ سب کچھ چھپتا تھا، لیکن سب سے عجیب اور منترہ ایک کتاب ”نظر منہم“ چھاپی گئی، جو علم موسیقی کی اولین کتاب تھی۔ اس کتاب کے مصنف دیوان محمد مروان علی خاں رحمان تھے۔ دیوان صاحب علم موسیقی کے استاد تھے اور ”نظر منہم“ میں انہوں نے تمام راگ، راہموں اور گیتوں کو مضمحل بیان کیا تھا اور نقشہ جات و تصاویر کے ذریعے ان کو عام فہم کر کے دکھایا تھا۔

اس وقت فقیر نور الدین صاحب مرحوم و ریحہ مبارجادہ رنجیت سنگھ کی دہانت اور حاضر ہوال کا ایک واقعہ سید عظیم صاحب کے فرزند سید خرم الدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ ”ایک موقع پر لاہور کیننگ صاحب مباراد گور راجل نے اردو ادب تحفیک فقیر نور الدین صاحب سے پوچھا کہ مباراد کی کون سی آنکھ کالی لگائی ہے۔ تو فقیر نور الدین صاحب نے ہر آپ دیا کہ مباراد صاحب کی طبیعت اور شوکت کی وجہ سے آج تک فقیر کو اس امر کی خبر نہیں ہوئی۔ قصہ یہاں تک کہ ”مصدقہ مولوی کریم الدین صاحب مرحوم دن دنوں سرکاری مدارس میں مرواج تھا۔ اس میں یہ قصہ درج ہے۔ قصہ خطاب سنگھ میں نے دروسہ الفیہ عربیہ وادب و صیان سنگھ میں درج کیا تھا۔“

منشی عظیم صاحب نے بخالی پریس سے اردو کے ساتھ ایک انگریزی اخبار ”دی بخالی“ کے نام سے شروع کیا جو ہفتہ میں تین بار شائع ہوا کرتا تھا۔ اعلیٰ درجین اس کے مضمون نگار تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران اس کا پختے میں تین بار شائع ہوا بھی کافی مدت ہوا تو حسب ضرورت روزانہ صبح اور شام بلکہ شب کے وقت موقع جنگ سے خبریں بذریعہ تار آئیں اور فوراً مطبعہ پر کر پڑیں سائنڈل سوار تقسیم کی جاتیں اور بذریعہ ڈاک

ہر دن جات میں روانہ کی جاتیں۔ اس اضافی پرچوں کی اشاعت بلکہ خود اخبار کی اشاعت پر بے اندازہ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ لکھنؤ کے عرصے کے بعد اسے بند کر دیا گیا۔ اخبار پنجابی (اردو) مجیدہ لڑائی کی ترجمانی کرتا تھا۔ لڑائی اور دہاتی بحث سے گریہ کیا جاتا تھا۔ اس میں زیادہ جگہ فہرہاں کو دی جاتی تھی۔ نیم سیاسی مضامین 'موسم کا حال اور دہاتی خبریں' بھی شائع ہوتی تھیں۔ سادگی اور سادگی میں یہ اخبار اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھا۔ بعد میں محمد عظیم صاحب نے انگریزی طباعت کا کام ترک کر دیا اور فارسی وارادہ چھاپہ خانہ اور دہاتش اس کو سچے میں منتقل کر دی جو بازار عیساں کے ساتھ ٹی کے سامنے واقع ہے اور ان کے ساتھ اس کے نام پر "بارادریج محمد لطیف" کے نام سے مشہور ہے۔ جس طرحی میں آپ منتقل ہوئے وہ "محمد علی بیج صاحب" کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۸۶۱ء میں اخبار "پنجابی" کی اشاعت منقطع کر دی گئی لیکن ۱۸۶۵ء میں اس کا دوبارہ اجراء کیا گیا جس کے بعد یہ اخبار ۱۸۹۰ء تک مسلسل شائع ہوتا رہا۔

جب سسر پر سہ صاحب بیمار کشتہ بند دست سے طلع امر تر کے کل دیسات کے شجرہ ہائے کشوار کی چھائی کا ٹھیکہ منشی محمد عظیم صاحب کو دیا تو اس کے لیے سید محمد عظیم صاحب خود ایک شائع طبع کی لے کر امر تر شریف لے گئے اور کرسوگی ڈیوڑھی میں طلع جاری کیا اور وہیں سب کام مکمل کیا۔ ان دنوں میں سید عظیم صاحب کی توفی ایک لاکھ روپیہ ماہوار سے بھی زائد تھی۔ علم و فضل کی بنیاد پر اور اخبارات کے ناشر ہونے کے باعث سید عظیم صاحب کا شمار شہر کے ممتاز ترین افراد میں ہوتا تھا۔ پنجاب میں صحافت کے بانی کے طور پر ان کا مقام مسلم ہے۔

ایک خاندانی دستاویز کے مطابق "سید محمد عظیم صاحب بہت زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر دم اللہ سے رجوع رکھتے تھے۔ دلی میں سکوت کے امام میں ان کے دو یقینان طریقت میں سے دو صاحبان حافظ محمد بخش صاحب اور حافظ محمد حسین صاحب ان کے مراد دلی شہر کے باہر بیاہٹوں میں نکل جاتے اور وہاں عبادت الہی میں مصروف رہتے۔ اس زمانہ میں انیس کی مرتبہ ایسی جماعتوں کی زیارت بھی نصیب ہوئی جو مارچ میں نظر آئیں مگر پھر اچانک نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ اسی دور ان انیس آقاؤں کے درجہ سرد کاغذات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی۔ "تہذیب و تمدن میں شریعت و مذہب" منشی عظیم صاحب پھر سے بدن کے مالک تھے۔ مذہبیت کم تھی۔ انیس کی یادگاری اور طبع سازی پر بھی خاصا عبور حاصل تھا۔ چند اردو یہ محرب بھی طبعے اور غزوات میں تقسیم کر دیتے

تھے۔ بہر حال کانٹانہ لگا اور تیراکی بھی جانتے تھے۔ صہبن دوست لوازی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ ضرورت مندوں کے لیے ان کے دروازے پیش کھلے رہتے تھے۔

جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے بعد اکثر ڈسائے دہلی کو لاہور آنے کی ضرورت پڑتی تو ان میں سے اکثر سید عظیم صاحب کے پاس ٹھہرتے۔ کتبہ پوری سید محمد عظیم صاحب پر فہم تھی۔ ان کے فرزند سید خورشید الدین صاحب کے بیان کے مطابق ”جب والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ دوستوں اور اصحاب کی مہارات میں باج سوردہیں طرح کر دینا ان کے لیے معمولی بات تھی۔ خضاد ایسے تھے کہ فریب سے فریب کے ہاں بھی شادی و فیروہ پر جانا میں باعث راحت سمجھتے تھے۔ بای شادیوں پر ان کا خزانہ پانچ سوردہیں کی فصلی مراہ لے جاتا تھا۔ کوئی دریاخت کرنا کہ یہ بوجھ کیوں افادہ کھا ہے تو جواب تھا کہ ابھی غریب کثیر آں پڑے تو حضرت کو کیا جواب دوں گا۔ ملازمین سے کسی بھی قسم کا قصصاں نہ جانا تو محنت گیری نہ فرماتے تھے۔ ان کے اشغال میں اکثر اشیائے سفر کی حلقہ پان دینا، خامدہ ان، حد، بچے ان، قالیان و فیروہ را کرتی تھیں۔“

سید خورشید الدین صاحب ہی کے بیان کے مطابق ”سید محمد طیف صاحب بخالی اخبار مورخہ ۳۱ جنوری ۱۸۸۵ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ خانہ شاہ صاحب مرحوم دہلی کی رہاں ہے کہ اکبر شاہ ثانی کے عہد میں اہل علم کے خاندان کے وظائف بہت کر دیتے تھے تھے مگر بادشاہ کو رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے بادشاہ کو سرکش کی۔ چنانچہ بادشاہ نے فوراً وظائف بحال کر دیئے۔“

یہ ای عبادت و ریاضت کا اثر تھا کہ عظیم صاحب نے تمام عمر ہار پائی پنگ پر احتراست نہ فرمائی۔ سردیوں میں زمین پر اور گرمیوں میں تخت پر بستر کر کے سوتے تھے۔ سلام کرنے میں بیٹھ پل کرتے تھے۔ دلائل الکیرات اور قصیدہ بردا شریف آپ کا درد تھا۔ قرآن پاک سے آپ کو دل بہت تھی۔ یہاں قادر بخش صاحب ابو امام مسجد کا بیان ہے کہ کسی شخص کو عبادت قرآن مجید کرنے دیکھنے اور اس سے کوئی غلطی نہ جاتی تو فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔ طبیعت اس قدر کہ اگر تھی کہ حضرت دس کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک آتا تو فوراً آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ کوئی رات ایسی نہ گزرتی ہوگی جب ذکر اہل نہ فرماتے ہوں۔ ان کی الیہ بھی سعادت عبادت گزار تھیں۔

سید محمد عظیم صاحب بادشاہ دہلی کے پیر و مرشد حضرت میاں غلام نصیر الدین عرف کالے میاں کے ہاتھ پر بیٹھتے تھے۔ کلمہ تار کشاں کی سکوت کے زمانے میں بیاد سولہویں کا

فکر سلسلہ جاری رہا۔ سید خلیفہ الدین صاحب کے مطابق "ہذا جو اختصار بیگلوں آدمی فیری روٹی اور دال خود کھاں کرتے۔ تعلیم نسواں کی طرف بھی عظیم صاحب کی خاص توجہ تھی جس کے سلسلے میں حکومت نے انہیں نصرت طاقی۔ حضرت والد صاحب کا مسموں تھا کہ ہر سال اپنے مطلق کی چھٹی ہوئی کی سو روپے کی درسی کتب وغیرہ طلبہ کے انعام کے لیے جاب آرونڈ صاحب ہمارے از پیکز سرشت تعلیم کے حوالے کیا کرتے تھے۔ حضرت والد صاحب دائرہ یگ درباری تھے۔ گورنر جنرل ہمارے اور پرنس آف ویلز وغیرہ کے درباروں میں آپ کو فکر کری لکشی حاصل تھا۔

سکونت کلزہ تار کشاں میں مٹی سید محمد عظیم صاحب ہمارے مشاعرہ منتقد کیا کرتے تھے جس میں تمام شاعران وقت کے علاوہ اہل شریکیت سے شامل ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں اعجاز کو شوق شکر کوئی تھا۔ نواب شیخ نظام محبوب بھائی خف نواب امام الدین خاں صاحب رئیس اعظم لاہور اور اسی درجہ کے اور رؤساء اور شعراء شریک مشاعرہ ہوتے تھے۔ ان کی خاطر ہدایت دس کھول کر کی جاتی تھی جو حضرت والد صاحب کا خاصہ تھا۔ سید محمد لطیف صاحب کو بھی شوق شکر کوئی اسی زمانہ میں ہوا تھا۔ ایک ہمارے رسالہ حضور ان مالی قدر کے کلام کا شائع کیا جاتا تھا۔

اسی مشاعرہ میں دین احمد انصاری صاحب رئیس لاہور خف دیوان دینا تھا صاحب درباری ہمارے رنجیت سنگھ بھی اپنا کلام پیش کیا کرتے تھے۔ ایک کتاب شوقی ہمارے عشق مصنف دین احمد صاحب موصوف ہے جس میں اول تو صفت خدا تعالیٰ اور بعد ازاں نصت سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق پاک درج ہے۔ فرماتے ہیں

کیا نصت لکھوں میں مصطفیٰ کی نور حق و جلوس خدا کی ہو بات کہ قسم میں نہ آئے کیا اس کا پد کوئی بتائے کیا نصت کے یہ درجہ پاک حق میں ہو جو تیرے ما مرثاک اب لطف دس ہیں ہیں ہے خاک وہ پاک بختن ہے

بقول سید خلیفہ الدین صاحب "اسی زمانہ کلزہ تار کشاں میں حضرت والد صاحب علم برداری کیا کرتے تھے۔ تحصیل اس کی یہ ہے کہ جب جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) میں دہلی مٹ گئی تو وہاں کی بوٹ میں کسی امام باڑہ کے علم دشنے بھی لاہور پہنچے۔ حضرت والد صاحب نے انہیں خرید لیا۔ چند علم ان میں سے جس کے تھے جو سالم ایک پر وہ کے بچے ہوئے تھے۔ باقی علم تانبہ کے تھے ان پر والد صاحب نے سنہری روغن کرا لیا اور اپنے کاتب مولوی اسد اللہ

صاحب سے ان پر کلمات مناسب بہ غلطی و غلط تعلق تحریر کرائے۔ یہ علم جہلوں پر
 آویزاں کیے گئے اور پھریاں ایک قطار میں ایک مصرع فرس پڑی، 'جو چو کیوں کا قمار کے
 گئے' جن پر کلمات جبرکہ، کجرات، تفری تحریر شدہ تھے۔ مکان کو پیشہ و کائنات سے خوب
 آراستہ اور لوہاں وغیرہ سے سطر کیا گیا تھا۔ لاہور میں یہ علم لمبہ روزگار تھے۔ مجھے یاد ہے کہ
 نواب نوازش علی خاں صاحب قزلباش میں کی زیارت کے لیے تشریف لاؤ کرتے تھے۔ یہ ایک
 درگاہ تھی جو رات نہ مکان میں تھی۔ محاسن اپنے سرداری میدان میں منع ہوتی تھیں
 جن میں کئی سو آدمیوں کا مجمع ہو آتا تھا۔ تمام مشہور سرد خان اور قوت القضا پڑھنے والے اہل
 خوش الحالی سے دلوں کو مسکرانے لگتے تھے۔ ہمارے پاس مشرہ کی ساتویں تاریخ کو مندی بھی اعلیٰ
 جاتی تھی۔ سبیل ادم مشرہ میں جاری کی جاتی تھی۔ یہ سب نتیجہ آسودگی کا تھا۔ ماتم ہمارے
 ہاں بھی نہیں ہوا۔ حضرت والد صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔ ان کی بیٹ بھی خاندان
 چشتیہ میں تھی۔

"سلطنت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاتمہ کے بعد جب گورنمنٹ (حکومت برطانیہ) کا
 تسلط ہوا اور حضرت والد صاحب لاہور تشریف لائے تو رانی جہاں 'مہاراجہ کی بڑی رانی
 زندہ تھیں اور مہاراجہ کے امراء محل بن گئے وغیرہ سب دندہ تھے۔ یہ سب اصحاب حضرت
 والد صاحب کی خدمت میں تشریف لاؤ کرتے اور ان کی خاطر مدارات کی جاتی تھی۔ ان
 دنوں بڑی چل پھل رہتی تھی۔ شرکاء کوئی حصہ نہ تھا کہ وہاں کے رہنے والے والد صاحب
 کے پاس ملازم۔ ہوں۔ اس لیے شرطائے شر والد صاحب کی توقیر و منزلت حد سے زیادہ
 کرتے تھے۔ امراء تو تعلیم و حکم سے پیش آتے ہی تھے 'کلام والا مقام بھی عزت افزائی میں
 کی نہ دیتے تھے۔ صاحب ذہنی کثیر مدار اس امر کے خواستگار رہتے تھے کہ ان کے انتظام
 کی اہمیت کوئی ننگہ بات اہل 'دی لاء' رکرا سکیں" میں شائع ہوا۔

"سردار علی دصا خاں کالمی 'میں بعد میں گورنمنٹ نے نواب کا خطاب دیا' کے
 فرزند نواب نوازش علی خاں 'اس زمانے میں جہاں آسودہ نہ تھے۔ حضرت والد صاحب کے
 ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ یہ صاحب ہر سال مشرہ عزم کے موقع پر والد صاحب سے طریح
 محاسن سرداری کے لیے پانچ سو روپے قرض لیا کرتے تھے اور سال بھر میں بدرجہ ادا
 کرتے۔"

"نوکھلا میں ہر چاند کی سولہ تاریخ کو والد صاحب نیاز بردگان کی تقریب سے فیاضانہ
 دعوت عہد و مساکین کرتے تھے۔ حوصلہ جلد کے اصحاب کی بھی دعوت کی جاتی تھی۔ کثرت

انھیں لہذا اور مردان کی مثل ایک شادی کے ہو کر تھی۔

”اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ بعد نواب حائی محمد خان صاحب ’نواب صادق محمد خاں صاحب‘ والی ریاست ہوا پھر کسی خانہ جنگی کی وجہ سے خمن برج قلعہ لاہور میں نظر بند تھے۔ والد صاحب سے ان کا اس قدر دوستا ہو گیا کہ والد صاحب کے بچہ کی بدل بھائی بن گئے۔ نواب صاحب کی کئی بیگمات تھیں مگر وہ بے اولاد تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں خمن برج میں جاتا تو نواب صاحب میدان پر بڑی طرف کے بھروسہ کوں میں مجھے گود میں لے کر بیٹھے، بچے اور بیگمات ’بہو پانچ‘ سے کم۔ انھیں ’مجھے بچے بعد دیکرے اپنی گود میں رکھنے سے نہ تھکتی تھیں۔ نواب صاحب نے مجھے اپنا بیٹا بنانے کی خواہش کا اظہار کیا مگر والد صاحب نے انکار کر دیا کہ میں اپنا بچہ کسی کو نہیں دیتی۔“

”نواب صاحب کو سولہ سو روپیہ ماہوار خرچ ملتا تھا۔ انہوں نے والد صاحب سے استدعا کی کہ ہمارا خرچ آٹھ سو روپے ماہوار ہے ’بائی آٹھ سو روپیہ ہمارا آپ جمع کر سکیں مگر والد صاحب نے امانت رکھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بیچ و خرید میں کماں سوداگر انکار کی ایک دیانت وار شخص ہے ’آپ آٹھ سو روپیہ اس کے پاس جمع کر دیا کریں۔ چنانچہ نواب صاحب ایسا ہی کرتے رہے۔ عرصہ کے بعد نواب صاحب خمن برج میں ہی بیمار سے فوت ہو گئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ’نواب صاحب بھلت خانہ جنگی لاکر لائے گئے تھے۔ حضرت والد صاحب احبار ’لاہور کراچی‘ کے درمیان ان کی بریت ثابت کیا کرتے تھے اور منظر یہ یہ معاملہ صحت چنانچہ مرنے وقت کی۔ نواب صاحب کا وہرہ تھا کہ اگر وہ اپنے ریاست میں داخل ہونے کا موقع دیکر والد صاحب کو اپنا ہمارا اہرام کر کے ریاست کے برادری و کلی معاملات ان کے سپرد کر دیں گے۔ نواب صاحب کی بیگمات کا انتظام محمد برکت علی خاں صاحب تحصیلدار لاہور کے سپرد ہوا۔ انہوں نے مٹی شامہ خاں صاحب کی بیگمات کا ادارہ مقرر کرایا۔ یہ بھٹی صاحب اس وقت عرصی ہوئی تھے مگر بعد میں ۱۸۵۵ء میں بھٹی کے کشتہ ہو گئے۔“

دسمبر ۱۸۸۳ء میں سید محمد عظیم صاحب کی طبیعت بگڑ گئی۔ سید محمد لطیف صاحب گورداسپور سے حیات کے لیے تشریف لائے اور اسیں اپنے ساتھ ہی گورداسپور لے گئے۔ وہاں علاج معالجہ سب کچھ ہوا مگر مرض بڑھتا گیا جو اس میں روکی۔ چنانچہ ۲۷ جنوری ۱۸۸۵ء کو اپنی بھلت اولاد کی موجودگی میں واصلِ حق ہوئے۔ جسدِ خاکی لاہور لایا گیا اور رشید الدین مرحوم (جو آپ کے تیسرے صاحبزادے تھے اور صغیر خانی میں ہی انتقال کر گئے تھے) کے پہلو

میں قبرستان میانی صاحب میں دفن کر دیا گیا۔ یہ محمد لطیف صاحب اور دیگر اقراء بھی انہی کے پہلو میں آسودۂ خاک ہیں۔

قطعہ تاریخ وقات

از حضرت مرحوم مصنف حافظ عمر دراز قائل

مندرجہ بحالی اخبار مورخہ ۳۱ جنوری ۱۸۸۵ء

صد افسوس نشی محمد عظیم کہ باقی ہی داشت راز و نیاز
 ہمیں داشت بر آئینہ وجود ہم مریدان و دین طرار
 غنی خاطرش بود از جلا و دل۔ دلش پاک دوست از حرص و آزار
 دل از خلق بود بچشم نعل عظیم بہ لہجہ را قرین خود سرفراز
 چنان مثنی علی غلام بود۔ کہ بود لوح گیرای چوں شہباز
 چو من بدکن داشت بسیار بود بر حلق مطلق بندہ راز
 چہ بیکس و ستیلا شر در دلی بود بچستہ ہزار
 چہ توحید و صوم انشی بیش داشت لوا کہ حج و زکاۃ و نماز
 برکت از جہل در دہر کے اگرچہ زہر مرہاسے دراز
 از لطافت و اقربان او ہر کہ بہت دلش بہت زہی سانچہ در گداز
 لہجوں مل دلش از روی عالم برکت سوتے بہت آن پاکہار
 (۳۰۲ جہری)

قطعہ تاریخ

از مفتی امام بخش صاحب رئیس دہالہ

شریف الزہری چہا محمد عظیم و دیا دوی شدہ بہ بہت فہیم
 ز زہیل سائش و ہاتف نہایت ممکن بود بین محمد عظیم
 (۳۰۲ جہری)

از مفتی امام بخش صاحب رئیس و مال

چون محمد عظیم کرد سر سوسے عقلم خیال غیر بهشت
مل زخمل از اذ دلف لب شد محمد عظیم دین بهشت
(۱۸۸۵ عیسوی)

قطعه

از جناب مولوی گل محمد عالی گورداسپور

ز آندخ عالی محمد عظیم چه خوش گفت مال با درنگ
سوسے غل شد عزیز دلم درخا کریں دار پائیدار
(۱۳۰۳ هجری)

قطعه

از جناب فشی محمد غیاث الدین نبیره حضرت موصوف

چون جناب عالی شرکت عظیم این جن بے وفا پدر و دگر
انگ جاری شد چشم بچوں از بل عروں بے آه سر
الغیث از سرگ عظیم الغیث از دیانت بے بر حق حرف دور
بے فاکل از فاکل اندر جوی زانق اندر افکا دوست فرد
رم شغل بے مساکین و صعب حق بیست اندری توانی که کرد
انم گفت کشید روی تو جانا حق حلیم کرد حق یک صا
(۱۳۰۶ هجری)

قطعه

از جناب مولوی محمد انور شاه انور

مقیم امرتسر ملازم سرکار رامپور

چون ش محمد عظیم سلم نمود اشغل اندری مل پافم

ز ہر سمت برخواست شود قیامت
 ز ہر دیدہ بینم روی اشک مرمت
 و رنج و غل غل شوق گردید دما
 مناسب تر کانچہ خزانم بر عقل
 بہ قرہ و قمر و قلم و فراست
 بہد و امید و یزد و ناک
 فرض کن خدا بندہ زمین بندہ غلی
 بہ انور علی گفت سل و فائق
 بہ غم جملے دشت بہ نام
 ز ہر دل عین کہ پر سوز ہر دم
 شد از ہر جوریش پشت جان لم
 کہ بود نجیب و خردمند اعظم
 بہد بہ باغبان عقل کے ہم
 طیم و طیم و کرم و کرم
 رہا گفت و شد چلش سلم
 بہد بہد بہد بہد بہد بہد
 بہد بہد بہد بہد بہد بہد
 (۳۰۲ جری)

قطعہ تاریخ

از حافظ عمر در از فائض

کرد جملہ را دماغ مٹی محمد عظیم
 گفت دل عالی از غم غرض در غم
 یکہ بدل داعی عشق رسول کریم
 رخت چہ زمین دار بہت محبت چہ بہت معیت
 سل و صلاش نوشت فائض گلشن چمن
 بہد گل گل گل گل گل گل گل گل

نئی محمد عظیم صاحب کی روح مبارک کی تاریخ و وقت بظاہر "بحال اخبار" سورت
 ۲۶ فروری ۱۸۹۰ء سے دلی میں درج کی جاتی ہے۔

قطعہ

از حافظ عمر در از فائض

جس سے غیب اور جیم پائی مراد دل دم
 موت سے اس عینہ کے عینہ و عجب پاک ہے
 فائض غم رسیدہ شدت و رنج و درد میں
 سل و وقت کہ دیا داخل غلہ پاک ہے

سید محمد لطیف صاحب نے اپنی تصنیف "تاریخ لاہور" (انگریزی) میں پنجاب کے یٹینٹ گورنر سر چارلس ایچسن کا وہ پیغام بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے منشی سید محمد عظیم صاحب کی وفات پر دیا تھا۔ "اُن کا صحافتی کیریئر پچاس سال کی طویل مدت پر محیط ہوا تھا۔ انہوں نے ۱۸۳۹ء میں پرنسپل "کرائسٹ" جاری کیا اور بعد ازاں "پانچنی" (اردو) کی اشاعت شروع کی جو مقامی زبان میں پڑھا جاتا تھا۔ پنجاب میں صحافت کے ہال کی حیثیت سے ان کے کارناموں اور حکومت کے مقاصد و مرام کے دانش مند تجربہ کی وجہ سے متعلق ممتاز افراد قدر کرتے تھے۔"

سر لیپل گرiffin (Sir Lepel Griffin) کے مطابق "منشی سید محمد عظیم زبردست قوتوں کے مالک تھے۔ ان کی وفات ایک بڑا نقصان ہے۔" سر رچرڈ ٹیل "سرکار لاہور" اور اس دور کے دیگر علماء ان کا مت احترام کرتے تھے۔ انرضی سید محمد عظیم صاحب ایک ہر گز شخصیت کے مالک تھے۔ اسوں نے خط پنجاب میں صحافت کا جو بیج بویا، وہ ایک نادر و رخت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ان کی خدمات کو پیشہ پارہ نہ کہ جائے گا۔

تاریخی حقائق کے شوق نے غالباً سید محمد لطیف صاحب میں آجہو قدیمہ، مجسموں اور سکوں میں دلچسپی کو ابھارا۔ مکان کی قدیم تاریخ پر ان کے کتابچے میں قدیم کنڈرات کے ڈھیروں کی صفائی سے آثار قدیمہ میں دلچسپی رکھنے والے افراد آج بھی مستفیض ہو سکتے ہیں۔ "تاریخ لاہور" میں مذکور افنی کے نمونوں کے نقش جنی قداد میں شامل ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کم از کم ایک حد تک فن پاروں کو کسی قوم کے ارتقاء کا مظہر قرار دیتے تھے۔ ملکت سے شائع ہونے والے رسائل میں اسوں نے سکوں کے بارے میں متعدد مقالے لکھے۔ ان کے علاوہ لاہور کے گائب گمر میں موجود مختلف اقدار کے سکوں کے حلقے اسوں نے جس قدر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہ شاید ہی کسی اور کتاب میں نظر آئے۔ ان کی اس تحقیق پر حیرت ہوتی ہے جو اسوں نے تاریخ کے اصل حقائق کو سامنے لانے کے لیے کی۔

لطیف صاحب نے اپنی کتاب میں کلی مقامات پر بیان کیا ہے کہ اسوں نے روایتی طریقہ کار سے ہٹ کر تاریخ کے بارے میں تحقیق کی ہے۔ اس سلسلے میں وہ خود بھی کلی مقامات پر تشریف لے گئے۔ آثار قدیمہ کا چشم خود مشاہدہ کیا اور کروڑوں کے مال کا بیورو حائرہ ہوا۔ مقامی لوگوں سے رابطہ کر کے عادات اور آثار کے حلقے جتنی معلومات جمع کیں۔ سرکاری دیکھارہ میں درج اصل حقائق کو عام قاری کے درمیان پیش کیا حالانکہ اس سے پیشتر مورخ حضرات زیادہ تر اپنے ذاتی مشاہدہ سے کام لیتے کے بجائے قلمبر کے فقیر ہوتے ہوئے پہلے سے موجود تاریخی

کتب سے ہی استفادہ کو کافی سمجھتے تھے، کسی کی بات یا حقیق کے حلق کو خش کو مٹ اور
 لاہنی خیال کیا گیا۔ مگر سید محمد لطیف صاحب کی جستار حقیقت نے یہ گوارا نہ کیا بلکہ
 سائنٹیفک طریقے سے تاریخ کے اصل اور حقیقی بر حقیقت اور مبالغہ آرائی سے بھرپاک حقائق
 اور حالات و واقعات کے حلق حمایت ہار یک نبی اور احتیاط سے چھان بین کو اپنا صوبہ العین
 بنایا۔ اسی بنا پر انہوں نے کی تاریخ کتب میں موجود متعدد غلطیوں کی نشاندہی کر کے ان کی
 اصلاح بھی کی۔ یقیناً یہ کام بہت مست اور شاہ اور حقیق و جستار کے بغیر ناممکن تھا۔
 یہ نظر کتاب "تاریخ آگرہ" جس کا اردو ترجمہ آگرہ، اکبر اور اس کا دور ہار کے
 عنوان سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، مصنف سید محمد لطیف صاحب کے اپنے
 الفاظ میں،

"میر نہیں اور سیاحوں نے آگرہ کے حلق بہت کچھ لکھا ہے مگر اسوائے سفر
 کیے کی تصنیف "یا مس آگرہ" کوئی ایسی کتاب نہیں جو اس تاریخی شہر سے حلق
 کوئی جان پیش کر سکتی ہو۔ جس سے طالب علم "سیاح" ماہر آثار قدیمہ اور عام
 قاری یکساں طور پر استفادہ کر سکتے ہوں۔ مختلف کتابوں میں درج بیانات عموماً
 یادگاروں کے جان تک محدود ہیں جو کچھ بعد دیگرے ہار ہار دہرائے جاتے ہیں۔
 ان میں آثار قدیمہ کے ماہر اور عالم کی دلچسپی کے لیے خصوصی قدر و قیمت کا مواد
 بہت قلیل تھا۔ چنانچہ میں نے قاری اور عربی کے اصل نسخہ حالت سے بھی استفادہ
 کیا ہے۔"

"تاریخ آگرہ" کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ تاریخی "دو سراہانی" تیسرا
 شہنشاہ اکبر کے عمل حالات و زندگی اور اس کے دور ہار کے حلق جان پر مشتمل ہے، جبکہ چوتھا
 حصہ اس وقت کے جدید آگرہ کے ہار سے ہیں۔

مصنف نے ابتدا میں آگرہ کی مساوی اور رواجی تاریخ پر بحث کرتے ہوئے زمانہ
 قبل از تاریخ کی انتہائی قدیم روح ملائی داستانوں حلق مساجد اور منکرت زمان میں تحریر
 کردہ ہندوؤں کی دیگر قدیم کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اس میں انہوں نے اس بات پر روشنی ڈالی
 ہے کہ آگرہ کی بنیاد ہندوؤں نے رکھی اور انہوں نے اسے اپنے روح نازوں کی آماجگاہ بنانے
 کے باعث مقدس جانتے ہوئے سب سے پہلے آباد کیا۔ اس سلسلہ میں مصنف نے آثار قدیمہ
 کے نو دریافت شدہ غلط متعددوں "مورتیوں اور کھنڈرات کا ہنر کار حقیق مشاہدہ کے بعد
 ماہرین آثار قدیمہ کے تاثرات کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے اصل گل و قلع کی نشاندہی کی

ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اگر وہ قدیم ترین اور اور میں بھی بہت اہمیت کا حامل تھا۔

یوں تو سید محمد لطیف صاحب نے سلطان عاقین شہنشاہ سلطان محمود غزنوی، محمد غوری کے حوصلوں اور فتوحات اور عمارت گری اور اس کے ساتھ ساتھ غوری، غلجی، تغلق اور سید خانہانوں کے تحت، اگر وہ کے عروج و زوال، سلطان سکند، نور محمد کی طرف سے، اگر وہ کی اور سرلو آباد کاری اور ترقی، جو خاک و جل سے، اگر وہ کی مکمل پانی کا دلچسپ تذکرہ کیا ہے، لیکن مصنف کی سب سے زیادہ دلچسپی شہنشاہ اکبر کی ذات میں نظر آتی ہے، کیونکہ اکبر نے اگر وہ پر خصوصی توجہ دی۔ اکبری سے جدید، اگر وہ کی بنیاد رکھی اور اسے خوبصورت و عالی شان عمارات سے آراستہ کر کے ہندوستان کا ایک عظیم شہر بنادیا۔

سید محمد لطیف صاحب نے، اگر وہ کے متعلق سو سو نہیں، مصنفین اور خود بادشاہوں کی آراء کو بھی اس دلچسپ تصنیف کا حصہ بنایا اور شہنشاہ بابر کی ”زک بابر“ کے حوالہ سے تحریر کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”ہمام جس میں حوض ہے مکمل طور پر پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ پانی کا راستہ سفید پتھر سے بنایا گیا ہے۔ فرش اور چھت پانچ سے سگوائے گئے سنگ مرمر سے تعمیر کیے گئے ہیں۔ جو اگر وہ حرارت ہمام پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ جب گرم ہو اچلتی ہے تو ہمام کو مصنوعی طور پر ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ کوئی شخص شکل ہی سے اس ٹھنڈک کو برداشت کر سکتا ہے۔“

ابوالفضل ”اکبر نامہ“ میں جدید، اگر وہ کی بنیاد رکھے جانے کے متعلق لکھتا ہے۔
 ”بادشاہ سلامت نے، اگر وہ کو سلطنت کا دارالکلا بنادیا اور در حکومت کے تیسرے سال ۱۵۵۸ء میں اپنی، پائش قلعہ میں اختیار کر لی جو پہلے ہاں گڑھ کے نام سے مشہور تھا۔ بادشاہ سلامت نے اپنی خصوصی توجہ اور سرمایہ سے اس کو ایک مختصر عرصہ میں بہت اعلیٰ کا درجہ بنادیا۔ اس کی آب و ہوا صحت افزا ہے۔ گرمی اور سردی اپنے اپنے موسموں میں معتدل ہوتی ہے۔“

شہنشاہ جہانگیر اپنی ”زک“ میں قدیم، اگر وہ اور اپنے والد اکبر کے ہاتھوں جدید شہر کی بنیاد کے بارے میں رقمطراز ہے:

”اگر وہ کا شمار ہندوستان کے انتہائی قدیم اور اہم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ درجہ بنانے کے کنارے پر اس کا برابر انا ٹھہر تھا۔ میرے والد نے میری پیدائش سے قبل اسے مسمار کر کے اس کی جگہ سنگ مرمر کا ایک اکاشٹ اور قلعہ تعمیر کر دیا کہ

اس کی مثال نہیں ملتی۔

صد جمائگیری میں انگریزوں کی ہندوستان میں آمد اور انگریزوں کے بارے میں ان کی آراء کو بھی نقل کیا ہے۔ بقول سیاح تھامس ہریٹ "انگریزوں کی آمد کی طرح طویل اور تنگ گلیوں کے ساتھ نیم دائرہ شکل کا ایک گلیاں آباد اور خوشحال شہر ہے۔"

شیشہ ہار کی عادات و خصائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستان پر تھوڑے عرصوں اور چھوٹے پیمانوں کے بعد اس نے شراب نوشی سے مکمل توبہ کر لی۔ طوائف اور اطفال کے سامنے جی توبہ کر کے شراب نوشی کی گلیوں میں مستقل "طوائف و فحش جام" پیائے اور دیگر برتن منگوا کر تڑتڑالے اور ان کے ٹھوڑے دروازوں اور گلیوں میں تقسیم کر دیئے۔ وہاں موجود تمام شراب براری "ڈانڈھی" جو جانے کی قسم کھائی اور اپنی افواج سے خطاب کر کے ان کے حویلیں جلائے۔ آخر کار رومست لڑائی کے بعد اسے فتح و کامرانی نصیب ہو گئی۔

مصنف نے باہمانی اور مکمل بانی میں خصوصی طور پر مثال شیشہ ہار کی گھڑی دیکھی کا ذکر بھی بڑے تقریب اور اہمیت سے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ انگریزوں نے تھوڑے عرصے اور انہیں مختلف اقسام کے پھول دار اشجار سے آراستہ کیا۔ شیشہ اکبر کو بھی پھولوں سے بہت رغبت تھی۔ جمائگیری نے انگریزوں میں پیدا ہونے والے دلچسپی اور دلچسپیوں اور پھولوں کا ذکر کیا ہے "انگریز اور اس کے مصافقات میں بحریں قسم کے فروغ دے آم اور دیگر پھل بہ آسانی حاصل کیے جاتے ہیں۔ دلچسپیوں میں "میں آم کامرہ بہت پسند کرتا ہوں۔" اسی ضمن میں بادشاہ نے انگریز "انسان و غیرہ کی مختلف اقسام اور پھولوں میں چہا" کیونکہ "دانی تل اور دوسری وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے۔

باب دوم نہ کہ خیال صد پر مشتمل ہے "اس لیے اس میں انگریزوں میں اکبر اور اس کے جانشینوں کی تعمیر کردہ عمارتوں اور دیواروں کی عمارات اور کٹھارہ ایچ انوں کا اختتام حاصل اور مکمل بیان پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے قدیم تھوڑے انگریز کے علاوہ اکبر کے تعمیر کردہ موجودہ تھوڑے اس کے دروازوں "اس پر درج مختلف طرز خطوط کی عمارات "میں دروازوں "گھنڈوں "راہ دروازوں "نقشیں مافیوں "برآمدوں "کلام گردشوں "دیوان عام "دیوان خاص "تخت شاهی "جمائگیری محل "حوس "ملکی بھون "خاص محل "شیش محل "انگریزی باغ "حمام شاهی "مکھی "ضمن برج "سیاہ سنگ سرور کے تخت "موتی مسجد "گلبد مسجد "معد کے مقبرہ کے دروازوں "میتا بازار "آگہ بھولی "تہ خانوں کے علاوہ دیگر عمارات اور فن کی تعمیر کے

بے شمار لوگ جات 'خواروں' 'محرروں' 'آبشاروں' 'درباری رسوم و رواج' 'تاج گانوں' 'حرم شاهی کی بیچات اور کینڑوں کے شب و روز' 'رجک دلیوں' 'تہواروں اور میلوں ٹیلیوں کا ذکر اس قدر تفصیل کے ساتھ کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ قاری ان تفصیلات میں کچھ اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اسے کتاب کے اور اہل میں عمارات اور اس دور کے حالات و واقعات پہلی پھرئی تصویریں دکھائی دینے لگتے ہیں اور اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ پنجم فرد ان عمارات کی دلکشی اور رعنائیوں کا بھرپور مشاہدہ کر رہا ہے۔

یہ ذکر وہ عمارات میں سب سے زیادہ مکمل اور جامع بیان تاج محل کا ہے 'جو شرق کا ایک عجوبہ' 'ہندوستان کی غیر کاٹور' 'لوٹ اور جوہر ہے۔ اس کی مدح سرائی میں نہ صرف مسلمان اور شرقی مورخین اور مصنفین پیش پیش ہیں بلکہ مغربی اہل قلم بھی کسی سے پیچھے دکھائی نہیں دیتے۔

تاج محل کے بیان کے سلسلے میں 'اس عمارت کی کوئی ایسی چیز اور کوئی ایسا پہلو نہیں' جس کا ذکر مصنف نے نہ کیا ہو۔ اسوں نے اس کے محل وقوع 'تاریخ بنیاد' 'وجہ تخلیق' اور چند باوقیم المعروف متاد محل کی محل سرگزشت 'شاہ جہاں کی اس سے شادی' 'بادشاہی اس سے زبردست وابستگی اور گہری الفت' 'اس کی اولاد' 'اس کے آخری لمحات' 'انتقال کے بعد اس کے سوگ' 'عارضی تدفین' 'بادشاہ کے شہید رنج و الم' 'تاج محل کی عمارت' 'دروازوں کی آرائش' 'عمراؤں کی تراش' 'خراش' 'گنبدوں کی جماعت' 'چھتروں اور چٹاروں' 'پہ کی مکی و ظہیب کندہ کاری و زینت کاری کے دلکش اور پرکھوں نمونے' 'جات' 'تلفظ طرز بانی' 'تعمیر کی عمارت' 'گنبد بازگشت' 'مسجد' 'جماعت خانہ' 'تاج محل کا نقش' 'عمارتی میں دربار کے پانی میں اس کا اگلی فراموش گس' 'اس کی لامنت' 'اس کی تعمیر میں حصہ لینے والے اہل حرفہ کے نام' 'ان کے آبائی شہر' 'ان کے لئی اوصاف' 'ان کی اہمیتوں' 'عمارت کے ساز و سامان' 'زیبا نشی و آرائش دید و زیب' 'موت حالت' 'ان میں استعمال ہونے والے بیش قیمت پھروں اور گیہوں کے مختلف رنگوں' 'انسان' 'انگل' 'ان کی فی کس لامنت' 'فن تعمیر' 'خواروں' 'دروازوں اور ان چیزوں سے جدا ہونے کے منظر کا اہل خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

عمارت کے حلقہ مغربی مورخین اور مصنفین کی آراء اور خیالات کا حوالہ بھی انہوں نے اپنی اس تصنیف میں دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سروریم بنظر 'تاج محل کے خوبصورت گنبدوں کو سنگ مرمر کا ایک خواب بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "تاج محل زیبا نشی کے اس انتہائی اہل ترین دینی سرطہ کو پیش کرتا ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں تک پہنچا" یہ ایسا سرطہ

ہے جس میں معمار کا کام ختم ہوتا ہے اور ایک جبروری کا شروع ہو جاتا ہے۔ "نیزا ٹیلر کے مطابق: "جہ کھل خوبصورتی کی حامل اور انتہائی باکمال چیز ہے۔ ہر علاقے سے ایک جنگلی کام معلوم ہوتا ہے۔" ایک روسی فنکار اس کے بارے میں کہتا ہے: "ہر ایک ایسی حسین و جمیل عورت کی مانند ہے جسے آپ اپنی مرضی سے ناکہ براہلا کہیں، مگر جس وقت اس کے پاس جاتے ہیں تو اس کے سر میں گر لیا ہوا جاتے ہیں۔"

اس کے بعد مصنف نے فتح پور ٹیکری میں حضرت سلیم چشتی سی سکوت، اکبر کی پسندیدہ رہائش گاہ، اس دلی کال کی دکانوں کے ذرائع شہزادہ سلیم (جائگہ کی پیدائش، فتح پور ٹیکری کے حلقہ جائگہ کے خیالات، یہ قہنگسوی صیالی پادریوں کی فتح پور ٹیکری کے دربار میں آمد، ملازما کے ساتھ سائیکروں، عہدات خانہ میں منعقد ہونے والے اجتماعات، بحث مباحث کے موضوعات، آپ دہلی کے ذرائع، پتھر کے کاروبار، دستکاروں، خرید و، دھرم پور، حضرت سلیم چشتی سی زیر پادشہ دار الحکومت کی یہاں سے منتقلی اور بعد میں اس کی ویرانی اور وہاں کی چیدہ چیدہ تعمیرات کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتی ہے۔ بیانی حصہ میں ہی سکندر دا اکبر کے مقبرہ، بلند دروازہ، خاں خانہ اور بادشاہ کے خزانوں اور وہاں موجود دیگر عمارت کا بیان شامل ہے۔

تیسرا باب، شہنشاہ اکبر کے مکمل حالات زندگی اور اس کے درباری امراء، رسوم و رواج اور مکمل حالات و واقعات کے بیان پر مشتمل ہے۔ شہنشاہ اکبر کی ولادت، اس کی ابتدائی تربیت، دلیری و ہر انفرادی، ہندوؤں کے ساتھ محبت، مغل، ہندو شہزادی سے شادی، اس کی اختراعات و ایجادات، تجسس و دھن، ہندو مذہب اور رسوم و رواج کی طرف رجحان، دین الہی کے قیام، جشن نور و زمانے، دعوتوں اور جہاد امدادوں کے انعقاد، سلامی اجتماعات میں بحث مباحث، اس کے دور میں مذہبی آزادی و بردباری، باطنی کے ذوق و شوق، رحمدلی، شادی بیاہ کے لیے اصول و ضوابط، عدل و انصاف، فدا میں سادگی، پیش و محنت سے اجتناب، مسکریات، لباس، تکمیل نقاشی، خصوصاً باقیوں کی لڑائی میں گہری دلچسپی، سیر و سیاحت اور فنکار میں خصوصی رجحان، مشہور زمانہ حاکمہ پتوڑ، درندوں اور پرندوں کو پالنے اور سدا جانے میں بھرپور دلچسپی، دشمنوں کے ساتھ خفی اور دوستوں سے شہنائی برکات، بیسی بدل کر محبت کی عادت، زیر دست حاضر جوابی، قیادہ کشی، نظم و سنتی، امور سلطنت، نظام مائیکر، آزادی، حرم شہی، چھٹی چھٹی کی تعداد، اس کی وسیع قلعہ اور کردار، اپنے بیٹے شہزادہ سلیم (جائگہ) کے ساتھ اس کی گہری محبت، ابتدا میں اولیائے کرام اور بزرگان دین سے اس کی

آمدن و اخراجات، تعلیم و تربیت، خیراتی اداروں، کتابخانوں، عمارتوں، صحت، ذرائع کاروبار، آب و ہوا، شہر کاری، ذرائع آب و سرائی، جدید عمارات، اگرچہ یہ سب بھروسہ اور بینڈیشن گورنر سرائیکی یکنواختی کی اگرچہ جدید کے حلقہ رائے کو تسلیم سے جان کیا گیا ہے۔

سید محمد لطیف صاحب نے جس قدر محنت، زبردست کوشش، ذاتی مشاہدہ، بھرپور تحقیق اور محنت و جدی سے کام لے کر جس انداز میں تاریخ کے اصل حقائق کو ایک عام قاری کے سامنے پیش کیا ہے، فی زمانہ اس کی مثال ملنا انتہائی مشکل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کی یہ تصنیف کسی قدر اہمیت کی حامل ہے اور جیسا کہ عام قاری سے ملے کہ وہ اکثر، عطا اور سواد نہیں بلکہ سب کے لیے یکساں طور پر معلومات اور درست حالات و واقعات کا ذخیرہ ثابت ہوگی۔

سید محمد لطیف صاحب کے انگریز حکمرانوں اور اعلیٰ خول و فوجی افسران و حکام ہلا سے گھرے اور دوستانہ مراسم تھے۔ انگریز حکام نے ان کی خوب حوصلہ افزائی کی، لہذا اسی جذبہ کو نظر رکھتے ہوئے انہوں نے انگریزوں کو ہندوستانی مذہب و ثقافت اور یہاں کے فوجی وراثتوں اور نوادرات سے روشناس کرائے کے لیے تاریخی کتب (ایڈیشن انگریزی) تصنیف کیں۔ اگرچہ سید محمد لطیف صاحب نے ایک مختصر زندگی پائی مگر اس قدر بھیل عرصہ میں تصنیف و تالیف کا یہ ریکارڈ ہر لحاظ سے شاندار اور ناقص تحسین و آفرین ہے اور یہ سفر کے سوار نہیں کی صف میں سید محمد لطیف صاحب کا اعلیٰ مقام شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

سید محمد لطیف صاحب کی تحریروں سے ان کی عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں پر قدرت اور استعداد کا ہی پتہ نہیں چلتا بلکہ ان کی مستقل مزاجی اور اعتماد رائے میں دیانت داری بھی واضح ہے۔ سید محمد لطیف صاحب کے چھوٹے بھائی سید خلیل الدین صاحب کے مطابق "جناب بھائی صاحب قبلہ کی طبعی مہارت، کبھی عزائم کی طرف مائل نہ جاتی تو وہ ہندو دار مضامین اخبار میں لکھتے کہ اگر انہیں سیں باپڑ میں تو جتنے جتنے جہد میں مل چکا تھا۔"

ان کے ذاتی خیالات، نظریات اور مشاہدات کا گھس ان کی ہر کتاب میں دکھائی دیتا ہے۔ ایک سلطان کی حیثیت سے، سلطان حکومت کے ذوال پر انہیں انیسویں صدی میں وہ اس زوال کی وجہ سلطانوں کی رجعت پسندی قرار دیتے تھے۔ نہ تو وہ بھائی نہ تھے، لیکن تحریروں کے حوالے سے انہیں بھائی قوم پرست کہنا تلازمہ گاہ وہ رجعت حکم سے از حد حاشا تھے۔ وہ مظل امر اور سکھ حکام کے مظالم کو ایک ہی نظر سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے ہر بہت کو

نمایند و انت داری اور ہر قسم کے نہ بھی قصب سے بالاتر ہو کر بیان کیا ہے۔

سید محمد لطیف صاحب نے "تاریخ لاہور" بھی تو اپنی اس کتاب میں ایسی باتوں اور چیزوں کا بھی اضافہ کیا جس پر سورہین یا تو دھیان نہیں دیتے رہے یا جان بوجھ کر اس سے پہلوئی کرتے رہے۔ انہوں نے اس خطہ کی قدیم ترین تاریخ کا ذکر کیا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ جدید دور کے متعلق اور اس کی فلاح و سبب و لوگوں کے رہن سہن اور فنی ایجادات کے بارے میں بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہاں تک کہ درواؤں، ندی، نالوں، پلوں، تاریخی عمارت، سکولوں، کالجوں، سرکاری دفاتر کا تذکرہ کیا ہے تو ساتھ ساتھ اس کے دروازوں، گلی، گلوں، بازاروں، چیدہ چیدہ خانہ انوں، دشتکاروں، سبزوں، پھلوں، پھروں، موسموں، آب و ہوا، مٹیوں، لٹیلوں، شواروں، لٹوسات، اہل حرفہ اور دیگر دلچسپیوں کا بڑے خوبصورت اور دھن دھن پڑنے میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے صرف عاصی بیان نہیں کیے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ محبوب کو بھی واضح کیا ہے۔ انہوں نے جنگوں، قتل و قمارت گری، زلزلہ، زنی، ظلم و جبر، عسکری سازشوں وغیرہ کا حال لکھا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ بادشاہوں اور حکمرانوں کی فیاضیوں، دریاہوں، عوامی تفریح و سبب و درباری جاہ و جلال، شان و شوکت، چمن آرائی اور عشق و محبت کی داستانوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے بادشاہوں کے عروج و زوال کی مکمل تصویر اپنی اصل حالت میں پیش کی ہے اور اس میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔ سید محمد لطیف صاحب کی خدمات کے پیش نظر ان کا نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

حقائق کو چھپانے کی ضرورت نہ سید محمد عظیم صاحب نے محسوس کی نہ سید محمد لطیف صاحب نے اور نہ ہی میں اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں، لہذا اپنے دادا سید محمد لطیف صاحب کی یاد رکھ کر اور وہ زبان میں ترجمہ کر، اگر دربارہ اشاعت کا یہاں اس مقصد کے تحت اٹھا ہے کہ نہ صرف اس کتاب، بلکہ سید محمد لطیف صاحب کی دیگر تصانیف کو عام قاری تک پہنچایا جاسکے اور ان کتب سے صرف ایک مخصوص طبقہ، تاریخ کا طالب علم یا سوری ہی مستفید نہ ہو بلکہ عام قاری بھی اس پشتر لیغ سے سیراب ہو سکے۔

اس کتاب کا اور پہل انگریزی ایڈیشن ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں ایک صدی گلی کے آگرہ شہر چھاؤنی کا نقشہ اور ۷۳ تصاویر (Engravings) شامل تھیں، ان کو اسی حالت میں شامل کر دیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کو ترتیب دیتے وقت کتابیات (Bibliography) کو احتیاط سے تیار

کر کے شامل کر دیا گیا ہے، تاکہ کار نہیں اس کتاب کے ماتہ سے بھی مستفید ہو سکیں۔

میری اس ادنیٰ سی کوشش سے نہ صرف میرے بزرگوں کی شان و شوکت کا ثمر حاصل ہو گا بلکہ آنے والی نسلیں بھی اپنے اسلاف کے کارناموں، تاریخی حقائق اور ماضی کے سرسبز رازوں سے واقفیت حاصل کر سکیں گی۔ مجھے امید ہے کہ یہ کارش اور تاریخ نگاروں اور اصل تاریخی حقائق کے حاشی افزاء کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت اختیار کر لے گی اور تاریخ کے طالب علموں کے لیے یہ کتب چار دائرہ کا کام دیں گی۔

اس مشن کی تکمیل میں ماسور صفائی، مصطفیٰ دانشور اور عالی شہرت پائلت پروین رائٹس ایجنٹ اور میرے اختیاری محترم بزرگ دوست جناب امی۔ اے وطن نے نہ صرف مجھے اپنے بزرگوں کے کام کو آگے بڑھانے کا دانشورانہ مشورہ دیا بلکہ سید محمد لطیف صاحب اور ان کی تحریروں کے بارے میں اپنی آراء سے بھی مستفید کیا۔

میرے دیرینہ دوست، مشہور شاعر، ادیب، صفائی اور اردو ادیب کے اہم مجاہد و ماہر "حقیق" کے ایڈیٹر جناب انور باد نے اردو تراجم پر طرغائی کی۔

جناب مرزا محمد شعیب نے کتب کی تیاری و تکمیل میں میرا ساتھ دیا۔ جناب انور محبوب نے اختیاری منت و جانفشانی سے ان کتب کے تراجم کیے اور تکمیل کے تمام مراحل میں بالخصوص ایڈٹس اور کتابیات ترتیب دینے میں میری ہمت و دل۔

جناب یوسف علی صاحب مالک ادارہ "تخلیقات" نے تراجم کی اشاعت اور ان کو پاکستان بھر میں پھیلانے کا بہت خوبی سے اہتمام کیا۔ میرے محترم دوست، مفکر و دانشور جناب ڈاکٹر ظفر مراد مشہور صفائی، دانشور، محقق جناب شہت غور مرزا نے بھی ازراہ صلاحیت قابل قدر مشورے دیے۔ میں ان تمام محنتوں کے لیے بے حد ممنون ہوں کیونکہ ان کے بغیر یہ اہم کام ممکن نہ تھا اور اسی کی بدولت یہ کتب آپ تک پہنچ سکی ہیں۔

سید منساج الدین

۸-۱ شیخ روڈ، "امجد" لاہور

تکمیل جنوری ۱۹۹۵ء



پیش لفظ

”بے شک یہ فرنگی ایک عظیم قوم ہیں، اور میری یہ خواہش ہے کہ میں اپنے فرزند شاہ اسپانیہ کو اپنی دعا اور سلام بھیجوں۔“ یہ لفظ عظیم نامزدی قلعہ تیورنگک یا تیورنگک نے اس وقت کہے تھے، جب ۱۸۰۳ء میں کسٹنس (اسپانیہ) کے بادشاہ کے حکمران کی حیثیت سے میلان ہنٹ، ڈین رولی گوزیلزڈی کیلچر نے اس وقت کے مشہور لکھ دار الکلاف ”موس لیبلاو ایشیا“ سرقد کا وہ کید اس نے اس شرمیں عظیم چھٹی بادشاہ کے دوبارہ اور وہیں منعقد ہونے والی نیافتوں اور مختلف مظاہروں کے حلقہ تیور کے محضر سورج نگار شرف العین کی رنگ آمیزی کے مقابلہ میں بہت زیادہ دشمنی بیان اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ ۲۸ تہوں کا حال اور دنیائے مشرق کا حال اس وقت اس بات سے قلعہ طور پر نا آشنا تھا کہ اس کے اس عظیم سلطان دروہن عام میں (جہاں اس کی وسیع و عریض سلطنت کے امراء اور منصب دار اور معلوم دنیا کے عظیم ترین بادشاہوں کی طرف سے بھیجے گئے سفیر جمع ہوئے تھے) عظیم فرنگیوں کی تواضع کرنے کے پورے تین سو برس بعد اس عظیم قوم کا ایک سوا صاحبزادہ کے ملک ہندوستان کی دور دراز سرزمین پر اس کی نسل کے ایک وارث سے مصافحہ کرے گا اور وہ اسے اپنے لقمہ رسواں اور خالوں سے ہمکار، دلانے والے کی حیثیت سے بلائے گا۔ یہ ہندوؤں کے اندر یہ تھا، دہلی اور قدیم شہر کے حال، اگر کا قلعہ، برطانوی جرنیل لارڈ لیک تھا، جس نے ۱۸۰۳ء میں بے یار و مددگار، شاہ عالم کو قید سے باہر نکال کر آزادی، دھار اور حکومت بخشی، جسے اس کے ایک ہم مذہب کے بے رحم بھرنے اور حاکم کا دور سرخوں نے بے عزت کیا تھا۔ تاریخ مظفری کا مصنف لکھا ہے، ”لوگوں کے دل شریف سے لبریز خوشی سے پھولنے لگے، سارے اور بادشاہ کوئی شکر گزار سرست و شکاری سے مجسم تھا، اس کو اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ سرست کے آنسو بہنے کے باعث اس کی بصلت و نائی، جسے پورے سال پشترت کیرہ وید کے خلائق نے بھرنے میں خرچ کر دیا تھا۔“

مگر یہ محض عظیم تیور ہی نہیں تھا، جس نے اس حیثیت انہوں فرنگیوں کی عظمت کے

ہارے میں گرجوٹی کا عقد کیا بلکہ ہم پر اسفل کے ہر فصیح صفت میں یہ دیکھتے ہیں کہ اس قلع
کی سلاخیں پشت میں اور اڑھائی سو برس تک ہندوستان کے سیلاب و سیلاب پر عکس کر کے والے
اس نسل کے بادشاہوں سے کہیں نوجوان روشن خیال اکبر بادشاہ نے انہیں مستقل طور پر "رائین
فرنگ" کا نام دیا۔ ہندوستان نے اپنی عکس کر کے اسفل کے اسفل میں اس سے لڑاں عظیم
شہنشاہ ایک عظیم مسیح جو ایک اسفل شہنشاہ عکس کر کے ایک اسفل فیاض لور جو دو دست بھی
نہیں دیکھا تھا لور یہ جگہ ہے کہ اگر ہندوستان بجا طور پر اکبر لور اس کی فیاض عکس کر کے لور کرنا
ہے "فرنگ" آباد ہوا اگر (جس کی بنیاد اس نے رکھی لور وہ اس کے نام سے مشہور ہوا) کی سب
سے لڑاں شہن و شوکت کا قلع بھی اسی بادشاہ سے وابستہ ہے۔ یہ قلع اس قدر گہرا ہے کہ جب
تک آفتاب کی چمک لور نہیں دہی پر اس کے تعمیر کردہ گل کی کنگورے دار فصیلوں کو روشن
رکھی کی لور چاند کی پر سکون لور عظیم چاندی اس قدم شر کو آراستہ و چراستہ کرنے والے
درخشش ترین حیرانی گوہر تاج گل کی پاکیزہ شہن و شوکت میں لٹکتی رہے گی "اس کا عظیم
نام اس سے جدا نہیں ہو سکتا یہ اس شہنشاہ کے عظیم بی لور وہی مستند ہونے والے اس کے
دور کی تاریخ ہے جسے میں نے اگلے صفت میں بیان کر کے کی کوشش کی ہے۔

لور اگر ان سطحوں سے قطع نظر فقہ اس قوم (جسے صدیوں پہلے تیور لور اکبر نے عظیم قرار
دیا تھا) کے نام کے ساتھ دور میں اکبر کے شر کے ساتھ محققیت پیدا کر کے تعریف کر کے تو
میں اپنی بات کی دہکت میں پائیدار شہنشاہ پیش کر دے گا جو سکا ہے جب آپ تاج گل کے
سائے کھڑے ہو کر حیرت میں ڈوبے ہوئے اس کی بے مثل خوبصورتی کی بہت زیادہ تعریف
کریں لور جب آپ مشہور نندہ قلعہ میں سوتی مسجد کو دیکھیں تو قسم دیں سے اس کی شہن و
شوکت کو محسوس کریں جس کے ہارے میں مسز نیل نے پرورش قلعہ میں بیان کیا ہے "یہ اس
قدر پاکیزہ لور بے دماغ معبد ہے جو جلوت کے بلند پایہ جذبہ کو اجاگر کرتا ہے۔" ہو سکتا ہے
جب آپ اسکندرامی خود اس عظیم شہنشاہ کا مقبہ دیکھیں تو آپ میں تعریف کا دروازہ
پیدا ہو جائے۔ کن سامیامل ہے جو وہی عظمت جس کو کچھ کر لور غنفل شہن و شوکت
کی بنیاد لاری کے حیل سے نہ چمکے لور یکساں طور پر اس عظمت کے لئے شکر گزاری لور تعریف
کے گہرے جذبے سے متاثر نہ ہو جس کی سب کے لئے ایسی مولواری لور غیر ملکی نے اس
کو محفوظ کیا جسے ہم دیکھتے لور تعریف کرتے ہیں اگر قلعہ اگر انتقام کی خاطر کھرا ہے بنام کرنا
(جس کا ہندوستان ملای تھا) اگر جنگ کے بعد آگ لور چلی آتے (بے شمار امداد تک لیا ہوا
رہا) تو نہ کوئی شاعر اس کی عکاس کر کے نہ ہی کوئی ملکی بھانگنے لور نہ ہی کوئی مصور "تاج گل

کی رہنمائیوں کی تصویر کشی کرنے کے قابل رہتا اور نہ ہی اس کے سوداگی مصلحت اس کے انتظام و انصرام پر غور محسوس کرتے۔ مگر برطانوی فاتحین لوب و فن کے دلدلوں تھے اور پامصل افراد ہونے کی حیثیت سے انسانی مہارت اور فضیلت کے معترف تھے۔ پانچویں صدیوں نے قدیم شہرت کی حامل ان تاریخی یادگاروں کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ ایک بھاری ڈاکٹ سے ان کی دیکھ بھل کے لئے تدبیر بھی اختیار کیں۔ انہوں نے انہیں آراستہ و بے آراستہ اور صاف ستھرا بنایا اور جہاں تک ممکن ہو سکا ان کو حرمت بھی کر دیا۔ — مگر بادشاہ شاہجہاں (دہلی نہیں؟) آسکا تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنی محبوب شریک حیات کی عظیم یادگار کی بھلی و حفاظت اور اسے مہارت گردوں کی دسترس سے محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں محبت اور غلوں میں سے کی مٹی مٹتے کے لئے برطانوی حکمرانوں کا شکریہ ادا کرتے کیا یہ کہتا تھا نہیں کہ تین سو سال پہلے چھٹی تاریخ نے سرحد کی عظیم الشان سیاحت میں فرنگیوں سے جو کردار مصوب کیا تھا، انگریزوں کی فتح پر اس کی مکمل تصدیق ہو گئی۔ جو آگ اور دہلی کے شہروں اور بعد اس کے کوئٹہ عام کے لئے اس و آشتی، چالوں اور بہترین نظم و ضبط کا حامل دور حکومت لئے؟ یہی آگ کی تاریخ اگر ایسا دوری سے بیان کی جائے تو انگریزوں کی عظمت تاریخ سے جدا نہیں ہے، جس طرح کہ اس کے بانی اور اس کے سودا اہل نے تسلیم کیا اور جیسا کہ ممتاز کلندر لکھنؤ ایک کی فتح سے ظاہر ہے۔

اس ملک کی حالت اس پر انگریزوں کی فتح سے نے کر لب تک تاریخ کے دلدلوں کی توجہ سے نہیں بچ سکتی۔ بڑی بڑی ہوئی آگ، جو لوب کے گل کو خاکستر کرنے کے بعد اپنی ہڈی پر کھسک کی جو نیڑی کو جلا دیتی تھی، گرم ترین شکل، جو امید کے درخت کو جھلسا دیتے تھے، جو درخت و پھل، جو کسی جنس اور مہر کا لٹا کئے بغیر مصروف کا خون بلیا کر تھا، ملک کی خوش قسمتی ہے کہ سب کچھ غائب ہو چکا ہے۔ اب اس وطن کی باقی باقی امن عام کو منہ کر اب نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں کوہار قسمت کا لٹلہ کرنے والی اور چھی کا خوناک تکر قحی، وہاں اب حفاظت کے لئے چالوں کا مہل اور نرم ہاتھ ہے۔ طوناک جنگلات اور دیرین محروم میں جہاں گھس کا ایک ہا بھی نہیں آتا تھا، اب کسی ہل کی پاس بھٹنے کے لئے پانی کی ایک ندی تک نہیں قحی، وہاں اب سلسلے سرسبز شلاب کہتے ہاتھ سے سارے کو اپنے ملک سلیہ کی پتہ میں لئے پھلوں کے پوجہ سے بچے چکے ہوئے درخت دیکھے جاسکتے ہیں۔ گھاس اور قصبہ میں مسرت و انبساط روز و رات کا معمول ہیں اور لوہ و دھات کی جیسے مسافر دور سے وہاں ڈھیرلوں کے گائے، پلوں گلوں کی حرم آواز اور موسیقی کے نکلتے کا شور سنتا ہے، جو کسی شادی کی تہہ، کسی زہر خور قریب یا کسی دور پر مسرت قریب یا دہلی رسم کا پتہ دیتے ہیں۔ شہر کے مضائقہ، جو کبھی ڈاکوؤں اور قاتلوں کے

ذہر تصرف تھے اور وہیں ٹیڈمیں اور بھیلوں کا پیرا ہوا کرتا تھا۔ لب سرسبز و شاداب اور خوشحال
مناسبت میں تبدیلی ہو گئے ہیں۔ جہاں دوست اہلب کھٹے پیچے اور تفریح کے لئے سر بھگوں
میں ملاقات کرتے ہیں۔

اور اب اگرہ کی طرف آئیں، صدیوں تک یہ طوائف الملکی اور افزائری کا شکار رہا تھا۔
مسلمانوں نے ہندو شہ کے محل پر، ہاتھوں نے سورج ل کے عہد کے دوران، مرہوں نے شہ
عالم کے دور میں — ہر ایک نے اپنی ہاری پر چھ اور لوٹ مار کا کام کیا اور جان و مال اور
عزت کو غیر محفوظ بنا دیا۔ جو طاقتور تبدیلی رونما ہوئی ہے، وہ ایک تو کا قوم کے وسیلے سے دور
ہونے کا کام ہے۔ یہ قوم ہے، جس نے اپنے دانتوں میں کھل دانتندی سو کر ہم پر حکومت
کرنے کے لئے بھینسا، جسے تیر اور بھو میں اس کے متاثر وارث نے عقیم کیا اور حقیقت میں
بائبل صبح طور پر یہ عقیم ہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سورجیں اور سیاحوں نے اگرہ کے حلقہ بہت کچھ لکھا ہے، مگر
ہوائے سڑک کی تصنیف، "یہیں اگرہ" ایک پھول سی تھل تعریف، تصنیف، جسے زمانہ
ترسیاؤں کے لئے ایک رہنما کتابچہ کے طور پر لکھا گیا، کوئی ایسی کتاب نہیں، جو اس تاریخی شہر
سے حلقہ کوئی بیان دے سکتی ہو۔ اس کی گزشتہ اور موجودہ تاریخ اور اس کے آثار قدیمہ اور
نوادرات کے بارے میں کچھ ہوں بیان کر سکتی ہو کہ طالب علم، "سیاح" ماہر آثار قدیمہ اور عالم
قاری کی توجہ یکساں طور پر اپنی جانب مبذول کرا سکتی ہو۔ ان عہدات کو بھی مکمل طور پر حذف
کر دیا گیا ہے، جو اختلالی اہم حدود یادگروں کا اہم سہلیہ ہیں اور بیانات کی بنیاد پر درست مولو
پیش کرنے کے لئے مدد کرتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اختلالی اہم بات پر کھن قبہ نہیں دی گئی، یعنی
نظر آنے والی دلچسپ عہدات کا اپنی کے واقعات سے تعلق۔

اگرہ، "سلی مشاہدہ کے لئے آگ کی شبن و شرکت مشہور رشتہ ناز گل اور اس کی چند دیگر
متبرک یادگروں پر مشتمل ہے مگر تاریخ سے محبت کرنے والوں کے لئے اس کا حقیقی غر اس
حالت میں مضمر ہے کہ یہ نصف صدی تک ایشیا کے ایک اختلالی روشن خیال اور پامور بدشہ اکبر
اعظم جلیل الدین کا پایہ تخت رہا۔ موجودہ تواریخ دور دراز صحبہ جات میں اس کی جنگوں سے
بھرپور ہیں، جو حاکم منہ ہیں مگر اختلالی آکھٹ پیہہ کرنے والی ہیں۔ ایسی کوئی تصنیف نہیں
تھی، جو بطور ایک "مصحح" مختلف ذہاب میں خلعت کرانے اور اصلاح و ہم آہنگی کے ایسے
اتحادیات کرنے کے سلسلہ میں بدشہ کی زندگی کے حلقہ بحث کرتی ہو، جن کی مدد سے بعد اور
مسلمین دونوں کو محبت کے ایک رشتہ میں پرو دیا گیا یا جو اس کے کردار اور دارالکافہ اگرہ میں

غیر کہ شکر و شکر مرمر کے دایوں خاص دایوں عام یا رخ پر نیکی کے ایوانوں میں گزاری
گی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہو۔

تلف کتبوں میں پچھلے ہوئے بیانات عام طور پر یادگروں کے حلق بیانات تک محدود ہیں
جو یکے بعد دیگرے زیادہ تر یاد دہرائے جاتے ہیں۔ کتبوں میں آثار قدیمہ کے ماہر اور عالم کی
دلچسپی کے لئے خصوصی قدر و قیمت کا مولو بہت ہی قبل قلم چنانچہ 'میں نے قاری اور حل کے
اصل نسخہ بہت سے استفادہ کیا ہے (ان میں سے چار غائب ہیں) اور اگر سے حلق ایسے
موضوعات کی مطبوعات فراہم کی ہیں' آخر بھی تک انگریزی زبان میں شرح نہیں کی گئیں (۱۱)

بالحد اس کے کہ سب سے تصنیف پر وقت اور توجہ صرف کی گئی ہے مگر اپنی قید میں یہ
اپنے عمل ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔ لیکن اس کے بالحد اگر مہینوں عرصہ اس کی قلم سیٹ
اسے اسی نوعیت کی سبقت کوشش کی طرح قبول کر لیں تو میں یہ سمجھوں گا کہ بس اس قدر ہی پر
صرف کیا گیا وقت دیکھیں نہیں گید۔ (۱۲)

لب میں اس امید پر کہ یہ فن کے لئے مفید حیات ہوں گے 'لپے نوجوان ہم وطنوں سے
چہ غلط کہنے کے لئے قاری سے اجازت طلب کروں گا۔

میرے پیارے نوجوان ہم وطنو — میں بددعا ہوں! تصنیف آپ کے سامنے اگر دنیا کے
میں 'تو ایشیا کے انتہائی خوبصورت اور شکر و شکر (جس کا شکر ہندوستان کے چار اہم شعبوں میں
ہوتا ہے) کی تاریخ پیش کرنا ہوں۔ مشرق و مغرب کے شعراء اس کی تعریف و توصیف میں
مگر برجی کا اظہار کرتے ہیں، نیز دنیا کے دور دراز علاقوں کے سیاح اس کی رحمتیں دیکھنے کے
لئے آتے ہیں۔ آپ کو دعوت دی جاتی ہے کہ اس کتاب کے مصلحت کا مطالعہ کریں اور انہیں
پڑھنے کے بعد اپنی کی عظمت کی یادگروں اور ساری طرز غیر کی پچی پھیپھوں 'سکندہ' کے ماہر
غیرت 'دلتیج گل کے ہلی کی یاد دہانی کرنے کے لئے بجا طور پر ان کی تعریف کریں۔ لیکن یاد
دیکھئے کہ ایک بار شد کی حلقی عظمت اس کے غیر کہ عظمت کی خوبصورتی ان کی آرائش اور
سنگ مرمر کی روشنیوں 'یا کسی محبوب ہستی کی یاد میں غیر کہ ایک تہذیبی اشل اور دلربا یادگاری
شکل و شوکت و نزاکت یا اس کے تحت کی تہ و تہہ یا اس کے تنج کی چکا چوند پر مشتمل نہیں
ہوتی۔ اگر کوئی بار شد ایک بذر آئینوں کے عین میں سوتا ہے جس پر سر کیسین 'جادھن اور
کالمک خاتون سپہ داوروں کا چہرہ یا شکیں روانوں پر بلور ریشہ توں کی گرائی ہو و دو گئی ہادی
دلت میں تیار ہونے والے طلیح کچیدہ کوری سے مزین شامیانہ کے نیچے ایک ٹاکہ روپے کی
لاکت کے ایک تکیہ سے ایک لگنے ایک شکر و شکر مسد پر شکل و شوکت کے ساتھ بیضا ہو اور

قسمت کے دھن اور امیر ترین اہرام اور غیر ملکی سلطنتوں کے سفیر اس کی نظموں کے سامنے سر
 جھکا کر ہنسنے لگے۔ ہوں 'تو دنیا کو اس سے کوئی سہاگہ نہیں۔ دنیا کو اس کے ہمدردوں
 جہادوں، فکری جہادوں یا پھر ان کے جہادوں کی بہت بڑی تعداد یا بہا کے ہمدردوں اور شعل
 اصطبل میں مٹی و تری نسل کے گوندوں کی تعداد سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ ایسی چیزیں
 نہیں 'جو کسی بادشاہ کو عظیم بناتی ہیں۔ ایک بادشاہ کی اصل عظمت اس کی توجہ میں دیکھ گئے
 خدا کے بعدوں کی عظمت کے لئے کئے گئے اقدامات اس ملک کے امن، جس پر وہ تکیہ کرتا
 ہے اس کے ذریعہ انعام اقوام کی خوشحالی اپنی تمام رعایا سے یکساں انصاف پر ہے۔ انہیں خیال اور
 شعور کی 'راہی دینے' قصہ 'مکمل' انصاف اور عقل کے اصولوں پر مبنی رہنے اور اپنے عوام کو
 مطمئن اور خوشحال بنانے کے لئے ذہنی حریف کرانے اور انہیں اقوام کے پیمانہ میں بلند کرانے
 کے سلسلہ میں مدد کرنے میں مضمر ہے۔ کسی بادشاہ کی عظمت اس کی جتنی ہوتی 'تاریخیں' جنگ
 میں بنائے گئے قیدیوں کی تعداد، یا کڑوؤں روپے پر مشتمل خزانوں کے تہذیب جمع کرنے میں نہیں
 بلکہ اس کی حکومت کے تحت علم و فضل کے میدان میں حاصل کی گئی کامیابیوں، تجارت و
 ذراعت میں کی گئی ترقی، دلوے کی تعداد رفت میں توسیع کے ذریعے ملکی دسائیں میں ترقی
 کرنے، شاہراہوں کی تعمیر اور ان کی عظمت کرنے، 'مختلفی' عدالت اور قوتی کے رستے میں
 حاکم باقتل عہودہ کو نہیں ختم کرنے، صنعتی فنون کی ترویج و ترقی کرنے، بڑے بڑے بندوبست
 دریاؤں اور نہروں کو پلوں کے ذریعے ملے، ملک کو سرکاری خدمات سے آراستہ کرنے،
 انصافیت کے دھندہ میں تخفیف کر کے کی خاطر خیراتی ادارے قائم کرنے اور عوام کی بھلائی میں
 ترقی کے لئے کام کرنے میں ہے۔ امن و خوشی کی یہ کامیابیوں، علم و فضل کی یہ فتوحات، جنگ کی
 فتوحات (اگرچہ عظیم ہی کیوں نہ ہوں) کے مقابلہ میں کیس زیادہ درخش اور شاندار، کیس زیادہ
 نفوس اور پائیدار ہیں۔ انہیں دریا فتوحات نے، انگریزی قوم کو شاندار اور عظیم بنایا ہے اور ان کی
 اس عظمت پر اقوام عالم رشک کرتی ہیں۔ یہ ہمدردی خوش قسمتی ہے کہ ہم ان کے ساتھ یہ کہہ
 سکتے ہیں کہ ہم ایک ہمدرد اور عظیم قوم کی رعایا ہیں۔ میرے عزیز ہم وطنو! مجھے امید ہے کہ اگر
 درست انداز میں ان کی تاریخ پڑھی جائے تو یہ آپ کو بتائے گی کہ ایک بادشاہ کی عظمت کا
 اصل مطلب کیا ہے۔ کیا یہ سرکاری خزانے کے کڑوؤں روپے کی لاگت سے اپنی محبوب ہوا
 کی یاد میں ایک یادگار تعمیر کرنے میں ہے یا دوسری جانب عوامی تعلیمات اور بھلائی کے لئے
 اقدامات کا آغاز کرنے میں ہے (جس کا میں اور دافرنوت ہم اپنے اور گرد و پیش میں) یہ تعریف
 آپ کو بتائے گی کہ کسی قوم کی اصل عظمت کا مطلب کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ جب آپ اس تدریج کو پڑھ لیں گے تو ترقی اور مدفن خلیل کے میں دور
 نے آپ کے سامنے جو عظیم عقلمندانہ کھول کر پیش کیا ہے اس میں آپ کے پیو جو امر
 واری سوچیں گی ہے اسے پورا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو کرنا مشق نہیں کریں گے۔ آپ کو میرا
 دوستانہ مطلوبہ ہے کہ بیش و عشرت کو چھوڑ دیں، فضول گفتگو ترک کر دیں، ان لوگوں کی صحبت
 سے پرہیز کریں، جو آپ کے دماغ میں ایسے خیالات بھروسے ہیں، جو بالآخر زہر آلود ثابت ہوتے
 ہیں، خیال کیجئے کہ اگر بچوں کی پاس کے درپے عظیم کل کا دروازہ، جو انسانی عقلیت کی طرف
 جاتا ہے، آپ کے لئے کھول دیا گیا ہے، مگر یہ کہ آپ ابھی تک ننھے بچے کی طرح ہیں اس لئے
 عقل متصور تک پہنچنے کے لئے تیزی سے نہ دوڑیں، کیونکہ یہاں کر کے کی تیز رفتاری کو دخل میں اس
 بات کا امکان ہے کہ آپ سر کے تل گر کر اپنی گردن خدا میں گئے۔ اپنے ہم وطنوں کی توجہ
 حاصل کیجئے اور اپنے سکرٹوں کا احرام کیجئے۔ راست ہمارے لوگوں کے عقل قدم پر چلئے، اپنے
 سکرٹوں کے غم کی قبیل کیجئے، جو آپ کے جان و دل کے صفات ہیں اور جن سے آپ نے تعلیم
 دولت اور عزت و مرجہ، سب کچھ حاصل کیا ہے جن سے دنیاوی اور خدمت کا اتحاد کر کے
 حاصل کرنا تعلیم کے منہ پر اور اپنی نسل کی شرافت کا عملی ثبوت فراہم کریں، اپنے والدین
 اور بزرگوں کا احرام کریں اور اپنی زندگی عزت و وقار سے بسر کریں، یہاں صرف عقل حکیم
 کلاموں ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو میں یہ محسوس کھلی گا کہ
 آپ نے مذکورہ کتب کا مطالعہ اسی انداز میں کیا ہے جس کی میں نے آپ کو متعلق کی ہے اور
 اس نے آپ کو محنت مند سبق دیا ہے، تب میری خوشی و مسرت بہت زیادہ ہو گی۔

جہاں تک ممکن ہو سکا ہے، معلومات کے درجہ ذیلی ماحضوں اور متن میں تحریر کر دیئے
 گئے ہیں۔ اپنی کتاب کے تاریخی حصہ کے لئے میں محمد قاسم فرشتہ کی مشہور و معروف تصنیف
 عبد الرحیم خان خٹک کی ترک پوری (واقعہ پوری)، مسند غلی کی ترک، جہانگیری، طبری اور الفضل
 کی آئین اکبری اور اکبر نامہ، محمد عبدالقادر دہلوی کی منتخب التواریخ، مرزا نظام الدین احمد کی
 طبقات اکبری، محمد امجد علی لاہوری کی شہنشاہی نامہ، محمد قاسم کی مالکیر نامہ، محمد سلی کی آثار
 عالمگیری، مولوی غلام حسین غلی کی سیر التواریخ، غلی غلی کی منتخب السلب، انگریزی زبان میں
 تحریر کردہ، آذربیل سہرناٹ اسلمن سنون، ڈیٹر کیسے، سروکم ہنر، سرے و فیو کی تواریخ ہند
 کے لئے بہت مفید ہوں۔ یہاں حصہ کو زیادہ تر موقع پر لکھے گئے میرے اپنے مندرجات کی مدد
 سے تحریر کیا گیا ہے مگر میں نے مسٹر کیسے، سی۔ بی۔ فریج، مسٹر ہنر، گوس، مسٹر لورڈ ٹیڈ اور
 دیگر مصنفین کی بہترین تصانیف سے بھی بہت زیادہ لطف حاصل کیا ہے۔ نتائج گل کا بیان زیادہ تر

مقبول کے حوالین (موردی محفلوں) کے پاس موجود تاج گل کی قدیم تصویح، شش طس لہو کی حد سے تیار کیا گیا ہے۔ اکبری زندگی اور اس کے دور سے حدیث باب کے لئے موردیہ الفضل اور اکبری کے موردیہ کی تصانیف سے حاصل کیا گیا ہے (جن کا پسے بھی ذکر کیا جا چکا ہے)۔ مگر میں نے اس باب کی تیار کی وقت ہلاہیت مستشرق عالم 'آنجلانی چوہدری سراج مین کے آئین اکبری کے بہترین ترجمہ سے بھی مدد حاصل کی ہے۔ چہرہ اکبری کے حدیث آخری باب لکھتے وقت میں نے سرایم بٹری کی مژدہر تک لہو 'کلکڑاں اچھ' کی دور سے ہلور کی فراہم کردہ سرکاری مطبوعات اور بیکرٹی اچھ سے ٹیل کٹیل 'راستے ہلور فٹش شیعہ ہلورن کی برہو مہلانی سیا کردہ سے ٹیل رچا رنگوں سے استفادہ کیا ہے۔

محمد لطیف "جائزہ مر"

27 جنوری 1896ء

(i) چند متل ناموں کے رسم الخط کے سلسلہ میں بہترین علام رسم الخط مسترد و ذیل مغلط میں اپنا دیا ہے 'ناموئے انھیں اور حقائق کے متبیل نام ناموں کے 'عام استعمال کے باعث 'جن کے ہے' غیر متبیل بن گئے ہیں۔

(ii) تاریخ پنجاب (1891ء) تاریخ لاہور (1892ء) اور ملک کی لہو لہو 'تاریخ' (1894ء)

باب اول

آگرہ

تاریخی و بیانی

تاریخی

مسلمانوں میں آگرہ (2) کے نام سے مشہور 'اکبر آباد' کا شمار (1) اسی نام کے ضلع کے تقریباً وسط میں 'دریائے جتا' کے مشرقی یا دائیں کنارے پر 'اس دریا کے دریائے گنگا کے ساتھ منقسم' سے 300 میل لوہ 'دہلی سے 139 میل جنوب مشرق اور ریل کے ذریعے لکھنؤ سے 841 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

افسانوی تاریخ: جتا (قدیم پرانوں کا حنا) کے علاقے 'دھول کے پھول' اور 'ملاحارت' پرانوں 'برہاسپتہ اور دھرمات' کے مشہور راجہ مصطفیٰ اور مشہور و معروف 'والشور' پر اسارا کے بیٹے 'واس' (مستکرت کے نظارہ آس سے ہے) جس کا مطلب تقسیم کرنا ہے) کی پیدائش کے قدیم مقام ہیں۔ لوگ اس وقت آگرہ سے قاتل تھے اور 'ہندو' اور 'مسلم' پر کی بنیاد ابھی نہیں رکھی تھی۔ ہندوؤں کی قدیم کتابوں کے مطابق 'یہ علاقے واس کی پیدائش اور اس مشہور شخصیت کے ابتدائی سالوں سے تعلق کے باعث' دلچسپی کے حامل ہیں۔ وہ اپنی سابقہ زندگی میں برہمن تھا، لہذا اس نے سوجھ بوجھ کے تیسرے اور چوتھے اہوار کے درمیان عرصہ میں 'دیوتا کے خصوصی حکم سے' 'جسٹلی وضع قطع اور انسانی شکل و صورت اختیار کر کے' آخر کار آخر حاصل کیا۔ مختلف کی شکلی مہلت 'اس علاقے کے لئے چند کن اور دیوانہ انگیز ثابت ہو گئے' جہاں چھبوں کا ایک دست پڑا اور طاقتور قبیلہ آباد تھا، ان کا ایک اپنا بادشاہ تھا اور

لوگ شکر پر گنذر ہر کرتے تھے۔ یہ بات کل ذکر ہے کہ اس مقدس دریا کے کناروں کے ساتھ اس وقت آباد ان لوگوں کی اولاد بھی پرہیزگار ہی ہوگی۔ پارسیوں کے نام کے تحت 'دھتر' کے طور کا مقام ہونے کے باعث 'ہندو' اس جگہ کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ آگرہ کی بنیاد ہندوؤں نے رکھی تھی۔ اس کے نام کی اصل 'مگھ' - 'سلطنت کا لقب' ہے۔ 'اس کا مطلب' یہ ہے کہ اس خیال کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ یہ درختوں کے ان پھنڈوں میں سب سے پہلا تھا جہاں 'ہندوؤں کے چرواہے دج تاکرٹانے اپنی مشہور معروف پھنسی بجا کر رہ رہ رہی کی گیتوں اور گنگا کے علاقوں کی شہزادوں کو یکساں طور پر اسیر کر لیا تھا۔ اس کی شکایت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جو علی مصطفیٰ کے تیس کرپس نے 'مگھ' اس کا ذکر گنگا کے علاقوں میں آباد پارسی آبادی کے شہزاد کے طور پر بھی کیا ہے۔

آگرہ کی تہامت کی شہادت 'خلع' میں موجود چند قدیم قصبات سے بھی ملتی ہے۔ ان سب میں 'نیلپاں'، 'بلہر'، 'سورج پور'، 'دہلیت کے مطابق' اس کی بنیاد 'راجہ سورمید' نے رکھی۔ 'جہاں' 'مگھ' نے اس کی شہادت 'لہو' صلا کے 'عظیم بادشاہ' رام کے بچنے کے طور پر کی ہے۔ اس کے شہادت سندھوں میں قدیم بہت دور جیسے ملے ہیں اور احمد پور اور مل کے سرحدی خطوں میں 'مہاراجہ' کے دور کی عمارت کے کھنڈرات 'سورجپاں' اور قدیم خانقاہوں کے باقیات دریافت کیے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کسی دور میں ان جملہ قدیم شہروں کا انحصار 'مظاہر ہندو بادشاہت' پر تھا جس کا دار السلطنت 'متر' تھا۔

دہلی سے 'نہر' میں آنے پر 'ہمیں سب سے پہلے آگرہ کا ذکر' تاریخ وادی کے نام سے مشہور 'عبداللہ کی ایک تاریخی تصنیف' میں ملتا ہے۔ یہ تصنیف 'افغان سلطنت کے پہلے بادشاہ' بسول دہلی کے دور حکومت سے محض دو سو اور اس نسل کے آخری حکمران 'ولاد شہ' کے دور تک 'افغان' لہو بادشاہوں کی 'نہر' ہے۔ مصنف 'آگرہ کی ابتدا' کے بارے میں لکھتا ہے۔

"ہندوستان کرتے ہیں کہ آگرہ 'متر' کے حکمران 'راجہ' نامی کے دور میں ایک مضبوط مقام تھا جو کوئی بھی اس کی ہراساں نہیں کرتا تھا" اس جگہ کے قلم میں قید کرتا تھا 'پہاڑ' وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ 'یہ ہاتھ' سرکاری قید خانہ بن گیا۔"

اسی مصنف کے مطابق 'جب تاریخ' سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کی افواج نے آگرہ کو اس قدر تہ و بالا کر دیا کہ اس کا مروجہ کم ہو کر ایک غیر اہم و صحت کا رہ گیا۔ یہ واقعہ تقریباً 1022ء میں رونما ہوا۔

معلوم ہوتا ہے 'اس ملک سے محمود کی روانگی کے بعد' اگرہے اپنی اہمیت کا پورا حاصل کر لی اور وہ ایک مرتبہ پھر ایک ہندو راجہ جلی بن گیا 'یہ تک غزنی کے سلاطین' محمود (3) اور اہم اور حرام شہ کی طرف میں کھسکی گئی 'سلطان کی غصوں میں ہمیں محمود کی قیادت میں مسلمانوں کی طرف سے اس شرپے اپنے کا کرتا ہے۔

مصنف لکھتا ہے "اگرہ کا قلعہ رست میں ایک پہاڑی کی طرح قبضہ کیا گیا ہے اور اس کی نصیبیں یلوں کی مانند ہیں۔ اس کی چار دیواری پر کبھی کوئی آفت نازل نہیں ہوئی نہ ہی پر قبضہ وقت نے دغا بازی کی ہے۔" شہر کا محاصرہ کر لیا گیا رات کو راجہ سے پہلے کے سوار نے ایک خواب دیکھا۔ اگلی صبح راجہ نے قلعہ سے باہر آکر سیف الدولہ کو اطاعت پیش کر دی 'اس نے اسے بادشاہ سے متعارف کرا دیا۔ لیکن بادشاہ نے قلعہ کو بند کرنے کا تہہ نہ کر دیا تھا اور وہ کافروں کے ساتھ صلح کے تصور سے نفرت کرتا تھا 'اس نے کہا "میں اس ملک میں بند کرنے آیا ہوں" میں بے شمار قلعوں کو تسخیر کر چکا ہوں اور اس جیسے ایک بہت بڑے ان پھوٹے قلعہ کی تلاش میں تھا 'لہذا میں اسے ضرور تسخیر کروں گا اور اسے اسلام کی حکومت کے تحت لائوں گا۔" بادشاہ ایک جنگی کھوار لے کر لڑائی میں ایک شیر کی طرح کود پڑا۔ مجاہدین کی گھوڑوں نے اگرہ کی سرزمین پر دشمن کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ مصنف کے مطابق "اسلام کے سپاہیوں نے قلعہ کو گھیر لیا اور دن کو رات جیسا بنایا۔" کھیتوں سے دانے جانے والے چمرو روٹیوں کی دھانوں کی طرح عرش تک جاتے تھے۔" آخر کار قلعہ کے اندر 'مجاہدین اسلام کے درمیان' خوب بلند ہو "ہمارے بادشاہ محمود کی فتح" قلعہ تسخیر کر لیا گیا اور مملکت کے سرداروں نے قلعہ کو اپنے قلعہ میں 'سوئے کے اباد اور بڑے ہوئے دھنسی جیسے۔

فتنہ لودہ محمود (قصیدے میں جس سے خطاب کیا گیا ہے) مادر اور امین کو فتح کرنے کے بعد 'دریائے سندھ کو ایک کے مقام سے پار کرتے ہوئے غزنی کی طرف لوٹ گیا۔ سلطان اس کارروائی کو مبارک سمجھتا ہے اور اس کی صحت کا موازنہ حضرت موسیٰ کی صحت سے کرتا ہے 'جسوں نے مصر میں دریائے نیل کو پار کیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے 'غوری' علی، تعلق نور سید خاندانوں کے تحت 'اگرہ ایک غیر اہم مقام تھا اور پانہ کی سرکار پر مشتمل قلعہ۔ ۱۱۹۵ء میں ہندوستان کی طرف لوہا 'نور پانہ کی طرف روانہ ہوا' اس پر قلعہ کر کے اس نے اس کی حکومت 'اپنے جرنیل 'سلطان الدین خلجی کو انتہیت کر دی۔ (4) چند اور کے چچان راجہ 'اس نے اگرہ تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا' کی طاقت کو موثر طور پر کچل دیا گیا مگر ہندو راجگان 'جنہیں' مسلمان بادشاہوں کو خراج لواتے

پر مجبور کر دیا گیا تھا، جلد ہی غم خود غلجی کی طرف پلٹ آئے۔ ۱۳۹۸ میں تیمور لنگ کے حملہ کے وقت، راجپوت سرداروں کو آزادی کا ایک مختصر ماقصد حاصل ہو گیا۔ سید خاندان کے دور حکومت میں، دہلی کے سلطان بادشاہوں نے آگرہ کے خلع میں ازسرنو اپنی بااثری قائم کی، مگر اس حکومت کے آخری دور میں چندویں نے خود غلجی کا سلطان کر دیا۔

دہلی کے تخت پر سلطان سکندر لودھی کے برادرین ہونے پر، حاکم ہند، سلطان شرف نے بملول لودھی کے پوتے، حکیم ہمایوں کے توسط سے قلعہ جہان کے دروازوں کو بند کر دیا اور خود کو عمر خانی شیردہانی کی فوج کے خلاف دہلی کرنے کے لئے تیار کر دیا، جسے سلطان نے قلعہ کا انتظام سنبھالنے کا حکم دیا۔ قلعہ تمام بادشاہ موقع کی راجا کے پیش نظر، آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں، حبیب خان جہانی (جس نے سلطان شرف کی قیادت میں قلعہ پر قبضہ کیا ہوا تھا) نے بھی دروازے بند کر دیے۔ اس بے وفائی نے سکندر لودھی کو آگ لگوا کر دیا، اس نے سلطان شرف پر جنگ مسلہ کر دی، قلعہ جہان اور آگرہ کے دروں قلعے فتح ہو گئے، اس شکست کے بعد، سلطان شرف کو گولہبار کی طرف جلد وطن کر دیا گیا۔

آگرہ کی دوبارہ آجلا کاری: جب سلطان سکندر نے اپنی توجہ، آگرہ شہر کو ازسرنو تیار کرنے پر مرکوز کی۔ تمام لودھی بادشاہوں کا شہر، سما کے مشرقی کنارے پر تیار کیا گیا۔ "تاج خان جہاں لودھی" کا مصنف، قریش کا ممبر، ریاست لہندہ (جس نے اپنی تقسیم، ۱۶۱۲ء میں جاتگیر کی حکومت کے انگوٹوں میں مکمل کی تھی) سلطان سکندر کی جانب سے مسلمانوں کے آگرہ کی بیاباں رکھے جانے کے بارے میں مندرجہ ذیل حوالہ بیان کرتا ہے:

"جہان سرکار کے سرکاری افسروں اور عام کسانوں نے سلطان سے سلطنت کے اس علاقہ کی سرکشی آبادی کی زیادتیوں کی شکایت کی تو سلطان نے جہاں کے کنارے پر ایک شہر کی بنیاد رکھنے کا فیصلہ کر لیا، جسے اس کی فوج اور حکومت کے صدر مقام کے طور پر استعمال کیا جائے گا اور وہ ایسے مقام کے طور پر بہم دے سکے، جہاں سے اپنی قباکس کی موثر طور پر روک تھام کی جاسکے۔ اس مقصد کے تحت، سلطان نے ۱۵۰۳ء میں سلطنت کے چند مستحق اور دہن افسران کو دور کے کناروں کا جائزہ لینے اور اس مقصد کے لئے بہترین مقام کو استعمال کرنے کے لئے اطلاع دینے کی خاطر روانہ کیا۔ یہ جماعت کشتیوں کے ذریعے دہلی سے روانہ ہوئی، چنانچہ، جب یہ کناروں کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے اتالیقی اختیار سے اس کا جائزہ لیا، آخر کار وہ اس جگہ پہنچ گئے، جہاں اس وقت شہر آباد ہے۔ اس مقام کو منظور کرتے ہوئے انہوں نے بادشاہ کو اپنے انتخاب سے آگاہ کیا، وہ بدلت خود اس کا مصالحت کرنے کے لئے روانہ ہوئے، جس وقت بادشاہ، مقرن

جگہ پر پہنچا اس نے ہندی پر دو مقلات دیکھے جو ہندی مقصد کے لئے سولوں معلوم ہوتے تھے۔ لہذا اس نے ستر ملائیں القلوب بنائیں (جس کے پاس شاہی بجرے کی کلن تھی) سے دریافت کیا کہ ان دونوں نیلوں میں سے کون سا مناسب رہے گا۔ اس نے جواب دیا "وہ جو آگے راہ ہے" بادشاہ مستر کیا اور کہا "چنانچہ شہر کو بھی آگے راہ (یا آگے) کے نام سے پکارا جائے گا۔" ازاں بعد سلطان نے فاتح کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اس کے اور گرد کھڑے افراد نے بھی ایسا ہی کیا۔ ایک مبارک گزری کو نئے شہر کی بنیاد رکھنے کے حکامات جاری کئے گئے "لہذا" اس مقصد کے لئے مواضع "پاشی اور پود" پر گنہ مل "یان سرکار کے حصے شامل کئے گئے۔ آگرہ کی ایک صیہہ پر گنہ میں تفکیک کی گئی اور اسے ان دونوں پر گنوں میں شامل کر دیا گیا جو یان سرکار کو تفکیک دیتے ہیں۔"

شہر کی اہمیت میں اضافہ ہوا گیا "لہذا وہ حکومت کا پایہ تخت بن گیا۔ سلطان 'قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر واصل پور کی طرف دو۔ جو گیدہ دلی کے لودھی بادشاہ اپنی رہائش جتا کے مشرقی کنارے پر رکھتے تھے' جس پر سلطان باہرے 1526ء میں 'پانی پت کی فتح کے بعد قبضہ کر لیا۔ موجودہ آگرہ کے سلسلے اس کی بنیادوں کا ابھی تک پتہ چلا جا سکتا ہے۔

تاریخ داؤدی کا مصنف آگرہ کی قدامت کو تسلیم کرتا ہے اور کہتا ہے 'مگر یہ سلطان سکندر لودھی کے دور میں ایک شہر بن گیا مگر اس کے دور سے قبل یہ ایک قدیم جگہ تھی۔ غلی جلی لودھی کی تاریخ میں 1510ء کے واقعات کے حوالہ سے یہ درج کیا گیا ہے کہ ناگور کے حکمران 'غلی غلی نے سلطان سکندر کو اپنی اطاعت پیش کرتے ہوئے 'بادشاہ کے نام کا خطاب پڑھنے اور اس کے نام کا سکے جاری کرنے کا حکم دیا' جس نے اسے ایک گھوڑا اور نعلت روانہ کیا۔ اس کے بعد بادشاہ دھیمپور سے روانہ ہوا اور آگرہ کا دوبارہ کیا 'کچھ وقت 'رنگ ریوں' تفریح' بھکت کی میر اور شکار میں صرف کیا۔ مصنف لکھتا ہے "تقریباً اسی دور میں 'آگرہ' جو بیان کی باقوت ریاست تھا' بادشاہوں کی رہائش گاہ مقرر ہوا۔"

سلطان کے دور میں 'آگرہ' تمام اقوام کے لوگوں کی ایک عظیم آباد گہ بن گیا 'لہذا' عرب' فارس' بلادہ اور ایشیا کے دیگر ممالک کے عالم فاضل لوگ اس کے دربار میں جمع ہو گئے 'چنانچہ' ان کی بڑے اعزاز کے ساتھ 'تو بھکت کی جاتی اور انہیں خوب لوازا جائے۔ سلطان نے اس مقام سے متعدد فرمان جاری کئے 'جن کا مقصد 'عوام کی اللہ و بیہودہ ملک کی خوشحالی اور اپنی سلطنت میں جرائم اور کمرہ استغلات کی روک تھام تھا' اس کی وجہ سے اسے ہندوستان کے سلطان بادشاہوں میں نمایاں مقام حاصل ہو گیا۔ اس کے دیگر فرائض میں ملارہ مسعود (5) کے بیڑے کی

نمائش کے لئے سلطان جلوس کو قلم کرنے کا بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔ جو زبردست شور و غوغا کا باعث بنا تھا۔ اس کے علاوہ عزازات پر خواتین کی حاضری کی ممانعت اور ٹکڑ خاؤں کے قیام کے لئے احتکات قائل ذکر ہیں۔ جنک نوعون امراء اور سپاہیوں کے بیٹوں کو سفید دستکاروں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بادشاہ نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی، وہ شوق و شوکت اور دکھائے کے خلاف تھا۔

بادشاہ کے لئے احرام کا اٹھارہ کرنے کے لئے، اس وقت ایک عجیب و غریب رسم موجود تھی۔ یہ ہر سوار کی خدمت تھی مگر جب وہ شوقی فرہان کی آمد کا سنتا تو اس فرہان کے حامل سے ملاقات کرنے کے لئے وہ باغین کوں تک سفر کرنا تھا اس کے بعد ایک بلند چوڑا قمیض پہنا جاتا تھا اور انتہائی جتنی کھینچے اس پر بچھا سیٹ جلتے۔ ایسی حرہ اس چوڑے پر بندہ جاتا، جبکہ وہ امیر جس نے فرہان دھو کر ہوتا تھا، لچے کھڑے ہو کر انتہائی عبادی اور احرام سے اپنے دونوں ہاتھ اٹھارتا، چنانچہ 'نور افراں' اس کے ہاتھوں پر رکھ دیا جاتا، اور وہ فستے پورے کر اپنے سر پر رکھتا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگا لیتا، اگر یہ کوئی غلی پیام ہو تا تو وہ اسے خاصوشی سے چڑھاتا۔ اگر یہ عوامی نوعیت کا ہو تا تو اسے مسجد کے منبر سے یا توڑا بلند چڑھا جاتا۔ یہ تاہم کی رسم کی نقل تھی، جو چین میں ابھی تک موجود ہے، مگر سکھ رنے اسے ختم کر دیا۔

زکزلہ سے آگرہ کی پہنچی 3 صفر 911 (3 جون 1505ء) کو آگرہ میں زبردست زلزلہ آیا۔ یہ اس قدر شدید تھا کہ "بلند دیوار عمارت" زمین بوس ہو گئیں اور کئی ہزار افراد گھنڈرات کے دفن ہو گئے۔ (6) ہندوستان میں اس سے پیشتر اس قدر شدید زلزلہ بھی نہیں آیا تھا۔

923 (1517ء) میں بادشاہ سکندر نور محمدی نے کوئٹہ کو تعمیر کرے کے لئے در دراز کے قیام امراء کو حکم دیا، اسی سال وہ جنگ کے لئے ابھی اپنی تیاریوں میں مصروف تھا کہ جنگ کے باعث تیار نہ کیا اور بعد ازاں 14 دسمبر 1517ء کو آگرہ میں اپنے محل کے اندر انتقال کر گیا۔ اس نے سکندر کی بنیاد رکھی (جو ہندوستان کے انتہائی ممتاز بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی مشہور نمائندہ جلتے دفن ہے) اور سنگ مرمر کی ایک عظیم پتھر دی تعمیر کرائی جو بعد میں "آکبر کی ہر سنگریں دی" مریم رانی کی آخری آرام گاہ بن گئی۔

اس روز جب پالی پت کی مشہور رات زلزلہ لڑی گئی (29 اپریل 1526ء) اور سلطان سکندر کا چچا اور جانشین 'بادشاہ ابراہیم لودھی' میدان جنگ میں قتل ہوا، تو باد نے دہلی اور آگرہ میں سرکاری عزائم حاصل کرنے کے لئے اپنے وہ فوجی دستے روانہ کئے، وہ بذات خود جنگ کے تیسرے روز دہلی پہنچا اور اگلے بعد کو حاجی مسجد میں اس کے ہم کا خلیفہ چڑھا جائے گا تو وہیں مختلف خزانوں کو سر بسر کرنے کے بعد آگرہ کی طرف روانہ ہوا، جہاں اس نے شہزادہ امیر کو

پہلے ہی سے روانہ کر دیا تھا۔ 10 مئی 1526ء کو آگرہ، ہندوستان گھرانے سے چھین لیا گیا۔
 شہزادہ ہمایوں نے ہلیہ کی سخت مزاحمت کے 'آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت 'آگرہ میں
 گولہ بار کے راجہ، 'کجا جیت کا خاندان رہائش پذیر تھا، جس کا ملک 'پوشپہا ابراہیم کے ایک جرنیل
 عظیم ہمایوں شیردہانی نے فتح کر لیا تھا۔ کجا جیت کو پہلی ہت کی جنگ میں غصہ سے سزا دیا گیا۔
 لے لیا گیا اور وہ سیدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کی بیویوں 'بچوں اور اس کے قبیلے کے سرداروں
 (جو قلعہ میں تھے) نے فرار ہونے کی کوشش کی مگر انہیں گرفتار کر کے وہاں قید کر دیا گیا۔

کوہ نور ہیرے کی تاریخ: ہمایوں نے اس قدم ہندو خاندان کی بددلی میں 'اس کے ساتھ
 بہت اچھا برتاؤ کیا اور انہیں لوٹ مار سے محفوظ رکھا۔ اس فیصلہ سلوک کے بدلے میں 'انہوں
 نے 'اپنی مرضی سے ہمایوں کو دواہرات کا تحفہ پیش کیا، جن میں ایک مشہور و معروف ہیرا بھی
 شامل تھا، ہار کے مطابق 'اسے ہار کے سلطان علاؤ الدین نے حاصل کیا تھا، ہوشیار اپنی ترک میں
 لکھتا ہے: "یہ اس قدر قیمتی ہے کہ ہیروں کے ایک جوہری سے اس کی قیمت کا اندازہ پوری دنیا
 کے درود خواہرات کے نصف کے برابر لگا ہے۔ یہ تقریباً آٹھ لاکھ (320 روپیہ) کا ہے۔"

بایدہ نے آگرہ چھپنے پر 'سلطان ابراہیم کے پرانے گل میں رہائش اختیار کرنی۔ ہمایوں نے
 اپنے والد کی آمد پر سب سے پہلے 'اسے راجہ کجا جیت کے خاندان سے حاصل کردہ ہیرا پیش کیا۔
 بایدہ نے یہ ہمایوں کو بطور تحفہ واپس کر دیا۔ یہ وہی قیمتی ہیرا تھا، جو گورنگ نہب نے 'جوہری اور
 سوداگر 'نیرو نیر کو دکھایا، "لہذا 'نیرو نیر نے اس کی قیمت کا اندازہ "تقریباً 880,000 ستر لاکھ پونڈ
 لگا" خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ مشہور ہیرا 'کوہ نور قلعہ (7)

پوشپہا نے 'قلعہ میں 'ابراہیم کے امرا اعلیٰ ملک و لاؤ قریٰ کو معافی دے دی، اس کے ساتھ
 اچھا برتاؤ کیا اور اس کے ساتھیوں کو جان بول رکھنے کی اجازت دے دی۔ ابراہیم کی والدہ کو اس نے
 سات لاکھ روپے قیمت کا ایک ہر گز قیمت کیا اور اسے اس کے تمام اثاثوں کے ساتھ 'آگرہ سے
 ایک کوس کے فاصلے پر ایک گل میں لایا گیا، اس کی رہائش گاہ کے طور پر مقرر کیا گیا۔

ہار اکبر اپنی رہائش 'آگرہ میں رکھتا تھا، لہذا 'آگرہ کے قریب فتح پر ریکری کے مقام پر
 راجپوتوں کے ساتھ اس کی عظیم اور فیصلہ کن جنگ 1527ء میں لڑی گئی۔ ہوشیار نے اپنی ترک
 باہری میں اس جنگ کا مفصل حال بیان کیا ہے۔ بسیر 'جس نے علاؤ الدین خلجی (1316ء) کے دور
 میں چٹوڑ کو ہلاک کر لیا اور میانہ 'مشرقی ہار اور امیر راجپوت سلطنت کا نام کی 'اس کی پھٹی
 پشت سے راجہ ساٹوا کو تمام راجپوت رہائشوں نے اس وقت اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ جس وقت بایدہ
 سلطان ابراہیم کے خلاف پیش قدمی کر رہا تھا اس نے اس کے ساتھ دوستانہ خط و کتابت شروع



کر دی مگر اب جب کہ محل بادشاہ کی حکومت دہلی اور آگرہ میں قائم ہو چکی تھی تو اس نے اس کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور اس موقع پر ہندوئی گھرانے کے ایک شخص زادے محمود کے ساتھ شامل ہو گیا جس کے چلو میں 10,000 ہوللوں کی ایک فوج تھی۔ اس نے میلان کے سردار حسن خلی کی صورت میں بھی ایک قیمتی مددگار تلاش کر لیا تھا۔ راجہ اپنے جلیوسا کی مشترکہ افواج اور راجپوت قبائل کے منتخب جنگیوروں کے ساتھ، آگرہ کی طاقت ریاست میانہ کی طرف بڑھا اور اس مقام کی حفاظتی فوج کو شکست دے کر دارالسلطنت لودان کے درمیان ہر قسم کے رابطے کو کاٹ دیا۔ اس پر، ہار، بیکری پہنچا مگر اس کے ہرلول رستے کو شکست ہوئی اور زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔ ان سے درپے گھنٹوں سے باہر کے آڑھوں کار سپاہیوں کو بہت زیادہ ہراسی ہوئی، لہذا انہوں نے اس لڑائی کو انتہائی سنجیدگی سے دیکھا اور بہت زیادہ خطرناک سمجھا شروع کر دیا۔ جس دودھن معیار فوج میں بہتری اور خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا اس وقت مکمل سے نکلے گئے ایک بجوئی محمد شریف نے اس کی شکست کی پیش گوئی کر دی، اس نے یہ توجیہ بیان کی کہ اس وقت مریض مریض میں ہے اور یہ کہ جو کوئی بھی مخالف سمت کے علاقے سے آکر جنگ میں شریک ہو گا اسے شکست ہوگی۔ بادشاہ اپنی ترک میں گھٹتا ہے، اس کی احتیاط پیش گوئیوں کو سننے بغیر، میں ایسے اقدامات کرے کے لئے روانہ ہوا، وقت جس کا غلط کرنا تھا، لہذا میں نے اپنے سپاہیوں کو دشمن کا مقابلہ کرے کے لئے تیار کرنے کی خاطر ہر طریقہ استعمال کیا۔ اس نے اپنی حالت کی دشواری کو بچان یا تھا، لہذا اس نے خدا کے سامنے توبہ و استغفار کی اور شراب نوشی سے توبہ کر لی، جس کا وہ بہت زیادہ ملوکی تھا، چنانچہ اس نے شراب نوشی کی محفلوں میں استعمال ہونے والے اپنے سونے جاندی کے جام، پیالے اور دیگر برتن منگو کر تھوڑا سا لے اور ان کے ٹکڑے دو ٹکڑوں اور دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیئے۔ اس کے امراء نے بھی اس کی تقلید کی۔ فوج کی بہترین شراب، جسے چند دور پیشتر ہلا دست، ہارو پی، تین اونٹوں پر رکھ کے کلل سے لایا تھا، اس میں نمک شامل کر کے سرکہ میں تبدیل کر دی گئی۔ اس وقت بادشاہ کے پاس سو سو دو سری شراب بھی زمین پر بھادی گئی۔ اس نے اپنی والدہ جی بڑھانے کی قسم کھائی اور تمام مسلمانوں پر سے تمام محصول معاف کرنے کا وعدہ کیا۔ اس نے اپنی فوج کی صفوں میں خوف و ہراس اور دہشت پھیلی ہوئی دیکھی تو تمام امراء اور افسروں کو جمع کر کے ان سے خطاب کیا، ”امیدوار سپاہی! ہر وہ شخص جو اس دنیا میں آتا ہے اسے آخر کار فتنہ ہونا ہوتا ہے۔ جب ہم یہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں تو صرف خدا کے پاک نو ہائی رہتا ہے، ہر میر تقی میر ہے۔ جو کوئی بھی زندگی کی دعوت پر آتا ہے اس کے فتنہ ہونے سے پہلے اسے لانا موت کا جام پینا پڑتا ہے“

ہو کوئی بھی اس قتل جمل میں آتا ہے 'ایک دوا لے کر صورت میں اس جمل کے دکھ بھرے گھر سے رخصت ہونا ہوتا ہے۔ یہ کس قدر بھڑکے کہ ذلت کی زندگی سے وقار کی موت مرا جائے!

شہرت کی موت مرا میری شہن ہے
جہانے اس کے کہ میں ذلت اور شرمندگی کی زندگی بسر کروں

خدا نے برتر و اعلیٰ ہم پر مہیون ہو گیا ہے اور اس نے ہمیں ایسے بحر میں اٹل رہا ہے کہ اگر ہم میدان میں مارے جائیں تو شہید کی موت مرتے ہیں، اگر ہم بچ جاتے ہیں تو فتح و برب ہو کر خدا کے حق میں انتقام لینے والے بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم حفظ طور پر خدا سے پاک کے ہم کی قسم کھاتیں کہ ہم میں سے کوئی کسی وقت بھی جنگ سے نہ موڑنے کا تصور تک نہیں کرے گا اور نہ ہی میدان جنگ کو چھوڑے گا اور وطن کو اس وقت تک قتل کرنا رہے گا جب تک اس کی مدد جسم سے جدا نہیں ہو جاتی۔ (۱۱)

جواب میں پرجوش سولہائے خمین لگائے گئے۔ سب نے فریق پاک پر فتح یا موت کی قسم کھائی۔ فوج کا حوصلہ بھل ہو گیا تو پیر نے اپنی حقوق کے سلسلے سپاہیوں کی صف بندی کی۔ اس کے بعد وہ سمیت گھوڑا دوڑاتا ہوا انھوں کے آگے سے گزرا 'سپاہیوں کے حوصلے بڑھانے اور انہیں ہدایت دینے کہ انھوں نے کس طرح کارروائی کرنی ہے۔ رجحوت استغنی ہے عسکری اور بہادری سے لڑے۔ پیر نے اپنے معتد کے ایک مراسلہ میں اس حکیم لڑائی کا حل بیان کیا ہے وہ سمیر لڑائی میں نظیہ فوج کی کارروائی کے بارے میں بیان کرنا ہے 'سید بن اسلام' جو چٹاری کے چنپ سے سرشار تھے اور شہادت پیش کرنے کے لئے تیار تھے 'انہوں نے ایک عجیب آواز سے یہ طوفانی مئی 'لورنہ تو اسلحہ لورنہ ی چینل ہو 'حمیس سرخرا کر دیا گیا ہے 'اللہ! غیر ملکی کھد سے یہ خوش کن لفظ سے گئے 'اللہ کی طرف سے مدد نصرت حاصل ہے اور فتح قریب ہے 'اس طوفانی کو موصول میں پھیلا دے۔ 'وہ اس قدر جوش و خروش سے لڑے کہ انہوں سے لڑا ہر طرف و نصف کی بارش ہونے لگی اور فرشتے جو خدا کے نزدیک رہتے ہیں ان کے سواں کے گرد تھیں کی مانند گھومتے گئے۔"

پھر اور عسکری لڑاکے درمیان جنگ کی آگ اس قدر بڑک اٹھی کہ اس کے فطیہ آسمان سے باتیں کرنے لگے 'آخر کار ہر کوئی فتح و نصرت حاصل ہو گی۔ حسن خلق اور بہت سے دوسرے سوار لڑائی میں مارے گئے اور راجہ ساٹا استغنی شکل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا اس رخ کے بعد پیر نے "قادی" کا قتل فریق اختیار کیا۔ یہ جنگ نیکی کے قریب ایک چھوٹی سی

پھاڑی کے سامنے لڑی تھی۔ اس نے میدان جنگ میں قتل ہونے والے دشمنوں کی کھوپڑیوں کا ایک جہاز تعمیر کر لیا۔ کلن کا نبوی ہوشہ کو اس کی فتح پر مبارکباد دینے کے لئے آیا۔ ہوشہ کہتا ہے: "میں نے فوراً اس پر کلپوں کی بوچھاڑ کر دی اور اس طرح اپنی مدد کو بٹا کر لیا" اگرچہ وہ بے دین و گمراہ بہت زیادہ حکیم اور سمجھت دور رس تھا لیکن چونکہ وہ میرا ایک پرانا ملازم تھا اس لئے میں نے غصہ کے طور پر اسے ایک لاکھ روپے دیئے اور اسے یہ حکم دے کر باہر نکل دیا کہ وہ میری سلطنت میں مہجور نہیں رہے گا۔"

آگرہ میں حمام، خوبصورت مناظر، سرسبز شاہاب وادیوں، پرگلف مہلوں اور محروں سے بھرپور ملک سے آنے اور قدرت کی طرف سے روشن خیالی اور شاعرانہ ذہانت سے مرعوب ہونے کے باعث 'مسلمان بادشاہوں میں' بارہویہ پستل شخص ہے، جس نے ہندوستان میں خوبصورت پخت اور تفریح گاہیں بنائے، مصنوعی سرسبز تعمیر کرنے اور حوالی تفریح گاہوں کا انتظام کرنے کا ذوق و شوق پیدا کیا۔ بادشاہ بیان کرتا ہے: "میں ہندوستان میں تین چیزوں سے نفرت ہے: پہلی اس کی گرمی ہے، جو ناقابل برداشت ہے۔ دوسری اس کی کندھیاں اور طوقن ہیں، جو اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو ڈر کرے جاتی ہیں، اور تیسری اس کی گرد ہے، جو گھر کے ہر کونے کھدوے میں اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔" ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے بارہویہ آگرہ میں حمام تعمیر کرائے۔ ہم اس پملاہیت ہوشہ کا اپنی مشہور ذائقہ رنگ میں اپنے حمام کے بارے میں پیش کردہ بیان سے بہر حال نہیں جانتے۔

"حمام میں حوض ہے، عمل طور پر پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے، پانی کے دانے کو سفید پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ پانی اندر فرش اور پخت کو پانی سے منگوائے گئے سنگ سرخ سے بنایا گیا ہے۔ ہوا کا درجہ حرارت، حمام پر اثر انداز نہیں ہو سکتا، کیونکہ جب گرم ہو جاتی ہے، تو حمام کو مصنوعی طور پر ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے، چنانچہ کوئی شخص مشکل سے ہی اس سردی کو برداشت کر سکتا ہے۔"

گلفشاں یا چار باغ، بارہویہ جانا کے بار ایک باغ لکھا اور ایک گل کی بیاد رکھی۔ وہ باغ جسے اس نے گلشن کا نام دیا فارسی زبان میں اسے چار باغ کہا جاتا تھا۔ زبل میں ان منقبت پر پخت لگانے اور اس سے طریقہ کار کو اختیار کرنے کے بارے میں دعوت کے حلق اس کا بیان ہے: "میں نے محسوس کیا ہندوستان کے حاکم میں سے ایک مصنوعی آب و ہوا کی کمی بھی ہے، جو اس کے زرمی وسائل کی ترقی کے لئے ایک رکاوٹ ثابت ہوئی ہے۔ اس شخص کو دور

کرنے کے لئے میں نے اولیٰ کر لیا کہ میں جس جگہ بھی رہائش اختیار کروں گا وہیں مصنوعی ندیاں اور آب روض کھدواؤں کا رشتہ تعمیر کروانے اور شہزادہ معظم تفریح گاہیں بنوانے کا حکم دلاں گا۔ اگر میں اپنی آواز کے تھوڑی دیر بعد میں نے اس خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ایک باغ کے لئے کوئی مناسب مقام منتخب کرنے کے لئے 'جنا کے کنڈوں کا گرا اور بطور معائنہ کیل' پر اطلاق اس قدر بد مصحح اور دیرین دکھائی دیا کہ میں نے دوبا پر انتہائی لڑت سے سڑکیا اور دفنی طور پر اس علاقہ میں باغ بنوانے کا خیال دل سے نکال دیا۔ تاہم چونکہ اگر کے گرد فواح میں کوئی بہتر صورت مل سائے نہیں آئی تھی اس لئے میں نے نتیجہ لفظ کیا کہ میں اپنے اختیار میں اسی قسم کے مقام کا اس سے بہتر استعمال نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک بہت بڑا کھواں کھدوا کر اس محل کا آغاز کر دیا جو حاسوں کو چاہی فراہم کرنا تھا اس کے بعد میں نے زمین کا وہ ٹکڑا ہموار کر لیا جس میں ہلی کے درخت اور مشین ٹکاب ہے۔ انہیں بعد میں بہت بڑا ٹکاب بعد اس کی چار دیواری بنوانے کے لئے آگے بڑھا۔ یہ کرنے کے بعد میں نے عظیم محل کے سامنے ایک دیوین عام تعمیر کر لیا۔ یہ دیوین سامنے سے نکلا ہے اور ستونوں نے اسے سارا دے رکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے کھول اور حاسوں کو محل کر لیا اور ان کے ساتھ ہفتہ ایک تھیں اور میں باغ بنوایا۔ اسی طرح میں نے ہندوؤں کی طرف پر 'صنائی' ترتیب کو لحاظ خاطر رکھتے ہوئے ایسی عمارت اور باغ بنوائے جو مجموعی طور پر انتہائی شہزادہ دکھائی دیتے ہیں اور انتہائی جاذب نظر اور خوش کن عکاس پیش کرتے ہیں۔

ہندوؤں کی پخت اور تعمیر کاری میں دلچسپی نے ہی اسے ترکستان کی طرف پر پخت بنوانے پر آمادہ کیا۔ وہ بیان کرتا ہے "میں نے ہر جہت پر بصورت پخت گوائے ہر باغ میں میں نے گلاب اور نرگس کے پودے ڈھکھ طرز میں لگائے جو زمین میں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔"

اس کے دوبارہ امراء اور شہزادے نے اس کی تقلید کی وہ اپنے نمونوں کی شان و شوکت اور اپنے انتظامات کی خوبصورتی کے لحاظ میں ایک دوسرے سے بہت لے جانے کی کوشش کرتے۔ اگر کے سلطنت 'انتہائی سرسبز و شاداب اور برے برے دکھائی دیتے۔ لہذا اور پہل پور کی طرز پر کونہیں سے اپنی سمجھنے کے لئے رشتہ تعمیر کئے گئے 'لہذا ان امراء میں سے' جنہوں نے اس آواز میں جانا کے کنڈوں پر پخت اور نصاب تعمیر کرائے 'ہر طبع شایعین اور پوس مل کے کہیں کا ذکر کرتا ہے۔ ہندو لکھتا ہے "ہند کے افراد جنہوں نے اس سے قبل اس محل میں جگہوں کو نہیں دیکھا تھا اور اس شان و شوکت کے پخت نہیں گوائے تھے" انہوں نے

جنا کے فن تقلد کو کل کا ہم دے دیا جن پر یہ ہفت اور پچیس قہیر کی تھیں۔

پوشد نے قلعہ آگرہ کے اندر ایک خلی جگہ پر 'سلطان ابراہیم کے محل اور فصیل کے درمیان' کشادہ و وسیع و عریض تر خانے قہیر کرائے 'فن کا فرش' پانی کے کنویں کی سطح کے بالکل برابر قلعہ تیس کھلے اچان تھے 'ہر اچان دوسرے کے مقابلہ پر' تین ٹھوس کی بلندی پر تھا اور ان سے بیڑیوں کے زنجیروں کے درجے نیچے اترا جاسکتا تھا درمیانی منزل کے ساتھ ایک گنبد رہت چلانے کے لئے بیلوں کے گھونے کی خاطر قہیر کیا گیا تھا جس انداز سے بکالوں کی تر سے پانی کو لوہے سمجھ کر زبانی حاصل کرنے کے لئے انہیں کنوؤں کے ساتھ قہیر کیا گیا تھا بلندی ہفت تک پہنچا جاتا تھا وہ بڑا لوہا تھا 'لہذا' متعدد رہت والے کنویں قہیر کرائے گئے ہر پانی کو اٹھا کر ایک حوض سے دوسرے تک لے جاتے اور اسے فصیل کی سطح تک بلند کر کے ہفت کی مختلف سطحوں تک پہنچاتے تھے۔

یہ 26 دسمبر 1530ء کو اڑتالیس سال کی عمر میں چارہج میں اپنے محل کے اندر انتقال کر گیا وہ اپنے عظیم اور عریض دل اور اپنے محل اور شہر مزاج کے ساتھ ہر قدر طور پر اس دنیا سے رخصت ہوا جس سے پوشاہت کی عظمت اور شاہانہ شان و شوکت و رنگ ریبوں میں بھی اس کی بلور اور شاہانہ عظمت اس کے نظارہ کے ساتھ اور اس کی گفتہ مزاجی کو بھی یاد نہیں پڑنے والا کسی طرح بھی فطرت سے لطف اندوز ہونے کی حس کو کم نہیں ہونے والا۔ وہ انتقال کے وقت 'ہندو کش سے بنگال کی سرحدوں تک ہندوستان کے تمام علاقوں کا سب سے بڑا حکمران اور جہل کا مالک تھا ابراہیم فصل کے فصیح و بلیغ الفاظ میں "وہ دیکھوں بھری اس دنیا سے جتنا کے کنارے پر چارہج میں رخصت ہوا" جسے اس نے قہیر کر دیا تھا اور اپنے بے مثل ادبی و شوق کے باعث "سے سرسبز شالاب ہلکا تھا" (9) اپنے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے اس کا بیٹا 'اکبر' آگرہ میں اس سے آن حاض جس نے بطور رخصت کے بد خشک میں اپنی حکومت کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کے باوجود اس کے والد نے انتہائی محبت و شفقت سے اس کا خیر مقدم کیا 'مگر' ہے اس نے اپنے والد کی صحت کی دگرگوں حالت کی خبر سن لی اور سوچ بچنے کی طرائق کی ہو۔ تاہم 'اکبر' نے کے باعث اس کی اپنی صحت بری طرح متاثر ہوئی تھی 'لہذا' ایک انتہائی عجیب و غریب کھلی بیان کی جاتی ہے کہ شہر لہے نے کسی طرح اپنی بیماری کو اندر پیچھا اور وہ اس کے والد میں منتقل ہو گئی جو جلا تر اس کا شکار ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب 'اکبر' کے طبیبوں نے اس کے سہلہ میں بیماری کی اور بے چارگی کا اظہار کیا تو شفقت و پاپ نے توہم پر مستند انداز میں اپنے ہمارے بچنے کے چنگ کے گرد تین چکر لگائے اور دعا کی۔ کچھ ہی دیر بعد اسے یہ پکارتے ہوئے سنایا "۔

میں نے اسے دور بھاگوا ہے، میں نے اسے ہرے پٹا دیا ہے،" قصورازی دیر بعد حویلی سے چلا
 ہوا شہر پہنچا اور اس کے نتیجے میں اس کا انتقال ہو گیا۔ 'آدم' سچ یہ ہے کہ بعدِ سنن کی آپ
 دہ اور زبردست جدوجہد نے اس کے جسمانی نظام کو بری طرح متاثر کر دیا تھا جس کے باعث
 اس کی موت حویلی سے قریب آگئی۔ اس کے بعد خاکی کو عارضی طور پر چار دیواری میں دفن کیا گیا
 مگر بعد میں اس کی اپنی وصیت کے مطابق اسے کل لے جایا گیا جہاں اسے اس کی نظاہری کئے
 گئے خوبصورت مقام پر دفن کر دیا گیا۔ ایک دوسری اور شگاف دہی ابھی تک اس کے قبرستان کے
 خوشبودار پھولوں کو سیراب کرتی ہے، جو کل کے موسم کے لئے ایک بہت بڑی تفریح گاہ ہے۔"

(10)

مروجہ بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے انہوں کی تیس برس کی عمر میں 29 دسمبر 1530ء کو
 بادشاہ کے انتقال سے تین روز بعد آگرہ کے محل میں تختہ نشین کر دی گئی۔ یہ انتقال بادشاہ اور
 پے حکمت مروجہ تھا، امرت نے خود کو نئے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور اسے اپنی لطافت پیش کی
 لوگوں میں مذہبی طور پر تقسیم کیا گیا، خلیفہ پڑھا گیا اور نئے بادشاہ کے نام کا مسکے منصوبہ کر لیا گیا۔

فتح کے مقام پر انہوں کی زبردست شکست کے بعد شیر شاہ سورتھان نے 1540ء میں
 آگرہ پر قبضہ کر لیا اور اس کے خزانوں اور مملکت خزانوں پر قبضہ کرنے کے بعد، دہلی کی طرف
 پھلے انصافوں کے کوئی دستوں نے سچ کے پار بھی انہوں کا تعاقب کیا۔

شیر شاہ کا شہر، فنِ مدشن خیال بادشاہوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے اس سلطنت کے سید و
 سلیہ پر حکمرانی کی ہے اس کا عمل و انصاف مثلاً تھا اور اس نے جس فیر جہاداری سے ملک کا
 نظم و نسق چلایا، اس نے اس کو بعدِ سنن کے بادشاہوں میں ایک جگہ مقام دلا دیا۔ "نظام
 ہوا اور" کے مصنف نے اس کے انصاف کی ایک مثال پیش کی ہے، جس سے اس بادشاہ کے
 کردار پر مدنی پڑے گی۔

"ایک روز اس کا سب سے بڑا بیٹا، ملل خاں، اچھی پے سوار ہو کر اپنے سامنے کے جہاز
 آگے کی ایک گلی میں سے گزر رہا تھا، جیسے ہی اس نے اپنا پکر لکھا، ملل خاں سے اس کی نظر ایک
 شہری کی لڑکیوں پر پڑی، جو باہر کی لڑکیوں کی طرح تھیں، مگر ان کی حالت میں نادری تھی، اس کی
 دھاریں شکست اور لڑائی پھرتی تھیں، لہذا کسی اچھی پے سوار کوئی شخص اس کے اندر کی اشیاء کو
 با آسانی دیکھ سکا تھا، شہرلوے پے اس کی نظروں نے پھلوں کا اڑ کیا۔ جس وقت اس نے اسے
 دیکھا، اسے ایک بڑا ہنسی پیش کیا اور اس کی اہمیت و محبت حاصل کرنے کے لئے پان اس کی طرف
 پہنچا۔ وہ کوئی آسانی سے ہاتھ آئے دہلی بدخلیت عورت نہیں تھی، لہذا جب اس کا شہر گھر

تاکہ اس نے یہ سارا اجازت اس کے گوش گزار کیا۔ غلام نے اس میں اپنی بڑی بے عزتی محسوس کی اور بادشاہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کر دی، وہ اس کے جج کا قائل ہو گیا۔ اس نے قول دیا کہ اسلامی قانون کے مطابق بدلے کے اصول کو نافذ کیا جائے گا۔ حکم دیا گیا کہ سائل اپنی باریک با ایک باغی پر سار ہو کر گلی میں سے گزرتے اور شہزادے کی بڑی کو اس حالت میں دیکھے جب وہ عریاں حالت میں گزرے ہو۔ دربار میں ذہدست ہوش و حواس پیدا ہو گیا اور شاہی گہرائے کی ایک قانون کو سرعام بے عزت کرنے کے حکم سے بادشاہ کے حرم میں طرف دہراں پھیل گیا۔ بادشاہ اپنے مہم اولہ پر کاربند رہا۔ اس کے سرور اور مشیروں نے اسے اپنا ارادہ تبدیل کرنے کی ذہدست کو پیش کی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا: "ہمارے مذہب کا قانون ایسا ہی ہے اور اسے ہر حالت میں مکمل طور پر نافذ کیا جائے گا۔ اگر مجرم انفاق سے بادشاہ کا بیٹا ہے تو کوئی بات نہیں، اس کے جرم کو کس لئے سزا سے بری قرار دیا جائے۔ قانون عمل در آمد کے لئے ہوتا ہے، لہذا انصاف برستے ہوئے ایک شہزادے اور کسی کسب میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔" شکایت کنندہ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کا وقار کئی حد تک بحال ہو گیا ہے، اپنی شکایت واپس لے لی۔ اس نے کہا کہ اسے اس کا حق مل گیا ہے اور وہ سلطان کے انصاف سے مطمئن ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کی پرورد بھچا، اس معاملے کو رفع دفع کر دیا گیا۔ شیر شاہ سوری کے خوشحال دور میں، اگرچہ اس قسم کا انصاف برنا جاتا تھا۔

شیر شاہ ظہیر کا ایک بہت بڑا سرپرست تھا، لہذا چارے ہندوستان میں اس کے دور میں حقیر کردہ سرکاری عمارات میں سے بہت سی آج تک موجود ہیں اور دنیا میں کی تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگرچہ اس کے دور کی صرف ایک عمارت کے آثار، طلال بلال بادشاہ ولاءت کی انتہائی دلچسپ مسجد کی صورت میں، بلی کی سڑکی میں موجود ہیں، جو دھار کے وسط تک زمین میں دھس چکی ہے۔

شیر شاہ کے دربارے بیٹے اور جانشین، سلطان اسلام المعروف سیم شاہ سوری کے دور حکومت میں، اگرچہ کامن و مان چاہے ہو گیا۔ اگرچہ ابھی تک ہندوستان کا دار السلطنت قند سب سے بڑے بیٹے، عادل شاہ کے دعویٰ کو اس کی حیثیت اور کنوار کردار کے باعث، ہموڑتے ہوئے، سیم شاہ کو ہندوستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی فوراً اپنے بڑے بھائی عادل شاہ کو اگرچہ اپنے پاس آنے کی دعوت دی، اس نے بحوث مرث، اسے اپنی اطاعت پیش کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اسے یہ کہا کہ حالات کی وجہ سے وہ تخت پر بیٹھنے کے لئے مجبور ہو گیا تھا، اس کا مقصد بڑی عقل سے کہہ سکتا تھا اور یہ کہ جیسے ہی وہ دار السلطنت میں پہنچے گا، وہ اس کے

حق میں دستبردار ہو جائے۔ مگر ملل شہ' اگر پہنچا تھا' دونوں بھائیوں کے درمیان ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ سلیم نے قلعہ کے گھنٹوں کو سخت اٹکات دے رکھے تھے کہ اس کے بھائی کو صرف دو یا تین مہر جس کے برابر اندر داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ ملل شہ کو سلیم کے غلوں پر شک گذرا' تو وہ دوجن عام میں اپنے ساتھیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے ہمراہ زبردستی گستاخا گیا چنانچہ 'اپنے بھائی کو گرفتار کرنے کے لئے سلیم کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

سلیم نے اپنے منصوبے کی ناکامی کی پرکھ کر تے ہوئے 'اپنی مصالحت و بدافت اور خوشہ کے ذریعے وہ کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی' جسے وہ چلائی اور چال بازی کے ذریعے حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ اس نے اپنی سابقہ توجیسات کو دوبارہ شروع کر دیا کہ اسے شلی انقلابت بمجوری اور اپنی مرضی کے خلاف اختیار کرنا پڑے' اس نے صرف سیاسی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے اور عوام میں سرکش طبقوں کی مدد قیام کے لئے ایسا کیا تھا' لہذا اس نے ملل شہ پر غلیات و مہینوں کے ابار لگا دیئے۔ وہ اس کے قریب گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت پر بٹھا دیا۔ ملل اپنے بھائی کے ظاہری غلوں کے دھوکے میں نہیں آیا' مگر وہ آسانی اور آزدی کا دلدادہ تھا' لہذا اس نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ تخت پر اس کی حالت غیر محفوظ ہوگی' فوراً نیچے اترا اور اپنی باری پر سلیم شہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اسے بلا شہ کے طور پر سلام کیا اور دوسرے مطابق مبارک باد دی۔ دربار کے اہلکار نے فوراً اس کی تھپی کی اور سلیم کو اطلاع پیش کرتے ہوئے تھا تک اور نذرانے پیش کئے۔ ملل شہ' بیٹن میں اپنی مہینوں کی طرف لوٹ گیا۔

تاجم' سلیم اس سے مطمئن نہ ہوا۔ بمشکل دوا گذرے ہوں گے کہ اس نے اعلیٰ درجے کے ایک فوج سرانگاری محسوس کو ملائی بیروں کے ایک خزانے کے ساتھ 'مگر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ ملل شہ کو گرفتار کر کے قیدی بنا کے اس کے دربار میں لائے۔ ملل شہ کا ایک مالی خواہش جس میں ملل شہ کی جدوجہد کے باعث دواوں بھائیوں کے درمیان گزشتہ تصفیہ ہوا تھا' سلیم کی طرف سے اس وعدہ غلطی کا سن کر ایک بہت بڑی فوج کے ہمراہ 'مگر وہ کی طرف روانہ ہوا۔ ملل شہ اور چند سردار اس کے ساتھ آئے' جسوں نے اس شرلوے کی حفاظت کی چین دہلی کر لی تھی۔

مگر کے سالے (۱۵۸۵ء) ایک جنگ لڑی گئی' جس میں خواہش ملل کی کوششوں کے باوجود سلیم کو فتح حاصل ہوئی۔ ملل شہ میدان جنگ سے فرار ہو کر تیبہ کی طرف بھاگ گیا اور اس کے بعد اس کے متعلق کبھی کبھی نہیں سنا گیا۔

جون ۱۵۳۹ء میں شیر شہ کے روانہ کئے گئے ایک فوجی دست کے ہاتھوں موہنپور میں



شیرین

فلکست کے بعد 'ہمیں نے آگرہ کی طرف روانہ ہونے کی خاطر' ایک بھولی سی جماعت کے ساتھ 'لاٹھی کی طرف اپنی ہجرت جاری رکھی۔ اس کی فوج جس میں اس کے والد کے آرمیڈ کلر سپاہی بھی شامل تھے 'نہایت تیزی سے' یا دریا میں غرق ہو کر رہ گئی۔ پوشہ کی جگہ جسے اس شخص نے آخری مرحلے پہلے کی 'خوشی کی' انھوں نے قیدی بنایا مگر شیر شاہ نے اس کے ساتھ انتہائی مہمانداری اور شفقت آمیز سلوک کیا اور اسے محفوظ آگرہ بھجوا دیا۔ کچھ دیر بعد ہی ہمیں آگرہ میں جگہ سے کن ملنا پڑا۔ وہاں تیاروں کرنے کے بعد ایک بار پھر 'اپریل 1540ء میں اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے لئے آگرہ سے روانہ ہوا جو لب بگل پر قابض تھا۔ اس وقت اس کی فوج کو کاسپن کے 3,000 ہوانوں کی کمک پہنچی جو خود لاہور کی طرف لوٹ آیا تھا۔ فوج میں ہمیں کی آخری فلکست کے بارے میں پچھے درج کر دیا گیا ہے۔ (۱۱) فلکست خود پوشہ نے اپنی توجہ سندھ کی طرف کی 'لیکن جب ملک کے اس حصہ میں از سر نو اپنی جگہ سی قائم کرنے کے لئے اس کی کوششیں باہم ہو گئیں تو وہ ایران کی طرف ہجرت کر گیا۔ جہاں صفوی پوشہ 'شاہ مہمیسپ نے انتہائی شان و شوکت سے اس کا خیر مقدم کیا۔ (1544ء) شاہ نے ہمیں کو بحال کرنے کے لئے اپنے بیٹے کی قیادت میں ایک فوج روانہ کی 'اس نے کھل کو بازیاب کرا لیا (اپریل 1547ء) اور جنوری 1555ء میں دس سال کی جلاوطنی کے بعد ہندوستان کو بازیاب کرانے کے لئے روانہ ہوا۔ سرحد کے مقام پر اس کی مدد بھیج سکتا تھا۔ سوری انھوں نے ساتھ ہوئی۔ جس میں اس نے فیصلہ کن فتح حاصل کی 'انھوں انجی کے نیچے پانڈوں کی طرف فرار ہو گئے۔ فتح نے ایک بار پھر سلطنت ہند کی قسمت کا فیصلہ کر دیا اور ایسی حکومت قائم کر دی جو اس قدر خفیل اور دیباہیت ہوئی کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو گی۔ فتح کی ہر اول فوج نے حور اولیٰ حور آگرہ پر قبضہ کر لیا (جولائی 1555ء)

دلی میں ہمیں کے انتقال اور اس کے حاشین 'نوجوان اکبر کے انتخاب میں جانے کے باعث 'عدم موجودگی نے ہر شاہ حاکم کے بعد دور ہم کو اپنے سکا کے لئے دارالسلطنت کو بازیاب کرانے کی خاطر یا حوصلہ بخشا۔ ہم 'اصل میں ایک دوکارہ تھا 'جو اپنی صلاحیتوں کے باعث 'سلطنت میں سب سے اعلیٰ منصب پر جا پہنچا۔ اس وقت وہ 30,000 ہوانوں اور 2,000 ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ آگرہ کے خلاف روانہ ہوا 'جب وہ ایک دوست ملک میں سے گزرا تو اس کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ آگرہ کے مستحکم مندرے مشکل ہی سے اس خوفناک حملے کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی تھی 'لہذا اس نے دلی کی طرف لڑنا ہی مناسب سمجھا۔ ایک دوسرے محل امرناتھ خاں نے 3000 گھڑ سواروں کی فوج کے ساتھ 'ہم کے ایک جرنیل 'شہری خاں

کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، مگر اسے شکست ہوئی اور اس کی تقریباً تمام فوج کلاٹ کے ریکو دی گئی۔ بعد میں ایک مختصر سے عرصہ کے بعد آگرہ پر قبضہ کرنے کے بعد سب دہلی پہ چڑھائی کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اسکندر سودی کے دعویٰ کو جلائے طاق رکھتے ہوئے 'قدیم شہرت کے حامل راجہ بکراجیت کا لقب اختیار کر لیا۔ پانی پت کی لڑائی (۱۳۵۵ء) میں مغلیہ فوج 'ہرم غلی کی قیادت میں پندرہ راج نوٹھو کے مقام پر جمع ہو گئی اور اس نے دہلی پر چڑھائی کر دی، 'ہرم ایک کثیر فوج کے ساتھ پانی پت کے قدم میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا، جس نے مہاراج کے دور سے لے کر اب تک اکثر سلطنت کی قسمت کا بیلہ کیا تھا۔ 'ہرم کو شکست دے کر گرفتار کر لیا گیا۔ فارغ ہرم غلی اور نو جوان 'اکبر سے اس لڑائی میں بہادری اور جوانمردی کے بہترین نمونہ دکھائے۔ فتح کے بعد 'ہرم کے ایک جرنیل سکندر انوک کو آگرہ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا گیا، لہذا ۱۳۵۵ء میں بلیر کسی مزامت کے اس پر قبضہ کر لیا گیا۔

جدید آگرہ کی بنیاد: 'ہرم کے بیٹے اکبر نے جتا کے مغربی کنارے پر جدید آگرہ کی بنیاد رکھی، اس سے پہلے تخت اس جگہ خنجر کر لیا تھا۔ پہلے پہل 'بادشاہ کا ارادہ اپنا دار الحکومت آگرہ میں وہاں اپنے سب سے بڑے بیٹے سلیم کی پیدائش (بعد میں جہانگیر) کے اعزاز میں فتح پور سیکری میں تعمیر کرنے کا تھا، خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ شہزادہ ایک انتہائی مرغیہ لغیر حضرت سلیم چشتی کی دعاؤں کے زیر اثر پیدا ہوا، جو اس وقت وہاں رہائش پذیر تھے۔ نیز، قلعہ کی چار دیواری کے احاطہ ابھی تک وہاں موجود ہیں۔ یہ "تکے وضاحت سے بیان کیا جائے گا کہ کس وجہ سے اس خیال کو ترک کیا گیا۔ کچھ لوگ موجود مقام پر دار السلطنت کے قیام کو 'ایک کشتی رانی کے قفل دریا کے علاوہ صحت امراء آپ دہلی کے باعث، آگرہ کی برتری سے منسوب کرتے ہیں اور دیگر حضرات اس کو صوفی بزرگ حضرت سلیم چشتی کے محلات سے منسوب کرتے ہیں، جنہوں نے شہنشاہ اکبر کو بتایا کہ لغیر کی رہائش گاہ پر ایک دربار شاہی کی موجودگی ان کی محلات و مداخلت میں بری طرح غل ہو گی اور یہ کہ 'بادشاہ' سے کسی نہایت سولوں مقام پر خنجر کر لے اور فتح پور کو لغیر کی دراصل محلات و مداخلت کے لئے چھوڑ دے۔

ابو الفضل کا بیان: ابو الفضل 'اکبر نامہ' میں 'اکبر کی طرف سے جدید آگرہ کی بنیاد رکھنے کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان پیش کرتا ہے: "بادشاہ سلامت نے آگرہ کو سلطنت کا دار السلطنت بنادیا اور دور حکومت کے تیسرے سال (۱۳۵۸ء) اپنی رہائش قلعہ میں اختیار کر لی اور پہلے چار گزہ کے نام سے مشہور قلعہ انہوں نے اپنی سلطنت کے امراء کے قیام کے لئے مختلف



کمرے تفریح کئے، جس کی محل کو دولت، سریت و شہنائی اور خوشحالی کا گواہ بنا دیا۔ بادشاہ سلامت کی خصوصی و مہمان نواز کے باعث شہر ایک مختصر عرصہ میں بہت اہم کاہنہ بن گیا۔ یہ یہاں شہر ہے جس کی آب و ہوا صحت افزا ہے، گرمی اور سردی اپنے اپنے موسموں میں مستقل ہوتی ہے، اس کی زمین، غرائض اور علاقے کے درختوں اور پھلوں کی کاشت کے لئے سازگار ہے، دیوانے جون (جنا) اچکے ہیں اور ذائقہ کے سلسلہ میں جس کے پانی کا شاید ہی کوئی مقابلہ کر سکا ہو) شہر کے درمیان میں بہتا ہے۔ اس کے اطراف میں سلطنت کے امراء اور ملازمین نے اپنی طرہ صورت اور شاندار عمارت تعمیر کرائی ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اپنی عالی شان عمارت اور مکمل مہمانی کے ساتھ، یہ ایک بار پھر سلطنت کا دارالافتادہ بن گیا ہے۔ آگرہ کے دارالسلطنت میں بادشاہ کی رہائش مقرر کرنے کے خوش قسمت واقعہ کی نشاندہی گوہار کی فتح سے ہوئی ہے، جو اس خوش گوار واقعہ کے کچھ ہی دیر بعد رونما ہوئی۔ اس وقت سے قلعہ کو دولت خانہ کہا جانے لگا۔

دور حکومت کے پانچویں برس کے واقعات میں، جنا کے کناروں پر نئی عمارت اور اس دارالسلطنت کو ترقی دینے اور اسے آرام و راحت کرنے کے لئے اختیار کی گئی تاجدار کا دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکبر کے اہل بیت اور جرنیل جرم خان نے علم ہیئت بن کر دوقا، شہر فتح نے اسے قسمت دے دی۔ آگرہ شہر میں اس کے تمام مہمانان حتی سرکار منبہ کر کے، ملے خانہ فیم خان کے حوالے کر دیئے گئے۔

ہندوستان کی سلطنت منظم، جس کی بنیاد، ذہن پور نے رکھی اور جوں بہ جوں نے اسے از سر نو قائم کیا، اکبر کے دور میں آگرہ اپنی شان و شوکت کے عروج پر نہ سہی، خلیل کو پہنچ گئی۔ اکبر کے انتقال کے ذریعہ صدی بعد تک، آگرہ پر جانوں کے بعد، ملک سلطنت کا انتظام اس عظیم بادشاہ کے اپنے طریق اور طرز عمل اور حکومت میں وضع کردہ انصاف اور رواداری کے اصولوں کے درپے کیا جاتا رہا۔ آگرہ سب سے پہلے، بادشاہ کے انتقال سے پانچ برس قبل ہندوستان میں نمودار ہوئے اور 1600ء میں مشہور زمانہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملک انگریز سے اپنا پہلا پروانہ حاصل کیا۔ پورس کے بعد وہ ہندوستان کے بادشاہوں میں پہلا شخص تھا، انگریز جس سے واقف ہوئے اور ہندوستان کا پہلا عظیم حکمران تھا، جس نے ان سے بادشاہ طاقت کی۔

اکبر، ملک انگریز کا معاصر تھا اور اس کے دور حکومت کا شمار ہندوستان کی تاریخ میں اہم اہم نمودار میں ہوتا ہے، اکبر اور اشوک (جو اس سے آٹھ سو برس پہلے گذرا) کے درمیان نہایت رفاقت اور رواداری، راہبوں کے قلع قمع، اس اور گوشت سے چہیز، علم و فضل کی حوصلہ

افرونی اور کسی بھی طبقے اور فرقے سے تعلق رکھنے والی رعایا کو امن و امان کی فراہمی کے سلسلہ میں ہم آہنگی انتہائی جرحوں کن ہے۔ آخر میں اشوک نے مسابادہ میں پند حاصل کرنی جبکہ اکبر نے آخر میں اسلام کا کلر پند لیا، مسند کے سوا کوئی عہدوت کے لائق نہیں اور حضرت عمر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" (۱۲)

اکبر ہر دور سے پھر کے وقت دیون عام میں عام دربار منعقد کرتا ہے ایک کلا دربار تھا اس میں ایک تخت نصب کیا گیا تھا۔ تاہم تخت پر بیٹنے کا عادی نہیں تھا، بلکہ ایک چھترے پر (۱۳) دیون عام میں ابھی تک محفوظ ہے) اس کے پاؤں کی طرف کھڑا ہو کر شکست دیتا، جبکہ اس کے تمام وزراء اور امراء اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے تھے۔

یورپیا ساحلوں کی تصدیق کے مطابق "اکبر انصاف پرستے میں خصوصی توجہ صرف کرتا تھا وہ جس شخص میں رہائش پذیر ہوتا وہی تمام خدمات کی بذات خود بہت کرتا تھا۔" سزا پانے والا کوئی بیباک مجرم نہیں تھا جس کا اسے علم نہ ہو۔ "چوری اور ذہنی کی سزا" ہاتھ کٹنا تھی، جبکہ قاتلوں، راتیلوں اور راہزنیوں کو سلی پر لٹکا دیا جاتا تھا اس وقت تک چھانی کے حکم پر عمل در آمد نہیں کیا جاتا تھا جب تک "اکبر ذاتی طور پر اسے عین مرتبہ نہ دہراتا ہو۔ وہ اپنے دشمنوں کو اپنے ہاتھ سے پان یا ہم نلو ہاتھ وردگو میں پیش کر کے دہر دے دیتا تھا، جنہیں وہ مختلف خانوں پر مشتمل ایک ڈیو میں اپنے پاس رکھتا تھا اور جب پوشلہ کسی کو دلچسپ کرتا تو اس سے انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔" (۱۴)

شہم کے وقت "سلطان یا شہی آرائش خانہ میں ایک نفی دربار منعقد کیا جاتا تھا جس میں صوبہ جات کے صوبیداروں کی درخواستیں پوشلہ کو پند کر سکتی جاتی تھیں، جو ان کے لئے اصلاحات جاری کرتا اس کے علاوہ دیگر سرکاری کاموں کو چھپا جاتا تھا۔

یہ بھی بحث مباحثوں اور تواضع کو سننے کے دوران "اکبر بیٹ ہارہ عالم فاضل افرو کے سرور تالیاں پڑھتا تھا۔

علاء الدین غلی "بہارستان کاہد پلا سلطان تھا جس نے گجرات کے راجہ رائے کرن کی راجپوت حکم "ہندو شہزادی کو دلا دوی سے شادی کی" (۱۳۵۵ء) راجہ کی زندگی میں ہی اسے قیدی بنا لیا گیا تھا اس نے اپنے حسن و جمال اور صلاحیتوں کے ذریعے علاء الدین کو اس قدر فریفت کر لیا کہ اسے اس کی الفت و توجہ کا بہت زیادہ حصہ حاصل ہو گیا۔ اس کی اسی قدر خوبصورت بیٹی

کی شادی بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے صخر خاں سے ہو گئی اور ان کا عشق و محبت 'ہندوستان' کے عظیم شاعر امیر خسرو کی مشہور و معروف فارسی نظم کا موضوع بن گیا۔ علاؤ الدین خوارزمی خصوصیات کے سلسلہ میں اکبر سے بہت زیادہ مماثلت رکھتا تھا۔ اس کی طرح اس نے ایک ہندو شہزادی سے شادی کی۔ وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے عداوت کی توجہ کر کے قرآن پاک کی ہادستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا۔ اکبر نے بھی اسی طرح کیا۔ وہ پہلا مسلمان سلطان تھا جس نے نئے مذہب کی ہلچل رکھی اور ایک وزیر بننے کی کوشش کی 'اسی طرح اکبر نے بھی کیا۔ علاؤ الدین کے معاملہ میں عداوت اس کی ہندو بیوی نے اس کے مذہبی ایمان کو درجہ بدرجہ کی گئی تھی۔ ساتھ ہی تھا۔ دونوں ان پڑھ اور سوسائٹی طبیعت کے مالک تھے۔ اکبر نے دو راجپوت شہزادیوں سے شادی کی 'پہلی راجہ بہاری ل کی بیٹی اور راجہ بھنگوان داس کی بیٹی تھی اور اس کے بعد جودہ پور کی ایک شہزادی 'جہانگیر کی والدہ جودہ بانی المعروف مریم دہلی تھی۔ تاہم علاؤ الدین اور اکبر کے درمیان بھی امتیاز ہے کہ اول الذکر نے جنگ اور ظلم و جبر کے نتیجہ میں راجپوت شہزادی سے شادی کی 'اکبر نے منافقت اور دوستی کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کیا۔ دونوں میں مزید فرق یہ تھا کہ علاؤ الدین ایک ظالم و جاہل بادشاہ تھا 'اس کے برعکس اکبر 'فاضل عقل مرزاج' صلح اور خوش اخلاق تھا۔ اکبر متعصب نہیں تھا اور اسے مذہبی جھوٹ بھرا کر نہیں لے گیا تھا۔ دونوں کے لواہار میں ہندوستان کی دوست میں اضافہ ہوا 'جس کے باعث پیش و پشت اور ترقیوں کی بہت سی اقسام کی راہ ہموار ہوئی۔

اکبر کو مذہبی اصلاح بہت عزیز تھی مگر وہ کسی ہندو مسلمان سے اس کے طہریب کے باعث نفرت نہیں کرتا تھا۔ اس نے ہندوؤں کو اپنی ترین سرکاری عہدوں پر فائز کیا تھا۔ اس کے دوست اور وزیر نواب ل نے اس کی اراضی کا جو ہندوستان کیا تھا وہ اچھے مشاہیر اور انسانیت پر مبنی تھا۔ امیر خسرو کی شہادت کے مطابق 'وہ عداوت میں سوائے کلمات شہاد 'خود پر قابو رکھنے والا اور عقیدہ لوں کا دلدادہ تھا۔ اکبر کی زندگی کا ایک عجیبہ خاکہ پیش کیا گیا ہے 'لکھا 'یہی ہے یہ خود ہی ہے کہ مختصر طور پر بیان کر دیا جائے کہ اس کی ہنگامہ جیز زندگی کا اختتام کس طرح ہوا۔

ابوالفضل کے قتل سے اکبر کو بہت زیادہ لڑت ہو گئی۔ اس کے انتقال سے وہ ایک بااثر شیر اور ایک گھوڑے دوست سے محروم ہو گیا۔ (۱۶) اسی دوران اسے دیگر آفات سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ اس کی والدہ حمیدہ باہر بیگم المعروف مریم سکندر کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا 'شہزادہ دانیال' ۱۵۱۳ء (۱۶۰۴ء) میں شہر بن نوشی کے باعث دکن میں فوت ہو گیا۔ سیم کے اپنے بیٹے

خبر سے حسد نے اول لفظ کر اور سو غلط کر کے دھما (راجہ بن محمد کی بہن) کے درمیان ٹھکرا پیدا کر دیا جو اس قدر دیکھ ہوئی کہ اس نے زہر کھالیا چنانچہ اکبر کے پہلے سے ٹھنڈا ذہن کو ایک اور دھچکے کا سامنا کر پڑا۔ بادشاہ کا پانا انعام نزدیک آ رہا تھا۔ ولی محمد سلیم کی بدولت نے اس کے آخری پیام کو صحیح بنا دیا تھا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان خلافت کرا دی گئی۔ لہذا سلیم اگرہ کے دربار میں آیا اور اطاعت پیش کر دی۔ بادشاہ نے اسے شہی جاہرات مستعمل کرنے کا حق عطا کر دیا مگر اسے عارضی طور پر نظر بند رکھا۔ اندرونی ٹھنڈوں نے پورے بادشاہ کی صحت کو کمزور کر دیا تھا۔ لہذا ستمبر 1605ء میں اس کی حالت بہت زیادہ بگڑ چکی۔ اس کی جھوک بالکل ختم ہو کر رہ گئی اور وہ گزشتہ دس روز سے بستر کا جو کر رہ گیا تھا۔ شہزادہ غلام (محمد ازہر) شہنشاہ) جو اس وقت محض ایک لڑکا تھا، مستقل طور پر اپنے دادا کے بستر کے پاس رہتا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کا انعام ہونے والا ہے تو پورے بادشاہ نے اپنے درباری امراء کے علاوہ ولی محمد سلیم کو اپنے کمر میں بلوایا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو اس نے ان سب کی طرف بھاری سے دیکھا اور انہیں کہا کہ اگر اس نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو تو وہ اسے معاف کر دے۔ اب سلیم اپنے والد کے قدموں پر گر پڑا اور دایہ ہاتھ روٹنے لگا۔ صوفیوں نے اکبر نے اس کی طرف شفقت و محبت سے دیکھتے ہوئے اپنی پسندیدہ گولہ کی طرف اشارہ کیا اور سلیم کو اشارے سے کہا کہ وہ اس اجتماع میں اسے ہاتھ لگے اپنی فحش سے بچھڑے۔ اس نے سلیم کو ضحمت کے چند الفاظ کہے۔ اس نے انتہائی زور دے کر کہا کہ وہ حرم کی خواتین کے آگرم کا حیل رکھے اور اپنے پرانے دوستوں اور چھوٹے کو بھی فراموش نہ کرے۔ اس کے بعد اس نے بڑے ملا کو اپنے پاس لائے کی اجازت دی جو سلیم کا گرامدست تھا اس کی موجودگی میں اس نے لکھ پڑا حوالہ ایک بہترین سلطان کی طرح فوت ہوا۔

یہ واقعہ 13 اکتوبر 1605ء کو اس کی تریسٹھ برس کی عمر میں اور اس کے دور حکومت کے 53 ویں برس کا تھا۔ اگرہ میں رونما ہوا۔

اکبر کی قبیلہ خاندان کی رسالت سنگی سے لوا کی گئیں۔ اسے آگہ کے نزدیک سکندرا میں اپنے قبیلہ کردہ انتہائی شہدار مقبوس دفن کیا گیا۔ (15) فحش کو ایک جنازے پر رکھ گیا تھا۔ سلیم اور اس کے بیٹوں نے اسے قلعہ سے باہر لے لے۔ لہذا وہ شہزادے شہی گھرانے کے امراء کی مدد سے اسے سکندرا لے گئے۔ قبر پر سات روز تک سوگ منایا گیا۔ سوگ کے دوران ہر صبح اور شام کو فریادوں میں اشیائے خورد و نوش اور مصلیٰ تقسیم کی جاتی تھی اور میں قادیان کو مقرر کیا گیا

لہذا کہ وہ قبرِ اہلیر کسی وقت کے ہر رات قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ (۱۶)
 آگرہ میں اکبر کے دور کی اہم عمارت میں "اسکندر" میں اس کا اپنا مقبرہ "قلعہ آگرہ" عمارت
 اور حج پر نیکی میں شیخ سیم ہشتی کا مقبرہ شامل ہیں۔

مروجہ بادشاہ کے سوگ کا عرصہ ختم ہونے پر "سیم" قلعہ آگرہ کے سلطانِ دروازہ سے داخل
 ہوا "۱۱۱۱" اکتوبر ۱۶۰۳ء میں انہیں برس کی عمر میں نور الدین جہانگیر کے پر شکوہ لقب کے تحت
 بلور شہنشاہ ہندوستان اس کی تہنیت پیش کر دی گئی۔ عطا لوگوں کے نمونے حسین سے بھرور
 حمی۔ سرور و شادی کا ہر انداز میں مظاہر کیا گیا اور رنگ ریلیاں و انہی طرحی روز کا معمول
 تھیں۔ شاہی نظامہ "چالیس" روز تک چلایا گیا اور محل کو ہر رات ہزاروں ہوشیوں سے روشن کیا
 جاتا تھا۔ انعام و اکرام انتہائی ماضی سے تقسیم کئے گئے۔ راجپوت "نوابین" امراء اور شہزادے نے
 بادشاہ کے آگے سر جھکیا اس واقعہ کی یادگار کے طور پر قلعہ کے دہلی دروازے کے محفل خانہ کے
 سنگ چینی کے پیش پر ایک عمارت تراشی گئی "جہاں یہ ابھی تک دیکھی جا سکتی ہے" جس کا اختتام
 اس دور سے ہوا ہے "۱۱۱۱" بادشاہ جہانگیر "دیا کا بادشاہ ہو" ۱۰۱۴ھ "نئے شہنشاہ نے اپنے اجداد
 زمانہ تک کو چند سو کے منصب کے ساتھ عبادت خانہ کا خطاب عطا کیا اور اسے شاہی
 گھرانے کا خزانچی مقرر کیا۔ یہ نئے بادشاہ کے ساتھ اس وقت سے وابستہ تھا جب بادشاہ ابھی دہلی
 محل قلعہ اس کے بچپن کے ایک دور بادشاہ دوست اور ہم کتب "شریف پیر خواجہ عبدالصمد کو
 پنج بزرگی منصب کے ساتھ امیر الامراء کا خطاب دیا گیا۔ سیم کو اس سے بہت زیادہ افس تھا
 لہذا جب اس شہزادے نے الہ آباد میں اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی تو اسے اس کے پاس
 مصالحت کے لئے بھیجا گیا۔ شریف نے باپ اور بیٹے کے درمیان رشتہ کو دور لایا و وسیع کر دیا
 شہزادے نے اس کے ساتھ یہ "مسک" سادہ کیا کہ تحت نظیر ہونے پر وہ اسے اپنی نصف
 سلطنت دے دے گا جب اکبر اور سیم کے باہم مصالحت ہو گئی تو شریف کو اپنی جان بچانے
 کے لئے بھاگ پڑا مگر کبر کے اتھار کی خبر سن کر وہ آگرہ لوٹ آیا اور نئے بادشاہ نے اس کی خوب
 "توجہ" کی "اس نے" سے امیر الامراء کا خطاب دیا اور اسے شاہی سر کا انتظام بھی سونپ دیا۔
 ہر انفس کے قابل "ہر شکوہ کو تین ہزاری منصب پر فائز کیا گیا۔ جہانگیر ہر صبح مجمع کے سامنے
 جموں میں درش کرتا جو اکبر کے دور کی طرح بادشاہ کو تراش عقیدت پیش کرنے کے لئے نئے
 مجمع ہوا تھا وہ دربار اور سلطان میں شرکت کرتا تھا۔ دوسرے وقت "معاذہ ملت" انھیں قاشے
 اور چلوں کی لڑائیاں ہوتی تھیں "جن میں بادشاہ شرکت کرتا" انھیں "گھمبے" دوستوں کے
 ساتھ رنگ ریلیوں اور پیش و نشلا میں گزاری جاتیں "اس انداز کے ساتھ زبردست تھلا تھا"



جس میں قلبی اور معنوی خیالات کا حامل اکبر اپنی راعی عالم فاضل حضرات کے ساتھ صبح سویرے تک باہمی کرتے ہوئے گزارا تھا۔

آگرہ کے بارے میں جمہانگیر کا بیان: جمہانگیر اپنی ترک میں پڑے آگرہ اور اپنے والد اکبر کے ہاتھوں نے شہر کی بنیاد کے بارے میں درج ذیل حل بیان کرتا ہے۔ "آگرہ کا شہر ہندوستان کے انتہائی قدیم اور اہم شہروں میں ہوتا ہے۔ دریا کے کنارے پر اس کا ایک بڑا قلعہ تھا، مگر میرے والد نے میری پیدائش سے قبل اسے سہار کے اس کی جگہ پر سنگ سرخ کا ایک اتنا شاندار قلعہ تعمیر کرایا کہ جن لوگوں نے دنیا کا سفر کیا تھا بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے سفر کے دوران کسی جگہ بھی اس جیسا کوئی قلعہ نہیں دیکھا۔ اس کی عجیب پتھر یا سولہ برس میں ہوئی۔ یہ چار ہزار اور دو چھوٹے دروازوں پر مشتمل ہے اور اسے 35 لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کیا گیا جو ایران کے ایک لاکھ اور چھوٹے ہزار تین اور توران کے ایک کروڑ پانچ لاکھ مانتوں کے مساوی ہیں۔ شہر کی آبادی جتنا کہ دونوں کنٹروں کے ساتھ پہیلی ہوئی ہے۔ منہلی حصہ 'جو انتہائی گنجل' ہوا ہے 'اس کا قلعہ ست کوس ہے' دو کوس طویل اور ایک کوس چوڑا ہے 'مشتی حصہ' قلعہ میں اڑھائی کوس 'ایک کوس طویل اور آدھ کوس چوڑا ہے۔ عمارت اس قدر تھوڑی ہے کہ عرق 'خراسان اور ہندوستان میں ان سے ان کی جماعت کے کئی شہر بنائے جاسکتے ہیں۔ زبان ترکوں نے تین اور چار منزلہ مکانات تعمیر کرائے ہیں اور شہر کی آبادی اس قدر زیادہ ہے کہ کوئی شخص وقت کے بغیر کسی گلی میں سے نہیں گزر سکتا۔"

دوشادہ افغان بادشاہی بادشاہوں کے دور سے قبل 'اس کی تاریخ کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے "افغان بادشاہوں کے دور سے قبل آگرہ ایک بہت بڑا شہر تھا اور اس کا ایک قلعہ تھا۔ مسعود سہ سلطان 'قلعہ آگرہ پر محمود بن ابراہیم بن مسعود بن محمود غزنوی کے قبضہ کے موقع پر 'اس شہر کو اس کی تہذیب میں مرتب کردہ ایک نظم میں اس کے قدیم ہندو قلعہ کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے:

حصار آگرہ پیدائش از زمانہ گرد بہان کہ ہندو ہائے چون کسار
"گرد ہمار کے درمیان 'قلعہ آگرہ دریا سے نمایاں 'منظور عظیم دیکھنی دیا' جس طرح
ہیڈ سٹیٹ وار چٹانوں کے ساتھ چھلایا ہو 'غروب ہوا ہو اس طرح مشکل ہی سے اس کا نقشہ سمجھ سکتا
ہے۔"

پہلے اور درشت: جمہانگیر آگرہ میں لگے والے غیر کل اور کئی بھلوں اور پھولوں کے بارے میں لکھتا ہے۔ "آگرہ اور اس کے مضافات میں معجزہ قسم کے خروارے 'آم اور دیگر پھل

حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ دہلی پھلوں میں 'میں ہم کے سر' کو بہت زیادہ پسند کرتا ہوں۔ پوشیدہ سلامت 'عرش آشیل (اکبر) (17) کے دور میں 'ولایت (کل برات و فیہ) کے زمانہ تر پھل 'ہو ہندوستان میں نہیں ملتے تھے 'انہیں در آمد کیا گیا اور علقہ قسم کے انگوڑا 'مثلاً 'صاحبی (سفید) جھٹی (سید) اور کشنی (بھورا) کو علقہ شہوں میں کاشت کیا گیا۔ مثل کے طور پر ماہور کے ہزاروں میں انگوڑے موسم میں ہر قسم کا انگوڑا کسی بھی مقدار میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔ دیگر پھلوں میں 'ایک ذکر کئے جانے کے قائل ہے، اسے نکال کر لیا جاتا ہے اور اسے فرنگ کی بددھانیوں سے در آمد کیا جاتا ہے۔ اس کی خوشبو شیریں اور زائقہ بہت مزیدار ہوتا ہے اور انگوڑے کے کھٹن بلخ میں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لکھ جاتا ہے۔

پھول، خوشبودار پھلوں میں لکھا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے پھوں خوشبو کے معاملہ میں دنیا کے کسی بھی ملک کے پھلوں سے برتر ہیں۔ یہاں پر بہت سے ایسے پھوں ہیں 'کسی بھی جگہ جن کا نام و نشان تک نہیں پڑتا۔ سب سے پہلے چہا (18) کا ذکر کیا جاسکتا ہے یہ پھوں شیریں خوشبو سے بھرپور اور بہت زیادہ دلکش ہے 'مثل و صورت میں یہ زعفران کے پھول سے مماثلت رکھتا ہے مگر اس کا رنگ زردی یا نل سفید ہے۔ پودا بہت بڑا خوشبودار 'پتوں سے لدہ ہوا ہوتا ہے اور اس کی شاخیں سلیہ دار ہوتی ہیں۔ پھلوں کے موسم میں پورے بلخ میں شیریں خوشبو کے لئے ایک درخت ہی کافی ہوتا ہے۔ اس کے بعد کھنڈ (19) کا پھول ہے 'مثل میں اس کا پودا چھوٹا ہوتا ہے 'اس کا طعم تیز اور متاثر کن ہوتا ہے کہ یہ کسی طرح بھی مشک جھڑ سے کم نہیں ہوتا۔ اس کے بعد دلی مثل (20) آتا ہے 'جس کا رنگ برف کی طرح سفید ہوتا ہے اور اس کی خوشبو یا سبب کی طرح ہوتی ہے۔ اس کے پتے متعدد نموں میں ایک دوسرے کے اوپر تلے آتے ہیں۔

اس کے علاوہ ساری (21) کا پھول ہے 'اس کا پودا بھی 'بھی خاصی جسامت کا ہوتا ہے جس میں یکسانیت اور چھوٹی پائی جاتی ہے۔ اس کی خوشبو بہت بھلی ہوتی ہے۔

سبلی (22) کھنڈ کی ایک قسم ہے 'فرق صرف یہ ہے کہ کھنڈ کے پودے میں کانٹے ہوتے ہیں اور ساری بغیر کانٹوں کے ہوتا ہے۔ یہ زردی یا نل رنگت کا جبکہ کھنڈ سفید ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا پھلوں میں سے چنبلی (داسمیں) (ولایت کی سفید چنبلی) سے وہ طعم نکالتے ہیں۔

1608ء میں کپٹن ہائیز نے انگلستان کے پوشیدہ بھراول کی طرف سے ایک خط کے ساتھ شیشہ جاکیر سے ملاقات کی 'حاکم گجرات مشرق وسطیٰ نے سورت کے مقام پر اس سے ملاقات

کی لور سے جو طاقت اُگھالے کر آیا۔ بادشاہ کو ہائیز سے لئے کامت اشتیاق ہوا جو انگریزی کپڑی کے علاوہ کو قنوع دینے کے لئے اُگھ میں مقیم ہو گیا تھا۔ جدا گیر نے اپنے دور حکومت کے اولین سال اُگھ میں بسر کئے۔ لاور کینٹن کے مطابق 'جدا گیر کے دور میں تمام فرنگیوں کو محل میں جانے کی عام اجازت تھی۔ بادشاہ ساری رات عرس کے ساتھ شرب نوشی کرتا حتیٰ کہ وہ رمضان میں بھی۔

ہائیز (۱۱-۱۶۰۸ء) کے دوران اُگھ میں تھا) کے مطابق 'جدا گیر پینتالیس برس کی عمر کا ایک مضبوط جسم والا شخص تھا۔ کوربات 'جو عہدہ ۱۶۱۵ء میں اُگھ میں تھا' لکھتا ہے کہ ۵۳ برس کی عمر کا تھا۔ ہائیز نے جدا گیر کی روز مرہ زندگی کے بارے میں ایک دلچسپ حوالہ بیان کیا ہے۔

"صبح تازے کے وقت اپنا منہ مکہ مکرمہ کی طرف کر کے وہ گوہر آباد 'بیرے' 'سل' 'دھوا' مسبر کی لکڑی لور دیگر قیمتی چیزوں پر مشتمل شمع کے دانوں پر لٹھ تھلی کے مختلف نام دہراتا۔ اس کے بعد وہ مجمع کا خراج عقیدت وصول کرنے کے لئے جمہورک میں نمودار ہوتا جو ہر روز اس کے سامنے میدان میں جمع ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ دھمکنوں کے لئے سونے کے لئے چلا جاتا۔ بعد ازاں 'حرم سرا کی خواتین کے حوالہ کھانا کھاتا۔ دھیرے کے وقت وہ دوبارہ محل کے جمہورک میں لوگوں کو اپنا درشن کراتا اور کومیوں و جانوروں کے کھیل تماشے دیکھنے کی خاطر وہیں تین بجے تک بیٹھا تھا۔"

اُگھ میں امراء (جنہیں باری بھی نہیں روک سکتی تھی) تین بجے وہاں میں جمع ہو جاتے ہیں اور بادشاہ ایک عام دربار میں آتا ہے اور اپنے تخت پر بیٹھ جاتا ہے 'ہر شخص اپنے رتبہ کے مطابق اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ وزیر اعظم سرخ شنگے کے اندر لور ہلاتا بھی اس کے اطہر۔ سرخ بنگلا اس مقام سے تین زنجوں کی بندی پر ہے 'جہاں ہاتی لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ افسران لوگوں کو بٹھاتے ہیں۔ لوگوں کو ترتیب سے بٹھانے کے لئے دیگر افسران ہیں۔ بادشاہ کے بالکل سامنے درمیان میں ایک افسر اپنے جلا کے ساتھ 'اسی رتبہ کے دیگر چالیس افسران کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے 'جن کے کندھوں پر تلے لور دھمکنوں کے دھمکنوں میں کوڑے ہوتے ہیں۔ یہاں پر بادشاہ ہر روز یکم و دو تک شکایات سنتا ہے۔"

"شام کے وقت بادشاہ صلیبہ ہالٹی کھا میں ہوتا 'جہاں وزراء و قتب افسران اور امراء بادشاہ سے طاقت کرتے اور سرکاری کام چلانے جاتے تھے۔ سرکاری کانسس ہر وقت موجود رہتے 'حتیٰ کہ بادشاہ سو جاتا اور وہ سب یکم لکھ پتے جو یکم بادشاہ نے کیا ہوتا۔ سونے کی گھنٹیوں پر مشتمل ایک رس بادشاہ کے محل میں دو ستونوں سے بندھا ہوتا تھا اور اس کا سزا محل کے سامنے زمین پر لٹک رہا ہوتا تھا۔ ہر کوئی غیبہ شخص جسے انصاف دیکھ رہا ہوتا 'رے کو ہلاتا اور بادشاہ گھنٹیوں کے بجنے کی کواہن کر فوراً اسے اوانا

اس کی فریاد سنالور اس کو نصف مہیا کرنا۔

’ہائیز‘ سلطنت میں جہانگیر کے ساتھ شریک تھا۔ اس نے اپنے دشمن مغرب خان کو مدد پر بلانے اور بادشاہ کو صیاد کرنے کے لئے ایک ہندو لڑکی کو گرفتار کرنے کے احرام میں آگے بڑھایا۔ اس کی تمام جائیداد ضبط کر لی گئی، مگر مغرب نے اس شخص کو بہت بڑی رشوت دے دی۔ لہذا اسے دوبارہ اس میں لایا گیا۔ اس نے ’ہائیز‘ سے بذات خود انتقام لیا۔ جہانگیر کو یہ یاد کرا دیا گیا کہ اگر انگریزوں نے ایک مرتبہ ہندوستان میں قدم بٹھایا تو یہ جلد ہی اس ملک کے مالک بن بیٹھیں گے۔ جہانگیر کو تشویش لاحق ہو گئی۔ لہذا اس نے انہیں ہندوستان میں قیادت کرنے سے منع کر دیا۔ ’ہائیز‘ اپنی آرمی بیٹل بڑی (جس سے اس نے آگے میں شادی کی تھی) کے ساتھ ۱61۱ء میں اس شہر سے انگلستان کے لئے روانہ ہو گیا۔

جب سر جیمز رولڈ بادشاہ ہندوستان کی جانب سے سفیر کی حیثیت سے ۱615ء میں سورت پہنچے، تو جہانگیر ان میں نہیں تھا۔ انہوں نے پہاچور سے سفر کر کے مادو اور اس کے بعد رانچوتانہ کے قدیم دارالسلطنت چتوڑ کا دورہ کیا اور بادشاہ سے اجیر میں طاقت کی ’جیسے بادشاہ نے اس وقت اپنا صدر مقام بنالیا تھا۔ وہ نے آگے بڑھ کر دہلی کا دورہ نہیں کیا، مگر جہانگیر کے دوبارہ لایا ایک منسلک اور دواستار نہ مل بیان کیا ہے۔ انگلستان کے بادشاہ کی طرف سے تحائف ’ہائیز‘ جانوروں، ایک کتبہ لکری سے مزین مدال، ایک قیمتی کھوار اور ایک انگریزی چنگ پر مشتمل تھے۔ سیر کے پاس اپنے وفد میں ایک سو سینہ بھی تھا، لہذا اسے باجیلے کا حکم دیا گیا۔ جہانگیر نے چنگ اپنی بیعتی ملک اور محل کو دے دیا۔ انگریزی حاشیہ اندر یا کیا اور چنگ کو سہری قلل اور آرائشات سے مزین کر دیا گیا۔ جہانگیر نے مدد سے کہا کہ اگر انگریز اسے خواہرات بھی دیتے تو کیا ہی اچھا تھا، اس کے لئے سفیر نے جواب دیا کہ خواہرات ہندوستان سے آئے تھے جہاں جہانگیر بادشاہ تھا، تو پھر انگریز اس کے اپنے خواہرات کس طرح دلہن لائیتے تھے؟ وہ ’مادو اور مغیرات کی طرف جہانگیر کے محلہ گئے اور ۱618ء کے انتظام پر اس سے رخصت ہوئے۔

جہانگیر پر نور محل کا اثر اور سوخ لاکھود تھا۔ اس نے بادشاہ اور سلطنت پر ہیں برس تک حکومت کی۔ حکومت میں کوئی اہم عہدہ اس کی وصایت کی گئی تھی، نہیں کیا جاتا تھا۔ نہ ہی کسی پہلی ملک یا دولت کے ساتھ اس کی منظوری کے بغیر مجبور ملے پاتا تھا۔ اس کے نام کا کہہ مضروب کر لیا گیا، جس پر یہ عبارت درج تھی: ”جب سے نور محل کا نام اس پر درج ہوا ہے“ سب سے کوئی قدر قیمت حاصل ہو گئی ہے۔ اس کا دھم وزیرین کیا اور اس کے بھائی آصف خان کو وزارت کے سب سے اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا گیا۔



جہانگیر کا حرم سرا چھ ہزار عورتوں پر مشتمل تھا جن میں کئیں 'خدا میں' خاتون سپاہی اور
 محفوظ بھی شامل تھیں۔ وہاں پر 'چینی' شاہی' جہانپانی' ترکی' ایرانی' ہندی اور ہندو عورتیں موجود
 تھیں۔ تھہر آئرو میں جہانگیر کے محل میں 'تاج' تک درباروں 'کھوں' اور لہام گردشوں کی بے
 شمار بھول بھلیاں دیکھی جاسکتی ہیں جن میں 'من' خاتون خد شکاروں اور بھائیوں کو 'من' ایوانوں
 کے انتہائی خوبصورتی سے رنگے اور تراشیدہ شہلک کھوں کی گرفتاری کے لئے نصیحت کیا جاتا تھا جو
 کبھی کسی اہل منصب کی خاتون کسی سردار کی بیوی کا خوبصورت گھر ہوا کرتے تھے۔

شخص ہمنج: محل کا وہ حصہ جہاں 'نور محل' سے اپنی زندگی کا زیادہ تر عرصہ بسر کیا ابھی تک تھہر
 آئرو میں موجود ہے۔ یہ شخص ہمنج کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو بعد میں ہندوستان کے سابق
 وائسرائے لارڈ میو کے امکانات کے تحت مرمت کروایا گیا اس پر ابھی تک نور محل کی دیکھ کر
 صلاحیتوں 'صدت' اور 'مخزن' مشہور کی چھپ گئی ہوئی ہے۔ اس کے نئی کھوں اور ہانگنی کو
 تھہر کی بلند دیواروں پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ نور محل نے 'من' کھوں میں 'اپنے' ہمارے خود شیر
 اقل کے قتل کے بعد اور جہانگیر سے شادی کرنے سے قبل اپنی بیوی کے تھہروں گئے اور
 جہانگیر نے اسے چار برس تک نظر بند رکھے رکھا حتیٰ کہ اسے دیکھنے سے بھی انکار کر دیا۔ یہاں پر
 اس کے عاشق بدشاہ نے (جو کبھی اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا) اسے بکسر فراموش کر دیا۔ مگر
 اس کی سابقہ سروسٹ 'جہانگیر کی دھند' مسہوں دل 'مریم' ملانی (جو وہ چار کی شہزادی) نے انتہائی
 مصافی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ نور محل نے 'من' کھوں کو خیر معمولی شہن و شوکت اور عظمت سے
 آراستہ کر دیا۔ تمام نمونے اس کے اپنے تھے اور صدت 'اس کی ذاتی بہ بیت کے وقت' اس کی
 کینوں کے ہاتھوں کی تھی۔ حرم کی محلہ خواتین 'دیارات' اور ریشم کی لکھری کے سلسلہ میں
 اس سے مشورہ کرتی تھیں اور اس سے محل میں 'انتہائی' بدعہ انداز اور پیش کو متعارف کر دیا تھا۔
 حرم سرا اس کی خوبصورتی اور صلاحیتوں سے گوج اندھا تھا۔ اس کھوں میں انتقال سے جہانگیر نے
 ایک صبح اسے صلیب محل کے ساتھ لہاس میں دیکھ لیا تو اس کے لئے اس کا عشق دوبارہ جاگ اٹھا۔
 اس نے فوراً اس کی گردن میں چالیس موتیوں کی ایک 'ہال دی' بٹھے وہ خود پسا کر دیا تھا ہر
 موتی کی قیمت 4000 سترلنگ پر مبنی تھی 'یوں نور محل کو شہن کھوں میں منتقل کر دیا گیا اور وہ اس
 کی چینی لکھ بادی تھی۔

جہانگیر نے اس کے ساتھ حکومت کی 'مگر 1623ء میں اس میں دلہن کو آئرو میں اس کے
 بیٹے شاہجہاں کی حکومت نے درہم برہم کر دیا۔ شہزادہ اپنی فوج کے ہمراہ ممبئی سے آئرو کی جانب
 روانہ ہوا۔ جہانگیر نے وہاں شاہجہاں کے پیچھے سے محل شہن کھوں کو منتقل کرنے کے لئے

اصف خلی کو اگر رون کہل شاجھیں نے اگرہ شرہ پر قبضہ کر کے لوٹ مار چا دی، مگر شاہی خزانے پر مشتمل قلعہ پر قبضہ کرنے میں اسے ناکامی ہوئی۔ روم کے ایک معزز اطالوی باشندے 'ایلا ویل (23) کے پیش کردہ کہ انک کے مطابق' جس نے انہیں سورت میں اگرہ سے موصول ہونے والے خطوط کی سند پر تحریر کیا ہے (شاجھیں اور اس کے سپاہیوں نے اس موقع پر انتہائی طرفدار برداشت کا مظاہرہ کیا۔ اگرہ کے شہریوں پر تشدد کر کے انہیں اپنے جمع شدہ خزانوں سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا گیا اور متعدد بہترین خواتین سے زبانی کی گئی اور ان کی عصمت دری کی گئی۔ (24)

جملہ یورپین سیاح مسوں نے جہانگیر کے دور میں اگرہ کا دورہ کیا، نے انتہائی شاندار انداز میں اس کی دولت اور شان و شوکت کے بارے میں لکھا ہے۔ سائمنس صدی کے آغاز میں کتاب کیسے اس کے بارے میں سر قاضی سمٹ کو لکھتے ہوئے لکھ رہا تھا ہے "مکمل طور پر پتھر سے تعمیر کردہ ایک عظیم اور پر شکوہ شہر جس میں درہست تجارت و کاروبار ہے، پورا شہر اس دور کے لندن کے مقابلہ میں بھی زیادہ دلکش ہے۔" تینے اس کے امراء اور شرفاء کی شان و شوکت کو دیکھتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ وہ اپنی راشتوں کو ایک مرتبہ پہنچے ہوئے کپڑے دیکھنا نہیں پہنچے دیکھتے تھے، مگر یہ کہ انہیں زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا کہ وہ مزید استعمال کے لئے مناسب نہیں سمجھے جاتے تھے، اگرہ کے حدود امراء اس قدر امیر کبیر تھے کہ ہر ایک کے پاس ملازمت میں ایک ہزار مشغلی تھے۔ ایڈورڈ تیسری اور قاضی کو روایت میں سے ہر ایک اگرہ کو ایک پر شکوہ شہر، مغل اعظم کے دارالسلطنت کے شہان شان بتاتا ہے۔

ایڈورڈ تیسری، جو سراسر روم کی سلطنت کے ہرلوہ طور پروری آیا تھا، اگرہ کا شہر مغلوں کے تحت 37 برس صوبہ جہت میں کرتا ہے، جسے اس سیاح نے اپنی کتاب کے باب دوم میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ اگرہ کے بارے میں لکھتا ہے۔ "اگرہ ایک اہم اور بہت امیر صوبہ ہے، یہ اہم شہر، عظیم بادشاہ کا دارالسلطنت، شہل میں عرضاً 28 درجے اور نصف ہے۔ دریائے جہا کے درمیانے اسے خوب اچھی طرح پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ اور لاہور، اس سلطنت کے دو اہم اور منتخب شہر ہیں، جس کے درمیان چار سو میل لمبی سڑک ہے (جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں) اس کے دونوں جانب بڑے بڑے سایہ دار درخت ہیں۔ سیاحوں نے اسے دیکھا، انہوں نے اس لٹڈے سائے کے آرام و سکون کو اس پروری دنیا کے انتہائی ناپاک اور مفید کاموں میں سے ایک

فلاس ہریت جس نے جائجیر کے دور میں آگرے کی سیت کی اسے لندن کی طرح
 طویل اور تنگ گلیوں کے سرور نامہ نقل کا بتانا ہے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ آئیر نے احمد آباد سے
 فتح دیب واپسی کے بعد 'مسٹر کے جانے والے پرانے قلعہ کی جگہ پر جدید قلعہ کی تعمیر کا آغاز
 کیا۔ وہ آگرہ کو ایک عجیب آباد اور خوشحال شہر بنانا ہے۔ گجرات سے واپسی پر جائجیر نے اہلین کا
 دور کیا اور اس کے بعد وہ آگرہ آگیا۔ اس لیے وہ سرے میں پہون کی مداخلت کے ذریعے اس
 نے اپنے سب سے بڑے بیٹے خسرو کے ساتھ مصالحت کر لی۔ کچھ گھونٹے پھرے کے بعد وہ لاہور
 روانہ ہوا اور وہاں سے ۱۵۲۷ کے گرم مہینوں میں کشمیر چلا گیا۔ وہاں کے باعث وہ واپس آنے پر
 مجبور ہو گیا مگر موت نے ۱۲ اکتوبر ۱۵۲۷ کو اسے راستے میں راجپوتی کے مقام پر آلیا۔ اس کے
 جسد خاکی کو لاہور لایا گیا اور اس کی وصیت کے مطابق اسے دروائے راجپوتی کے کنارے نور محل
 کے باغ میں دفن کیا گیا۔

جائجیر کے دور میں آگرہ میں تقریباً ساٹھ عیسائی تھے۔ وہاں کے مطابق 'بدشاہ کچھ کچھ اٹلاوی
 نہیں جانتا تھا' کیونکہ جب شہزادے اور عیسائیوں کے مابین کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی تو اسے بھرے
 دربار میں خرم (شاہجہاں) کو نامیچہ 'شکوہ نامیچہ' پکارتے تھے۔ آگرہ کے پودنشت قبرستان
 میں ابھی تک ان درجنوں یورپوں کی قبریں موجود ہیں 'جسوں سے لازماً اس وقت ہندوستان کا
 دور کیا ہو گا۔

جائجیر کے دور کی اہم خدمات میں 'سکندر راجی مقبرے کا ایک حصہ' آگرہ کے محل میں
 جائجیری محل اور احمد قلعہ کا متیو شامل ہیں جن سب میں ہندوؤں کا اثر و سوغ دکھائی دیتا
 ہے۔ اس کے علاوہ شہر کے محل چکی قلعہ میں علی دروی خان کا حکم اور کشمیری بازار میں مستند
 خان کی مسجد 'جائجیر کے محل کے امیر فوج سرالہ خان کے نام سے مشہور جتہر وہ باغ بھی
 ہے۔

جائجیر کے آخری سالوں کے ساتھ ہی نور محل کا اقتدار ختم ہو گیا۔ اس وقت دربار وہ
 دھڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ نور محل اپنے والد 'مرحوم بدشاہ کے چوتھے بیٹے شہسوار کی جائجیری
 حمایت میں تھی۔ اس کا بھائی آصف خان اپنے والد شاہجہاں کی جائجیری کا آرزو مند تھا۔ جائجیر
 کے سب سے بڑے بیٹے خسرو کو اپنے باپ کے خلاف بغاوت کرنے کی پاداش میں سزا کے طور پر
 اندھا کر دیا گیا۔ مگر جائجیر اپنے بیٹے سے محبت و شفقت کے باعث جیش اسے اپنے پاس رکھتا
 تھا۔ شاہجہاں 'جس کے سلطنت کے حلقے اپنے گھرے منصوبہ جات تھے اس نے جائجیر کو اس
 مقام پر بیٹھا شہزادے کو اپنے ساتھ دکن لے جانے کی اجازت دینے پر تیار کیا کہ ایسے بیٹے کو اپنے

پاس رکنا ظلم ہے، جسے اس کی آنکھوں کے سامنے بھارت سے محروم کر دیا گیا ہو۔ جیسے ہی وہیں
 شہزادہ اس کے اختیار میں آیا، شاہجہاں نے غیہ طور پر اسے ہلاک کرنے کے اذرائع ڈھونڈ لئے۔
 جیسے ہی دربار میں ہماگیر کے انتقال کی خبر پہنچی، تو آصف خان نے دہلی میں خسرہ کے سب
 سے بڑے بیٹے شہزادہ دربار بخش المعروف بولاکی اور وقت کے جائز وارث کو ہر اہلی نوجوان تھا
 تخت پر بٹھانے کے لئے فوری اقدامات کئے۔ تاہم، حکمت عملی کے تحت ایمان امراء اور شہزادہ
 کو مطمئن کرنے کے لئے کیا گیا، جیسے، بدقسمت خسرہ کے قتل سے بہت زیادہ افسوس پہنچی تھی
 اور وہ جائز وارث کی حیثیت سے مرحوم کے سب سے بڑے بیٹے کو تخت پر دیکھنا چاہتے تھے۔ نیز
 اس کے علاوہ شاہجہاں کو وقت فراہم کرنے کے لئے بھی ایسا کیا گیا جو اس وقت دکن میں تھا۔
 دریں اثناء شہزادہ نے لاہور میں شاہی اقتدارت حاصل کر لئے تھے، آصف خان بولاکی کو کاسابل
 سے لاہور لے گیا، جہاں شہزادہ کو قیدی بنا کر بھارت سے محروم کر دیا گیا۔ بعد ازاں، نوجوان
 بادشاہ کو آگرہ لایا گیا، جہاں اس نے شاہی اقتدارت حاصل کر کے آصف خان کو اپنا وزیر بنالیا۔
 اب آصف خان کو فوج اور سلطنت دونوں کا مکمل اختیار حاصل تھا۔ اس وقت وہ بے شمار افسران
 اور امراء کو اپنے ساتھ لاکر شاہجہاں کے سفارات کی راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ تاہم
 اپنے اس منصوبہ کو پچھلے اور نوجوان بادشاہ (جو گرجہ، ناجیہ کلر تھا) جس میں اہانت کی کمی
 نہیں تھی، کے شکوک و شبہات کو دہانے کی خاطر، آگرہ میں یہ اعلان کرایا گیا کہ شاہجہاں
 زبردست بیمار ہے۔ اس کے بعد یہ مشترک کرایا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ نوجوان بادشاہ سے
 شاہجہاں کی وصیت کے مطابق، اسے سکندرا میں اکبر کے مقبرہ میں دفن کرنے کی درخواست کی
 گئی۔ بولاکی نے اپنے حریف کی موت کی خبر سن کر بہت زیادہ خوشی محسوس کرتے ہوئے دارے کی
 تجویز کی، سکوری دے دی۔ ایک خلی جنازے کے پیچھے ایک ماحی جلوس انتہائی دکھ کے ساتھ
 آگرہ سے اکبر کے مقبرہ کی طرف روانہ ہوا۔ (نند، مودہ (شاہجہاں) بذات خود ہمیں بدل کر پیچھے
 پیچھے چلا آ رہا تھا۔ آصف خان نے نوجوان بادشاہ پر زور دیا کہ آداب مجلس کا یہ تخلف ہے کہ جب
 مرحوم شہزادے کی نعش شہر سے ایک یا دو فرلانگ کے فاصلے پر آجائے تو بادشاہ کو اس کے احترام
 میں آگرہ سے باہر جانا چاہئے، کیونکہ وہ بلاخر اس کے والد کا پہلی تھا۔ چنانچہ، اس مشورہ پر عمل
 پورا ہو کر وہ ایک مختصر سے حفاظتی دستے کے ہمراہ نعش کا استقبال کرنے کے لئے باہر روانہ ہوا۔
 راہجوؤں کے دستے جنازہ کے پیچھے آ رہے تھے، لہذا شاہجہاں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ کر
 غیہ طور پر اس میں داخل ہو گیا، اس کے سانس لینے کے لئے اس میں ایک سردار کالی تھا۔
 ازاں بعد، جنازے کو ایک خیمہ میں لے جایا گیا، جہاں پر وہ تمام اہم سردار، جو آصف خان کے



ساتھ لے ہوئے تھے، مرنے والوں کو چھ خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔
 نور نیز کرتا ہے کہ "اس لمحہ آصف خاں نے دیکھا کہ اس کے منسوب کو علی پسر پستانے کا وقت
 تھا، پچھتاہے تو اس نے پوری فوج کی آنکھوں کے سامنے جنازے کے نعیرت کو کھول دیا، تمام
 جرنیلوں اور افسروں نے شاہجہاں کو بطور بادشاہ سلام پیش کی۔" نورین بادشاہ، جو ابھی تک
 راستے میں تھا، جب اس نے دیکھا کہ قریباً بھی امیر اس کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں تو وہ دہلی سے
 فرار ہو کر لاہور آگیا۔

نور ابلی بھائے جانے لگے، پچھتاہے، ایک ہندو جھوم کے نعروں میں شاہجہاں کی بادشاہت
 کا اعلان کر دیا گیا، وہ شاہانہ انداز میں قلعہ آگرہ میں داخل ہوا، اور اسی لمحہ اس کے مہاراجہ دور
 حکومت کا آغاز ہو گیا۔ یہی "تھامس ہیریٹ نے اپنے سفرنامے میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ
 اختلالی دھوم دھام اور شہن و شرکت کے ساتھ آگرہ میں داخل ہوا اور فوراً اپنی تہجدی کے
 اذکالت دینے، پچھتاہے، اس کی سلطنت کے اصول اور شرفاء کے ایک اجتماع میں یہ رسم نوا کر دی
 گئی۔ اس کے بعد ایک پرنسپل اعلان کے ذریعے اس نے سلطان شاہجہاں الدین کو قائم اختیار
 کیا۔

شاہجہاں نے تخت نشین ہونے پر "نن بر سگریوں سے انتقام لیا، جنہوں نے اس وقت
 اسے ہذا قراہم کرنے سے انکار کر دیا تھا، جب اس نے اپنے والد کے خلاف بغاوت کر دی تھی
 اور جو پردی کی فوج میں شامل ہو کر اس کے خلاف لڑے تھے۔ نن میں سے پانچ لاکھ سو کو تہدی
 ہا کر آگرہ روانہ کر دیا گیا، بعض کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا، دوسروں کو موت سے ہتھکڑ
 ہونا چاہیہ۔

خاں جہاں بدھجی، جسے شہنشاہ جہانگیر نے دکن میں اعلیٰ کمان سونپی تھی، نے بھی میں
 خود فطاری کا اعلان کر دیا تھا۔ شاہجہاں کے تخت نشین ہونے کے بعد اس نے اطاعت کر ل، فورا
 اسے دربار میں مدعو کیا گیا، جہاں اس کا خوب خیر مقدم کیا گیا۔ تاہم، کسی وجہ سے اس کی سہ
 چینی میں اضافہ ہو گیا، تو اس نے ایک رات اندھیرا پھینکے ہی اپنی فوج کو جمع کیا اور اپنی خواہش کو
 باقیوں پر سوار کرا کے دربار میں رکھ کے اپنے ہارہ بیٹوں کے ہمراہ غار سے بھاگتے ہوئے نور
 اپنے 2,000 آدموں کے افسانوں کی حفاظت میں لپٹا، آگرہ کو چھوڑ دیا۔ وہ دکن کی طرف روانہ
 ہوا، جہاں بادشاہ نے بذات خود اپنی تہدی کی تھی۔ متحدہ ہندوؤں کے بعد خان جہاں کو دکن سے
 بھاگنے پر مجبور کر دیا گیا، مگر ایک راجپوت نے ہندوئوں کے لئے بیڑہ مار کر ہلاک کر دیا۔
 (۱۶۳۰ء) اس مہم میں بادشاہ اپنی جیتی تہدی امر جند پاد (جو نور جہاں کی بیٹی تھی) سے ہاتھ دھو

جیسا کہ ۱۶۲۹ء کے احکام پر پہچر میں منتقل کر گئی۔ دکن میں جنگ جاری رہی اور بادشاہ دکن میں صلیب خان کو اپنی کلن سونپ کر ۱۶۳۲ء میں آگرہ لوٹ گیا۔ کچھ وقت تک محل میں زبردست اصلاحات کی گئیں اور سب شاہجی نے جہاں کے کنارے پر اپنی مرحوم بیوی کے مقبرہ کی تعمیر کا آغاز کر دیا جسے مشرقی دنیا کا عجوبہ بنانا تھا۔ ۱۶۳۹ء میں شاہجی نے نئی دہلی کی بنیاد رکھی جسے اس نے شاہ جہاں آباد کا نام دیا اور دارالسلطنت وہاں منتقل کر لیا۔

۱۶۵۷ء میں بادشاہ کو ایک خطرناک بیماری نے "یا۔ فدا" اس کے سب سے بڑے بیٹے دارا شکوہ کو عارضی طور پر حکومت کا انتظام سونپ دیا گیا۔ دارا شکوہ ایک ہندو حملہ "میاں شہزادہ قبا" جس کے لڑائی خیالات "اکبر کی طرح وسیع اور آژر تھے۔ اور گریب کو جب اپنی بہن روشن آراؤ کے ذریعے اپنے والد کی بیماری کی اطلاع ملی تو وہ بھاپور کے بادشاہ محل شاہ کے ساتھ فوری مطالبہ کرنے اور اپنے دوسرے بیٹے سلطان مستم کو دکن کے انتظامات سپرد کرنے کے بعد دکن سے روانہ ہوا۔ بادشاہ کے دونوں بیٹوں "شہجہاں حاکم بنگال اور مراد حاکم گجرات نے اپنے اپنے صوبوں میں خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنی فوجوں کو دارالسلطنت کی طرف روانہ کیا۔ اور گریب "مراد کے ساتھ شامل ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ دارالشاہجی بھائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آگرہ سے روانہ ہوا۔ لہذا جون ۱۶۵۸ء کے اختتام میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا آگرہ سے ایک جنگی کے قتل پر پہنچنے کے مقام پر ہوا۔ دارا کو محل طور پر شکست ہو گئی اور وہ دہلی کی طرف فرار ہو گیا۔

لاٹنی کے تین روز بعد اور گریب آگرہ کی طرف روانہ ہوا اور حیدر علی کے سامنے پہنچا اور دارا کی مدد میں شرح قبضہ کر لیا۔ اس نے محل کے اندرونی معاملات میں کسی طرح بھی مداخلت نہیں کی "اس کا مقصد بوڑھے بادشاہ کو گرفتار کرنے کے لئے مناسب موقع تلاش کرنا تھا۔ دریں اثناء اس نے جموں موٹ یہ اٹو پھیل دی کہ شاہ محل کا انتقال ہو گیا ہے "یوں اس نے قلعہ میں داخل ہونے کے لئے جموں موٹ کا بند نہ رکھا گیا۔ دوسری جانب شاہجی نے یہ وار کرانے کے لئے کوئی دقیقہ فراموش نہ کیا کہ وہ وعدہ ہے اپنے بیٹے کے دیہ پر آگ گولا ہو کر بوڑھے بادشاہ نے میر جالب (راج زمی دلا) کو بلوایا اور اسے کہا کہ وہ اور گریب کو یہ وار کر دے کہ اس کا باپ وعدہ ہے اور یہ کہ دارالسلطنت میں اپنے قیام کو طویل کرنے کے لئے اس کے پاس سب کوئی بند نہیں رہا اس لئے اسے چاہئے کہ وہ فوراً دکن کی جانب اپنی سلطنت کی طرف لوٹ جائے "اس صورت میں جو کچھ ہوا ہے اسے فراموش کر دیا جائے گا اور گریب "جو اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا رہا تھا نے داخل خان کے بیان پر یقین نہ کرنے کا بند کیا اور

جواب دیا کہ اسے پورا یقین ہو چکا ہے کہ وہ جیتیم ہو چکا ہے اور یہ کہ اسی بادہ پر اس نے وقت کے لئے لڑائی کی ہے 'یہ سوچتے ہوئے کہ اپنے بھائیوں کی طرح اس کا بھی حق ہے، اس نے زور دیا کہ اگر بادشاہ زندہ ہے تو بہت اچھا ہے وہ اس کا فرس شناس بننا ہے اور بیشک ایک اعلیٰ صدم کی طرح اس کے احکامات کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہے مگر اس کو اگر یہ یقین دہا دیا جائے کہ وہ زندہ ہے تو وہ اس بات کا تردد مند ہے کہ اس کو دیکھے اور اس کے پاؤں کو بوسہ دے 'اس کے بعد وہ دکن میں اپنی مملکت کی طرف لوٹ جائے گا اور شناس احکامات پر پوری طرح عمل پیرا ہو گا۔

فاصلہ خلی نے یہ جواب بادشاہ تک پہنچا دیا تو بادشاہ نے فوراً اپنی مجوزہ طاقت کی منظوری کا اظہار کر دیا۔ مگر اورنگزیب جو اپنے باپ سے زیادہ ہوشیار اور حکما تھا نے فاضل خلی کو یہ ہدایت کر دیا کہ وہ اس وقت تک قلعہ میں داخل ہوئے کی جرات نہیں کر سکتا جب تک اس میں موجود خائن فوج کو عمل طور پر ہٹا نہیں دیا جائے۔ شاہجہاں نے اس مطالبہ کی معنویت کو دیکھتے ہوئے قلعہ کی فوج کو ہٹانے کا حکم دے دیا چنانچہ خائن فوج نے قلعہ خالی کر دیا۔ روشن آراء و حکیم نے حرم سے اورنگزیب کو ایک پیغام بھیج کر اسے مسلح آمادگی کی صورتوں کی موجودگی سے خبردار کیا کہ اگر وہ قلعہ میں ایک مضبوط خائن دست کے بغیر داخل ہوا تو وہ اسے گرفتار کر کے قتل کر دیں گی۔ اورنگزیب تدبیر پر تدبیر اختیار کر آئیکہ وہ اپنے باپ سے طاقت کو روز بروز مختلف چیلے بہانوں سے ہٹا رہا 'ایک مرتبہ یہ دلیل پیش کرنا کہ وہ طاقت کے لئے کسی مہارک گزری کا اظہار کر رہا ہے اور وہ سری مرتبہ یہ کہ اسے اہم سرکاری کام سرانجام دینے ہیں۔ اس اثناء میں اورنگزیب نے امراء اور اعلیٰ افسروں کو اپنے ساتھ بلا دیا۔ اس کے سب سے بڑے بیٹے سلطان محمود نے اپنے باپ کے احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے محل کا محاصرہ کر دیا۔ شاہ جہاں نے اپنے محل کے بنداروں سے یہ سب کچھ دیکھ دیا۔ اس نے نصیحوں پر تو بھی نصیب کر دیا مگر اس سے کامیابی نہ ہوئی اورنگزیب نے لب ایک اور چال چلنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے باوجود طرح طرح کو ایک پیغام دے کر شاہجہاں کے پاس بھیجا کہ اس کی فوج نے اس کے احکامات کے بغیر قلعہ پر حملہ کر دیا ہے چنانچہ 'اس کے بیٹے محمود کو اطاعت پیش کرنے اور معافی کی درخواست کرے کے لئے بھیجے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، اس کے علاوہ اس نے کھوا بھیجا کہ جیسے ہی اس کی محنت میں بہتری کے آثار پیدا ہوئے وہ بدلت خود اپنے والدین کے پاس حاضری دے گا۔

شاہ جہاں نے اپنے پوتے کا استقبال کرنے کی اجازت دے دی۔ محمود نے خائن فوج کے

سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور قلعہ میں داخل ہو کر بغیر کسی دشواری کے محل پر قبضہ کر لیا۔ راستے میں آنے والے سپاہیوں 'مغفکوں' 'مغاسوں' 'خوجہ سرلوں' 'غراتیوں' کو قتل کرتے ہوئے وہ سپاہیوں کی ایک مضبوط فوج کے ساتھ محل کے اندر داخل ہوتا چلا گیا۔ وہ شاہجہاں کے بیوی بچوں میں داخل ہو گیا۔ بولے بادشاہ کے گرد کھڑی ہوئی آنکری عورتیں ہمتوں کی طرح بے حس و حرکت رہیں۔ اس کے بعد محمود نے خود شاہجہاں سے مطالبہ ہو کر کہا "حضور والا! آپ کے بیٹے نے آپ کو حکومت کرنے کا اہل نہیں سمجھا۔ اپنی بیویوں کے مرہو پائیں محل میں چلے جائیں اور باقی ہمہ زندگی اس کے ساتھ بسر کیجئے۔ ہم آپ سے کسی قسم کا انتقام نہیں لیں گے" مگر آپ نے تخت کو بے عزت کر دیا ہے۔ آپ اسے اپنے بچوں کے حوالے کر دیں۔"

(26)

اس مطالبے پر مخالف آنکری عورتوں نے زبردست نفوذ بنایا۔ مگر محمود ان کے برابر قلاؤں شاہجہاں نے محلات کے مطابق بارہن لی اور اپنی بیویوں کے مرہو اندرونی کمروں میں چلا گیا اور ایک قیدی بن گیا۔ شاہجہاں نے محمود کو وہ ساری مرتبہ پاس بلا کے اسے اس شرط پر تاج اور آئینہ کے قلعہ کی پیش کش کی کہ وہ اپنے باپ کی دیکھواری چھوڑ دے جس سے اپنے نیچے باپ کو معزول کر دیا ہے۔ اس لئے اس بات کا امکان بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو بھی چھوڑے۔ مگر محمود نے کچھ دیر کے لئے اس مطالبے پر غور کیا مگر اس نے اس ترغیب کی مخالفت کرتے ہوئے بادشاہ سے محل کی چابیوں حاصل کر لیں۔ تب اس کے ساتھ ہی اورنگزیب آگرہ اور قلعہ کا مالک بن گیا۔ بادشاہوں کی تبدیلی سے آگرہ کا اس دہلیں غریب نہیں ہو۔ شائستہ محل کو اس مقام کا نیا حاکم مقرر کیا گیا۔

شاہجہاں نے اپنے بیٹے کے مدیہ سے آگ بگولا ہو کر فرار ہونے کی کوشش کی اس نے اپنے راستے میں آنے والے چند مغفکوں کو قتل کر دیا۔ اس بات پر اورنگزیب اسے قید تخت میں رکھنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ اندوں اور راستوں میں اینٹوں سے چٹکی کرادی گئی اور ساتھ بادشاہ کے کمرے پر سخت پہاڑ بنا دیا گیا۔ سیاح خود نیز لکھتا ہے "یہ انتہائی جبریں کن امر ہے کہ شہنشاہ کے کسی غلام نے بھی اسے اپنی مدد کی پیش کش نہیں کی" اس کی پوری رعایا اس کا ساتھ چھوڑ گئی اور یہ اس کے انہوں نے وہ اورنگزیب کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے چڑھتے سورج کی طرف نکلیں۔ شاہجہاں اگرچہ زندہ تھا مگر وہ اسے اپنے ذہن سے بالکل چھٹے تھے۔ اگر اتفاق سے وہاں موجود لوگوں میں سے کسی نے اس کی بد قسمتی پر دکھ محسوس کیا بھی تو خوف نے انہیں خاموش کر دیا اور انہیں اس بادشاہ کو بیکر طور پر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے یوں ہی ایک باپ کی طرح

اختلافِ شفقت و محبت سے حکومت کی جس کی مثل بادشاہوں میں نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ابنِ امراء کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتا تھا جو اپنے فرائض کی لڑائی میں کامیاب رہتے تھے۔ اس نے حوام کے آرام و سکون کے لئے تمام چیزوں کا انتظام کر رکھا تھا کیونکہ وہ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے مگر انہوں نے اس عزم میں کسی قسم کا اظہار نہیں کیا۔

سالِ ۱۱۵۸ء میں اس وقت (۱۱۵۸ء) آگرہ میں تھا نے بھی اسی قسم کی جراتی کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: — "مورِ حقیقت" میں بڑی مشکل سے اپنی اس فطرت کا اظہار کر سکا ہوں، جب میں نے محسوس کیا کہ مر مریدہ اور فلسفین بادشاہ کے حق میں ایک حرکت یا آواز بھی نہیں سنی گئی، اگرچہ وہ امراء جو اپنے ظالموں کے آگے گھٹنے جھکتے تھے، اپنے رتبہ اور دولت کے لئے شاہجہاں کے شکر گزار تھے، جس نے دربار کی رسم کے مطابق انہیں فرہت کی پست حالت سے اٹھا کر سرفراز کیا تھا اور ان میں بہت سوں کو مکمل غلامی سے نہایت دلائی تھی۔"

شاہجہاں نے اپنے انتقال سے قبل ہی وہی کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، جو ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی تھی۔ اور نگریب نے اس خدشے کے تحت کہ مہاراجہ جی پر سوار ہو کر بادشاہ کی سہولتی لوگوں میں جوش و خروش برپا کر کے اس کے حق میں کوئی جماعت نہ پیدا کر دے، اس شرط پر اس تجویز کی منظوری دے دی کہ بادشاہ بذریعہ کشتی دہلی کا سفر کرے گا اور اسی راستے سے واپس آگرہ۔ جسے شاہجہاں نے اپنے بیٹے کی پابندی کو دیکھتے ہوئے سنے ضرر کے سفر کا خیال ترک کر دیا مگر اسے اس ذلت اور بے عزتی پر سخت خرم و غمات محسوس ہوئی۔

تبدیلِ تخت کے سوا اور نگریب نے شاہجہاں کے ساتھ قید خانے میں احترام برآنا حتیٰ کہ اس نے اس وقت اپنے بیٹے کی دیہ و دانستہ بے عزتی کی تھی، مگر اس کے باوجود اس سے مسئلہ منسوخ کیا گیا۔ جس وقت نشین ہونے سے چند روز پہلے اور نگریب نے شاہجہاں کو پیغام بھجوایا کہ برہمچاری شالی، جو اہرات بھیج دیں، تاکہ وہ اپنی رسم تہجد کی کے موقع پر انہیں پہن سکے۔ یوں بادشاہ اس پیغام پر غصے سے لال پٹا ہو گیا، اس نے بار بار ہون دست لانے کے لئے کہا اور اپنے تمام قیمتی چیزوں اور موتیوں کو بیس ڈالنے کی دھمکی دی، تاکہ اس کا بیٹا انہیں کبھی بھی حاصل نہ کر سکے۔ اور نگریب نے قتل سے کام لیا اور اپنے والد کی قید کی سختی میں نرمی کرنے کے لئے دہلی سے اسے مخالف بھیج دیے۔ دربار کے مطابق "بعد ازیں" شاہجہاں روم چلا گیا اور اس نے اپنی مرضی سے اور نگریب کو ہن جو اہرات میں سے چند جو اہرات بھجوا دیے، جنہیں وہیں ڈالنے کی اس نے دھمکی دی تھی۔

یوں بادشاہ نے قید کے دوران اپنا لہجہ بدلتے رہا حتیٰ کہ موت نے اسے آسنا۔ ایک

مرتبہ اگرہ کے حاکم نے قیدی بادشاہ کی بے عزتی کر دی، شاہجہاں نے جواب میں حاکم کو منہ پر جوتوں سے پتھر ڈالا۔ حاکم نے مخالفوں کو بادشاہ کے کرگڑ کرنے کا حکم دیا۔ مگر کوئی بھی شخص اس بادشاہ پر ہاتھ ڈالنے کی جرئت نہ کر سکا جس کا ایک دن ان کی طرح احرام کیا جاتا تھا۔ شاہجہاں اگرہ میں شہنشاہِ انداز میں ملت ہر س تک دسمہ دلا اور دسمبر ۱۶۵۶ء میں قلعہ اگرہ میں انتقال کر گیا۔

”تاکیر نامہ“ کے مصنف ’عمر کاظم‘ نے شاہجہاں کے انتقال سے حلقہ کیفیت بیان کی ہے۔ یہ دلچسپ ہے کیونکہ قلعہ اگرہ سے واپس ملات کے حلقہ سلطنت فراہم کی گئی ہیں۔ اس کی تصنیف سے مندرجہ ذیل اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں

”مسئل بیماری کے نتیجہ میں بادشاہ بہت کمزور ہو گیا تھا اس کی جسمی قوت ختم ہو چکی تھی اور اس کے باعث اس پر مختلف بیماریوں کا حملہ ہو گیا تھا چنانچہ ایک کا علاج دوسری کے لئے براہ راست معر جیت ہوتا تھا۔ بحسن الجہاں نے اس کے مسئلہ کو انتہائی پیچیدہ ذیل کیا۔ انتہائی لاخوری اور کمزوری کے باعث اس کے ہاتھ پاؤں کھینچتے تھے اور کوئی دوا اثر نہیں کرتی تھی۔ آخر کمر سوموار کی شب کی پہلی گھڑی 28 رجب (۱656ء) میں اس کا مسئلہ بالکل امید سے باہر ہو گیا اور موت کی علامات واضح ہو گئیں۔ بادشاہ نے اس آزمائش کی گھڑی میں حوصلہ قائم رکھا اور آخری دشمن سے بیلوری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس نے اپنا دامن لہہ کی طرف لگا لیا اور باتواں ہندو ہن ہزاروں نعمتوں کے لئے قلعہ مطلق کا شکر یہ لوا کیا جو اس نے اسے عطا کی تھیں۔ اس کے بعد اس نے انتہائی غلوں اور عاجزی کے ساتھ اس دنیا میں کیے گئے اپنے گناہوں کی معاف کے لئے دعا کی۔ ازاں بعد اس نے باخمی ہوش دیا اس کھ طیبہ پڑھا جس وقت وہ کھ پڑھا دیا تھا اس کی سہاں بچی نکلی جس بیگم (جس کا نام) اور غلاموں کی دیگر خواہشیں لے دیا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے انہیں خدا کی مہربانی پر راضی برداشت کرنے کی تھیں کی۔ اس نے اس سے تسلی کے چند لفظ لکے اور اس کے چوراء بعد اس کی روح نفسِ معصی سے پرواز کر گئی۔“

”نیکو جہاں بیگم کے حکم سے قلعہ کا کھانا رعد انداز میں اور خواجہ پھول مسلمان میں حاضر ہوئے۔ قلعہ کے دروازوں کی کڑکیں کھول دی گئیں اور آدمیوں کو بھیج کر ان کی رسالت کی لوائی کے لئے انتہائی کمال احرام سید محمد قوی اور اکبر آباد کے جانی القضاۃ کا جانی قربان کو بلوایا گیا۔ وہ ظہورِ آفتاب سے دو گھنٹی پہنچ آئے۔ اگرچہ بادشاہ نے سن بلوفت کے وقت سے نماز پہنچانے میں سے ایک بھی نماز قضا نہیں کی تو پھر رخصت کا ایک روزہ بھی نہیں چھوڑا تھا اس کے باوجود انہیں ایک بہت بڑی رقم کی صورت میں عوضانہ دیا گیا جسے اس مقصد کے لئے

حصہ کر لیا گیا تھا۔ نیکہ جلی کے حکم نے مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کو منہ بوج میں بلوایا گیا۔ جلی بادشاہ نے آخری سانس لیا تھا۔ اس مقام سے اس کے جسد خاکی کو اس کے ساتھ ہی ایک اہل حق میں منتقل کر دیا گیا۔ جلی اسے اسلامی طریقہ سے غسل دیا گیا۔ اس کے بعد غسل کو ایک نبوت میں بند کر کے اس پر قرآن پاک کی آیات پڑھ لی گئیں۔ آخر میں غسل کو صندوق کی ٹکڑی کے ایک جوف میں رکھا گیا اور نبوت کو ساکوراؤں کے ایک جلاس کے آگے آگے مذکورہ بوج کے دروازہ نشیب میں سے قلعہ سے باہر لایا گیا جو بند رہا کرتا تھا مگر اسے اس موقع کے لئے کھولا گیا۔ تب 'نشیب دروازہ' کے سامنے شیر مائی دروازہ میں سے جلی کے گزرنے کے بعد نبوت کو قلعہ کی چار دیواری سے باہر لایا گیا۔ اگر کامیاب اور خوشہ رخ دیگر سرکاری افسران کے مراد صبح صادق کے وقت دریا کے کنارے پہنچا تو نبوت کو دریا کے پار لے جا کر پورے احواز کے ساتھ ممتاز رہائی کے مزار کے پہلو میں اس کی یاد میں مرحوم بادشاہ کے قہر کو مقبرہ میں دفن کر دیا گیا جو اب قبر میں بھی اس کے پاس آگیا تھا۔ تدفین سے قبل قتل احرام بزرگ سید محمد چشتی نقیب لود و دیگر عالم فاضل اور جلیل القدر بزرگوں نے نبوت پر دعا مانگی۔"

شاہجہاں 76 برس تک زندہ رہا اور اس نے 31 برس تک حکومت کی۔

بادشاہ کے انتقال کے وقت اورنگزیب کا سب سے بڑا بیٹا اور ولی عہد سلطنت شہزادہ محمد معظم (بعد میں بادشاہ شاہ عالم مہدور شاہ) اگرچہ سات کوس کے فاصلے پر خیرہ زن تھا، اسی رات بادشاہ کی اچانک موت کی خبر اسے ملی تو وہ اگلے روز شہر پہنچا اور تیسرے روز قلعہ کی طرف گیا اور اپنی پوجی بیگم صاحب اور شاہی قائدان کی دیگر خواتین سے تسکین کی۔ "اس روز شہزادہ کے حکم سے ملاہ وفضلاء نے پورا قرآن پاک پڑھا اور آیات کی تلاوت کی گئی۔ حقیقی طور پر شاہانہ انداز میں عید میلاد النبی منانے کے لئے محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا اور حیرات کے طور پر فریسا اور تماکوں میں بہت بڑی بڑی رقموں کی صورت میں دہیہ چہرہ تقسیم کیا گیا۔" (27)

اورنگزیب اس وقت دہلی میں تھا جب اس کے والد کا انتقال ہوا۔ اس کے انتقال کی خبر سن کر وہ آنسو بہائے۔ وہ سا۔ 11 عمر لایم لکھتا ہے "حالات بادشاہ ملاصحت ایک مضبوط ذہن اور ایک معصوم اور غیر ہتکدہ مزاج کے حامل تھے مگر اپنے بہن کے انتقال کی خبر سن کر وہ اس بری طرح روئے کہ وہی موجودہ درباریوں اور امراء کو بہت دکھ ہوا۔"

"بادشاہ شہزادوں اور حرم کی خواتین نے سفید کپڑے پہن لئے اور پورے دربار نے سوگ منایا۔ منتخب بادشاہ نے اپنے امراء سے کہا: "میری یہ خواہش تھی کہ میں اپنے والد کے آخری حالت کے وقت اس کا آخری روادار کرنے کے لئے اس کے پاس موجود ہوتا ہوں اس کی جیہڑ و تدفین

میں حصہ لیتا اور اس طرح اس کی بجائے خیر حاصل کرتا۔ مگر یہ قسمی سے ان میں سے کوئی خواہش بھی پوری نہیں ہوئی اب میں اور اکبر آباد روانہ ہو جاؤں گا اور اپنے والد کے مزار پر حاضری دلاں گا اور اس اہم شہر میں اپنا بہن اور شہنشاہ خانہ کی دیکر افراتفرہ سے نصیحت کروں گا۔

پانچویں شہنشاہی چٹاؤ مسکیر الکاف (28) (آگرہ) کی طرف روانہ ہوا۔ نیا بادشاہ منازل پہ منازل طے کرتا ہوا اپنے روز آگرہ پہنچ گیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ قلعہ میں داخل ہونے سے قبل اس موقع پر بادشاہ کو دارالعلوم (عالیہ) کے مدرسین نے اسے دارا ہے قلعہ کہہ کر پکارتا ہے۔ جو قلعہ کے برعکس ہے) (29) کے مکان میں عارضی طور پر ٹھہرا جانا ہے۔ شہر سے چند میل کے فاصلے پر ماکم آگرہ خوشدہ خلی اور دارالسلطنت کے دیگر شرفاء اور افسران نے بادشاہ کا استقبال کیا۔ بادشاہ اپنے قافلہ شہنشاہی کے ہمراہ بذریعہ کشتی پہلے سے طے شدہ انتظام کے تحت موضع بہادر پور سے آگرہ آیا اور دارالعلوم کے مکان میں ذمہ داریاں۔ اگلے روز اس نے اپنے والدین کے مزارات پہ حاضری دی اور ان کی مدح کے فیصل ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی۔ اپنے والدین کی قبروں کو دیکھ کر اس نے دوبارہ آنسو بہنے شروع کر دیے۔ تب مقبوضہ کے ملازمین اور خدمتگاران میں بارہ ہزار روپے تقسیم کرنے کے بعد اس نے مقبوضہ کی مسجد میں صحر کی نماز پڑھی۔ اگلے روز وہ قلعہ میں داخل ہوا اور بیگم صاحبہ اور حرم کی دیگر خواتین سے نصیحت کی اور ان سے تسلی آمیز اور محبت کے لفظ کہے۔

بیگم صاحبہ نے اس موقع پر اپنے بھائی کو جواہرات سے بھرا ہوا ایک بہت بڑا طشت پیش کیا۔ تب اس نے خانہ کی خواتین کو سوگند ختم کرنے کا حکم دیا اور انہیں اس کی منیت اور رعبے کے مطابق قیمتی جہیزات عطا کیے۔ طرح آفتاب سے دو گزروں کے بعد وہ شہر کی طرف ہٹ آیا۔ وہاں کے بعد بادشاہ بیگم صاحبہ سے ملاقات کرے کے لئے دوبارہ قلعہ میں گیا۔ اس کی تحقیر میں سلطنت کے جملہ امراء اور سرکاری افسروں نے اسے سلام پیش کی اور روپے کی صورت میں نذرین پیش کیں۔ شہزادی نے ہر ایک کے منصب اور رعبے کے مطابق انہیں خدمت عطا کی۔ چند روز کے بعد نئے بادشاہ نے دوبارہ اس کے پاس حاضری دی اور شہزادی نے نثار کی رسومات کرائیں۔ یعنی اس نے بادشاہ کی بھائی کے لئے مذہبی چیزیں بچھو کر کیا۔ بادشاہ روزانہ مقبوضہ کی طرف جاتا اور فاتحہ پڑھتا تھا۔ اس نے وہاں دو مرتبہ مولود کی محفلوں کا انعقاد کیا اور ان موقعوں پر ہزاروں روپے مولویوں اور علماءوں میں تقسیم کئے گئے۔

چونکہ یہ مناسب خیال کیا گیا کہ بادشاہ کو مسکیر الکاف (آگرہ) میں اپنا قیام طویل کر دینا



نستعلیق اور کتب

چاہئے اس لئے اس نے دارالافتاء (شاہ جہان آباد) سے اپنے اہل خانہ کو بلا کر پھل چٹا کر
خوجہ سراؤں 'عبد القیاس خلی' 'فصل خلی' اور خدمت خلی کو اس مقام سے ایک بہت بڑی جماعت
کے ہمراہ دہلی کی پچھلتے نور خواہین کو ہاتھیں پہ آگرہ تک لے جانے کے لئے روانہ کیا۔ عید کا
تہوار آ رہا تھا اس لئے مزہ حکم دیا گیا کہ تخت خلاص کے علاوہ تمام دروازوں پر استقبال ہونے والی
آرائش و سہولت کی تمام اشیاء بھی آگرہ واپس جائیں۔

عید کے تہوار کے موقع پر بادشاہ ایک طلائی حوا سے مزین ہاتھی پر سوار ہو کر جامع مسجد
میں نماز ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ دوسرے پہلے واپس آ کر اس نے دربار عام کے اہل ان میں
ایک عظیم الشان استقبال کا اہتمام کیا۔ وہ ایک بادشاہ کی شہنشاہت و شوکت و جلال و جلالت کے ساتھ نمودار
ہوا اور پالی مرتبہ شاہجہاں کے تخت خلاص پر برائے نام ہوا جس نے اس قدر رسوائی کے
ساتھ حاصل کیا تھا۔ حالیکہ اس سرخ عہد کاظم میں بادشاہ کی صراحت سرکاری میں بہت یقینی سے حکم
لیا ہے جس نے ایک بادشاہ کی حقیقی یقینی کے ساتھ امر اور شرفاء کو تمام واکرام سے نوازا۔
اس کے بعد مسلمانوں میں ایک اجلاس بلایا گیا اور وہاں مجمع شدہ افسران اور امراء کی موجودگی میں
سرکاری کام چھپا گیا۔ عید کے پہلے تہوار کے موقع پر جن دور تک خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ
نے اس موقع پر بیگم سلیمہ کو ازراہ سونے ایک لاکھ طلائی سونے کا حکم کرنے کے علاوہ اس کے ہاں
لاکھ سلاخ و عقیقہ میں پائی لاکھ روپے کا اضافہ بھی کیا۔ اپنی دونوں چھوٹی بیویوں 'پریز باؤ بیگم' اور
گوہر آراؤ بیگم کو ایک ایک لاکھ روپیہ عطا کیا۔ شہزادہ محمد عظیم نے دو لاکھ روپے اور ایک
خصوصی خلعت فاخرہ کے ساتھ قیمتی جواہرات سے مزین ہتھوڑے اور نگینے حاصل کئے۔ اس کے
علاوہ اس کے چارہ برادری پادشاہ اور چارہ برادری سوار منصب میں 2000 سواروں کا اضافہ کیا گیا
یہ شہزادہ محمد عظیم کو ایک ہاتھ 'دوس کا ایک تاج اور بیروں کے جواہر کا ایک بھر عطا کرنے کے
علاوہ اس کے ہاں برادری پادشاہ اور مفت برادری سوار فوج کے منصب میں 2000 سواروں کا اضافہ
کیا گیا۔ اس کے بعد (مسلمان اور ہندو) امراء 'راہبوں' 'بواہوں' کی ایک لمبی فہرست آئی ہے۔
جنہیں مختلف عطا کی گئیں اور ان کے منصب میں اضافہ کیا گیا۔ دوسرے حکومت کے پانچویں برس
سرکاری خزانے کو آگرہ سے دہلی منتقل کر دیا گیا مگر اس دور میں یہی دور حکومت کے نویں برس
خزانے کو دوبارہ آگرہ لے جانے کا حکم دیا گیا۔ بلکہ اس دور کو ایک گھوڑا اور ہواہرات سے مزین
زمین و سلاخ و سہاں پیش کر کے یہ فرس سونپا گیا۔ فرسے کو 1400 امراء اس کا بھل گاہیوں کے
اوسرے دہلی سے آگرہ لاکر بحفاظت قلعہ میں جمع کر دیا گیا۔

1638ء میں دہلی تک پہنچ کر ایک خوش و خرم جلسہ لے آگرہ کا دورہ کیا جس

نے ڈیوٹ کی جانب سے شاہ کے لئے روانہ کی مگر سلطنت کے عمل کے ساتھ لیون کا سفر کیا
 تھا۔ وہ اسے اسفلن (مس کی شان و شوکت اس وقت سب سے زیادہ تھی) سے کم از کم دو گنا بڑا
 ایک خوبصورت شہر بتاتا ہے۔ یہ شاہجہان کی پندہدہ رہائش گاہ تھی۔ مشرق کی جملہ اقوام اگر
 میں تمہارت کرتی تھیں، نیز گلیوں کشادہ تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ معزین رو کالکت بنی ہوئی
 تھیں۔ سیاحوں کے لئے وہی اسی گارڈوں سرائے تھیں 'ہر ایک کو ایک ٹھکانے کے سپرد کیا گیا تھا۔
 سیاح نے بازار 'درہار' مسلمان 'مغل (و حرم) اور جمہور کے بارے میں مفصل حال بیان کیا
 ہے۔ ریڈر ملسو 1640ء میں ہندوستان سے روانہ ہوا 'لہذا اس کے آگے سے روانہ ہونے کے
 بعد شاہجہان نے نئی دہلی کو دار السلطنت مقرر کر لیا تھا۔

فرانس برٹلز زیادہ سیاسی بصیرت کے ساتھ بارہ برس تک (1633-57ء) ہندوستان میں رہا
 اس نے اپنے سفرنامہ میں ریڈر ملسو کی طرح اگرہ کے بارے میں بیان پیش کیا ہے۔
 اگرہ میں شاہجہان کی اہم عمارات 'مغل کے اندر شیش محل' 'سوتی مسجد اور مشہور زمانہ تاج
 محل ہیں۔

اسلمن سنوں نے شاہجہان کے تحت ہندوستان کی زبردست خوشحالی کے بارے میں معزین
 انداز میں لکھا ہے 'خاصی کے معاملہ میں اس کا موازنہ رومن شہنشاہ سپیریوس سے کیا ہے' مگر
 کے مصلحت میں جس کی شان و شوکت کو لاہور مانا گیا ہے۔ غیر ملکی جنگوں میں مصروف رہنے
 پیش و پشت میں رغبت 'شان و شوکت' 'مشہور و معروف عمارت اور کالوں کی تعمیر (مس) پ
 کوڑوں روپے کی لاگت آئی کے باوجود اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی اور اس نے
 سکوں 'سولے کی سلاطین اور جواہرات کی صورت میں بہت بڑے ذخائر اپنے پیچھے چھوڑے۔
 ندر نیز کے مطابق "شاہ جہاں نے اپنی رعایا پر ایک بلاشاہی بھائے" اس طرح حکومت کی جس
 طرح ایک باپ اپنے خاندان اور بچوں کا خیال رکھتا ہے۔" نئی دہلی جیسے اس قدر عالی شان
 دارالخلافت کی بنیاد 'مغنی ثروت کے علاوہ زبردست سرکاری دولت کی شہادت پیش کرتی ہے۔

شاہجہان کی معقول اور تہ کے ساتھ ہی اگرہ کی خوشحالی کے دنوں کا غلام ہو گیا۔
 نور گلزیب نے مختصر عرصہ تک وہی رہائش اختیار کی۔ مگر جلد ہی یہ ایک دوسرے درجے کا شہر
 بن کر رہ گیا، یعنی صوبائی حاکم کی رہائش گاہ بن گیا 'جو ہمسایہ جہت سرکش قبیلوں کی روک تھام
 کے سلسلہ میں بہت کمزور ثابت ہوا۔ بلاشاہی دکن کے دور دراز صوبہ میں بوزخ ہو چکا تھا اور
 مگرہ اس کی قوت مشہدہ 'مستقل مزاجی اور انتہائی پارک تھیلیات پر توجہ نے سلطنت کے
 اجزاء کو یکجا رکھا ہوا تھا 'مگر عدم رواداری 'جس کا اس نے اپنی پوری زندگی میں مظاہرہ کیا اپنی

دعایا کے مختلف طبقوں کے ساتھ غیر ملکی سلوک اور ہندوستان میں عوام کے ایک بہت بڑے طبقہ کو اس کی طرف سے پہنچے والی قسمت نے تیمور کی حکومت کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کے حاتمہ کے لئے راہ ہموار کر دی۔

جہاں آراء اور روشن آراء دو جہتیں 'دہادہم' جہتیں 'جنہیں شد جہاں کے دور کی مغلیہ تاریخ میں لہجوں مقام حاصل ہو' وہ اس کی دونوں تہذیبیں 'جہاں آراء ہیگم اور روشن آراء ہیگم' جہاں آراء یا ہیگم صاحب 'شعبہ' کی اپنی انتہائی محبوب شریک حیات ممتاز الزامی بالعموم نام مل سے دوسری نوازدہ تھی۔ بدشگور اس کے لاکھوں اثر و رسوخ اور دہاد میں اس کے عمل و فعل کے بارے میں پہلے ہی حوالہ دے دیا گیا ہے۔ برہمن کے مطابق وہ مناسب اعضاء کی انتہائی حسین و جمیل خاتون تھی اور اپنے آپ کی بہت زیادہ جیتی تھی۔ اسے اپنی جیتی بچا پ بہت زیادہ اہم تھا۔ وہ اپنے والد کی سلامتی پر خصوصی توجہ دیتی تھی اور اس معاملہ میں اس قدر متلا تھی کہ کسی ایسے کھانے کو شہی و مسترخوں پر نہیں ملنے دیا جاتا تھا جسے اس کی آنکھوں کے سامنے تیار نہ کیا گیا ہو۔ اس نے اپنے والد کی خوش طبعی کو بالکل بدل دیا اور سلطنت کے انتہائی کھمبہ مسائل اس کے درپے حل ہوتے تھے۔ اس نے شہی خزانے سے بہت بڑے بڑے دھاناک حاصل کئے اور بن امرہ سے غایت قیمتی تحائف وصول کئے 'جن کے معاملات اس کے سپرد تھے' یوں اس نے بہت زیادہ دولت جمع کر لی تھی۔ اس نے اپنے بھائی دارا کی حمایت کی اور دہاد میں اس کے معاملات کی راہ ہموار کی 'جبکہ اس کی بھولی بہن روشن آراء نے اور شہنشاہ کی جماعت کا ساتھ دیا۔ برہمن کے مطابق دارا نے جہاں آراء کی شکل میں ایک قیمتی حاتی پار اس سے وعدہ کیا کہ تخت نشین ہونے پر وہ اسے شادی کرے گی اجازت دے دے گا۔

سیراج کتا ہے "یہ وعدہ اس لئے نکل کر ہے 'کیونکہ ہندوستان میں کسی شہزادی کی شادی شہنشاہ ہی ہو کرتی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی شخص کو شہی گھرانے کی شہزادی سے شادی کے شہنشاہ نہیں سمجھا جاتا تھا نیز اس بہت کاغذ بھی عیسویں کیا جاتا تھا کہ وہ سکا ہے شہر طاعت در ہو کر تخت و تاج کی خواہش کرنے لگے۔"

روشن آراء اپنی بڑی بہن کے مقابلہ میں کم خوبصورت تھی اور بڑے سخی و اہانت کے معاملہ میں بھی زیادہ قلیل ذکر نہیں تھی۔ اس کے باوجود وہ مزاج کی تیز و چست و چالاک اور سکری میں کسی طرح کم نہیں تھی۔ وہ جاسوس کے ذریعے دہاد میں ہونے والی کارروائیوں کی خبر اور شہنشاہ کو پہنچاتی رہتی 'جو اس قدر اہم اور قیمتی تھیں کہ اس نے نہ صرف چالاک شہزادے کو اطلاع کے مطابق 'انہ میں اپنے آپ کے پیچھے ہونے پر ہندے سے بچ نکلنے میں کامیاب

کر لیا بلکہ عقلی طور پر تخت تک اس کے راستے کو بھی ہموار کیا۔

آگرہ سے ۹ میل مشرق کی جانب ساگرہ کی لڑائی کا نتیجہ 'لورنگزیب اور مراد بخش کی مشترکہ افواج کے ہاتھوں دارا شکوہ کی شکست پر ہول اور غریب نے عدم دلچسپی کے بغیر بھی بدشاہت کے لئے اپنے منصوبوں کو پیشہ رکھ کر یہ کہتے ہوئے مراد کو فریب دیا۔ "میں خدا کے در کا فقیر ہوں۔ ایک فقیر کی طرح رہتا ہوں اور میری تمنا ایک فقیر کی طرح مرنے کی ہے۔ سلطنت اور ملک مراد کا ہے۔" اس نے طویل بیڑہ غل کی طرف مڑتے ہوئے کہا کہ صرف مراد بخش اکیلا ہی نجات پانے کے لئے مطالبہ ہے اور یہ کہ اس کی مہارت اور بھاری کے ہاتھ دارا پر طبع حاصل ہوئی، وہ صرف اس کے جانب کے طور پر فرائض ادا کر رہا ہے۔ طبع سے عین باہر مرد بد اور غریب اور مراد آگرہ کے دروازہ کے سامنے نمودار ہوئے اور گل سے تقریباً ایک لڑکے کے ہنسنے پر ایک بیڑہ میں طیسرے دن ہو گئے۔ تب لورنگزیب کے ایک ہاتھ خواجہ سرا کو بوزے بدشاہ کے پاس روانہ کیا گیا جس نے اپنے آقا کی جانب سے بدشاہ کو سلام پیش کیا اور بیٹے کی جانب سے اپنے قاتل احرام والدین کے لئے لاصحدو احرام اور محبت کی یقین دہانی کرائی۔ علیہ واقعات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا گیا۔ جیسے دارا کے منوں منصوبوں سے منسوب کیا گیا تھا اور اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کہ شہزادے 'بدشاہ کے احکامات حاصل کرنے اور ان پر عمل درآمد کے لئے آگرہ آئے ہیں۔

شاہجہاں نے جھوٹ سوت اپنے بیٹے کے رویے کے لئے اپنی غیر مشروط منظوری کا اظہار کر دیا اور اپنے ایک قاتل احمد خواجہ سرا کو روانہ کیا جس نے اپنے آقا کی طرف سے لورنگزیب کو بتایا کہ بدشاہ کو دارا کے غیر مناسب رویے اور غالیات کا کس قدر احساس ہے اور شہزادے نے جس محبت اور اطاعت کے ساتھ یاد دہانی کرائی ہے، وہ اس کا احترام کرتا ہے۔ بلاغاً اسے اپنے مشعل والد کے پاس حاضر ہونے کی دعوت دی گئی، تاکہ معاملات کی 'مستند صورت و فصل کے بارے میں انتظامات کئے جاسکیں۔ شاہجہاں نے چالاک اور فریب کے ذریعے اور تنگ ذہب کو بچانے کی کوشش کی مگر اسے اس بات کا احساس نہ ہوا کہ اس کا فرض شناس بیٹا ان دونوں معاملات میں قہام آدمیوں سے سبقت لے جا چکا ہے 'اور غریب کو اس کی بہن و دشمن آراء نے قلعہ میں طاقتور اور قوی وکیل نامزدی صورتوں کی ایک بہت بڑی تعداد سے آگاہ کر دیا تھا جو حرم سرا میں خاتون محفلوں کے فرائض سرانجام دیتی تھیں۔ یہی جیسے ہی وہ محل میں داخل ہو گا تو وہ ہتھیاروں کے ساتھ اس پر چڑھ دوڑیں گی۔

وہ ابھی طرح جاتا تھا کہ حکیم صاحب 'بدشاہ کو دن یا رات میں کس وقت بھی اکٹھا نہیں

چھوڑتی اور وہ مکمل طور پر اس کے زیر اثر ہے۔ مدفن آراء کی مہیا کردہ معلومات کے ذریعے وہ
 ابھی طرح اس بات سے واقف تھا کہ جہاں آراء کو دہرا سے کسی قدر دہشتگی ہے۔ اس نے اسے
 مطلع کیا کہ دہرا کی شکست کے بعد بادشاہ نے ظالمی سہوں سے لہے ہوئے دہشتگی اسے
 بھرائے اس طرح اس نے نئی فوج جمع کرنے اور جنگ کو طویل دینے کے لئے اسے درائع فراہم
 کر دیے۔ اس نے بوڑھے بادشاہ کے قول و قرار کے غلوں پر بہت زیادہ شک کا اظہار کیا تاہم
 اس نے اس کے سامنے اپنے دہی کو میں کرنا مناسب خیال کیا۔ شہزادے نے خود پر اپنے والد
 کی سوتیلیوں کی ہرش کا شکیہ لیا اور کیا مگر عہد کی چاروں طرف کے اندر داخل ہونے کی جرات نہیں
 کی۔ حالانکہ اس نے بادشاہ کے بلوے کی قبیل کرنے کا دن مقررہ کر دیا تھا مگر وہ روز بروز اپنی
 حاضری کو ہٹا رہا۔ کئی روز تک معلومات اسی طرح چلتے رہے مگر آخر کار اور تجزیہ کے بیٹے
 سلطان محمود کی طبیعت قدری طور صدمت سے بوڑھے شیر کو ہجرت میں بند کر دیا۔ یہ چلاک
 لوہوں جس نے گل کے قریب و جوار میں پہلے ہی بہت بڑی قدر لوہی مسخ اور لوہی صلیت کر دیے
 تھے۔ بادشاہ کے لئے ایک پیغام لے جانے کا بہتہ کر کے اس میں داخل ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد
 مسخ سپاہی اندر داخل ہوئے اور محفلوں پر (جو کسی تسلیم کے لئے تیار نہیں تھے) انہماک عہد
 کر کے انہیں نکال دیا۔ ہر ایک پس شہزادے نے چند منٹوں میں قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ برتاؤ لکھا ہے کہ
 اگر کسی شخص کو جیراگی ہوئی تھی تو وہ شہزادے کے لئے چند منٹوں میں قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ برتاؤ لکھا ہے کہ
 چند تیار کیا تھا وہ خود اس کا شکار ہو گیا ہے اور وہ خود ایک قیدی بن گیا ہے۔ بوڑھے بادشاہ نے
 بے سودی اپنے ہوتے کو ایک پیغام رسائی بھیج کر انہماک کر دیا اور اسے اور اپنے نزع اور
 قرآن پاک پر قسم کھا کر اسے نہیں دیا کہ اگر وہ دھوا رہے تو اسے بادشاہ حلیم کر دیا جائے گا۔
 لوہوں شہزادے نے اپنے والد کے لئے فرض نہایتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی دلکشی کی پروا
 نہیں کی اور بادشاہ کے کہوں میں داخل ہوئے۔ انکار کر دیا۔ اس نے بادشاہ سے قلعہ کے ہر
 دروازہ کی چابی کا قصداً کیا تاکہ اور تجزیہ "بادشاہ کی قدم بوی" کے لئے سکون قلب کے ساتھ
 آئے۔ بوڑھے بادشاہ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کے اپنے نوٹی اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں وہ
 روز کے بعد بدل خواست چھیاں حوالے کر دیں۔ اور تجزیہ نے اپنے قاتل بھروسہ طوح سرا
 اظہار غل کر قلعہ کا حاکم مقرر کیا اور شہزادے و بیگم صاحب کو قید سخت میں ڈال دیا۔ قلعہ کے
 متعدد دروازوں میں دہاں دی جن دی گئیں اور بادشاہ اور اس کے دوستوں کے درمیان آمد و رفت
 کو سڑ طور پر روک دیا گیا۔ اس کی قید اس قدر سخت تھی کہ بادشاہ کو حاکم کی اجازت کے بغیر اپنا
 کچا چھوڑنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔

جب دارا شکوہ اپنے مخالف ہائی اور عجز و غرور کے ہاتھوں ایک بے درد و دغا کار قیدی بن گیا تو اپنے ہائی کے لئے روشن آراء کی گہری عداوت کی آگ بڑی طرح بھڑک اٹھی۔ جب اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے آگیا کہ دارا کو قلعہ گوالیار میں قید کرنے کے لئے وہاں روانہ کر دیا جائے تو دلی میں علماء کا دوسرا اجلاس بلا دیا گیا تو روشن آراء نے اصل منصوبہ کے مطابق 'یا بغیر کسی تاخیر کے عمل درآمد کے لئے' سخت ترین سزا تجویز کرنے کے سلسلہ میں 'دانشمند غلی'، 'غلیل اللہ غلی' اور شاکستہ غلی سے ملاقات کر کے اس کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار کیا۔ آخر کار اس پر عمل درآمد کر دیا گیا۔

ہندوستان کے تخت پر اور عجز و غرور کے خود کو محکم کرنے کے بعد اس کی سن روشن آراء بیگم کو دہی حقوق اور اعتبارات حاصل ہو گئے۔ جیسے شاہجہان کے دور میں اس کی بیوی بن جی آراء کو حاصل تھے۔ اس نے اپنے والد کے دور میں اور عجز و غرور کے لئے بہت سخت محنت کی تھی اور اصل میں اسی کی مدد سے وہ تخت نشین ہوا تھا۔ اب وہ حرم سرا کی مالک بن گئی تھی۔ شاہجہان کے دور میں اپنی بیوی بن کی طرح اسے وسیع و عریض مملکت رکھنے اور سرکار سے بہت پیارے پیسے و عطا کف حاصل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے خدام و حشم اور ساز و سامان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اسے پہلے درجہ کی ایک جگہ کے تمام حقوق حاصل تھے۔ اس کے اختیار نے دلی عہد شاہ عالم کی والدہ، ایک راجپوت شہزادی، سلطانہ اول کے اثر و رسوخ کو ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ سیاح برہان نے روشن آراء کے شاہانہ جلوس کے بارے میں ایک طعنے لگایا ہے کہ "وہ ایک سنہری پاکی میں انتہائی شان و شوکت کے ساتھ باہر آتی، جو علف رنگوں کی شاندار رہنمائی چلیوں سے آراستہ ہوتی تھی، اس کے اوپر گہرے کبود کاری سے مزین سنبھل اور قیمتی پھندے لگے ہوتے تھے۔ سامنے سے کھلی اس شاندار پاکی کو وہ خوبصورت اونٹوں یا دو چھوٹے ہاتھیوں کے درمیان پاندھا ہوا ہوتا تھا۔ پاکی کے سامنے مرد لباس میں لباس ایک لونڈوں کیلئے ہاتھ میں سوار کے پردہ کی چھتری پکڑے چل رہی ہوتی، جس کی مدد سے وہ شہزادی پر سے کھینک لیا کرتی"۔ ہاتھیوں پر شہزادی کے سفر کے بارے میں برہان بیان کرتا ہے: "اپنے ذہن کو آخری حد تک دوڑا ہے، مگر آپ کو ایک بھاری بھر کم ہاتھی پر سونے اور لالہ و زرد سے جگمگاتے پردہ میں چلی روشن آراء بیگم اور اس کے پیچھے اس کے گھرانے سے واپس خواہش سے بھرے ہوئے تقریباً اپنے جیسے شاندار ہونٹوں سے مزین دیگر پانچ یا چھ ہاتھیوں کے قطار سے روانہ عظیم لشکر اور جاذب نظر منظر کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ شہزادی کا ہاتھی مسخ خنوں، مٹھنوں، ناکری اور کھیری، شیرازوں کے دست میں گھڑا ہوا تھا، جس نے شاندار لمبوسات نصب تن کئے ہوتے تھے

لور وہ ظاہر و زہد سے آراستہ گھوڑوں پہ سوار ہوتی تھیں۔ شہزادی لورین کے درمیان
 قیمتی لباس میں بیوس میر خوجہ سرائگھوڑوں پہ سوار ہوتے تھے۔ اس کے بعد بیوی چھڑوں کے
 ساتھ ہر کارے لور خدمت آتے۔ بیسوں نے اپنے ہاتھوں میں شیشی ٹکائٹ اٹھائے ہوتے تھے اور
 ٹکے کے سامنے سڑک کے دائیں لور بائیں جانب کھلی لپے دست پہ سفر کرتے۔ دربار کی اہم
 خاتون 'شہزادی کی طرح لور اسی انداز میں خدمتگاہوں کے جلو میں اچھی پہ سوار ہوتی' سلاو
 سلطان کے لحاظ سے اس کا رتبہ روشن آراء کے بعد کاہنہ آقا تھا۔ اس کے بعد تیسری لور چھٹی
 خاتون لور اسی طرح خواجہاں کے ساتھ چہرہ بارسولہ اچھی گذرتے۔ ہر ایک کا اپنے رتبہ لور منصب
 کے مطابق ملتا ہوا تھا۔ ساتھ ساتھ یا اس سے زائد اچھی شہزادہ لور درق ہتی و لائقہ لور خلوصوں
 کے ساتھ گذرتے۔ ہر کے مطابق یہ نگاہ اس قدر عظیم الشان لور جذبہ نظر ہوا تھا کہ اگر
 اس نے اس شاندار مظاہرے کو حقیقت غیر جہد لوری کے ساتھ پہر کھا ہوا تو وہ بھی ان تجلیات
 کا شکار ہو جاتا جو کہ زبان تر ہندوستانی شاعروں کے دہانوں میں آتے ہیں۔ جب وہ ہاتھوں کے
 بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ بہت سی دیویوں کو نظرد سے چھپا کر لے جا رہے ہیں۔

سال 1664ء میں لور تخریب کی صحت بری طرح متاثر ہو گئی۔ اس کی نگاہت بڑھتی چلی گئی
 جس نے اسے کئی گھنٹیں تک مدوش کئے رکھ دیوٹن آراء کے پاس اس کے کمرے کا تمام
 انتظام تھا جس پہ گواہوں اور کلاموں سے مسخ آنکری عورتوں کا پہا تھا۔ بادشاہ کی صحت کے
 بارے میں دشمنی سخت رازداری رہتی تھی۔ حتیٰ کہ حرم سرا کی عورتوں کو بھی اس بات کا پتہ نہیں
 تھا کہ کیا بادشاہ زندہ ہے یا فوت ہو چکا ہے۔ اس وقت جب بادشاہ کی زندگی خطرے میں تھی تو
 دیوٹن آراء نے بادشاہ کے انتقال کی صورت میں خود سرفرازی کے منصوبوں کے بارے میں
 سوچنا شروع کر دیا۔ اس نے بادشاہ کی باہلی راہبوت بیوی سے اس کے سب سے بڑے بیٹے شاہ
 عالم کو (جس کی عمر اس وقت 19 برس تھی) قلعہ حرا کرتے ہوئے اس کی جگہ سلطان سلطان
 سے اپنے بھائی اعظم شاہ (جس کی عمر اس وقت چھ سال تھی) کو تخت پہ بٹھانے کا
 فیصلہ کر لیا۔ اس نے بادشاہ کے ہاتھ سے مہر لائی انکو بھی اندلے کی خبر کرنی اور اعظم شاہ کے
 حق میں مختلف راہبوں 'صوبیداروں اور مائکوں کو اس کی سر کے تخت خطوط جاری کر دیے۔
 اس کی حکمت عملی میں اپنے تبلیغ بھائی کی طویل کسی کے دوران بطور کا مقام فراغت
 سرانجام بنا اور بعد میں جاتو وارث کو بے دخل کر کے تخت و تاج کو اپنے لئے حاصل کرنا شامل
 تھا جو کچھ ہو رہا تھا اس بارے میں حرم سرا کی خواجہاں کو شک گذر۔ سلطان لول نے دروازوں
 کی خاتون کھنکوں کو زبردست رشوت پیش کی تو انہوں نے اسے چار بادشاہ کے کہہ میں جلنے

کی اجازت دے دی۔ راجپوت سلطان نے دیکھا کہ اس کا خلود ہے ہوئی چڑا ہے اور اسے پھانسلے کے قاتل نہیں۔ دریں اثناء 'دوشن آراء' نے یہ چار اہلقت کرنے والی سلطنت کو دیکھتے ہوئے اس بڑی طرح پیشا شروع کر دیا کہ اس کا چوراہی ہو گیا اس کے بعد اسے کہا پھولنے پر مجبور کر دیا گیا۔ (30)

یہ اور گریب کی جوانی کے دور کی بڑی راجپوت سلطنت کی زبردست ہے عزلی تھی کیونکہ حرم کی خاتون اور کی حیثیت سے اس کا بہت زیادہ اثر و رسوخ تھا وہ اس قدر ہے خوب ہو گئی تھی کہ محل میں اپنے بچوں کے سامنے وہاں جاتی تھی اس طرح اس کا خلود ہر ایک راجہ اہلقت سلطان سمجھ جاتا تھا اس نے بھی بھی اس کے لڑائی سلطنت میں مداخلت نہیں کی۔ اس نے شاہ عالم کو مطلع کر دیا کہ اس کی پھر بھی کے ہاتھوں وہ کس سلوک سے دوچار ہوئی ہے لہذا اس نے 'دوشن آراء' کے منصوبوں کو باطل بنانے کے لئے تہذیب اختیار کر لیں۔ اگرچہ میں اس بات کی تردید کی جاتی تھی کہ اور گریب القتل کر جسے اور شاہجہاں جو ابھی تک قید میں ہے وہ اپنے آئینہ نیراد کے تخت پر بٹل ہو جائے مگر اور گریب کی دہشت اس قدر زیادہ تھی کہ بدلت کی بھی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

اور گریب صحت یاب ہو گیا اور اس نے دہلی میں 'دہلیہ عام منعقد کیا۔ رعایا کے لوگ تہین محض کو بھی ایوان عام میں داخلے کی اجازت دی گئی اسے بادشاہ کو تخت پہ بیٹھ ہوا دیکھ کر لوگوں کی خوشیوں اور اطمینان کی کوئی حد نہ رہی۔ اس نے اپنی بہن سے اپنی آئینہ مرولی انگوٹھی کے ہارے میں دریافت کیا مگر وہ اس کی وضاحت سے مطمئن نہیں ہوئے وہ حرم سرا میں بہت بدنام ہو گئی تھی اور خواتین و زوجہ سراؤں نے اس کی سازشوں اور منصوبوں کے بارے میں ہر قسم کی کہانیوں سے اور گریب کے بھن بھر دیتے تھے۔ 'دوشن آراء' کی طرف سے اپنی ملکہ اول کی بے عزتی پہ بادشاہ آگ بگورہ ہو گیا۔ سلطان کو قتل دینے کے لئے اس نے اسے لے خطابات اور امراوات سے سرسرا دیا اور انتہائی دیگر گونا گونا حالات کے تحت اس کے ممبر و قتل کی بہت زیادہ ترغیب کی۔ 'دوشن آراء' نے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے محل کو چھوڑنے اور فرار میں رہنے کے لئے اپنی خواہش کی اطلاع بھجوائی۔ مگر اس کی درخواست کو توں کرنے سے اس مانا نہ ہوا کہ دیکھا کہ وہ بادشاہ کی کسم پٹنیوں کی تعلیم و تربیت کی گزرائی کرتی تھی۔

دریں اثناء 'بادشاہ' کی اپنی ساتھیوں اور ہو گئی تھیں اس بن کے نور من کی پھر بھی 'دوشن آراء' کے درمیان جذبہ رقابت پیدا ہو گیا تھا۔ کیشن کے مطابق سب سے بڑی بیٹی زینب احمدہ ایک انتہائی لوبہ العزم شہزادی تھی۔ کسی وہ اپنی پھر بھی کی دلیرانہ جس حصہ دار بن

کر اس کے لئے ایک حقیقی ساجھی جھبٹ ہوئی تھی، مگر اب وہ اس سے لڑائی جھگڑائی تھی اور اسے
 بڑے سے اکھاڑ دیا جاتی تھی۔ اس نے اپنے باپ کو اپنی پھر بھی کی بے تھکگیوں کے بارے میں
 معطلت فراہم کر دیں۔ روشن آراء جلد ہی مقرر عام سے غائب ہو گئی۔ کہا جاتا ہے اسے زہر
 دے کر راستے سے ہٹا دیا گیا۔ یہ سب کچھ بادشاہ کی کشمیر روانگی سے قبل ہوا۔

نائب قضاہ بیگم (اپنے شاعرانہ نام تھی) سے لڑاؤ مشہور ہے اب حرم سرا میں اپنی پھر بھی
 کی جگہ حاصل کر لی تھی۔ وہ ۹ فروری ۱۸۳۹ء کو ایک سلسلے ملک کے مہن سے پیدا ہوئی۔ بادشاہ
 نے اس کی تعلیم و تربیت پر دانی توجہ صرف کی۔ لڑاؤ جلد ہی ایک عالم فاضل اور پاکش خلقوں
 بن گئی۔ کسی عی میں اس نے قربتیں پاک حفظ کر لیا، اس مبارک کام کے لئے بادشاہ نے اسے
 30 000 خطائی سونوں کے خیموں سے نوازا۔ وہ مہلی اور قادی میں پوری دسترس رکھتی تھی اور
 مختلف انداز کے خطوط، "شما" (تسلطی (31) شیخ (32) اور فکلت (33) میں صارت رکھتی تھی اور
 بحرین نژاد شاعری لکھتی تھی۔ وہ چند کتابوں کی مصنف بھی تھی۔ اس کا کتب خانہ بہت وسیع
 تھا، جو مذہبی اور لسانی موضوعات کی کئی برادر کتابوں پر مشتمل تھا۔ اس نے عالم فاضل حضرت
 شعراء "موجوں" پر نیز مگر انھیں اور خطاطی میں باہر افرار کے ایک بہت بڑے عمل کو لازم رکھا
 ہوا تھا۔ مہلی الدین عرض بتی اس کے علم سے کشمیر میں ٹھہری اور اس نے تفسیر کبیر کا ترجمہ
 لکھا، جو اس کے نام کی نسبت سے نائب القاضی لکھاتا ہے۔ دیگر متعدد مجموعہ جات اور اصلی
 تصانیف اس کے لئے وقف تھیں۔ نائب قضاہ کو دربار میں اور اپنے باپ پر جو اختیار حاصل تھا
 وہ جانا پہچانا تھا۔ اسے مہلی اور قادی میں مکمل دسترس حاصل تھی، اس بناء پر "اپنی دانشمندی اور
 سوجھ بوجھ کے درپے اسے مکمل طور پر دربار کی سیاست پر اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ منجی کے
 مطابق "اس کی منظوں کے فراہم داک طبع پر شغل کی حالت تھی۔" نائب وہ (۱۸۶۸ء) چھٹیں برس
 کی ہو گئی تھی۔ بادشاہ ابھی تک کنوئیں سے بہت دور تھا۔ نائب قضاہ نے اسے صحت کی معزی
 کے لئے کشمیر کا سفر کرنے کا مشورہ دیا، اس کے حسبوں نے بھی اس جگہ کی تبدیلی کی سفارشی کی
 تھی۔ شہزادی نے خود سررازی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس معاملہ پر دور دیا۔ وہ دیا کو دربار میں
 اپنی برتری دکھانے کے لئے بے چین تھی اور اپنی برتری پر اپنی پھر بھی کی طرح دھوم دھام میں
 اور ہر گھنہ ساز و سلطان کے ساتھ دکھلا کرنے کی خواہش تھی۔ جب تک آگہ میں اور نگرہب کا
 باپ زندہ تھا وہ کشمیر روانہ ہونے میں نہیں دیکھتا۔ کام لے دیا تھا۔ وہ سری طرف اس بات کا
 خلاف تھا کہ آنے والی گریوں کی تہی اس کی صحت کے لئے مضر ہو سکتی تھی، اس طرح اس کی
 بیماری کے حود کرتے کا راز بھی تھا۔ چنانچہ "دلی میں قیام جان کو خطوں میں لانا تھا" کشمیر کو روانگی

اپنی سلطنت کو غلاموں میں اٹنا تھا۔ پارکھی کے بارے میں غور کیا گیا۔ ہوشنگ نے اس موضوع پر اپنی بیٹی سے مشورہ کیا۔ زبیب احمد نے اپنے والد کے عدالت کو دہرایا اور اسے اس جرم کے ارتکاب سے روکا۔ پورا ہوشنگ اپنی عمر کے بچپن میں تھا چنانچہ اس نے اپنے باپ سے استدعا کی کہ اسے اپنی زندگی کے چند ایام سکون سے گزارنے دے۔

زبیب احمد کی طبیعت کے باوجود اور گریب چ پارکھی کے ارتکاب کا زہد سے شک و شبہ کیا جاتا ہے۔ ایک یورپی طبیب (جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا) کو پورا ہوشنگ کے علاج کے لئے بلوایا گیا لیکن جلد ہی بعد میں اس کے انتقال کا اعلان کر دیا گیا۔ زبیب احمد نے اس موقع پر اپنے والد کو مبارکباد دی۔

اور گریب نے سب پر سکون و امن کے ساتھ دہلی سے کشمیر روانگی کے لئے مبارک گزری معلوم کرنے کی خاطر اپنے غریبوں سے مشورہ کیا۔ چنانچہ جب وقت مقرر کر لیا گیا تو ہوشنگ 6 دسمبر کو سر پرتھوی بھائی شہر سے روانہ ہوئے۔ ہنگر کے مطابق "اس وقت اس کے ساتھ 35000 سوار (جو ہر وقت اس کے محافظ کے ہمراہ ہوتے تھے) اور 70 بھاری توپوں (جن میں زیادہ تر بھٹی کی تھیں) کے علاوہ 10000 سپاہی تھے۔ اس کی بیٹی زبیب احمد پوری شہنشاہی کے ساتھ اس کے ہمراہ تھی۔ اس کا انتقال 1113 بھری (1701ء) میں ڈا اپنے والد کے انتقال سے چھ برس قبل ہوا۔"

اسٹون سنوں کے مطابق "آگرہ اور مستر کے گرد و نواح میں کچھ جاہلوں نے اور گریب کے دور کے آخری حصہ کے دوران زہد سے اتاری پھیلا دی۔ شہنشاہی کے ایک شہنشاہ کی قیادت میں ان کے خلاف ایک عظیم فوج روانہ کی گئی اور گریب کو قتل کر دیا گیا۔"

اور گریب 1707ء میں انتقال کر گیا اس کے دور کی اہم عمارت میں 'قلعہ میں ایوان عام (جس کی تعمیر 1684ء دی گئی ہے) اور اس کی طرف سے تین محل میں ممتاز محل اور شہنشاہی کے عمارت کے گرد سب سرسبز و سرسبز ہیں ہے' جو اس کی طرف سے اپنے والدین کے لئے آخری خراج عقیدت کی گئی ہے۔ اور گریب کے انتقال پر جب اس کے سب سے بڑے بیٹے شہنشاہ عظیم نور اس کے بھائی شہنشاہ عظیم کے ہمراہ بادشاہت کے لئے جدوجہد شروع ہوئی تو سب سے زیادہ گریب کا مقام آگرہ قلعہ میں بھائیوں نے اپنا اپنا دعویٰ کرنے کی خاطر اس کے مصلحت میں بہت بڑی افواج جمع کر دیں۔ عظیم کی افواج آگرہ کے نزدیک جمع ہوئیں۔ جہاں سردار پوراس اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ عظیم شہنشاہ ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ دکن سے

روانہ ہوا۔ اگرہ کے جنوب میں کچھ فاصلے پر ایک غریزہ جنگ لڑی گئی، جس میں عظیم شاہ اپنے دو لاکھ ان بیڑوں کے ہمراہ مارا گیا اور اس کے سب سے چھوٹے بیٹے کو (جو اس وقت کسین تھا) قیدی بنا لیا گیا۔ حاکم اگرہ مختیار خاں، جس نے اپنے سر عظیم شاہ کا ساتھ دیا تھا، کو قیدی بنا لیا گیا۔ عظیم نے شاہ عالم بہادر شاہ کے نام کے تحت اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ مئی (34) میں ایک سپہ سالار اقامت گاہ کی تعمیر سے اس طرح کی یاد منائی گئی۔

بہادر شاہ کے انتقال پر معمول کے مطابق اس کے بیڑوں کے درمیان بادشاہت کے لئے مکمل شروع ہو گئی۔ مرحوم بادشاہ کے دو سرے بیٹے عظیم الشان کو سب سے بڑے بیٹے جہاندار شاہ نے شکست دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا اس نے تخت نشین ہونے پر لاکھ لاکھوں کو پتا وزیر مقرر کیا، جس نے فتح حاصل کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا تھا۔

عظیم الشان کا بیٹا فرخ سیر جو بہادر شاہ کے انتقال کے وقت بنگال میں تھا، نے اپنے چچا سے جنگ کرنے کی خاطر الہ آباد میں ایک فوج جمع کر دی۔ اس منصوبہ میں اس کے والد کے ایک پرانے ساتھی حاکم بہادر سید حسین علی اور اس کے بھائی حاکم الہ آباد سید عبدالقدوس نے اس کی مدد کی۔ ایک بار پھر علی کا واسطی علاقہ بادشاہت کے لئے ایک عظیم لڑائی کا میدان بن گیا۔ فرخ سیر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ آگے بڑھا اور شر کے قریب جہاندار شاہ اور اس کا وزیر لاکھ لاکھوں 70,000 ہواؤں کی ایک فوج کے ساتھ اس سے آگے بڑھے۔ جنگ میں زبردست مقابلہ ہوا اور جہاندار شاہ کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا گیا۔ مفتوح بادشاہ بھیس بدل کر دہلی کی طرف بھاگا، مگر اسے اس کے وزیر کے ہمراہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جنگ کا مقام کچ بہادی ہے، جس کی نشاندہی اگرہ کے قریب دہلی کی طرف جانے والی شاہراہ پر 'کچ پوری' سے کی گئی ہے۔ (35)

فرخ سیر ابھی تک میدان جنگ میں تھا کہ اس نے یکدم بادشاہت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ 'نیم جولائی 1711ء کو آخر کے وقت وہ تخت نشین ہوا اور دربار عام منعقد کیا۔ (36)

ایک طاقتور زمیندار چورامن جٹ، جو اگرہ کے مضائقہ میں آہوا تھا، ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا، جسے گزشتہ بادشاہوں کے دور میں اہمیت حاصل ہوئی تھی۔ اس خاندان کو اس قدر عروج حاصل ہو گیا تھا کہ چورامن کے آہوا و اہداد کے رتبہ کی سزا دینے کے لئے شہنشاہ فرخ کو روانہ کرنا ضروری ہو گیا۔ چورامن دوبارہ سرکش ہو گیا، تو بادشاہ نے ستمبر 1717ء میں سچے پور کے راجہ جے سنگھ سیوانی کو اسے سزا دینے کے لئے مقرر کیا۔ اس موقع پر بادشاہ نے راجہ کو ایک

ہاتھی 'جواہر لٹ' کا ایک جوڑا اور کئی لاکھ روپے دینے اور اسے ایک اعلیٰ فوجی منصب پر فائز کر دیا۔ وزیر سید عبدالغنی کے بھائی سید بخش بھی کو بھی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ راجہ کی مدد کے لئے بھیجا گیا۔ پورے ایک سال تک جنوں کے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا گیا۔ آخر کار سرکل سپرنٹنڈنٹ نے وزیر عبدالغنی کے ذریعے ملاقات پیش کر دی اور بادشاہ کو اپنی ذاتی ملاقات پیش کرنے کے لئے دہلی روانہ ہوا۔

فرخ سیر عام طور پر آگرہ کے محل میں رہائش رکھتا تھا۔ اسے معزوں کر کے ۱۷۱۹ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اس کے بعد سید بھائیوں کے مقرروں کو برائے نام بادشاہ 'ربیع' اور جہات اور ربیع الدولہ اس کے جانشین بنے۔ ان میں سے ہر ایک نے چند ماہ حکومت کی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ سو فرزند کر کے وزیر حکومت میں 'اس مقام کے حاکم اور افسروں کے علاوہ' قلعہ کے باقی دستوں کی دھماکا فوج نے اور غریب کے سب سے بھونے بنے شہزاد اکبر کے بننے نیکو سیرا میں کی سن کی شادی ربیع القدر یا ربیع الدولہ سے ہوئی تھی) کو قلعہ آگرہ کے قلعہ خانہ سے باہر نکلا اور اس کی بدشامت کا اعلان کر دیا۔ توہنوں کی سلائی سے اس کی تخت نشینی کا اعلان کیا گیا اور اس کے ہم کے ملائی وغیرہ کے معزوں پر کرائے گئے (37) آگرہ شہر کے باشندوں نے بھی شہزاد کی حمایت کی 'انہوں نے سلطنت کی جڑوں کو ہلا دینے والی آوازوں کو دیکھتے ہوئے غرضی اسکی حمایت اختیار کر لی۔ سید بھائی 'جو فرخ سیر کے دلال کا باعث بنے تھے اور جنہیں لب بادشاہ گرد کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا تھا' جب دہلی کے دربار میں نیکو سیر کی تخت نشینی کی خبر پہنچی تو انہیں بہت زیادہ تشویش ہوئی۔

امیر کامران سید حسین علی خان نے حیدر علی خان کو ایک فوج کے ساتھ جنگی طور پر آگرہ کے خلاف روانہ کر دیا اور وہ خود تقریباً 25,000 سواروں کی ایک فوج کے سرور 7 شعبوں کو اس شہر کی طرف بڑھا۔ اس وقت راجہ دھیرج بے سنگھ 10,000 سواروں کی ایک فوج کے ساتھ اور راجہ بھید رام نیکو سیر کے ساتھ مل گئے۔ شعبوں کے اختتام پر قطب الملک سید عبدالغنی 'کسمن بادشاہ ربیع الدولہ کو پہنچے ہر لے کر صدر عہدہ بیت سنگھ' دیگر امراء اور 30,000 سے زائد سواروں کی ایک فوج کے ساتھ 'دہلی سے آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ قلعہ آگرہ کا محاصرہ کر لیا گیا' سورجہ بندی کی گئی اور توہین نصب کر دی گئیں۔ بھاری گولہ باری شروع کر دی گئی۔ چنانچہ قلعہ کے باہر اور اندر متعدد مشکلات پیدا ہو گئیں۔ محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا۔ آخر کار قلعہ میں اشیائے خورد و نوش کی قلت پیدا ہونا شروع ہو گئی تو محصوروں کو اختیارات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہتھیار بیچنے کی تجویز کو قبول کر لیا گیا اور انہیں زندگی و مومن کی سلاحتی کی چین دہلی کرا دی

مکی۔ پہلیاں حوالے کر دی گئیں۔ اس طرح قلعہ لاہور حاصل کر لیا گیا۔ نیکو سیر اور اس کے اہم ساتھیوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ اس بدعوت کے ہائی حرمین نے شجر سے خودکشی کر لی۔

قلعہ پر قبضہ کے بعد امیر کامرانہ حسین علی خاں نے اس میں داخل ہو کر ان قہم خزانوں، ہواہرات، نور جہتی اشیاء پر قبضہ کر لیا جنہیں نہیں نہیں صدیوں سے وہاں جمع کیا گیا تھا اور جنہیں سکندر قدوسی کے دور سے کچے ہو کر دیگر بادشاہوں نے اکٹھا کیا تھا۔ وہاں پہ نور جہاں بیگم اور مستور محل کے اٹاٹے بھی موجود تھے۔ مختلف اطلاعات کے مطابق جن کی ہدایت وہ سے تھیں کوڑا روپے تک تھی۔ خاص طور پر وہاں بچے موتیوں کی ایک چادر بھی تھی جسے شاہجہان نے مستور محل کے حراز کو ڈھانچنے کے لئے ہولنا تھا اسے بری کے موقع پر بعد کی رات کو اس پر بچھایا جاتا تھا اس کی ہدایت مکی لاکھ روپے تھی۔ وہاں پہ نور جہاں کا آئینہ اور بچے موتیوں اور سنہری کام کی کشیدہ کاری سے مزین اور قیمتی باتوں اور زمردوں کے حاشیہ سے آراستہ اس کا نگینہ بھی تھا۔ (38) بڑے بھائی عبداللہ خاں نے اس محل قیمت سے کچھ حاصل نہیں کیا تھی کہ پہاں، ماہر اسے کینہ پوری کے باعث انیس لاکھ روپے دیئے گئے۔ ان کے خزانوں کے بارے میں بھائیوں کے ہمیں جھگڑے کا تصنیف حسین علی خاں کے دربار میں رتن چند کی مداخلت سے طے ہو گیا۔ (39)

رفیع اللہ کے انتقال پر سید بھائیوں نے بلوڑ شاہ کے ایک بیٹے بہت اختر المعروف جلی شاہ کے بیٹے روشن اختر کو تخت پر بٹھایا۔ نور جلی شہزادہ اس وقت احمد برہ کی عمر کا تھا اور اپنے چچا جہاد شاہ کی تخت نشینی کے وقت سے 'دلی کے قلعہ سلیم گڑھ میں گناہ کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ تخت نشینی کی رسم طے پور میں لوائی گئی۔ نئے بادشاہ نے ہوا علی ناصر الدین محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ اپنے تخت کو اگر منتقل کر دیا گیا جلی بادشاہ وہ برس تک رہا۔ جلد ہی بادشاہ اور سید بھائیوں کے درمیان بدگلی پیدا ہو گئی۔ جن مسیح خاں عرف آصف چاہ (اس کی اولاد دکن کے حکمرانوں کے طور پر مشہور ہے) جو نور گرباب کے تحت دربار میں پردوں چڑھا تھا نے سید بھائیوں کی چادر منی کا پورا اندر کر دکن میں خود بخود کی کا اعلان کر دیا۔ سب وہ بہادر کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ سید بھائیوں نے بدلہ خواست اگر منتقل کر دیا۔ مگر دلاور علی خاں جو دربار کی فوج کی کمان کر رہا تھا اس کی زیر قیادت فوج کو شکست ہو گئی۔ اس شکست کی خبر اگر پہلی تو اس سے بادشاہ اور بھائیوں اس سے دہشت تمام لوگوں کو غلبہ طور پر مگر حقیقی اطمینان ہوا مگر اس سے دونوں بھائیوں کے لئے دہشت خوف و ہراس پیدا ہو گیا (40) تقریباً اسی وقت (اکتوبر 1720ء) ایک کرائے کے کمال سے حسین علی خاں کو قتل کر دیا گیا۔ زندہ باغ جانے والے بھائی عبداللہ

نے تیمور کے گھرانے کے شہزادوں میں سے ایک کو تخت پر بٹھانے کے لئے وہ اعلیٰ منصب کے امیروں کو دہلی روانہ کیا۔ چنانچہ 'ربیع الثانی' کے بیٹے اور بیلور شاہ کے پوتے شہزاد ابراہیم کو ابوالفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم کے نسب سے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ محمد اللہ خاں نے وہ روز کے بعد وہاں پہنچنے پر نئے بادشاہ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس نے اپنے نام سے نئے اعزازات اور عہدے عطا کئے اور اس کی مدد کے لئے فوج جمع کرنا شروع کر دی۔ جاہلوں کا راجہ چوراسن اور اس کے سرخون بھائی حسین علی خاں کے متعدد سپاہی (جنہوں نے بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا) اس کے ساتھ مل گئے۔ وہ سری طرب، محمد شاہ کو راجہ ہے، تھکے سیرانی کی طرف سے 4000 سواروں اور چند دیوبند سواروں کی فراہم کردہ افواج کی کمک پہنچی۔ آگرہ میں سلطنت کے دفاع کے لئے ایک فوج منظم کی گئی۔ وہ لوں فوجوں کی مدد بھیج کر اور دہلی کے درمیان ہوئی۔ محمد اللہ خاں کو شکست دے کر قیدی بنا لیا گیا۔ اس کی جان بخشی کر دی گئی، "تاہا" اس کے مقدس شہر سب کے باعث ایسا کیا گیا۔ اس فتح کے بعد محمد شاہ دہلی روانہ ہوا اور وہاں تخت پر بھی واپس بیٹھ گیا۔

مگر وہ بلا فتح کے بعد نصف جہد کو وزیر مقرر کیا گیا۔ مگر بعد میں جلد ہی بادشاہ اور اس کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا، یوں مظہیر بادشاہت میں تیزی سے زوال کی علامت ظاہر ہونے لگیں۔ سلطنت خلی المعروف جہاں الملک (جس کی اولاد میں سے بعد میں اورنگ زیب نے) کو اس کی اورنگ کی حکومت کے علاوہ آگرہ کا پہلا صوبیدار مقرر کیا گیا۔ اپنی سلطنت حکومت کو دیکھنے کی خواہش کے ساتھ وہ رائے پل کسٹنٹ محمد ایک قتل گھر کو آگرہ میں اپنے نائب کی حیثیت سے چھوڑ کر 722ء میں لکھنؤ روانہ ہوئے۔ اس نائب کا اصل نام جہاں زمیندار کے ساتھ ملکہ اختلاف تھا۔ ایک روز وہ تفریح کی خاطر ایک باغیچے میں سو کر قدم و دشمن کے ایک پر تکلف جہوں کے مرہبہ ہار گیا، اس وقت ایک ایک ہندو ہلا درخت پر بیٹھا اپنے موقع کی تلاش میں تھا، اس نے بڑی آسانی سے بے شمار ٹوکریں اور خلوں کے درمیان رائے پل کسٹنٹ پر اپنی بددع کا نشانک ہاندھا اور پہلی ہی گولی سے اسے ہلاک کر دیا۔ مجرم اپنا مقصد حاصل کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس لڑائی کی خبر دربار میں پہنچی تو جہوں کے دہشت گردانہ 'بچے ہار' کے راجہ بچے تھکے سیرانی کو آگرہ کا حاکم مقرر کر کے ان ہدایات کے ساتھ وہاں روانہ کیا گیا کہ وہ جب حاکم کے قتل کا بدلہ لے۔

راجہ بچے تھکے جہوں کے سوار چوراسن کے خلاف روانہ ہوا اور اس نے اس کے قلعہ ٹون کا محاصرہ کر لیا۔ فوری انتظام سے اس نے سوار کے غلی دشت وادیوں کے درمیان اختلاف پیدا کر کے اس کے پیچھے بدرنگہ کا تھکان حاصل کر لیا، جو قلعہ پر حملہ کے وقت اس سے آگے

ملک چوراسی کے بیٹے حکم سنگھ کا اپنے باپ کے ساتھ بھڑا ہو گیا اور اس نے بھرے دربار میں اسے گاہیں کل دیں۔ اس جج نے بڑے سردار کو اس قدر شرمنا کر دیا کہ اس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ حکم سنگھ نے راجہ بے سنگھ کی برتر طاقت اور صلاحیتوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، چنانچہ اس نے اسے آجملی سردار کی ذمہ داری پر مقرر کر دیا اور دربار سے اس تقرری کی توثیق کرائی۔ (41)

۱736ء میں ملہ رات ہو کر کی قیادت میں مہار گڑ سردار آگرہ تک گھس آئے ہوا تھے۔ اسی رات ہی ہلائی و شاہجہ کے بیٹے ہائی رات نے (جو پیشواؤں میں سب سے قتل تھا) جتا کے پار طاقت میں اپنا اور قسین اور لوٹ مار بپا کر دی۔ شتی جرنیلوں میں سے وہ قتل ترین جرنیلوں، خان دوراں اور قمر الدین خان نے ہائی رات کے خلاف پیش قدمی کی، جبکہ لودھ کے صوبیدار مسعود خان نے ملہ رات پر زبردست حملہ کیا، جس نے اسے مزاحمت چ مجبور کر دیا۔ اس کے بعد صوبیدار آگرہ کی طرف مڑا تو اس نے پوشہ کو ایک مہار آجملہ لکھا، جس میں اس مزاحمت کو بوجھ حاکم ایک زبردست فتح کے طور پر پیش کیا گیا۔

دلی میں بادشاہ نے موت مار کے بعد صوبوں کے حاکموں سے فرائض وصول کئے۔ چنانچہ آگرہ نے اپنا حصہ بھی پیش کیا۔ ۱748ء میں پوشہ عرشہ کے انتقال کے بعد جانوں کی طاقت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، لہذا اس کے بیٹے اور جانشین احمد شاہ کے دور میں مشہور زمانہ چوراسی کے بچے سورج مل نے اس قدر طاقت حاصل کر لی کہ اس نے لودھ کے صوبیدار مسعود خان کے بیٹے مسعود جنگ کی حقیقی معنوں میں مدد کی، جسے مددگاروں کے خلاف دوزیر مقرر کیا گیا تھا، انہیں گھمسان کی جنگ میں شکست دے کر ہلیہ کے زیریں پانوں کی طرف واپس کر دیا گیا۔ اس کے بعد، جلد ہی دوزیر مسعود جنگ اور پوشہ کے درمیان التلاف پیدا ہو گیا، جس نے آصف جہ کے پوتے قادی الدین کو سپہ سالار کے اہل منصب پر ترقی دے دی تھی۔ اس اقدام کا نتیجہ غلہ جنگی پر ہوا، مگر دوزیر نے صلح کرنے پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ پوشہ لب قادی الدین کے تکبر سے خطر ہو گیا اور اس نے اس کے خلاف سازش کی۔ مگر اسے معزول کر کے قیدی بنانے کے بعد بھارت سے محروم کر دیا گیا۔

بادشاہ (شاہ عالم اول) کے پوتے اور جہانگیر شاہ کے بیٹے عز الدین کی عاجز حالی کے قلب کے تحت پوشاہت کا اعلان کر دیا گیا اور قادی الدین کو اس کا دوزیر مقرر کیا گیا۔ اس انقلاب کے ذریعہ "بعد مسعود جنگ انتقال کر گیا۔ لہذا لودھ کی صوبیداری پر شجاع الدولہ اس کا جانشین

امیر شاہ درانی کے تیسرے حملے کے دوران اس قلعے نے دہلی کی طرف پیش قدمی کرنے کے بعد اپنے وزیر دلی خاں کی قیادت میں آگرہ لود متھرا کی طرف ایک مہم روانہ کی اور آگرہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت درانی بادشاہت کے ایک سرکردہ سوار جن خاں کو جاہلوں سے خراج وصول کرنے کے لئے روانہ کیا گیا اس نے جاہلوں کے ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ آگرہ کے محل حاکم فاضل خاں نے انتہائی دیرپی سے شہر کا دفاع کیا مگر گریوں کے سہم میں بہت زیادہ شہت پیدا ہو جانے کے باعث درانی فوج میں اس وقت واقع ہوا شروع ہو گئیں تو شاہ دلی خاں دہلیس جانے پر مجبور ہو گیا۔ حملہ آوروں نے متھرا شہر کے مضافات میں اچانک حملہ کر کے اپنے نقصان کی جبران کر لی۔ انہوں نے ایک مذہبی خزانہ پر اس میں لوٹ مار مچا دی اور بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ ان لوگوں کے بعد امیر شاہ ابدالی اپنی آپسی سلطنت کی طرف لوٹ گیا۔ (42)

امیر شاہ ابدالی اس ملک سے نکلنے پر ایک نکل اور صاحب کردار روہتہ امیر نجیب الدولہ کو شہنشاہی فوج کا سپہ سالار مقرر کر چکا تھا۔ اس چہرے نے غازی الدین کے حملے کی آگ کو بجھا دیا۔ اس نے حیدر آباد کو لڑنے کی قیادت میں مرہٹوں کو بادشاہ کے خلاف اپنی مدد کے لئے بلایا۔ نجیب الدولہ اپنے وطن سارنگود کی طرف لوٹ گیا۔ ایک دن کے محاصرے کے بعد دہلی کے شہنشاہ نے قبضہ کر لیا۔ بادشاہ نے روہتہ کو مل دینے اور غازی الدین کا اپنے وزیر کی حیثیت سے مستقبل کیلئے ایک مہم کے لئے قلعہ آگرہ کا انتظام سنبھال لیا۔

اب روہتہ غازی الدین نے بادشاہ کے خلاف سازش کی اور جب وہ ایک انتہائی نڈر سبب روہتہ (جس کے بارے میں پاور کرایا گیا کہ وہ دہلی کے قریب قلعہ میوڑ آباد کے کھنڈر میں گھبرا ہوا ہے) سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوا اور اسے خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اپنی پاکی سے چھپے اترا تو اس نے ایک وحشیانہ آپد کے درپے اسے قتل کر دیا۔

مرحوم بادشاہ کے بیٹے علی گڑھ کو شاہ عالم خاں کے قلعہ کے ساتھ قلعہ پر بندھا دیا گیا۔ مرہٹوں کی طاقت اب اپنے عروج پر پہنچی تھی۔ ان کی سرحد شمال میں دریائے سندھ اور جنوب تک اور جنوب میں تقریباً جزیرہ سما کی حدود تک پھیلی ہوئی تھی۔ (43) مگر امیر شاہ ابدالی نے جنوری 1761ء میں پہلی بات کے مقام پر لڑی جانے والی مشہور لڑائی میں ان پر ایک سنگ ضرب لگائی۔ نجیب الدولہ جسے ابدالی بادشاہ نے سپہ سالار مقرر کیا تھا نے انتہائی طاقت اور کامیابی کے ساتھ دہلی کی سلطنت کے مضافات کا انتظام کیا۔ وہ آپ کے اختراع سے مرشد غلام احمدوں کو

نکل باہر کر کے آگرہ میں جہت حفاظتی فوج کو داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ (44) سورج مل جس نے 30000 جاہلوں کی ایک فوج کے ساتھ سرسبز پیشوا کو لگ بھگ تھمبی تھی پانی پت میں مراٹھوں کی چھی کا پٹ بٹا۔ اس نے آگرہ کے اہم قلعہ کے سرسبز حاکم کو معزول کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا اور وہیں جہت فوج قیادت کر دی۔ اس وقت بدنام زمانہ والٹر-ہنڈرٹ (سہوا) سردار کے ساتھ مل گیا جو ایک لمبی دست اور چھ توپوں کے ساتھ اپنے ساتھ حسن لودھ کے نواب وزیر کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سرسبز جاہلوں کے قبضہ کے دوران سکندرا کے دروازوں کے چار اڑا دیے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس عقوبت میں مقدس نوادرات کے طور پر رکھے جانے والی دس بکتر اور کتابوں کو اڑا لیا گیا اور مشہور زمانہ تلخ محل کے عظیم الشان لکڑی دروازے بھی چرائے گئے جن کی قیمت ایک لاکھ روپے سے زائد بتائی جاتی ہے۔

اس کے بعد چاندی سورج مل اور مسلوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ سورج مل دہلی سے چھ میل کے فاصلے پر شہرہ کے مقام پر ایک جنگ میں ہرا گیا۔ اس کے سر کو مظہر فوج کے ہتھیاروں کے طور پر ایک گھڑ سوار کے ہتھ پر لٹکا دیا گیا اس کا بیٹا جواہر سنگھ اس کا جانشین بنا جس نے آگرہ میں رہائش اختیار کر لی۔ شہر سے ہی عرصہ بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے اسے سپہ پور کے راجہ کے اشارے پر ہلاک کیا گیا۔

ایک مرتبہ جب جواہر سنگھ نے آگرہ میں جمائیکر کے یہاں سنگ مرمر کے تخت پر بیٹھے کاخیل کیا تو ملامت کے مطابق پتھر کے درمیان ایک لمبی دراڑ پڑ گئی۔

اس وقت جاہلوں کی طاقت اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ نیا کاردار حکومت بھرت پور میں تھا اور نیا علاقہ شمال مغرب کی طرف اور اور جنوب مغرب کی جانب آگرہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس پر سے علاقہ پر سورج مل کے زعمہ چک جانے والے بیٹے رنجیت سنگھ کی حکومت تھی۔ مرہٹے وہاں نمودار ہوئے اور انہوں نے 1770ء میں پورے راجہ پر قبضہ کر لیا۔ 1772ء میں انہوں نے آگرہ سے ایک فوج روانہ کی جس نے بھرت پور کے جاہلوں سے مل کر ششی فوجوں کو دہلی کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور کر دیا۔

1773ء میں بدھو راجہ پیشوا کے انتقال کے باعث مرہٹہ فوجوں کی جنوب کی طرف واپسی پر مرزا نجف خان نے دہلی میں وزیر کا منصب سنبھالا اور لودھ کے وزیر شہر علی اللہ کی مدد سے نیا فوج کو آگرہ اور نیا صوبوں سے نکال دیا جن پر ابھی تک بدشاہ کا قبضہ تھا۔ (45) جاہلوں نے آگرہ بازیاں کر لیا تھا مگر 1774ء میں وزیر نے انہیں بھی بے دخل کر دیا۔ ششی وزیر نے نیا سے قلعہ آگرہ چھین لیا اور ایک محل افسر محمد بیگ ہرنائی کی قیادت میں اس میں اپنی حفاظتی

فرق حیثیات کر کے اس پر قبضہ کر لیا جس نے لگے دس برس تک آگرہ کے حاکم کا عہدہ سنبھالے رکھا۔ نصف خلی اپنے ہاتھ میں مغل اور ایرانیوں کے جہ میں صوبہ لوری شان و شوکت کے ساتھ آگرہ میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اس کے اہم ماتحت اس کا مہسبی بیٹا سردار نصف خلی (بعد سے سلطان ہوئے اٹا) کو ایک ہونٹنی اور درجہ کا اختیار مرزا شفیق تھے۔

سردار کا انتقال ۴ مئی ۱۷۷۸ء کو آگرہ میں ہوا۔ مرزا نصف خلی کا انتقال دہلی میں ہوا جس طبع الصبح بادشاہ شاہ عالم نے اسے ۲۰ اپریل ۱۷۸۲ء کو بلوایا تھا۔ مرزا نے کافی عرصہ تک آگرہ کے صوبہ اور بہت ملاقاتوں کے خاطر مصلحتات کی وصول کے ساتھ یہاں راست مغل انتظام سنبھال رکھا تھا۔

دہلی کے انتقال پر مرحوم کے ایک قریبی رشتہ دار افراسیاب خلی کو امیر الامراء کے خطاب کے ساتھ دہلی منتخب کر دیا گیا۔ اب مرحوم درجہ کے پیچھے رہ جانے والوں میں مقابلہ بازی شروع ہو گئی اور اس کے نتیجہ میں ایک انتہائی وحشت ناک سانحہ پیش آیا۔ ۲۳ جنوری ۱۷۸۳ء کو مرحوم درجہ کے پیچھے مرزا شفیق کو (جو اس وقت آگرہ میں تھا) محل میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ کیونکہ وہ سر سپاہی کے بعد دہلی آیا تھا۔ افراسیاب خلی کو اس بہت کا درد دہلی گردانتے ہوئے مرزا نے اس کے خلاف فائدہ دینے اختیار کر لیا۔ بعد ازیں اس شخص نے کامیاب مصلحتی کے ساتھ تصفیہ کرنے کی خاطر قلعہ کے دہلی دروازہ کے سامنے سردار اور محمد بیگ ہرنال کے درمیان ایک میدان میں ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ جیسے ہی وہ اچھی جن پر دونوں امراء بیٹھے ہوئے تھے ایک دوسرے کے قریب آئے تو مرزا نے خوش آمدی کہنے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اس پر محمد بیگ نے فوراً اپنی پستول نکال کر اس کے بازو کے نیچے تھک دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے شہزادہ بدیع زبخت کے چچا کے مطابق کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس جرم کا اور خطاب ایک صاحب نے کیا تھا جو سردار کی گھیلی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ قلعہ دہلی کا انتظام اسماعیل بیگ تھا۔

۱۷۸۴ء میں مغلوں اور برصغیر کی حمہ افواج اپنی حاکم محمد بیگ کو مرزا بیگ کے لئے آگرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ بادشاہ نے بذات خود آگرہ کی طرف روانہ ہونے کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کیا مگر درجہ فرزند نجیب الدولہ نے اسے اس اولوں سے باز رکھا۔ نومبر ۱۷۸۴ء میں مرزا شفیق کے پہلی زوجہ علیہ بن نے وزیر اعظم افراسیاب خلی کو قتل کر کے اپنے پہلی کی موت کا بدلہ لے لیا۔

اس کی موت نے مصلحت کو مسلط بنا دیا۔ چنانچہ اس کی پہلی بیوی جماعت حوصلہ دار مغل۔

محمد بیگ نے اپنے سپاہیوں کا ساتھ چھوٹ جلتے ہر خود کو سندھ کے رزم و کرم پر بھروسہ کیا۔
 قلعہ آگرہ 27 مارچ 1785ء کو حوالے کر دیا گیا اور انگریزوں کی ایک کڑی روپے قیمت کی
 جائیدادوں کے ساتھ لگ گئی۔ یہ سندھ کو ہندوستان میں ہلاکتی حاصل ہو گئی۔

1787ء میں سندھ کی قیادت میں مرہٹوں نے پور کے راجہ پر تپ سنگھ 'جودھ پور کے
 راجہ ہے سنگھ' جودھ پور کے راجہ اور میاں کے دیگر چھوٹے سرداروں کی جھڑپوں کے
 درمیان ایک جنگ لڑی تھی۔ مرہٹوں کی جانب سے 'ایسا' پانڈی اور جنرل ایم ای
 مونیکسے تھے۔ محمد بیگ اور اس کا سہیل اسماعیل بیگ (ایک خور سردار) جھڑپوں کی
 طرف منظم گھڑ سوار فوج کی قیادت کر رہے تھے۔ یہ جنگ پور کے علاقہ کے اندر لال سوئی
 کے مقام پر لڑی گئی۔ محمد بیگ مارا گیا مگر مرہٹوں کی حالت بھی بگڑ گئی اور وہ پور کی طرف پلٹ
 گئے۔ اسماعیل بیگ ایک ہزار سواروں 'چار پلوں اور چھ توپوں کے ساتھ آگرہ کی طرف روانہ
 ہوئے اس پر سندھ نے جانوں کے راجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ شرائط کیس اور قلعہ آگرہ کو
 معرکہ تلک پہنچی 'س' کی حلقہ فوج کو اس کے ایک بہترین جرنیل گوانڈا کی کمان میں دے
 دیا گیا تھا۔ (46)

1787ء کے موسم بہار کے اختتام پر ایک اور فضیلت مقرر عام پر لودھار ہوئی۔ یہ ایک
 روہیہ سردار ضابطہ خاں کا بیٹا تھا۔ جس نے دہلی واپس امیر الامراء کے راجہ کی
 طوائف کی تھی۔ مذہب کی آڑ میں اس نے مسلمانوں کے حق کو بھل کر نے کی روہت کو شش
 کی اور اس کو شش میں اسماعیل بیگ سے اس کی مدد کی 'پادشاہ' جو اس وقت ابھی تک مرہٹوں کے
 حق کی حمایت کر رہا تھا معلوم ہوا کہ اس نے راجپوت سرداروں کے ساتھ شک و تکلیف کی ہے
 جنہوں نے اس کے کچھ ہی دیر بعد مرہٹوں کو ایک اور بھاری شکست سے دوچار کر دیا۔ اس پر
 سندھ اپنی فوج کو لگو، دوا کی قیادت میں قلعہ آگرہ میں بند کر کے گوالیار کی طرف لوٹنے پر
 مجبور ہو گیا۔ اسماعیل بیگ سے قلعہ آگرہ کا ٹکٹ خاصا کر دیا۔ لیکن گوالیار کے بعد نظام قندور
 اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ذریعے شہ عالم سے متعارف ہوا جس نے اسے امیر الامراء کے راجہ
 سے سر فراز کیا۔ پادشاہ نے بدلتے ہوئے اس کے سر پر جواہرات سے مزین سر بند ہاتھ بندھ

تپ 'نظام قندور اپنی افواج اور آگرہ کے سامنے اسماعیل کی افواج میں اشتراک پیدا کرنے کے
 لئے روانہ ہوئے۔ خاصا چھوٹا ٹکٹ جاری رہا۔ جس وقت یہ گوالیار میں ہو رہی تھی 'آگرہ میں
 1787-88ء کے موسم سرما کے اختتام پر یہ خبر پہنچی کہ سندھ نے دکن سے نئے دلی بہت بڑی
 تلک کے ساتھ بھیل کو عبور کر لیا ہے۔ اسماعیل بیگ اور نظام قندور نے فی الفور آگرہ کا محاصرہ

اطلیا اور مریوں کی آگے جڑتی ہوئی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ 24 اپریل 1788ء کو فتح پور بیکری کے قریب بھرت پور کی سڑک پر ایک زبردست لڑائی لڑی گئی جس میں رانا خاں کی قیادت میں مریوں کو شکست ہوئی۔ دو رات کے اندر جیسے لاکھ لاکھ لڑائی بھرت پور کی طرف فرار ہو گئے۔ اس کے بعد نظام حیدر شیل کی طرف بڑھا جبکہ اسماعیل بیگ نے آگرہ کا رخ کیا۔

مردہ پور کے راجپوت رہنما کی طرف سے ایک سفارت کے ذریعے ایک اچھی خاصی خیر اور اجیر کے قلعہ کی حفاظت کی پیشکش کے نتیجے میں آگرہ چلے گئے۔ نظام نے سندھ پور اپنے دوسرے کے خلاف فوری فتولت اعلان کی۔ اس نے مرہا پور میں تخت کو آگرہ کا پرانے نام حاکم مقرر کیا۔ اس فتولت نے اسماعیل بیگ کی مدد سے قلعہ نور صوبہ پر قبضہ کرنے کے لئے زبردست کوششیں کیں۔ اس کی کوششیں نامیہ ہو گئیں اور نظام حیدر نے اس پر حملہ کیا مگر وہ ہل چلا گیا اور یہ علاقہ بنارس کی طرف فرار ہو گیا۔ جنوری 1788ء میں شکست دہلی کے باعث انتقال کر گیا۔

مرہٹہ جرنیل کوادوا بھی تک قلعہ آگرہ میں قبضہ نہ کر سکے تھے۔ قلعہ رانا خاں نے بحال کے مقام پر دکن سے ایک نیا دم فوج کے ساتھ سندھ پور سے اشتراک کر لیا تو سندھ پور چلا کر ایک مہرہ پور پر جرنیل کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ اس موقع پر شیل کی طرف سے مدد کیا گیا۔ اسماعیل بیگ نے سواروں کے ایک خوبصورت حملہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا تاہم اس سے پہلے کہ نظام حیدر جتنا پار کر کے سطوں کے ساتھ شیل ہونا چاہتا تھا وہی ہو سکا۔ کی قیادت میں مرہٹہ پور اور سوار فوج نے سطوں کی فوج کو پھانسی کر دیا۔ اس لڑائی میں اسماعیل بیگ جی طرح زخمی ہو گیا اور پھر بے ہوش ہو کر دھوکا کو سپرد کر کے فرار ہو گیا۔ (جون 1788ء)

نظام حیدر اور اسماعیل بیگ دونوں اطالیوں نے دہلی کے قریب شیل پور کے مقام پر اپنی بیکری ہوئی فوج کو جمع کیا۔ اس سفر نے سورج مل کی شکست کی یاد تازہ کر دی ہو گی۔ نظام حیدر نے سندھ پور کا رخ کیا اور جیسے جیسے لئے شیل نام سے شکست و شہید کی قیادت نے اس کے مشورہ پر عمل کرنے سے انکار کیا اس وقت دیگر شخص نے ہر قسم کا جیسے اندر کر دہلی کے محل پر گولہ باری شروع کر دی۔ بدحواسی سندھ پور نے پھولی پھولی اور لوی اور جگہ جگہ کی صورت میں بھیجیں مگر اس کا کوئی لاکھ نہ ہوا اور اطالیوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ کو معزول کر کے اندر جا کر دیا گیا۔ (30 اگست 1788ء) آئندہ تاریخ میں مرہٹہ نے نظام حیدر کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور 1792ء میں اسماعیل بیگ کو آگرہ میں قید خانہ میں ڈالنے کے لئے روانہ کر

دشمن نے چند روز تک خیر اور سخت مزاحمت کی مگر آخر کار انہیں شکست دے کر ان کے مورچہ سے نکل دیا گیا۔ انگریزوں کی جانب 213 افراد ہلاک اور 171 زخمی ہوئے۔ دشمن کے 600 افراد مارے گئے۔ ان کی تمام توپیں جن کی تعداد 26 تھی، قبضہ میں لے لی گئیں۔ اس شکست نے دشمن کا حوصلہ اس قدر پست کر دیا کہ انہوں نے اس شراب پر ملاوی جرنیل کے آگے اختیار ڈال دیا کہ انہیں سندھ کی عداوت میں اپنے دلی بھائیوں کے برابر گولہ پر حکومت برطانیہ کی عداوت میں لے لیا جائے گا۔

شہر قبضہ کے بعد برطانوی جرنیل نے فوراً قلعہ کے خلاف ماسو کی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ 16 اپریل کو توپوں سے بی جلی گولہ باری کی گئی مگر اگلے دو روز قلعہ کی فوج نے قلعہ حوالے کرنے کی شرائط پر صلح کر دی۔ کچھ دیر بحث مباحث کے بعد شرائط کو منظور کر لیا گیا اور 18 مارچ کو قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس فتح کے ذریعے قلعہ میں جمع شدہ 25 لاکھ روپے اور 162 توپیں فاقصین کے ہاتھ گئیں۔ ان توپوں میں قبیل کی ایک بہت بڑی توپ بھی تھی جو تاریخ میں اس کی عظیم توپ کے نام سے مشہور ہے۔ گورنر جنرل نے اسے بادشاہ جارج سوئم کو فتح کی تحفہ کے طور پر پیش کرنے کی خاطر انگلستان روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لہذا توپ کو ایک کشتی پر لاد دیا گیا مگر وہ جانا کے گھرے پانی میں لڈپ گئی اور اس کے بعد اسے کبھی باہر نکالا نہ جاسکا۔

لیفٹیننٹ گورنر کے عہدہ کا قیام

نئے فتح شدہ علاقے طبع گمرہ کو 1805ء میں ایک ضلع اور کے ذریعہ انتظام کر دیا گیا۔ شامل گمرہ اور فتح شدہ علاقوں کے لئے حکومت کا صدر مقام کشتوں کے ایک بڑے کی قیادت میں فتح شدہ علاقہ میں مقرر کیا گیا۔ گمرہ کی ضلع دار کی اس کا تختہ بنادیا گیا۔

1833ء میں بہت بڑا کہانی کے از حوالہ تجربہ شدہ افراد ہمارے کے وقت 1835ء میں شامل ضلعی صوبہ جات کے لئے گمرہ میں پہلے لیفٹیننٹ گورنر کے عہدہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ گمرہ کے پہلے لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس بسکلف تھے اور گمرہ دائیں برس کے عرصہ تک شامل ضلعی صوبہ جات کا دارالحکومت رہا۔

1838ء میں شامل ضلعی صوبہ جات اور پنجاب میں ایک زبردست لٹا ہوا گیا اسی برس میلانی مشنریوں نے سکندر احرار گمرہ کے نام سے مشہور ایک خیراتی ادارہ قائم کیا۔

حکومت برطانیہ کے مضبوط اور خوشحال دور کے تحت گمرہ کی تاریخ میں 1857ء کی فوجی بغاوت تک کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا۔ اس وقت تکمیل شدہ گمرہ کا صوبہ دلی کے ضلع

پہ مشعل قلعہ بھگت کی خبر میرٹھ سے آگہ پہنچی تھی جس کا شہر اس کی ماتحت قلعہ ارجوں میں ہونا قلعہ حکومت کا پیہ تخت ہونے کے باعث اس عظیم بحران کی خبر آگہ سے گورنر جنرل لارڈ کیننگ کو پہنچی تھی انہوں نے انتہائی اطمینان سے اس خبر کو سنا اور ملک میں امن و امان بحال کرنے کی خاطر تدابیر اختیار کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت حکمران یونیٹس گورنر مسٹر جان رسل تھے جن کا شہر ملک کے قتل ترین اور انتہائی ہوشیار افسران میں ہونا قلعہ وہ عوام کی توقعت پر پورا اترے۔ پھر فور فریج آباد سے تشویش ناک بیانات موصول ہونے پر آگہ میں سرکردہ انتظامی اور فوجی افسروں کا ایک اجلاس بلایا گیا اس میں جملہ عیسائی خانہ دہوں کو قلعہ میں قفل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اگستی کی صبح کو اس مقام کی مقامی رہائشیوں کو غیر مسلح کیا گیا۔ برلائی کے اہلکار میں وہ باقی آگہ کی طرف بڑھے جنہوں نے نیک اور نصیر آباد میں بھگت بھاگ کر دی تھی جن کی تعداد 4000 تھا۔ 1500 سوار فوج اور 11 توپوں پر مشتمل تھی۔ ہر گینڈہ پر دو اہل ایک مختصر فوج کے ساتھ جن کا مقصد کرنے کے لئے روانہ ہوئے شہر کے مضافات میں سمجھانے کے مقام پر ایک تیز بمبار ہوئی جس میں انگریزی فوج کو مصلحت پر مجبور کر دیا گیا۔ شہر کے عوام نے اس کے بعد ہونے والے ہنگامہ کا قائد اٹھتے ہوئے حکم بھگت کر دی شہر میں لوٹ مار چاکرے شروع ہو رہے تھے۔ بنگلوں پر گولہ باری کی گئی اور سرکاری دفاتر کو خیرہ آتش اور سہل کر دیا گیا نیز 6 برلائی کو مقامی کو توکل سے دہلی کے ہڈیوں کی حکومت کا اعلان کر دیا۔ تاہم باقی شہر میں داخل نہیں ہوئے مگر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہونے کے لئے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ یونیٹس گورنر اس باری کا قہقہہ بن گئے جس کے باعث وہ کافی عرصہ سے ہار چکے آ رہے تھے۔ جن کی فوج کو دیوین مہم کے سامنے وطن کر دیا گیا۔ انگریز افسران جن میں لاکھ قلعہ میں بند رہے جبکہ مختلف مضافات سے باغیوں کے خلاف گالے ہاگے ملے کچے چلتے رہے۔

شہر میں دہلی کے بعد اس شہر کے منور اور وسطی بند کے باقی آگہ کی طرف بڑھے۔ اسی دوران کرنل گریٹ بیڈ کی فوج باغیوں سے جنگ کرنے کے لئے بروقت بھیجی گئی جنہیں ایک مختصر لڑائی کے بعد شکست کاٹ دے دی گئی وہ حشر ہو کر تیزی سے فرار ہو گئے۔ شہر اور اس کے گرد و لواح میں امن و امان بحال کر دیا گیا۔ آئندہ اکثر میں میرٹھ کی قیادت میں فوج نے فتح پور سیکری کے باقی مسلمانوں کی ہدایت کو ایک بھاری شکست سے دوچار کیا چنانچہ پورے ضلع میں امن و امان بحال کر دیا گیا۔

بھگت کے دہوں سے آگہ ایک عظیم ہندوستانی شہر کی صورت بھید کر کے بھلی

ہندوستان میں ریلے کے نظام کا مرکز بن گیا۔ ۱۸۶۱ء میں ضلع آگرہ میں ایک زمیندوست قحط پڑ گیا۔ ۱۸۶۷ء میں آگرہ میں پہلی صنعتی فائنش مشین بنائی، جس میں ضلع کی تیار کردہ مصنوعات اور قدرتی ذرائع کی بہت سی تعداد میں فائنش کی گئی۔

دارالحکومت کی منتقلی:

۱۸۶۸ء میں شیل ضلعی صوبہ جلت کے صدر مقام کو آگرہ سے الگ آباد ضلع کر دیا گیا (جس میں سے اسے ۱۸۳۵ء میں ضلع کیا گیا تھا) اور اپنی کورٹ نے اپنی رہی پر مبنی ۱۸۶۹ء میں اپنا صدر دفتر آگرہ سے الگ آباد ضلع کر لیا۔ اس وقت سے آگرہ ایک ڈاچمن اور ضلع کے صدر مقام کی حیثیت سے رتبہ میں کم ہو کر ایک صوبائی شہر بن گیا۔ اس کے بلحاظ مشرق کے بہترین شہروں میں سے ایک شہر کی حیثیت سے اس کو شہرت حاصل ہے۔

۱۸۶۰ء کے موسم سرما کے دوران لارڈ کبنگ نے وائسرائے کی حیثیت سے شیل صوبہ جلت کا دورہ کیا، لارڈ راجہ تھلہ اور وسطی ہندوستان کے مظاہر سواروں نے انہیں توجہ عقیدت پیش کیا، بڑا کیسی مینی نے بدھت کے دوران فن کی نمایاں خدمات کے عوض فن کے لئے تعلیمات کا اعلان کیا۔

جس میں ملک علیہ کے تمام کل سفیر لارڈ اسٹین (۱۸۴۱) جسوں نے وہیں پر معلومات کو بری کامیابی سے پتہ چلا تھا، تاریخ ۱۸۶۲ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے لارڈ کبنگ کے جانشین ہے۔ ۱۸۶۳ء کے موسم سرما میں لارڈ اسٹین نے آگرہ میں اپنے بیٹرو کی طرح راجہ تھلہ اور وسطی ہندوستان کے سواروں کے لئے ایک عوامی استقبال کا اہتمام کیا۔ یہ ایک انتہائی پر شکوہ نظارہ تھا، جس میں آگرہ اور ارد گرد کے علاقہ کے امراء اور شہزاد اپنی ملک کے نمائندے کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ آگرہ و اس کے انہوں نے اہلیہ کا سفر اختیار کیا، ملک کے لئے یہ انتہائی خطرناک جہت ہے کہ وہیں فن کا انتقال ہو گیا۔

سر (ہند میں لارڈ) جان لارنس نے نومبر ۱۸۶۵ء میں آگرہ میں گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنا عظیم دربار منعقد کیا، جتنا یہ ثقافت پسندوں کے عقیدے سے اس دربار کے مقابلہ میں زیادہ جڑ ب نظر تھا، جو انہوں نے یکے کے عرصہ پچھڑی طرح کی تمدنی لہجہ کے شرلوہور میں منعقد کیا تھا۔ راجہ تھلہ اور بنرہل گنڈ کے ۵۴ سواروں نے فن کے بلوے کا جواب دیا۔ وہیں پر اس مظہر کا اعلان کرنے کے لئے تقریباً ۳۵۰ سوار اور مقامی شہزادہ کے طلبہ کھل طور پر ۱,۰۰,۰۰۰ افراد آگرہ اور اس کے ارد گرد جمع ہوئے۔ وہیں پر جمع ہونے والے شہزادوں میں دو عظیم عرصہ گھراؤں میں ہے ایک کا سوار سوار راجہ سندھ بھی موجود تھا، اس کے بعد وہ پرانے راجہوت

خاندانوں جو وہ پور نور ہے پور کے رؤسا اور بھوپال کی مشہور نہاتہ بیگم آئی۔ شہت بخشی کے دربار میں جو وہ پور نور کرنل کے صدارتوں کو بانیس گریڈ کر اس آف دی سٹار آف انڈیا کا وہ گیلہ کرنل کا صدارتہ بہتوت کے دوران لیلیاں طور پر دیکھ کر دیا اور وہ باقیوں کے ساتھ لاک بلرام پور کے صدارتہ نے اور وہ میں سرہانس ونگ فیلڈ اور دوسروں کی جہن پہلی تھی اور سورہو کے راجہ نے بھی کچھور سے آنے والے مفاروں کے ساتھ میا ہی کیا انہوں نے سرہان لارنس سے اپنے اپنے اعزازات حاصل کئے جنہوں نے اپنی ایک مفکر تقریر میں ہر ایک کی خدمت کو بڑی گرجوئی سے سراہا۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک برطانوی وکسٹرائے نے دہلی پر موجود سرداروں اور شہزادہ سے لن کی اپنی زبان میں خطاب کیا۔ بڑا کیسی بیسی کی زبان اور تقریر اپنی نوعیت کا ایک نمونہ تھی۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے داستان اور مشقائے 'مطلق دوست' اور سلجیدہ ہونے کے باعث اس نے اپنے سامعین پر ایک گہرا تاثر مرتب کیا اور اسے انتہائی توجہ سے سنا گیا۔ مع ہونے والے تمام افراد کا اس مشہور شہر میں دل خود پر حیرت مند کرنے کے بعد (جو اس نے ہر شکوہ ملک کے باعث مشہور تھا اور سب سے بڑھ کر گزشتہ دور میں یہ اس عظیم بادشاہ کا پیہ تختہ چکا تھا جس سے اس نے اپنا نام "کبر باد" حاصل کیا) سرہان لارنس نے کہا:

"عظیم آری جب زندہ ہوتے ہیں تو انہوں کے دوست اور ساتھی لن کے لن اچھے کاموں یا خاصا کی تعریف کرتے ہیں 'ہو لن میں موجود نہیں ہوتے' اصل جج کے سوا اس زندگی کے بعد ہر چیز کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس جیسے آری مس قسم کی بھی شہرت حاصل کرتے ہیں 'لن میں سب سے زیادہ قتل قدر ایک منصف اور خیر خواہ حکمران کی شہرت ہے" سرہان لارنس کی تقریر دھردانہ مشور اور فصاحت سے بھرپور ہے۔ انہوں نے کہا "تاتوں نور سوہوں کے ہم فراموش کر دیتے گئے ہیں 'مگر لن میں سے نیک نور دانشمند سرداروں کے ہم پیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ہندوستان سے اب جنگ اور عداوت گری کے دن چلے گئے ہیں 'جو کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے یہاں موجود چند سرداروں کو وہ وقت یاد ہو گا اور یقیناً سبھی نے یہ سنا ہو گا کہ عداوت گروں اور سرداروں کے ہاتھوں سے۔ تو کسی حکمران کا عمل"۔ کسی کسٹن کی بمونڈی نور نہ ہی ہندوؤں اور مسلمانوں کی انتہائی مقدس عداوت محفوظ تھی۔ لن دونوں تمام صوبوں میں عداوت گری اور غم و جبر کا ہزار گرم تھا، نیز ملک کے وسیع و عریض خطوں میں کسی ایک واسطہ بھٹوں میں بھی مشکل ہی سے ایک آدھ چرواغ جلا تھا۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت نے لن سب کا خاتمہ کر

ہوا ہے۔ اب کوئلہ و برتنہ یا اجاڑا بیابان بنی نہیں ہے۔ اب کھلی حد تک یہ کھجی کہو رہا ہوں ہے
 آباد ہو گیا ہے اور ہر جگہ بہت زبون سبز و کھلی رہتا ہے جبکہ یہاں کے باشندے اب انگریزی
 حکومت کے زیرِ سایہ مثلاً "حکومت کے ساتھ رہ رہے ہیں۔" سر جان نے سربراہوں کو مشورہ
 دیا کہ "وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ ٹھنڈوں اور اپنے جاگیرداروں کے ساتھ فداوت اور ابھی
 تک کم نسل پیش طریقوں میں اپنا وقت ضائع مت کریں۔ اگر کوئی سردار اپنی ریاست کی نگرانی
 کے سلسلہ میں اپنے صاحبِ فرض کی لوائی میں فطرت پر رہا ہے تو وہ یہ کس طرح توقع کر سکتا
 ہے کہ اس کا جب اس کے لئے اس کی لوائی کرے گا؟ ایک اچھی حکومت کی چین دہانی کے
 لئے یہ ضروری ہے کہ اچھے قوانین اور بہترین ختب و سرورین اختیار کے ساتھ نگرانی کریں" ایک
 مستعد پولیس اور مل کا بہترین انتظام یکساں طور پر ضروری ہے تاکہ لوگ فطرت سے ذمہ داری سر
 کر سکیں اور اپنی صنعت کے فوائد حاصل کر سکیں۔ نو جوانوں کی تعلیم کے لئے سکول اور بیماروں
 کے علاج و معالجہ کے لئے ہسپتال قائم کرے جائیں۔" وائسرائے نے کہا "حکومت برطانیہ اس
 سردار کا احترام کرے گی جو اپنے ملک کے بہترین بندوبست میں نمایاں کردار ادا کرے گا۔"

سر جان لارنس کی تقریر نے حضورِ طور پر حکومت کا نظریہ پیش کر دیا اور یہ شہسختی و
 فطرت کے ایک نمونہ کے طور پر بیٹھ لوگوں کے معیار پر پورا اترے گی۔

۱۸۷۰ء میں ملکہ علیہ قیصرہ و کنویر کے دوسرے بیٹے شہزادہ ایلزبتا ایک آف
 انڈیا نیرگ نے شہر کو اپنی تحریفِ تہذیب سے عزت بخشی 'فدا و فداوار' خیر مقدم اور خوشیوں
 کے ہر قسم کے اظہار کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا۔

جنوری ۱۸۷۶ء میں برائے ہائی پریس پریس آف ویلز نے اپنے دور سے اکبر کے
 دارالسلطنت کو عزت بخشی 'ان کا استقبال پر تپاک اور شاندار استقبال کیا گیا۔ ۲۵ جنوری کو ۱۱
 سرداروں نے انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ سب سے پہلے ایک راجپوت کا بہترین نمونہ ایک
 مشہور شکاری 'بندی کارا' مبارک دیا۔ شہزادہ نے یہ کہہ کر اس کا دل جیت لیا کہ "انہوں نے
 سنا ہے کہ اس نے لارا ویم بیشک کے مشفقہ کنہ و مبارک میں شرکت کی اور گز سوار کی
 بہترین کفایت سے انہیں بہت کر دیا تھا اس کے بعد سحر کا بادشاہ 'پچائتر کارا' آیا۔ اس کے
 بعد کشن گزہ کا صاحب آیا 'شہزادہ کو یہ سن کر اتھلی مسرت ہوئی کہ اس نے خود کو آپ پاش
 کے کاموں کے لئے وقف کر دیا تھا اور اتھلی قادی منہ تھاپ دوائے اور دیگر خواہی کام کئے
 تھے۔ شب 'ہجرت پر کا صاحب آیا۔ ہجرت پر کے بعد اور کے سردار نے خراجِ عقیدت پیش
 کیا۔ اس کے بعد کچے بعد دیگرے نوک کا لوب، دھوپور کا راجا اور چا کا صاحب (جو ایک

فداری اور کھلاڑی تھا) نواب رامپور (ایک شاعر اور نواب) جسے فخریہ نے بی سی اٹیس۔ آئی کا نشان عطا کیا رتیا کا مہراجہ رانا چکری کا مہراجہ 'تیری کاراجہ' شہپرہ کا مہراجہ اور علی پورہ کا جاگیردار آئے۔ لگے روز فخریہ نے ان سرداروں کے پاس جوتی دیا کہ حکمران یقینیت گورنر سرحد میں طرح نے ایک سول سوس ہل کا انتظام کیا پھر 'شاہد اور تقریبات اور سکھ راو فتح پور سیکری کے سر پانے کے بعد ہزاراں ہل لے کر واصل ہونے کی طرف روانہ ہو گئے۔

لارڈ لینڈ ڈائن نے دسمبر 1890ء میں ایک بہت بڑی تقریب میں آگرہ وائزروہس کا افتتاح کیا۔

اکتوبر 1895ء میں ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈ آلبن نے آگرہ کا دورہ کیا۔ میڈیکل کارپوریشن نے ہر ایکسینس کو ایک خیر مقدم پیش کیا جس میں انہوں نے اس حسن اتفاق کا تذکرہ کیا کہ یہ پہلا موقع تھی کہ ممتاز آلبن خاندان کے کسی فرد نے آگرہ کا دورہ کیا ہے 'کیونکہ بلدیہ کو یہ ابھی طرح یاد ہے کہ جب لارڈ آلبن کے وفد محترم فدری 1863ء کو وہاں میں عمارت کرنے کی خاطر ایک جڑب جڑب فخریہ دست کے ساتھ 'شین ہل سے گزرے تھے۔ اس وقت سے اب تک بہت زیادہ تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ اس وقت آگرہ ایسٹ انڈیا ریلوے کا اسٹیشن تھا 'انجمنی لارڈ آلبن جب پھاڑوں کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے گھوڑے کی پشت پر اپنا سفر جادی رکھ لیا اب ریلوے اسٹیشن کی بہت کے نیچے تھیں ریلوے لائنیں نکلا ہو گئی ہیں اور بعد میں 'بھتی' پرمود اور سنٹرل انڈیا ریلوے نے سفر اسے جو قریبی ریلوے لائن کا سہارے کھل کر لیا ہے 1863ء سے آج بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے 'نئے ہسپتال قائم کئے گئے ہیں اور تعلیم و حفظان صحت کے میدان میں بہت زیادہ ترقی کر رہی گئی ہے۔ مقامی طبقہ کے مذہبی گروہوں کے درمیان تعلقات کا حال دیکھتے ہوئے (جو بگڑ گئے تھے) اور جب سلیتے وائسرائے نے آگرہ کا دورہ کیا تو لارڈ لینڈ ڈائن کی تقریر کا موضوع بن گئے تھے) فخریہ پریشان نے کہا کہ ہم ان کے شکر گزار ہیں 'میں نے شروع کی ایک بہت بڑی فخریہ کے اچھے احساس کی مدد سے اپنی فہم و فراست اور فیصلے کے تحت لوگوں کی حفاظت کی 'اسکے بعد کسی بھی قسم کی فکارتہ کارروائی نہیں ہوئی اور دونوں جب احساسات پہلے کے مقابلہ میں زیادہ نرم ہو گئے۔

ہزاراں ایکسینس نے اس طرح دلربا۔

"آگرہ کی میڈیکل کیمپ کے صاحبزادے! — مجھے آپ نے جو ہاتھ دیکھا ہے اور جس انداز میں آپ نے میرا خیر مقدم کیا ہے 'اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس کے

ہاٹ میری 32 سال پرانی یاد تازہ ہو گئی ہے، جب میں یہاں سے بہت دور انگلستان میں محض ایک لڑکا تھا، مجھے یقین ہے کہ میں اس وقت بھی آپ کا جیسے وارثا مایہ میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ 30 برس میں ہونے والی تبدیلیاں، جن کی طرف آپ نے میری توجہ دلائی ہے، اس قدر زیادہ ہیں کہ آپ ان کا اور ایک مشکل ہی سے کر سکتے ہیں۔ اس وقت میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی میں بھی اپنے والد کی طرح اس عظیم شرعی دلچسپی کے بارے میں معلومات کا مطالعہ کرنے کے لئے یہاں آؤں گا اور ان فقید المثال مشائخ کو دیکھوں گا جنہوں نے اسے چرولی دنیا میں شہرت سے ہمکنار کر دیا ہے۔ حضرات! مجھے یہ یادگار دیکھ کر فری ہوئی ہے، جو آپ مجھے پیش کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ اس کا شکر بھی ترقی میں ہوتا ہے۔ جو سکتا ہے، آبادی میں 20 فیصد اضافہ ہو گیا ہو، مگر یہ شاید صوبہ میں نہیں کہ خوشحال کی دلائل کرتا ہو۔ مزہ 20,000 یا 30,000 افراد کے لئے حوراک اور مزید کئی ہاتھوں کے لئے ملازمت تلاش کرنا کوئی آسان مسئلہ نہیں ہے، مگر اس مسئلہ کے دیگر خاتق ایک کافی دور المیہ بنی عقل و نہایت پیش کرتے ہیں۔ 1861ء میں میرے والد کے سڑک کا یہ خاص مقصد تھا کہ ریلوے کی ترقی کا جائزہ لیا جائے، جو اس وقت اس شہر اور ملک کے درمیان رابطے کو مکمل کرنے والا تھا۔ میری رائے کے مطابق، تو کرشت 30 سال میں اور نہ ہی آئندہ نہیں برس میں کسی چرے ریلوے کی توسیع کے مقابلے میں عقلی طور پر بہت مستقل سلطنت کے عوام کی حالت کو بہتر کیا اور یہی کہے گی، ریلوے کے مسئلہ میں آپ بہت زیادہ خوش قسمت ہو گئے ہیں۔ 30 برس پہلے آپ نے ریلوے کے نظام کے اولین قواعد حاصل کیے۔ اب میرے خیال میں ہندوستان کے چند شرعی اس مسئلہ میں آپ کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ میں اس بات سے ابھی طرح واقف ہوں کہ اس تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے اور آپ اسے اپنے خیال سے نقل نہیں کتے۔ آبادی اور خوشحال میں اضافہ آپ جیسے حضرات کے لئے در و درمیان میں بھی اضافہ کر رہا ہے، جیسے عوام کو صحت فراہم کرنے کا فرض بھی سہا جاتا ہے۔ میں ان مشکلات کو بھی ابھی طرح جانتا ہوں، جو اس وقت پیدا ہوئی ہیں جب ہم مخصوص خاندانہ اقدار اور خصوصی کمزوری کی انجام دہی کی لپیٹ کو دیکھتے ہیں اور دلائل اور انحرافات واضح میں ہوتے ہیں۔ دیکھ کر خوش ہوا ہوں کہ آپ نے یہ حسیہ کر لیا ہے کہ حکومت ہند نے اس مسئلہ میں ہدایتی داریوں سے پابندی سلوک کیا ہے اور یہ بھی کہ آپ نے اس بات کو بھی تسلیم کر لیا ہے کہ شہری خرابی سے بھی تمدن حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بطور غمراہی افراد کے مجھے یہاں آپ کو اس بات کی یاد دہانی کرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب ہم شہری خرابی کی حالت کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس کا اطلاق محض در ملک کو شمار کرنے

پر نہیں ہوتا۔ کسی لمحے بھی غولنے میں ہو سکتا ہے، مگر یہ کہ ہمیں دیگر مصلحتات پر بھی غور کرنا ہوتا ہے اور خاص طور پر ان مصلحتات کا نظر رکھنا چاہتا ہے جو ایک عام ٹیکس دہندہ پر عائد کئے جاتے ہیں۔ بد قسمتی سے گزشتہ دو سال کے دوران حکومت ہند نے عام ٹیکس دہندہ پر مصلحت کو بڑھا دیا تھا۔ اور ہم نے گزشتہ چند مہینوں میں یہ دیکھ لیا ہے کہ حساس آلہ (ڈار کی منڈی) جس پر آدمیوں کے کاروباری مصلحتات کا انحصار ہوتا ہے، اچانک بحزن اور نو شکریہ میں گڑ بڑ پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ میں ہر جگہ اس رائے کا اظہار کئے جانے سے انکار نہیں کرتا کہ حکومت کی مالی امیدیں روشن ہو رہی ہیں۔ اگر اس وقت میں آپ کو اس تعلق (بہرہ) آپ کو پیش کر سکتے ہیں) کی جائز اور باہر ت شرائط میں حتمی تبدیلی کی توقع کر لیں تو میری امیدیں درست نہیں ہوں گی۔ مگر صاحب! اگر میں یہ کہوں کہ آپ اپنی حب الوطنی کی کوششوں میں عہدہ قدم رہیں تو آپ اسے مذاق نہیں سمجھیں گے۔ مجھے اس بات پر پورا یقین ہے کہ آپ نے اپنے سپاندر میں کہا ہے کہ آپ اس بلانڈ اور حب الوطنی کے جذبہ کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس کے بارے میں آپ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے تعلیم اور ہسپتالوں کے قیام کے عظیم مقصد کے سلسلے میں اپنے سرکاروں کی مدد اور تعاون حاصل کیا ہے اور لینڈ ڈفرن فنڈ کی صدر لینڈ اسٹین کے توسط سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے یہاں پر ہندوستانی خواتین کی فلاح و بہبود اور ان کے مصلحہ سلسلے کے لئے کی جانے والی عظیم کوششوں کو غلطیوں میں کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ صاحب! میں اس بات میں بہت زیادہ خوش محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے آج اپنے جد امجد کی اس جمیع نصیحت کو دہرائے کی ضرورت نہیں ہے، جس کا اشارہ آپ اپنے سپاندر کے اضافی ذکر اگر فہم میں کر چکے ہیں۔ آپ نے رائے کی رد و رداری اور ختم کے جو مقصد کے سلسلے میں لارڈ لینڈ ڈفرن کی وصیہ کردہ حکمت عملی پر بلا خوف و خطر عمل درآمد کے سلسلے میں مقامی حکام کی فہم و فراست کو سراہا ہے، حکومت ہند نے بھی اس کا ساتھ دیا ہے۔ مگر امن و امان کے لئے آئندہ کے طور پر تنظیم کی کارروائی کے ساتھ لوگوں کے ایسے احساس کو شامل کرتے ہوئے مجھے بھی اپنی قدر خوش محسوس ہو رہی ہے اور میں مختلف مذہبی خیالات کے سرکاروں کی جانب سے ملک کے مختلف حصوں میں کی جانے والی کوششوں کا ذکر بھی کروں گا میں ان کا بہت مشکور و ممنون ہوں کہ ٹیکس خواہشات کو بڑھانے اور ٹیکسز کی وجہات کو دور کرنے کے لئے بہت کچھ کیا گیا ہے۔ مجھے یہ یقین ہے کہ وہ اس کو فراہم نہیں کریں گے، بلکہ اس بات کو بہت زیادہ سراہیں گے کہ ان پر کس قدر ذمہ داری عائد ہے۔ اگر آپ کی خواہش کے مطابق میں دوبارہ آگرا کا دورہ کرنے کے قابل ہوں تو میں یہ

امید کر سکا ہوں کہ میں شخصیت کے اس جذبہ کے پھیلاؤ اور ترقی کا حوالہ دینے کے قابل ہوں گا۔ جو من متعدد افرونی مسئلہ خواہش ہے، جو ہندوستان کو بہترین طور پر ترقی کرتا ہوا دیکھا جاتے ہیں۔"

اسی روز دہرے کے وقت (25 اکتوبر) ہز ایکسی یفسی نے رکی طور پر کرنل کے صدارت، دھولپور کے صدارت، رانا اور رام پور کے لوہے کا حیرت مند کیا۔ اسوائے کراچی کے صدارت کے جو ہندوستان میں محکمہ کرنا تھا، شہید و شہید و شہید کی میں کی گئی۔ واکس رائے نے فتح پور ہیکری اور سکندر رامی اکبر کے مقبوضہ کاہنہ کیا۔ 28 اکتوبر کو ہز ایکسی یفسی نے سکندر کے صدارت، منی پور کے راجہ، کوہا کے راجہ، جیوا کے راجہ اور ستر کے مشہور و معروف کونڈی ساہوکار سیلو لیکن واس کو استقلیہ دیا۔ یہ راجہاں قدیم راجہوت خانہوں کی لولہ ہیں، جن میں سے سکندر اور توہا کے راجہاں نے صہرہ جنگ اور ہنوت کے دور میں حکومت کے لئے بہترین خدمات سر انجام دی۔

28 اکتوبر کی صبح کو ہندوستان میں واحد نو صحت کی فوج بیکار شتر سولہ فوج نے ہز ایکسی یفسی کے سامنے پڑے کی۔ حاکم روپ سنگھ کی زیر قیادت اس کی تعداد 440 تھی۔ ہر لحاظ سے اس کی حکیم کو عمل تسلیم کیا گیا۔ جب یہ 420 گز لمبی قطار کی شکل میں مرتب ہوئی تو اس کے قطارے سے تمام قماشوں کو حیران کر دیا۔ ایک بھٹی شاپ، سول لیڈ شری گرت، لاہور میں اس کے بارے میں لکھتا ہے: "یہ اختلاقی جاذب نظر دکھائی دی، جبکہ صف ستمی خاکی رنگ کی وردیوں کے ساتھ سرخ مسز کاری اور جوتوں کی پکڑیوں میں دھچکاتے کے طرے، لوٹوں کی بہترین حالت اور ان کی حرکت و سکنت کی حیران کن بھرتی کی سب لوگوں نے بہت زیادہ تعریف کی۔" ہز ایکسی یفسی فوج کی اس ترکیب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے حاکم روپ سنگھ کی وضع قطع اور چستی کی تعریف کی۔ ہز ایکسی یفسی نے شہر میں اہم آثار قدیمہ دیکھے اور 30 اکتوبر کو اکبر کے شہر میں اپنے پیسے لگانے کے حوالہ دار تاثرات اپنے ساتھ لے کر وہیں سے گولیار روانہ ہو گئے۔

حوالہ جات:

(۱) ملا عبدالمطیب لاہوری کی "بلد شہ پور" کے مطابق "آگرہ کو اکبر آباد کا نام شدہ جوں نے واقعاً اس نے حکم دیا کہ تمام سرکاری خط و کتابت میں اس شہر کو اس کے بانی اور اس کے دلہا کے نام پر اکبر آباد لکھا جائے۔"

(۲) حیل ظاہر کیا جاتا ہے کہ آگرہ کا نام بدلتی تھا "اگر سے لے کر کیا گیا" اس کا مطلب "تک دن" ہے کیونکہ یہ زمین خور تھ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کئی دور میں اس جگہ پر بغارت کے درپے تک جایا جاتا تھا۔ کچھ افراد آگرہ کے نام کو اگر دہلی میں سے منسوب کرتے ہیں، جو حیدر صوبہ جات میں متحدہ برطانوی قبضہ میں موجود ہیں۔

(۳) شاعر سلطان کے حیل کے مطابق "عمود" عمود عزیزی کا ایک چہرہ تھا۔ مزید یہ معلوم ہو گا کہ جہانگیر نے بھی اپنی ناک جہانگیری میں اس صفت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ دہلی کے عوامی انھیں بادشاہوں کا درسلطنت بننے سے قبل آگرہ ایک اہم شہر تھا۔

(۴) فرشت۔

(۵) ہمارے ہندوستان میں ابھی تک اس بزرگ کے احرام میں "پجڑوں کا میل" منظر ہوتا ہے۔ اس میلے میں لمبے ہاتھوں پجڑوں کی مائش کی جاتی ہے "میں سر" دھتے ہاتھوں جڑے کے دانوں پر پٹاڑی اور اسٹور رکھا جاتا ہے۔

(۶) فرشت۔

(۷) کوہ نور ہیرے کی کھس مرکزشت کے لئے عطا کیجئے "میری کتاب" "تاریخ لاہور" صفحات 376-378۔

(۸) ارسکین کی "نک پوری" صفحہ 357۔

(۹) اکبر شہ "جلد میں" صفحہ 91 "ایڈیشن" 1893ء۔

(۱۰) برہنہ کا سفرنامہ "جلد دوم" صفحات 123 121۔

(۱۱) عطا کیجئے "صفحہ 62 وغیرہ۔"

(۱۲) دکن۔

(۱۳) اکبر کے دونوں قریبی جانشینوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ شہ جوں جوں کو ساتھ ہے ڈھانے کا حکم دیا تھا۔

(۱۴) ابو الفضل کی سوت پر اکبر نے خود کہ محسوس کیا اس کے لئے عطا کیجئے "حیات ابو الفضل"۔

باب 3

(15) اسے جمانگیر نے محل کو بلایا تاکہ کچے 'باب' دے۔

(16) دیکھو۔

(17) یہ القابات 'چنگل بادشاہوں کو بعد از وفات دیتے جاتے تھے۔ چنانچہ 'تہور کو صاحبزادہ 'پور
لردوس سنگی 'شاہوں بہت 'شیل' اکبر عرش 'شیل' جمانگیر بہت سنگی اور شاہ جلی کو لردوس 'شیل
اصل حضرت کاما پاتند۔

(18) پیر شہنشاہ

(19) شہنشاہ لودار شہنشاہ

(20) شہنشاہ لودار

(21) لودار

(22) چنگی شہنشاہ 'لودار' شہنشاہ

(23) وہ ایک رومن کیتھولک قاضی تھے جنہوں نے 1623ء میں 'شہنشاہ' کے علم و فضل سے واقف
ہوئے اور صبر اور ہمتوں کے درجہ میں موجود ہم 'چنگی' کو دربارت کرنے کی عرض سے ہندوستان کا
دور کیا۔ دیکھو۔

(24) دیکھو۔

(25) "شہنشاہ لودار" "لودار" "لودار" "لودار" "لودار"

(26) دیکھو۔

(27) شہنشاہ

(28) شہنشاہ لودار لودار شہنشاہ کے دور کی بڑی تاریخ میں 'لودار' کو شہنشاہ 'لودار' دلی کو
دارالخلافت 'لودار' کو دارالسلطنت لودار لودار کو دارالصلوات لودار لودار

(29) عام طور پر لودار شہنشاہ لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار
سلطنت ہوتا ہے کہ لودار شہنشاہ لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار لودار
گمانگیر پاتند۔

(30) لودار کے درجے دیکھو۔

(31) ایک لودار لودار

(32) لودار رسم لودار

(33) ایک لودار لودار

(34) سیرالتاریخ کے مصنف 'وائل کاظم اکبر قند کے نزدیک' "مطبوعہ" ہے۔

(35) سیرالتاریخ - باب اول۔

(36) سیرالتاریخ - باب اول۔

(37) غلی غلی کی مکتبہ المومنین۔

(38) غلی غلی۔

(39) المیثاق۔

(40) سیرالتاریخ۔

(41) سیرالتاریخ۔

(42) عبدالکرم کی سرگزشت۔

(43) ابنی سبن 'جلد دوم' صفحہ 637

(44) کبیرے کی "سلطنت منلیہ" 1866ء کالینڈر "مفہات" 76 نور 78۔

(45) "نیلر کی" "تہذیب بعد سنن" صفحہ 308-1883ء کالینڈر۔

(46) کبیرے، صفحہ 149

(47) اس کے مزاد کے بیان کے لئے غلطہ کہتے 'باب دوم'۔

(48) خوش قسمتی سے اس وقت فن کے ماہر لوگ کے پاس بعد سنن کے دائرے کا اہل

منصب ہے۔

و

باب دوم

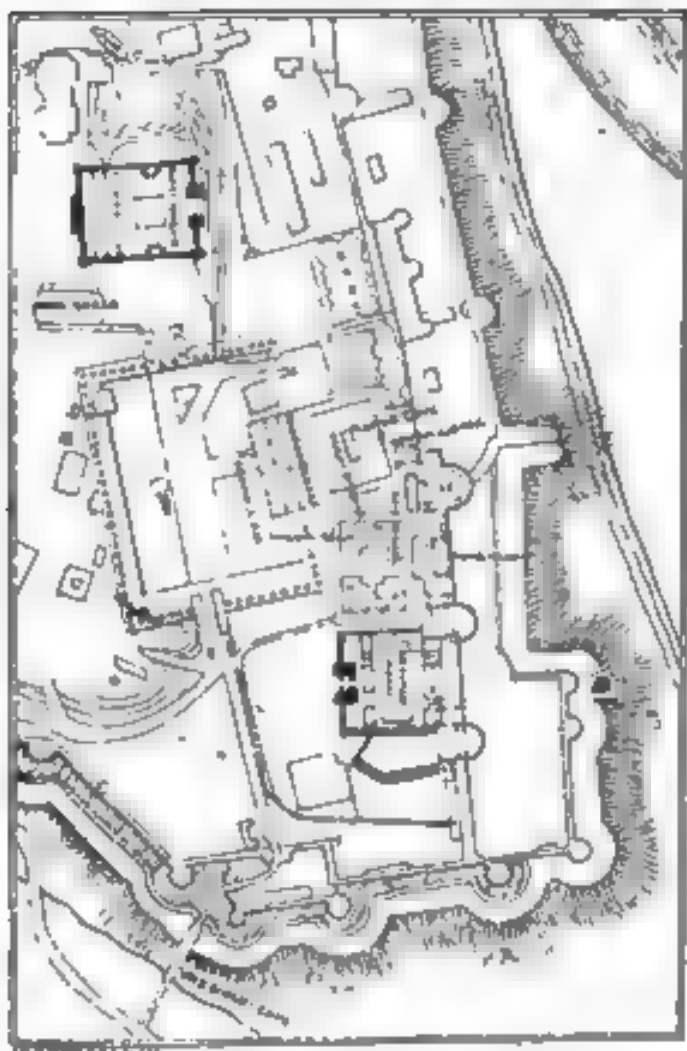
بیانی

قلعہ

قدیم قلعہ : یہ قدیم قلعہ جس کا ذکر جغیر نے کیا ہے 'اس جگہ اکبر نے اپنا قلعہ تعمیر کروایا اسے سلیم شاہ سوری نے تعمیر کروایا اور اسے پہلی گڑھ کا نام دیا۔ سکندر لور احمد اجم کے درمیان جنگ کے دوران یہاں قلعہ دھلکے سے اڑا دیا گیا۔ اس قلعہ کی تاریخ 'ظننا' آتش پہلی گڑھ میں ملتی ہے 'بجہر کے قلعہ کے مطابق' یہ 962 ہجری بمطابق 1556ء کے مسعودی تاریخ بتاتے ہیں۔

موجودہ قلعہ : موجودہ قلعہ جو دریائے جتا کے کنارے ایک وسیع و عریض اور جگہ بہ نظر عمارت کی صورت میں موجود ہے 'اسے اکبر نے 1571ء میں تعمیر کروایا 'اس کا شمار ہندوستان کی عظیم ترین عمارت میں ہوتا ہے۔ اسے عمل طور پر اس کے بنی اکبر ہی نے نہیں تعمیر کروایا تھا بلکہ اس کا دیوار تر حصہ اس کے جانشینوں نے بنوایا۔ مگر فن تعمیر کی نیک کھسپائی اور اسلامی طرز تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہونے کی حیثیت سے اس کا نقشہ چار کونے کا سرا اسی شہنشاہ کے مرنے کا ہے۔

یہ اڑھائی میل کے دائرہ کی شکل میں ہے اور اس کے ارد گرد سنگ مرمر کی دیواری دیوار ہے 'دیواری دیوار زمین سے تقریباً 40 فٹ بلند اور اندر دیواری دیوار بتلی پتھوں 'پتھوں پر چھوٹی اور کنگورے دار فصیلیوں کے ساتھ دیواری دیوار سے 30 فٹ لمبی ہے۔ چھوٹی کو ہوا کر انیس سوے کے کڑوں سے ڈھکھا گیا ہے 'چھوٹی میں سے گندہ لے گئے ہیں۔ ہر طرف اس کی بنیاد پانی کی سطح تک پہنچتی ہے۔ پسمے قلعہ کے ارد گرد موجود خندق اور فصیل اب ختم ہو چکی ہے۔ اندر دیواری خندق 30 فٹ چوڑی ہے اور اس کے کناروں پر بحر اجمیر کا 'ہا' ہے 'یہ ابھی تک موجود ہے۔ اس خندق کے اوپر پانی تختہ کو پار کرنے کے بعد ہم دیواری دیوار کے ہم سے مشہور اس کے بڑے یا مثلی دیوار میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ پختہ اینٹوں سے تعمیر کردہ دس فٹ چوڑی ایک انتہائی جلاب نظر اور بہت جلدی عمارت ہے 'اس کے پسوں میں سنگ مرمر کے بھت پتھوں سے بہت ہوتے ہیں جن میں سفید سنگ مرمر کے زیبائشی نقش و نگار کی نسبت کاری کی گئی ہے 'ہاں یہ ایک برج و گلابی دتا ہے۔ دیواری دیواری کمرے کھنڈ پتھوں کے طور پر استعمال ہوتے



کد آبی

ہیں، جبکہ چلی سے لورگو کے علاقہ کا ایک نسلحد محمد لوروسچ و عویض منظر دکھائی دیتا ہے۔
تکد کے دہلی دروازہ کے ساتھ ایک پرانے خیال علاقہ خانہ کے لوہے عربی دروازہ پر اکیر کے دور
کی مندرجہ اہل عمارت درج ہے

عصر شہنشاہی عمارت پتہ محل محلہ جہلی الدین محمد اکیر بادشاہی سن ۱۰۰۸ھ

”بادشاہوں کے بادشاہ‘ شہنشاہ‘ تخت محل محلہ جہلی الدین محمد اکیر بادشاہ کے دور میں سال
۱۰۰۸ھ (۱۵۹۹ء)“

پھر کے تخت ہو کر بتدریج گرنے کے باعث بد وضع ہونے کی وجہ سے باقی باقی عمارت
تاکل فہم ہے اس کی عمارت احرے ہوئے خوف میں ہے۔ عمارت سے پتہ چلتا ہے کہ اس
عمارت کو اکیر کے دور میں ۱۰۰۸ ہجری یا ۱۵۹۹ء میں تعمیر کیا گیا۔

اسی عرب پر سلطنت عمارت کے نیچے جاگیر کے دور کی مندرجہ ذیل تھیں درج ہیں:-

شہ جہلی چون گرفت جائے تخت شرف

تخت اور تخت شہ پر سر جہاں

دست دہا پر کشیدہ رنگ لڑکلا

گفت کہ بادشاہ حکم تو فرماں روا

خواست سہی کند سہل ہو سہل رقم

ہر دور اندام نش برزاد و جاو

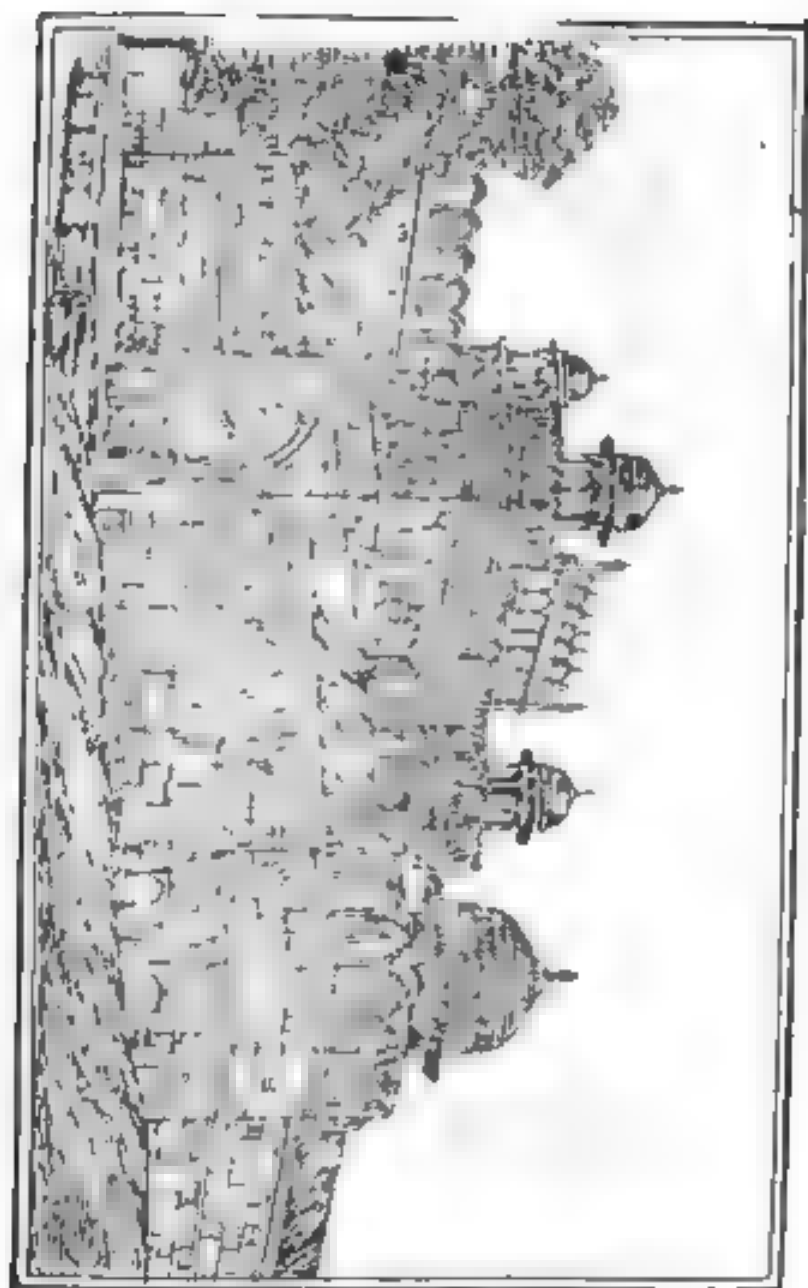
میں دو چشم ہد کد، آتش گشت

بادشاہی بادشاہ شہ جاگیرا

کابلہ درازہ محمد صوم البکری

ترجمہ: جب بادشاہ عالم دہلی تخت پر تشریف لیا ہوئے تو تخت لے کر عسوس کرتے ہوئے
اپنے قدم آسن پر رک لگے ہوئے آسن نے زبردست فری و اہسلا کے ساتھ دعا کے لئے
اپنے ہاتھ اٹھ دینے اور کہا مگر یہ بادشاہت بچو قائم رہے! جب لٹانی نے بادشاہ سلامت کی
تخت نشینی کی تاریخ لکھنے کی خواہش کی تو اس کے لبوں پر اس وقت شریف و نصیب جاری ہو گئی
دشمن کی ”گھوڑوں کو دیکھتے ہوئے انگڑوں سے اٹھ جا کرنے کے بعد اس نے کہا:

ہر بادشاہ جاگیر دنیا کا بادشاہ ہوا



کوه (۱۹۷۴)

اس کا صنف اور مرتب کنندہ 'محمد مصوم' لکھیا ہے۔

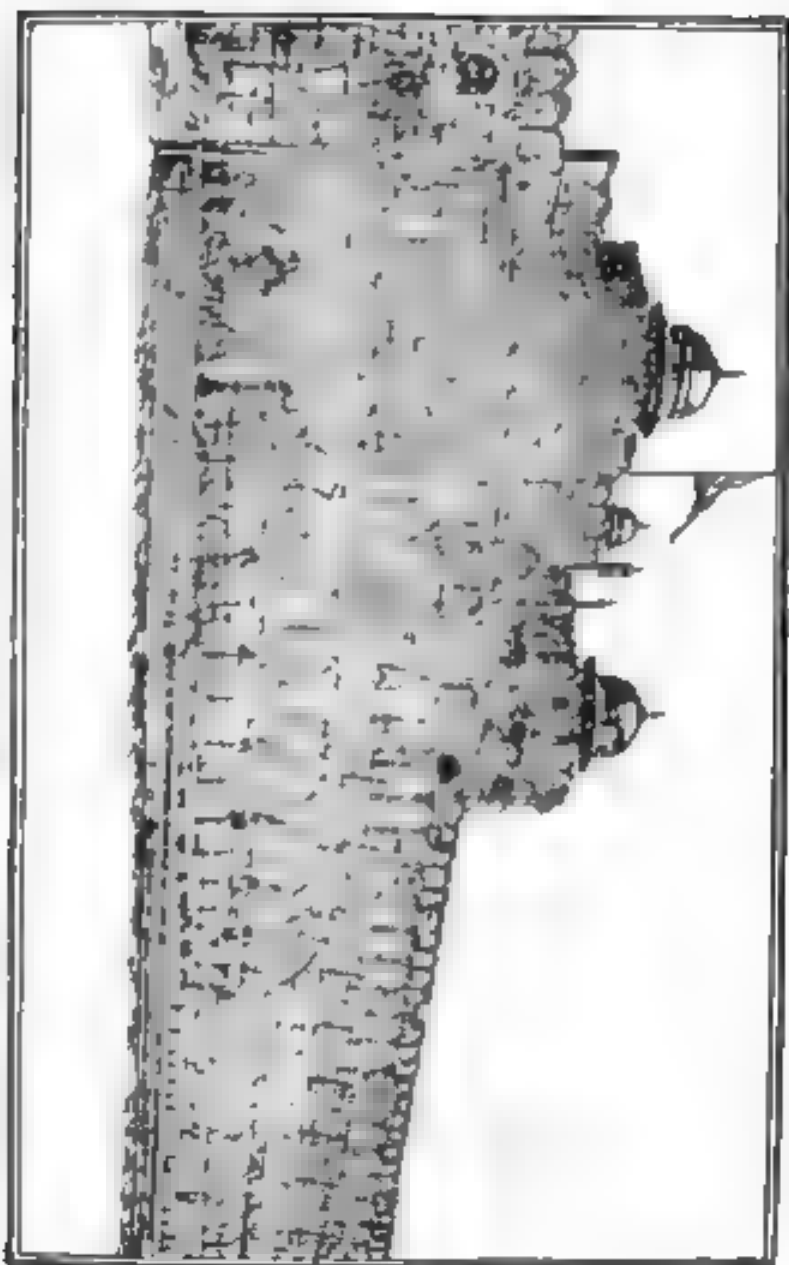
عظیم الشان جہانوں کے درمیان دو گنبدوں کے نیچے ایک رولہ آری ہے 'یہ گنبد نیچے لگے ہوئے گولہ ملی چاشیوں میں سے فصاحت شایک انداز میں اُمرے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد بھی یہ آئینوں اور چھوٹے عربی وردانوں پر مشتمل اور کندہ کاری و بچی کاری سے مزین خوبصورت عمارت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

نقار خانہ: ان عمارت کے ارد گرد پھر خانہ ہے 'یہ عوام کے لئے دربار کی کارروائی کے مواقع کا اعلان کرتا تھا۔ یہ شاندار وردانہ محل کے وسط میں 370 x 500 کے ایک عالی شان صحن کی طرف نکلتا ہے 'جس کے ارد گرد وسیع و عریض گزرائیں ہیں 'وہ گزشتہ دور میں ایک چھت دار صحن کے طور پر کام کرتا تھا۔

ہاتھی پول وردانہ: قلعہ اور چٹ کے درمیان کھلی جگہ کی طرف اندرونی وردانہ 'ہاتھی پول' کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر اکبر کے دور میں عقیدہ اہل مدرت سے بچا کر وہاں ہاتھیل کے لپٹے سونوں بے مل اور بیخ کے سمیت سنگین بنسے ہیں 'جو چٹوڑ کے راجپوت سواروں کے طور پر فن کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چھاک پادشاہ نے فن کی یاد کا احترام کرتے ہوئے یہ بنوائے تھے۔ (49)

درشن وردانہ: یہ درشن وردانہ کھلتا ہے 'جس کا درویم لگانے کیا ہے 'اس نے جاگیر کے دور میں اگرہ کا دورہ کیا تھا۔ یہاں پر پادشاہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اپنے امراء اور دارام (جو ایک چلن کے لوہے کھڑے ہوتے تھے) اور بھوک کے نیچے جمع ہونے والے مجمع کو اپنا درشن کرنا تھا۔ اکبر بھی ہر صبح کو یہاں ہی کرتا تھا۔ اس جگہ کو میں سورج کی چاکریتا اور نیچے میدان میں جمع ہونے والا مجمع اکبر کی چاکریتا تھا۔ یہاں پر صبح کو کچھ دیر بعد وہ بادشاہ نمودار ہوتا اور نیچے میدان میں چاروں کی لڑائی دیکھ کر تہیت پانچ ہاتھیل 'لوانوں' بیسوں' سینڑھوں اور بارہ سنگوں کی لڑائی میں بہت زیادہ خوشی محسوس کرتا اور سرخوں کی لڑائی 'پٹلوئوں' بازی گردن' سکھوں' راجسوں اور ہڈی ہڈی کے گرجوں سے تفریح حاصل کرتا 'یہاں اور عورتیں گھسے انگار میں رچے' جبکہ چھاک بازی گر اور سکھوں اپنی بھتی اور مدرت کا مظاہرہ کر رہے ہوتے۔ (50)

امر سنگھ وردانہ: قلعہ کے جنوب کی طرف امر سنگھ راجپوت کے نام سے مشہور امر سنگھ



۱۳۲۷/۷/۲۵

دیوان عالم: اس عظیم مہن کے ایک طرف اکبر کا دردِ مہم ہے، جہاں دردِ ہار کے استغناء منصفہ نگاہ جانتے اور کدردِ سلطنت کی اہمیت دہی کی جاتی تھی۔ جہاں پر بادشاہ ایک چہرے پر رکھے ہوئے تخت پر روزانہ بیٹھا کرتا، جیسا کہ ہم اب بھی اسے دیکھتے ہیں، اسی جہاں اس کے ارد گرد سنگ مرمر کی میت کھڑی کی گئی ہے۔ جہاں پر وہ اپنا شاندار دردِ منصفہ کرتا، ہندوستان کے فرمانروا سرداروں اور غیر ملکی کے سفیروں اور اہلچوں کا خراجِ عقیدت وصول کرتا، انصاف سہا کرتا اور انصاف جاری کرتا تھا۔ اس چہرہ کے پاس کی طرف جہاں تخت رکھا ہوا تھا، زمین سے تین فٹ بلند 'سفید سنگ مرمر' کا ایک صحنہ بنا تھا ہے، جہاں وزراء بادشاہ کو دستِ گزار شدت پیش کرنے اور اس کے انصاف وصول کرنے اور آگے بڑھانے کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ پہلے اس کے چاروں طرف چاندی کا کڑا لگا ہوا تھا، مگر اب وہ غائب ہو چکا ہے۔ ایوانِ سہاں میں ۱۹۲۲ فٹ اور چوڑائی میں ۱۵۵ فٹ ہے۔ یہ ایک کھلا برکھہ ہے، پھٹت کو ہاتھ فاصلوں پر رہتے ہوئے اور سفید سنگ مرمر کی شیشی طرز میں ہی ہوئی عمرانیوں سے دہشت باندہ ستونوں کی تینوں قطاروں نے سہارا دے رکھا ہے، جس سے اس کی وضع قطع ہی علی شانِ نقراتی ہے۔ مشرقی جانب ایک بلند و بالا مستطیل شیشی ہے، جس میں بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا کرتا تھا۔ سرخاس رو کے چاندی لپٹے دروازے نے تخت کے بارے میں ذکر کیا ہے، مگر اس پر چاندی کے لپٹوں کے درجے پہنچا جاسکتا تھا، اس کے اوپر جو اہریت سے آرمش و قتل شہروں کو حیرن کیا تھا، جہاں نے خاص ہونے کی ایک چمڑی کو سہارا دے رکھا تھا، "شیشی خاص سنگ مرمر کی ہے، جس میں خوبصورتی سے تراشے گئے، ہندوستان میں اور بھی کھڑی کے ساتھ فہت کھڑی کی گئی ہے۔ اکبر کے دور میں درباری دیوان میں خوشبوئیات اور عطریات سے بہت زیادہ خوشبوئیں کا پھیل جاتی تھیں۔ اس موضوع پر ملائی ابو الفضل اپنی آئین اکبری میں لکھتا ہے: "دیوانِ مہم کو حیرت مند کی نکلی، قدم نشوں اور بادشاہ کے لہو کردہ اجزاء کے مطابق تراکیب سے مسلسل مضر رکھا جاتا ہے، مختلف نکلوں کے قطار اور نقراتی عود دانوں میں ہر دور دیوان چلایا جاتا ہے، جبکہ گوش کن خوشبو دار پھول بہت بڑی تعداد میں استعمال کیے جاتے ہیں۔"

تخت شیشی کو جنگوں کی قطاروں کے ذریعے طبع کیا گیا تھا، درمیان دکان زمین سے بلند تھا اور اس کے گرد سرخ رنگ کا جنگ تھا، وہاں پر شہر لوگوں، سلاہ، سلطنت کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ منصب کے افراد اور دروازہ بیٹھا کرتے تھے۔ دکانی جنگ میں خلیج جب دوسرے درجہ کے سرداروں سے بھری ہوتی تھی، جبکہ دوسرے جنگ کے باہر بہت بڑی کھلی جگہ مجمع کے لئے

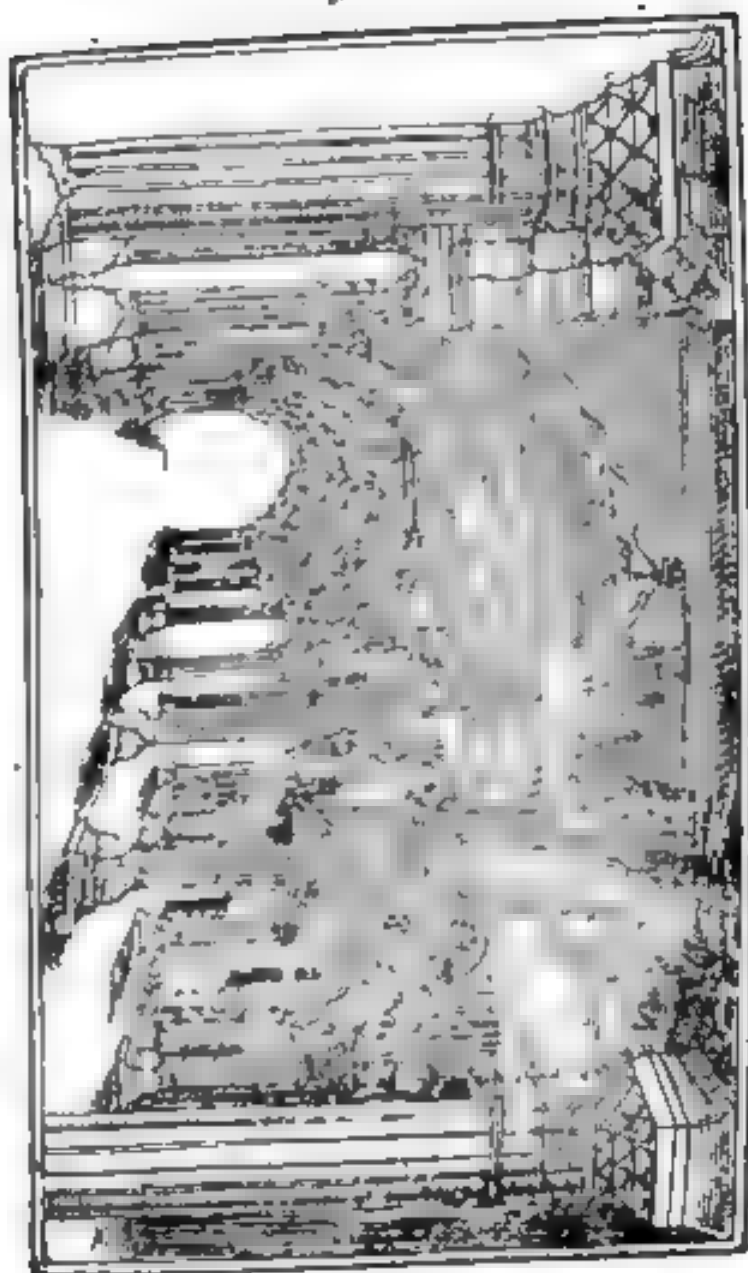


177

خصوصی تھی۔ سب کے سب خاموشی کے ساتھ مہذب کھڑے ہوتے تھے اور انہیں ہوشیار کا
کھل درشن حاصل ہوتا تھا۔ (51) اس وسیع و عریض دہلی میں ٹھہری وہ بکتر میں جیسے پہلے
کرتے، جبکہ قیمتی ساڑھوں سے آراستہ باقی ٹھوڑے اس ٹھکانے کی چمک و بکمر میں بہت زیادہ
امداد کرتے، جو عقلیت میں شہنشاہ ہوا کرتا تھا۔

سجود کی رسم اکبر نے انڈی مغلوں کی طرف بہت سادگی کی رسم کو بدلنا شروع کر دیا اور یہ
رسم اس کے چالیسویں کے دور حکومت میں بھی لڑائی جاتی رہی۔ (52) جیسے ہی کوئی آدمی پہلے
ٹنگے میں داخل ہوتا (جو خواہش کو محرم سے طبع کرنا تھا) تو اس کے دونوں جانب مہذب اور عقب
اسے تخت شاهی تک لے جاتے، ان کے ہاتھوں میں گل و دھواں سے آراستہ تیرے ہوتے، وہ
ایک بلند اور ہادرب آواز میں ہوشیار کے انتہائی دہرائے جاتے تھے۔ یہاں وہ شخص اپنا پہلا
آداب پیش کرتا اس کے بعد وہ سرخ رنگ کی طرف و دروازہ کے درمیان میں سے گزر کر جاتا
جہاں وہ دوسری مرتبہ آداب پیش کرنا تب "چہ ترے کی طرف جا کر وہ تیسری مرتبہ آداب بجا
لاتا اور یکدم خود کو شہزادوں "راجپوتوں" "مہذبوں" "امراء" اور ملوک اور ملت امیر کبیر زمین
واپس کے درمیان پائیدار قوت خاندان اور تخت شاهی کے درمیان کا راستہ ایک سو فیصد گزیر مشتمل
تھا۔ نیز لوگوں سے ٹھکانا کیا جاتا کہ وہ ہوشیار تک پہنچے ہوئے ہوتے جگتے چلے جاتے۔ دوسرے زمین پر اس
ٹھکانے سے زیادہ جگہ کر کوئی چیز شان و شوکت اور رعب و دل نہیں تھی۔ دھواں ہیرے
ہواہرات، قیمتی دھاتوں، سچے موتیوں، لعل و گوہر کے ساتھ جھلک کرتے ہوئے "پورے مجمع کی
جان" ہوشیار اور فرہاد راجپوتوں کا تہہ و کثیر سونے اور ہیرے جو اہلالت کے ایک ٹھکانے اور
لڑائی کی کریمہ ہوتے۔ غیر ملکی سفیر اور سلطنت کے گئے چنے امراء و بزرگ ہوشیار اور
پر کلف لباس اور ملک کی بہترین اور منتخب قیمتی اشیاء کا مقابلہ کرتے ہوئے خوب رعب و رعب
پیدا کرتے تھے۔ ایک عمل سکوت طاری ہو جاتا سب لوگ ہنسون کی طرح بے حس و حرکت
کھل خاموشی کے ساتھ کھڑے ہوتے، کوئی دی و درج ہوشیار کی طرف نگاہ اٹھانے کی جرأت نہیں
کر سکتا تھا۔ ہوائے میر بندوبست کے "مجمع کے لئے ہوشیار کے ہاتھوں ہوشیار اور عظمت کا
اطمان کرنے کے" کوئی بھی پہلی آواز بلند کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ رعایا کا ادنیٰ سے لڑائی
مجلس بھی ہوشیار سے گہوارت لڑنے کا خواہش مند ہوتا تو ہوشیار اس کی بات سننے کے لئے تیار ہو
جاتا۔ اگر وہاں مجمع ہونے والے مجمع میں دور سے بھی کوئی درخواست پیش کی جاتی "تو اسے فوراً"
ہوشیار کے پاس لایا جاتا اور اس کے مندرجات اسے چاہ کر سنا جاتے۔

گزشتہ دور میں دیوان عام کو اسطرح تخت کے طور پر استعمال کیا گیا مگر 1876ء میں شیل مٹھری



قبرستان بزرگ

صوبہ جلت کے یٹینٹ گورنر سر جان شری نے انتہائی مہربانی اور جفاکشی انداز میں اسے بھل کر دیا۔ اس عہد کے کٹھن لیون میں اس وقت ہذا کل پٹی لٹس نے کتب و خط کی دعوت کی گئی۔ باب انہوں نے جنوری 1876ء میں مصلوں کے دارالسلطنت کا دوں کیا۔ ایک دہار میں نصب تک سرمرکی مکتی پر مندرجہ دیں عہدات درج ہے۔

"عزت باب 'سر جان شری' مکتی 'سی' لٹس 'تلی' کی نئی نسل کے لئے خدمت کی طرف اشارہ دیا۔ میں ان کی غلیاں بہ دینی اور دوسروں کی مروت دیکھ بھل کر فراموش نہ کرسکتے ہوئے بعد میں کتب مکتی اور ان کے رہنما انعام ان صوبہ جلت کی قدیم تاریخ اور لٹن کی دیگر مشہور یادگاروں کے چھ اور عہدات کے لئے فکر گذار ہے۔ یہ مکتی ان کے دوست 'بعدستان کے دانشور' اور گورنر جنرل 'لٹل آف لٹس' کے حکم سے نصب کی گئی 1880ء"

دورانِ مام کے سامنے مکتی میں یٹینٹ گورنر شری مصلیٰ صوبہ جلت مسٹر جان کولن کی یاد میں پھر کا ایک سالہ ساغر ہے جو 1858ء میں بھل آری کے پانیوں کے سرو کے درمیان قلعہ میں منتقل کر گئے تھے۔

جماگیر کا حوض: مذکورہ بالا حوض کے قریب جماگیر کا حوض ہے۔ یہ عجیب و غریب چوکور حوض ایک بہت بڑا ہے۔ جسے 'سی' لٹس نے بنایا تھا۔ اس حوض میں سے تاشا گیا ہے 'اپنی جہات اور قیر کے لحاظ سے یہ فنکارانہ تدبیریت کی ایک انوکھی چیز ہے۔ یہ تقریباً 5 فٹ اونچا 4 فٹ گہرا 5 فٹ چوڑا اور قطر میں 35 فٹ ہے۔ اس کے صوفی حصہ میں قدری دم انعام میں ہے شہر عہدات درج ہیں۔ مگر حوض اس قدر بدستور ہو گئے ہیں کہ عہدات کو پڑھائیں جا سکتے ہیں۔ عہدات کے سالم حصوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حوض کو 1019ء (1536ء) کو اس سال اکبر شہ کے بیٹے جماگیر شہ کے لئے تعمیر کیا گیا۔ باب ہاشم نے درجہ شہ کے ساتھ شہ کی۔ اس سال ذکر حوض پر درج مندرجہ ذیل وہ اشعار کو پڑھنے سے لکھ میں نے کچھ وقت صرف کیا جو اس طرح پڑھے گئے۔

پتہ ملک و دیں شہ جماگیر میں اکبر شہ

شہنشاہی کا از حدہ لوشہ کار قدر ہے

طلب کردہ چون از خضر سلو خروار

نیل شد از غلات دھرم از حوض جماگیری

ترجمہ: پتہ ملک و دیں شہ جماگیر میں اکبر شہ 'وہ' شہ کہ قدر اور قدر نے اس سے کامیابی

حاصل کی۔ خضر (53) نے اس کی تعمیر کی تاریخ کے بارے میں دولت کیا تو غور نے جواب دیا:

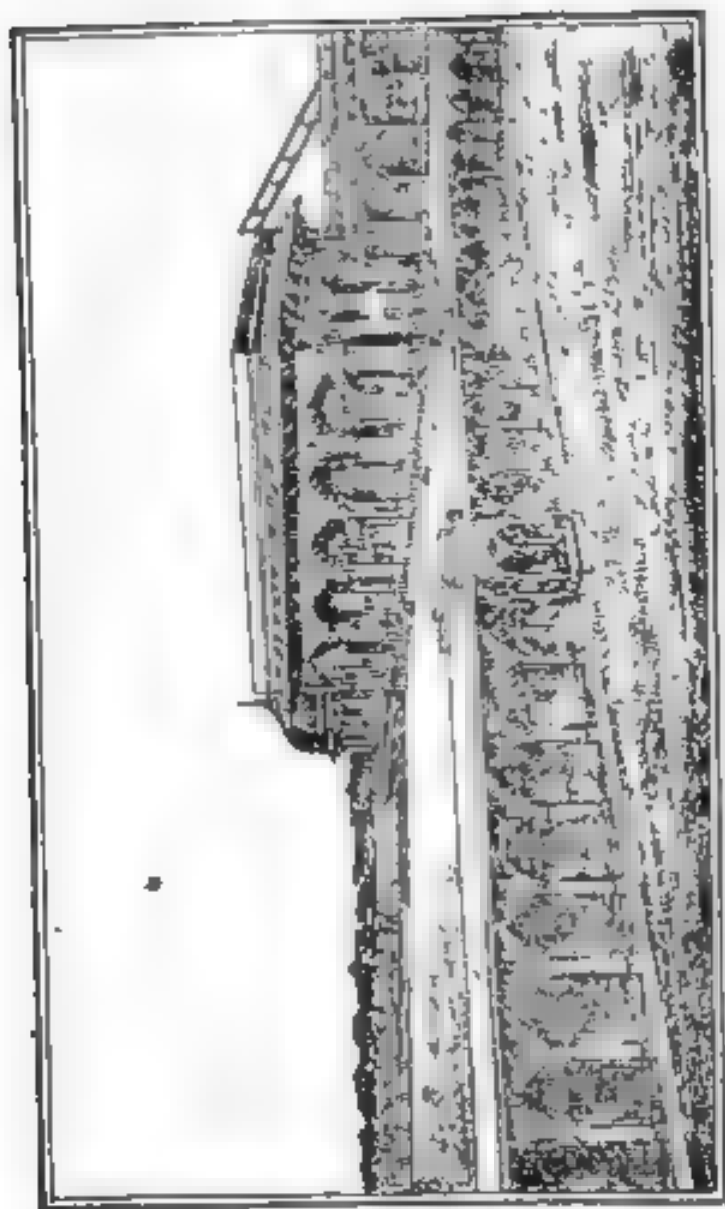
دھرم (54) نے جماگیر کے حوض کو دیکھ کر شرم سے اپنا ہوا پچھایا (55)

ہیمن کے دائیں اور بائیں جانب جلیوں سے مزین برآمدے ہیں، حرم کی خواتین ان ہی سے دربار کی کارروائی دیکھا کرتی تھیں۔ تخت کے عقب میں ایک دروازہ بادشاہ اور اس کے پادشاہوں کو اس کے اندر میں داخلہ کے لئے تھا۔

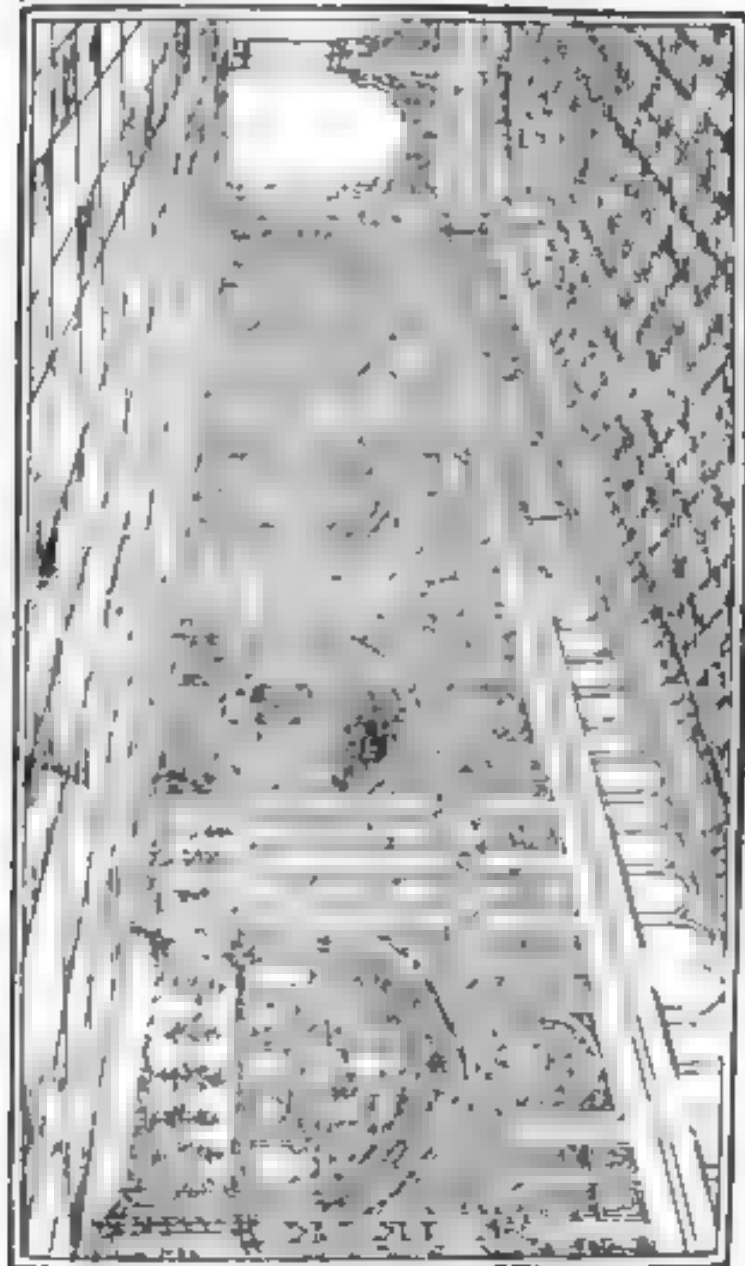
بھٹی بھون: یہی دروازہ بھٹی بھون میں جانے کے لئے ہے۔ مصنوعی سطحوں کے ذریعے جنا کا پانی محل کے صحن میں لایا جاتا اور پھلیوں کے دھندے کے لئے اسے یہاں جمع کیا جاتا، جو بادشاہ اور اس کی جیتی جیوں اور درباریوں کے لئے تفریح کا سامان پیدا کرتی تھی، انہیں پکڑ کر ملک اٹھتے تھے۔ یہ جگہ سلیڈ سگ مرمر کے ایک مستطیل کمر پر مشتمل ہے، اس میں انتہائی خوبصورتی سے نقش و نگار تراشے گئے ہیں، یہ اسلامی طرز تعمیر میں خوبصورتی سے تراشیدہ عربوں کے سگ مرمر کے ایک کھلے برآمدے کے ساتھ وابستہ ہے۔ دونوں اطراف میں سوچو ڈکمرے، دفینوں کا کام دے رہے ہیں۔ بھٹی بھون اور پھولی سگ (بھٹا سگ) کے نام سے مشہور، جسے پے پل محل کے افراد استعمال کیا کرتے تھے) کے درمیان چٹاؤ کے کانی کے دروازے ہیں، جنہیں شہنشاہ اکبر ۱۵۶۷ میں اس قلعہ کے مشہور محاصرہ کے بعد یہاں لایا تھا۔ (۵۶) سورج لی ہٹ نے بھٹی بھون کے سگ مرمر کے تمام نکاب اور حوض کھدوائے اور ان کو بھرت پور کے قریب ڈیگ کے مقام پر لے گیا، جہاں اس نے اپنی گھر، بادشاہی اور انہیں گھاٹ تعمیر کرائے، جو آج تک سیاحوں کی تفریح و توجہ کا موجب بنتے ہیں۔ بنو سٹن کے گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹ کے دور میں درباری عام اور اس کی قریبی عمارت کے سگ مرمر کے ثبت کاری کے کام کی بہت بڑی تعداد کو بھی لٹائی کے ذریعے فروخت کر دیا گیا، مگر آئینہ لارڈ میو اور سلیڈ دائرہ لارڈ ہارڈ بروک نے کثیر سرمایہ کے ذریعے عمارت کی مرمت کرا دی۔

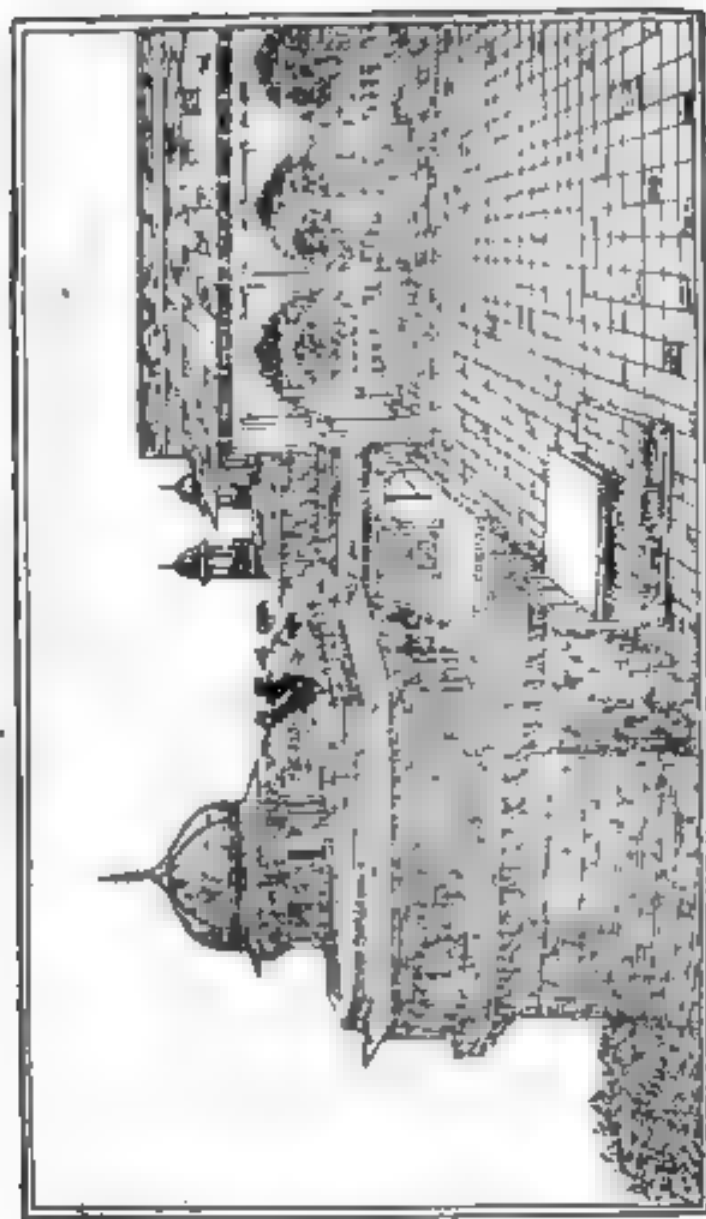
دیوان خاص: مذکورہ بالا عمارت کے شمال کی جانب ایک بندہ برآمدے سے دربار کی طرف دربار خاص کا رخ ہے۔ یہ سلیڈ سگ مرمر کا ایک مستطیل کمر ہے، جس کی لمبائی ۵۵ فٹ اور ۹ فٹ ۷ انچ، چوڑائی ۳۵ فٹ اور اونچائی ۲۲ فٹ ہے۔ اس کے دو شاہکار بیھون ہیں، جنہیں انتہائی خوبصورتی سے تراشا گیا ہے، ان کے روبرو در ستونوں کی تعداد کے ذریعے اس قدر وسیع سگ مرمر کے ایک کھلے برآمدے سے وابستہ ہیں۔ یہ ہیمن حکیل کا نمونہ ہیں۔ ستون اور محرابیں، جنہیں اسلامی طرز پر تعمیر کیا گیا ہے، انہیں نہایت شاہکار انداز میں تراشا گیا ہے اور ان میں بہت کاری کی گئی ہے، جبکہ در اندوں کو گھدھوں اور پھولوں کے ساتھ بڑی خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا

دین خاص



۱۴۸





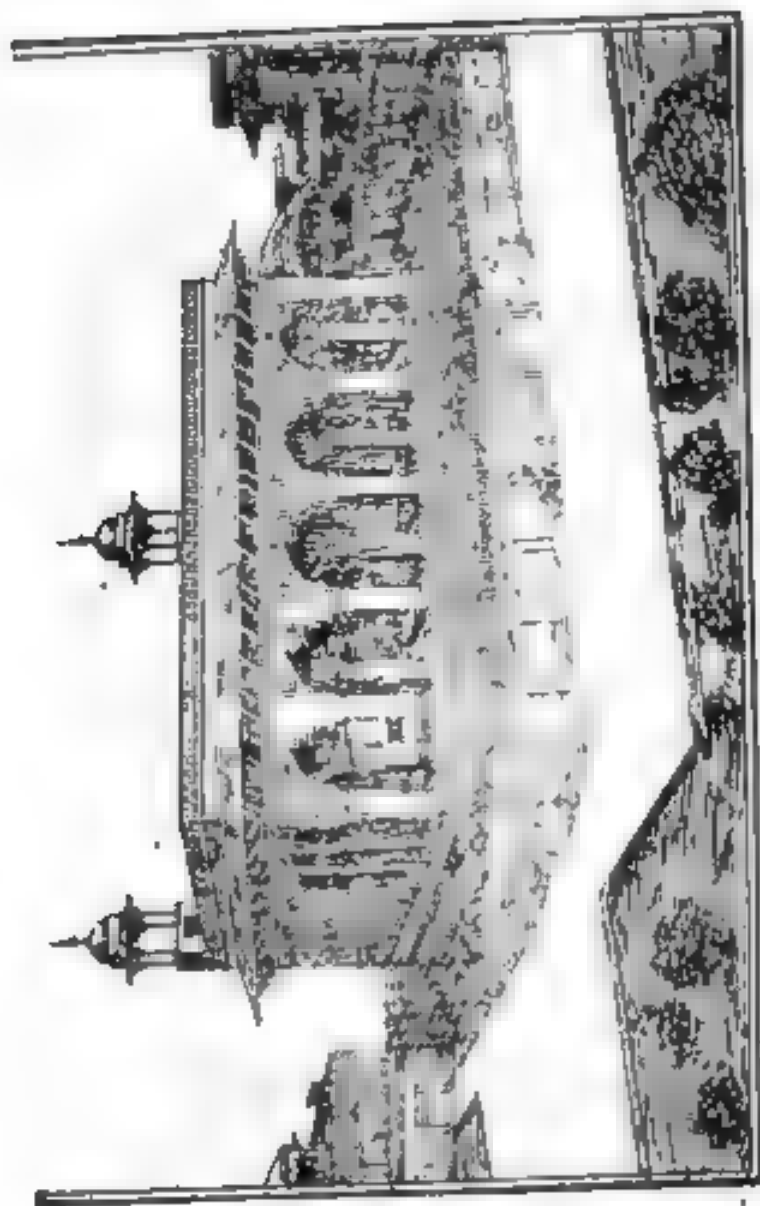
دلائل غامض — شاهی تخت اور مئی مسجد

فرائسی سوداگر اور جوہری 'نور نیر' جس نے ۱۵۴۰ء میں اس وقت ہجرہ کا لوں کیا جب شاہجہاں ابھی تخت پر جلوہ افروز تھا، کچھ اس طرح دیون خاص کے بارے میں بیان کرتا ہے (۵۷)۔

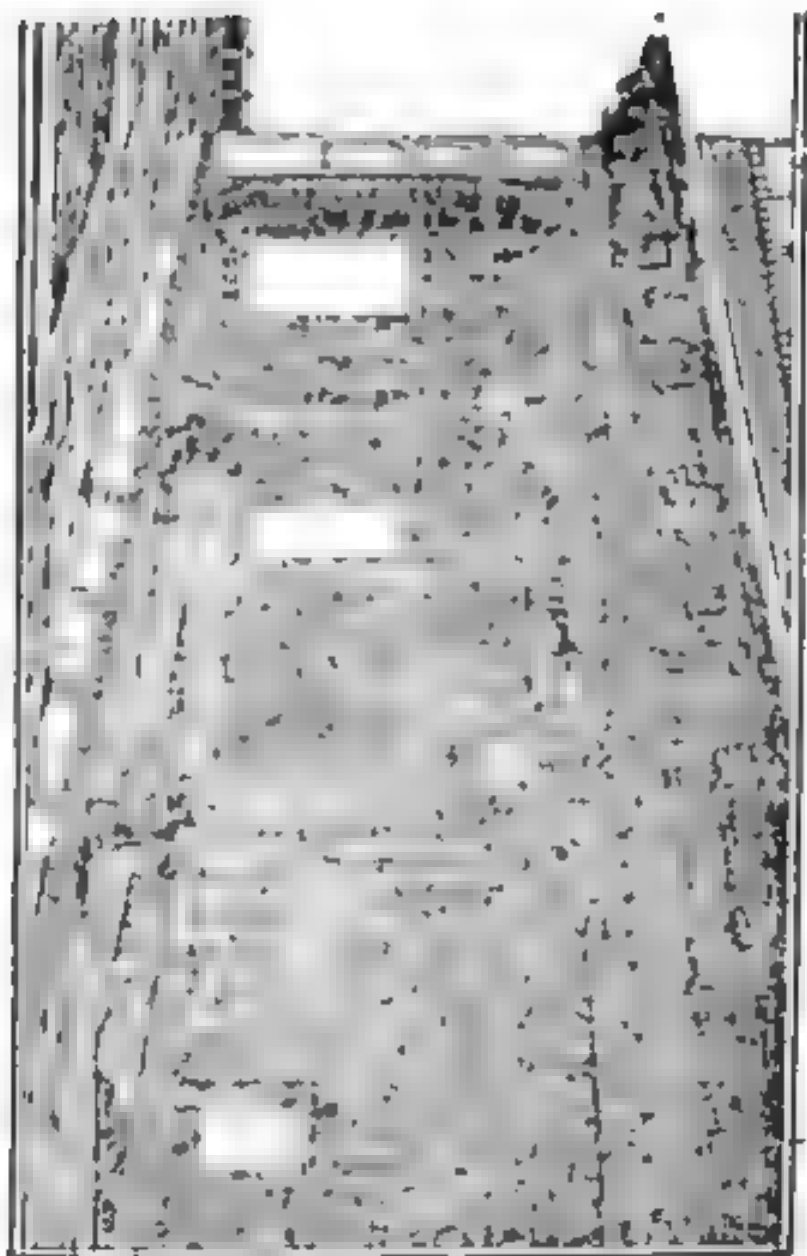
"دربار (یعنی دیون عام) کے آخر، بائیں ہاتھ ایک دوسرا دوازدہ ہے جو ایک دوسرے پرے دیون میں داخل ہونے کے لئے ہے۔ یہ بھی برآمدوں سے گھرا ہوا ہے اس کے نیچے بھی گل کے چند اطراف کے لئے چھوٹے کمرے ہیں۔ اس دوسرے دیون سے آپ تیسرے میں داخل ہوتے ہیں، جسکی بادشاہ کے کمرے واقع ہیں۔ شاہجہاں نے دائیں ہاتھ میں واقع ایک عظیم برآمدے کی محراب پر چاندی چڑھانے کا ارادہ کیا اس کے لئے ایک فرائسی آگستائن ڈی پروڈیجس کو اس کی تکمیل کا کام سونپا گیا مگر مغل انعام نے جب یہ دیکھا کہ اس کی سلطنت میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسے اس پر مکتبہ کے ساتھ اس حلقہ میں بات چیت کرنے کے لئے گواہوں کی جاسکے تو یہ کہہ نہ کیا کہ چونکہ آگستائن کی قابلیت کو حدش لاحق ہو گیا اس لئے کوچن سے واپس رہا اس کو ذہر سے دوا گیا اس برآمدے میں خنری اور ملاحودی چھوٹے ہونے بجائے گئے ہیں اور فرش پر فلکین چھلایا گیا ہے۔ برآمدے کے نیچے دروازے ہیں جو احتمالی چھوٹے چوکور کھول میں داخلہ کے لئے ہیں۔ میں نے ان میں سے صرف انیس دوا تین کو دیکھا جن کو ہمارے لئے کھولا گیا تھا۔ میں بتاؤں گا کہ دوسرے بھی اسی طرح کے ہیں۔ دربار کی دیگر تین اطراف کھلی ہیں اور وہیں سردے کی باندی تک ایک ساری دیوار ہے۔ ایک جانب دروازے رخ آتے کو باہر نکلا ہوا دیون ہے جسکی بادشاہ اس وقت آکر بیٹھتا ہے جب وہ اپنے باہری گروں کو دیکھنے اور باتوں کی لڑائی سے لطف اندوز ہونے کا خواہش ہوتا ہے۔ دیون کے سامنے ایک برآمدہ ہے جو ایک ایچ ڈی کا کام کرتا ہے۔ شاہجہاں کا منصوبہ تھا کہ اس کو مکمل طور پر نسل اور زسوی جلیوں سے مزین کر دیا جائے جو قدرتی لحاظ سے یہ تصور پیش کریں گی کہ سبز انگوٹھا سرخ ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ مگر یہ منصوبہ چونکہ بہت زیادہ مبالغہ جہاں ہوا اس لئے اسے ترک کر دیا گیا۔"

خاص محل: دیون خاص کے آگے دروازے رخ زندہ یا حرم ہے جسے خاص محل یا شاہی حرم کی خواتین کے مٹی کرے کہا جاتا ہے۔ محل کی بنیادیں سنگ سرخ کی ہیں، دیوارے جانا دیواروں کے ساتھ حریف نیچے بستا ہے مگر اس کے تمام کمرے 'رہبراریاں' اور شہنشاہی سفید خاص سنگ مرمر کے ہیں ان کو احتمالی واضح طور پر تراشا گیا ہے اور چھوٹوں اور نکل یونوں سے

تاریخ



2000



بڑی عظمت کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ شہنشاہ نے اس خوبصورت عمارت کو نئی دہلی سے کل قیر کر لیا تھا۔ نیز، طبع کاری سے حیرن پختوں اور گنبدوں کے ساتھ اس کی ہر طرف ہار دیاں بھولدار بنی کاری کا حسن نمود۔ ہیں اور انتہائی شاندار اور خوبصورت ہیں۔ یہ سب سنگ مشبہ، حقیقی، لاجورد، سنگ یلیمن اور سنگ سبز سے جھلک کرتے ہیں۔ برآمدوں اور باغیچوں میں اس قدر کشش اور خوبصورت قفل و کار دکھائے گئے ہیں کہ ایک امریکی سیاح کے مطابق "جب انہیں بچے سے دیکھا جائے تو ان کی عظمت فینے کی جھار سے بہت لمبی جلتی نظر آتی ہے۔" ایک حصہ کی دوسرے سے وابستگی اور عمارت کے مختلف حصوں میں قائم عمل آہنگی، طرز قیر کی عمدگی اور سب سے زیادہ ان کی شکل و شوکت، ان کے قیر کنندہ کے ذوق کا ثبوت ہیں اور انہوں نے حیرن مشہد کو خریف اور حیرانگی کے جذبہ سے مرشد کر دیا ہے۔ کوئی کراہ باداوری، کوئی برآمدہ یا کمزری نامکمل نہیں ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے، جیسے شہنشاہی اہلکاروں کو ابھی ابھی ان کے کمبوں نے خلق کیا ہو اور وہیم پڑشلہ کے گمرانے کو دہلدار تیار کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ آنکھوں کے سامنے اس کے دوسرا معمول کے سرکاری قرائن اور اس کی ملی زندگی کے مسائل اور گمراہی زندگی کے بارے میں واضح اور حقیقی جانتی تصویر لے آتے ہیں۔

برآمدہ دروازے کے رخ پر ایک برآمدہ میں خلق جھکوں کے شکلات ہیں۔ ان خلق جھکوں میں دروازوں کے ساتھ بنے ہوئے شیشہ پر تیمور سے لے کر دیگر مظاہر شہنشاہوں کی تصویر دیکھی ہوئی تھیں۔ ہجرت پر کا جنت راجہ سورج مل ان تصویر کو اپنے ساتھ لے گیا اور باغیچوں کی لوت مار کی مشقی کے طور پر ان جھکوں کو جلی بھونڈ گیا۔

یہاں اور وہاں وقت اور لوت مار کے سزائزات نمایاں ہیں۔ دیواروں خاص کے سامنے ایک بھونے سے گمن میں سنگ سرکاری جلیوں میں توپ کا ایک گولہ پھینکے کے باعث شہنشاہ باداوری کی جلی میں ایک ٹھک پیدا ہو گیا ہے۔ یہ مندرجہ کی فوج کے کمانڈر جنرل جین کی گولہ باری کا نتیجہ تھا۔ جن نے 1803ء میں قلعے کا محاصرہ کر کے زیادہ تر حصے کے لئے اس حصہ کو خائب کیا تھا۔ سنگ سرکاری جڑے ہوئے، حقیقی کے حصہ بھونوں اور ٹھونوں اور سنگ ستارہ اور ہزارات کے پتوں کو انتہائی بے شرمی سے اکٹھا لیا گیا ہے جبکہ پختدار خوارے اور تھاب شک ہیں۔

خاص محل کی دروازوں پر عمارت کی مندرجہ ذیل قسمیں درج ہیں:

الزین و کشا قصر علی بابا

(محکم)

ہوا کمر کپور شدہ عرش سا

بورنگرش از جینا سپر

لیلیان چاندلین سینا سپر

نکو در این سرانے خود

شرافیت کی تہ در شین کو

وہ خود از پیش و کم بست است

ہذا مہ زنجیر کھل شد

بر احوال مردم چنان در حلق

در ایوان شقایق بعد اقسام

چو ایوان کو عالم آرائے شد

شستہ آفتاب شد جل

ایں روشنی و صوب و نعت مکان

بود سخن باطن چو بیانیہ سر

تبار سخن اندیشہ کو درود

ببین گفت طبع حقایق شای

نکو در این سرانے خود

سعادت در آغوش ایوان کو

زنجیر دلش حتم بست است

ہذا مہ زنجیر کھل شد

کہ دامن چہ بیند شمایہ خواب

چو خورشید بر رخ بلوہم

سرخان نہ آسین سائے شد

کہ بتو بدایع صامتین

مخفیہ بدست دین آسین

ز برش فانی چو سایہ سپر

در فیض شد ہزار چار سو

سعادت سرانے دہلیں اسماں

ترجمہ - کشادہ بنیو کے اس دکنائیل کی قیصر سے اکبر آباد نے اپنی سرفرویں آسین (58) تک

باند کر دیا ہے۔ اس کی کنگرے و درواریں آسین کی پیشانی کو چھوتی ہیں اور نقاش (59) کے

دکانوں کی طرح واضح ہیں۔ اس و قریب قدرت کے دروازے کے سامنے سرسبز (60) ہونے

سے پیشانی پر سے بد قسمتی کا کھسٹ جاتا ہے 'اس کی شل میں صرف ایک نقطہ شرافت ہے'

سعادت اس کے ایوان کی آغوش میں رہتی ہے۔ کسی بھی طرف ظلم و ستم کا راستہ نہ کر دیا گیا

ہے 'اس کی زنجیر حل (61) سے ظلم و ستم کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں۔ مجھے بادشاہ کی زنجیر حل

پر غم ہے کیونکہ یہ ہر وقت حل کے حلاشی لوگوں سے انصاف کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔

اسے لوگوں کی غیبت حالت کا اس قدر ظلم ہوتا ہے کہ یہ اس بات کو بھی جانتی ہے کہ وہ اپنے

ظہیوں میں کیا دیکھتے ہیں۔ وہاں ہے 'یہ ایوان شقی میں اس طرح ترک و استقام سے رہے' اس

طرح سورج آسین میں رہتا ہے۔ جب بادشاہ کے اس ایوان نے دنیا کو آراستہ کیا تو زمین کا سرسبز

سے آسین کو چھونے لگا۔ بادشاہ عالم شہجری 'جو صاحب قریں کی مدح کا ناز ہے۔ (62) اس نے

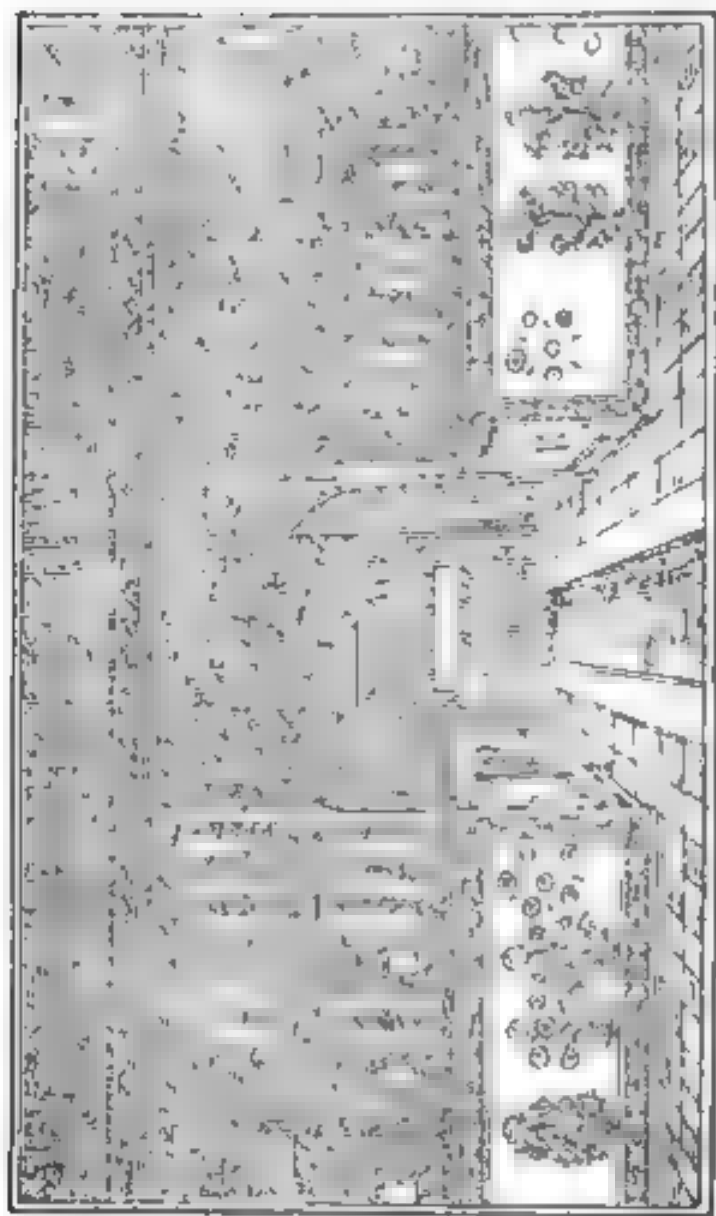
اس قدر خوبصورتی 'شان و شوکت اور بد و جلال کے حامل عمل کی بنیاد رکھی کہ آسمانوں نے سچ

دشن پر کبھی اس طرح کی کوئی قدرت نہیں دیکھی ہو گی 'اس کی بھائی حیل کا معن چاند کی پیشانی

کی طرح چمکتا ہے، آسین اس کے نیچے ایک سائے کی طرح رہتا ہے۔ جب میں نے خود سے اس

کی تدبیر کے بارے میں دریافت کیا تو حکمت کے دروازے پر چاہب سے مجھ پر کھل گئے۔

میرزا

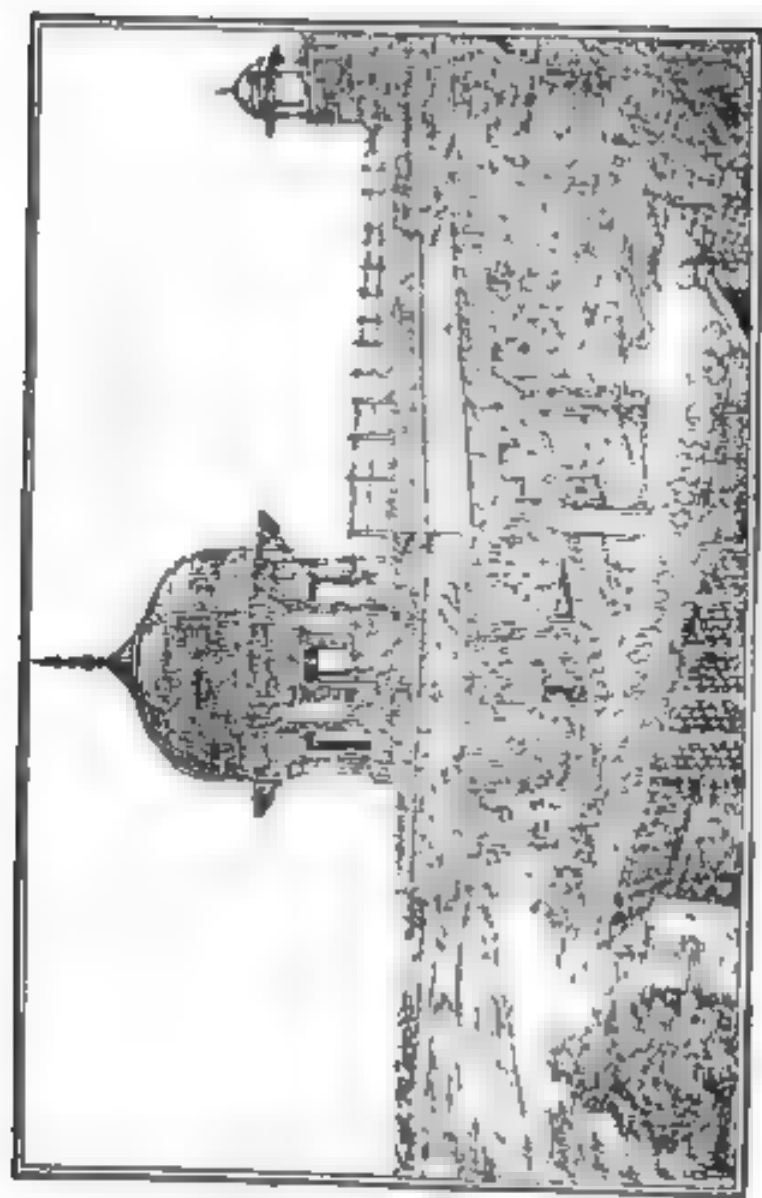


چنانچہ ہر وقت کج کی جانب کھڑے رہنے والے انہی نے کہا ہے خوش قسمت بنیو گا ایک طرف مل جلے گا۔ (۵۳)

انگوری پلغ: خاص محل کے سامنے انگوری پلغ ہے جس میں ابھی تک سرسبز جھاڑیاں کھجور، چنبیلی کے پھول اور انگوروں کی پتلیں آتی ہیں اور اس میں شاندار فوارے اور باغیچے ہیں۔ یہ 170 x 235 کا ایک بہت بڑا محل ہے اس کے تینوں جانب کھجور کے عین جڑے ہیں۔ ان سب کو اکبر نے حم کے استعمال کی غرض سے تعمیر کرایا تھا اس کے ارد گرد ستونوں کی قطاریں ہیں اور چھ مٹی کی جانب سنگ مرمر کی ایک کھلا ہوا دروازہ ہے۔ اس دیوار کا تعلق فیض محل اور شاہی عمارتوں کے ساتھ ہے۔ ۱۵۵۶ء کے پرتگیزیوں نے اس پر حملہ کیا اور ان کے خزانوں پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے انہیں کھجور میں جمع ہونے پڑے۔

فیض محل: انگوری پلغ کے محل کی طرف ایک پھوٹا سا راستہ خواتین کے کھجور کے انتہائی محل ذکر حصہ فیض محل کی طرف جاتا ہے اس کو اس لئے فیض محل کہا جاتا ہے کہ وہ اندرون میں بہت کے ساتھ شیشے کے پھونکے ہوئے گھرے لگائے گئے ہیں اور پھونکے ہوئے اور نیچے سے آئینوں کے ٹکڑوں کا تصور پیش کرتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا دروازہ دروازوں پر مشتمل ہے۔ مرکز میں ایک خوبصورت فوارہ ہے جس کا پانی سنگ مرمر کے حوضوں میں چلا جاتا ہے انہیں آٹھ لاکھ انداز میں تراشا گیا ہے کہ اس کے اوپر حرکت کرتا ہوا پانی چھل معلوم ہوتا ہے۔ جن دروازوں پر یہ نقلی عمارت اچھلتا کودتا ہے محل کی جانب سے انہیں اس طرح تعمیر کیا گیا ہے کہ انہیں اندرون کی جانب سے بھی مدینہ کیا جاسکتا ہے چنانچہ یہاں طرف لگے ہوئے صاف و شفاف بڑا دروازہ آئینہ اور ان کے نیچے پانی کی چادر سے منعکس ہوتی ہوئی مدینہ اور نیچے گرتی ہوئی پھوار کے باعث تعلق ہوئی شعاعیں انتہائی مدینہ اور سرخ رنگ کا دروازہ پیش کرتی ہیں۔ یہ دروازہ ملک بلوچی داستان کی تمام تر زیب و زینت کی یاد تازہ کرتا ہے۔ یہ امر الفو شاک ہے کہ سنگ مرمر کے وہ مجسمے جن کے ساتھ ان مدینہ کھجور کے فرش ہوا رکھے گئے تھے انہیں کھجور کے ٹکڑے لایا گیا ہے۔

حمام: راجن خانہ کے قریب حمام محل کرنے کے لئے چھوٹا کھجور پر مشتمل ہے۔ پتنگوں چھوٹا سے لٹنے والا پانی کمرے میں ایک دھنسی نکلی پیدا کرتا ہے جبکہ لیلیاں حمام میں کھجور کھڑی اور سنگ مرمر کی مٹی چمک نے کام کی جگہ میں لیلیاں کھجور لایا گیا ہے حمام سے سنگ مرمر کے وہ راستے جن کی طرف جلتے ہیں اور دروازوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ ان میں سے ایک



مسجد

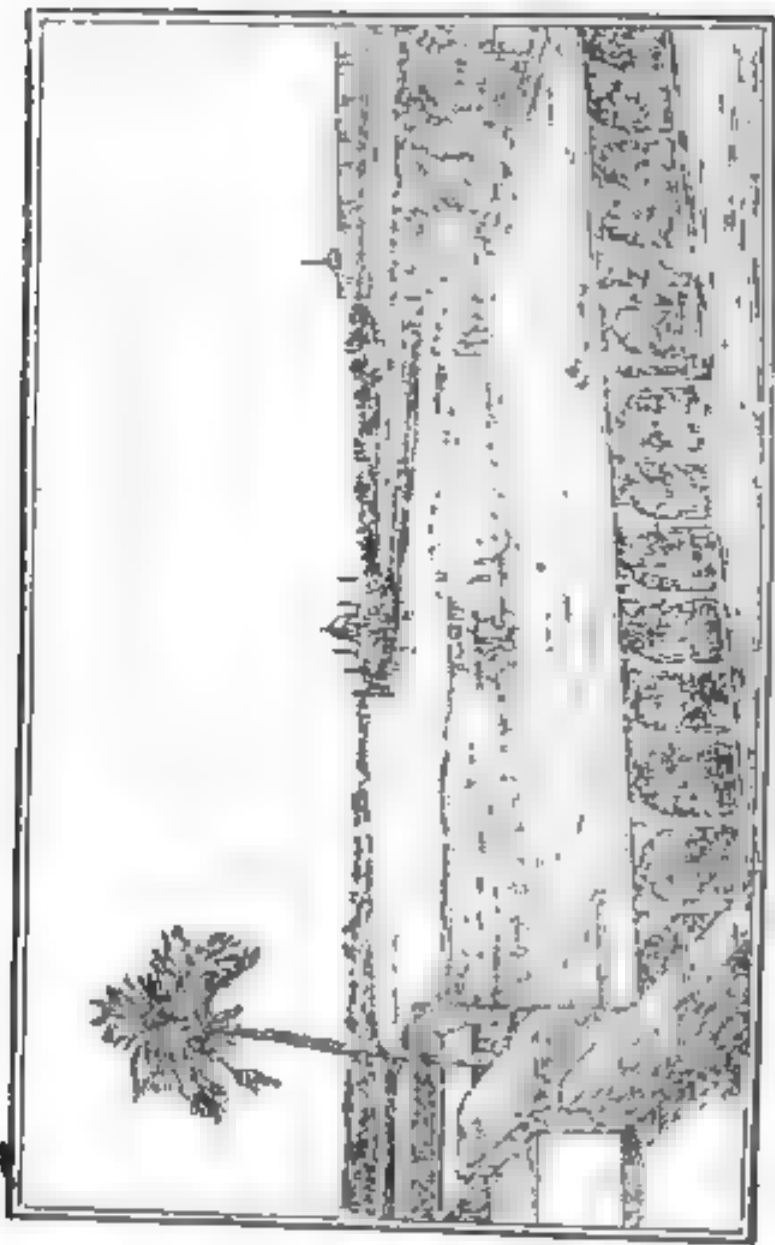
حرم شاہی کی بجائے اور فن کی کتبوں کے لئے اور دو سرا جگہ کی بعد ملکہ جودہ ہائی کے لئے قلعہ شاہی محل کے برآمدوں سے دوسرے کھڑے پر بلاتے اور بگور کے درختوں کے انہوں کا ایک خوبصورت قلعہ کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ دریا سے تقریباً ایک میل نیچے کی جانب بعد سجن کا مجموعہ نواح میں ہاتھی دانت اور ہیرے سے تراشیدہ ایک محل کی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

گجپٹی: اگلے ایوان میں سفید اور سیاہ سنگ مرمر کے چار کور خانوں کے ساتھ فرش ہندی کی مٹی ہے جو گجپٹی کے تخت کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ مکمل مشرقی تختہ زندگی ایک قسم ہے اس کٹھن تختہ میں ہر تختہ اتار چڑھا ہے کہ ایک آدمی اس میں بیٹھ سکتا ہے۔ عام کھیلوں میں ہاتھی دانت کے کلوے یا سودا ہونے استعمال کی جاتی ہیں۔ مگر کہا جاتا ہے کہ اکبر اور اس کی بیویاں اس تختہ پر ذرا ہی ہفت لباس میں بیٹھیں لڑکیوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اس کھیل میں مرنے کے مقام کو ظاہر کرنے کے لئے انہیں طلالت کے ذریعے طلعہ کیا گیا تھا وہ کلاڑیوں کی چھری کی حرکت کے مطابق ایک تختہ سے دوسرے میں چلتی رہتی تھیں۔

شمن برنج: گجپٹی تختہ کے ایوان کی ایک جانب ملکہ علیہ کی طلوت گھٹن برنج ہے۔ اس کو شاہجی نے تعمیر کروایا اور بیسی پڑا ہونے والی اپنی بھالی کی بیوی کے درخشاں مقبوضہ کی طرف آٹھویں صحنہ کا آخری سانس لیا اس کی شہینہ بی بی جلی آراء اس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ (54) یہ قدرت خاص سنگ مرمر کی ہے اور اس میں انتہائی واضح طور پر کتہ کاری اور طبیعت کاری کی مٹی ہے۔ اس کے وسط میں گلاب کے پھول کی شکل میں سنگ مرمر کا ایک پھول سا مگر صاف صفا خوش ہے۔ یہ وہ خوش ہے جسے بادشاہ کی جیتی بیوی 'راج محل کی خاتون' اور چند دلوں بیگم نے اپنے اور پاؤں دھونے کے لئے استعمال کیا کرتی تھی۔ اس کو جیتی چھوڑنے سے آراستہ کیا گیا تھا ان سب کو جات اپنے ساتھ لے گئے۔ دیوار کے اوپر وہ چھوٹی کھڑکیاں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ بڑی سلطانہ انہیں اپنے ہوا بہارت اور دیوارات رکھنے کے لئے استعمال کیا کرتی تھی۔ وہاں تک ایک مٹری بیڑی کے درمیان جاتے ہیں۔ اسی برنج سے شاہی بجائے لیجے کھلے میدان میں جاوے گی لڑائی دیکھا کرتی تھیں۔ بادشاہ دسری جانب سنگ مرمر کے تخت پر جلا افروز ہوتا تھا۔

دریا کے سرخ پر کھلا برآمدہ 'جلاب سنگ مرمر کا تخت موجود ہے' پہلے اس پر بھت موجود تھی اور یہ دیوان خاص کا ایک حصہ تھا مگر بھرت پور کے راجہ نے ایوان کو سہل کر دیا اور اس کا ساز و سامان اس نے اندر لیا۔ اس کے چھوڑنے میں سے سنگ مرمر کے پانچ کلوے مجموعہ کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔

مک ۱۱ کاغذ



کلب کو لکھا جا رہا تھا (65) سفید سنگ مرمر کے ٹکڑے (جسے شاہجہاں کا دیوان خاص کہا جاتا ہے) کے ٹکڑے کی طرف فنی سنگ تراشی کے طور نمونہ یعنی سیاہ سنگ مرمر کے ایک تخت کو دیکھا جا سکتا ہے۔

سیاہ سنگ مرمر کا تخت:

جسے بہت چاروں ٹانگیں کے کھل طور پر ایک ہی کھڑا سے تراشا گیا ہے 10 فٹ ساڑھے ملت لٹھی لمبا 9 فٹ 10 لٹھی چوڑا اور 6 لٹھی موٹا ہے۔ یہ چھراٹ 4 لٹھی اونچا ہے اور اسے آشت پلو پیچوں نے سداوے رکھا ہے۔ اس میں کھل طور پر ایک طویل دروازہ آگلی ہے جسے سواریاں مل جلنے کے بیٹے بھرت چور کے راجہ جواہر سنگھ صاحب جٹ کے قدسوں کی تحفہ سے منسوب کیا گیا ہے جس نے 1765ء میں عارضی طور پر آگ پر قبضہ کر لیا تھا۔ سرخ لافنگ لوگ دیوان کرتے ہیں کہ جٹ سوار کے ٹپاک قدسوں کے باعث نہ صرف اس میں پلو یہ پسود دروازہ پھاڑ گئی بلکہ اس میں دو جگہوں سے خون پھوٹ چکا اس کے تھوڑی سی دیر بعد صاحب کو گل میں حاکم کر دیا گیا جبکہ اس کے باپ کو نجیب الدولہ کے ساتھ لڑائی میں قتل کر دیا گیا۔ تاہم تخت پر سرخ تخت کی موجودگی معنی مومے کے باعث ہے اس تخت کو شہنشاہ جاکیر دیوان خاص میں اپنے وزیروں کے ساتھ استعمال کیا کرتا تھا۔ اس حجر کے چاروں طرف لادری کے جسے بنے حروف میں مندرجہ ذیل عبارت درج ہے

چون شہ سلیم وارث تاج و تخت	بر تخت نشست و بہت حقیقی آئین
قد اسم مبارک جہاں گیر پر ذات	وز اور دربارت قبش نور الدین
پادشاهی کہ فتح او سازد	چوں دیکھ سرحد بدو نیم
پادشاهی کہ فتح او سازد	تکیہ تکیہ خدایان کہیم
تک خسرو ان پائی ملک	سود را میار برادر سلیم
منہ با صفا زور و خیا	گور بی با پرور جیم
چہ نامخ او بکھر شدم	عدوے ہستم از خدائی حکیم
تک تک خدو خورشید است	گفت بد مرور شہ سلیم

ترجمہ: جب شہ سلیم وارث تخت و تاج تخت پر بیٹا اور حکومت کا انتظام سنبھالا تو اس کی عظمت کے مطابق اس کا نام جاکیر بن گیا اور اپنے خلیفہ کی مدد سے اس نے نور الدین کا لقب حاصل کیا۔ یہاں پادشاہ جس کی تمناوار ستارہ جوڑا کی طرح دشمن کے سر کو دکھوں میں لگاتی ہے اس کا مبارک تخت مستحکم کے کئی پادشاہوں کی پتہ ہوا فرشتوں سے برابری کے لئے یہ

ان چھ بادشاہوں کا اجتماع ہے 'سورج کے سنا اور چاند کی چاندی کے لئے کھائی ہے۔ یہ شاندار
وقت چمک رنک اور شان و شوکت کے سلسلہ میں ایک گراں ہمار اور جیتی موتی کی طرح ہے۔
اس کی تدبیر کے بارے میں سوچنے کے لئے میں نے کٹھن خلی سے مدد لی 'آخر کار آزاد آئی'
جب تک آملن سورج کے لئے وقت رہے 'اس وقت تک بادشاہ سلیم کا وقت قائم رہے' 1011
جی

بعلی طرف (مرکز) شمال جانب (مرکز)
سرخ حضرت سلطان سلیم اکبر شاہ بیٹہ بادشاہین ہار مراد
ترجمہ: سلطان سلیم اکبر شاہ کا وقت بیٹہ لکھ کی موتی کے نور سے لب و لبت حاصل
کے

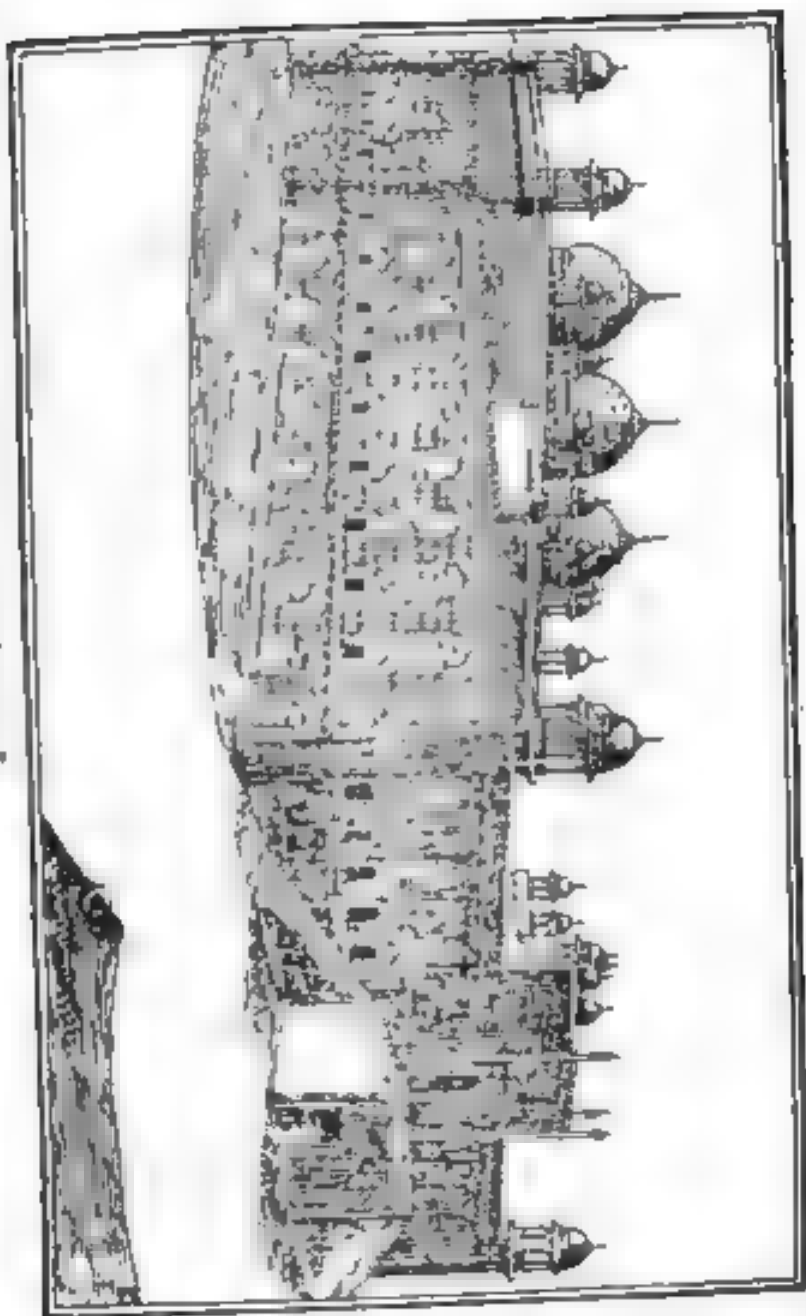
شرقی جانب مہارت کے لیے معراج ذیل مہارت دیا ہے
"اسم ساقی پیش تو جلوس شاہ سلیم دیکھ ازمین نور الدین محمد جلوس گیر بادشاہ قاری۔"
وقت نشی سے قبل اس کا قبل فرما شاہ سلیم اور بعد میں نور الدین محمد جاگیر بادشاہ قاری
قد

بلند مرتبہ بادشاہ زکریا سرور شاہ جاگیر الدین اکبر شاہ
ترجمہ: اکبر شاہ کے بیٹے جاگیر شاہ کے وقت کا مرتبہ لکھ کے حکم سے آملن سے بھی بلند
جائے۔

معراج ذیل گوشاں وقت پر مہارت کے اصل منتقل کو ظاہر کرتا ہے۔
تک خرواں پانی تک سور و احوار برود سلیم مسد ہاتھ اور دنیا کو بر ہے ہا
چور جیم
بادشاہین تھکہ زرخشا بادشاہین ہار مراد بادشاہین تھکہ گھ خدا
انکان کیم

تاکہ تھکہ خورشیدت گفت اور سر شاہ سلیم بادشاہین کو ظاہر مسد چمن د
تک سور و احوار

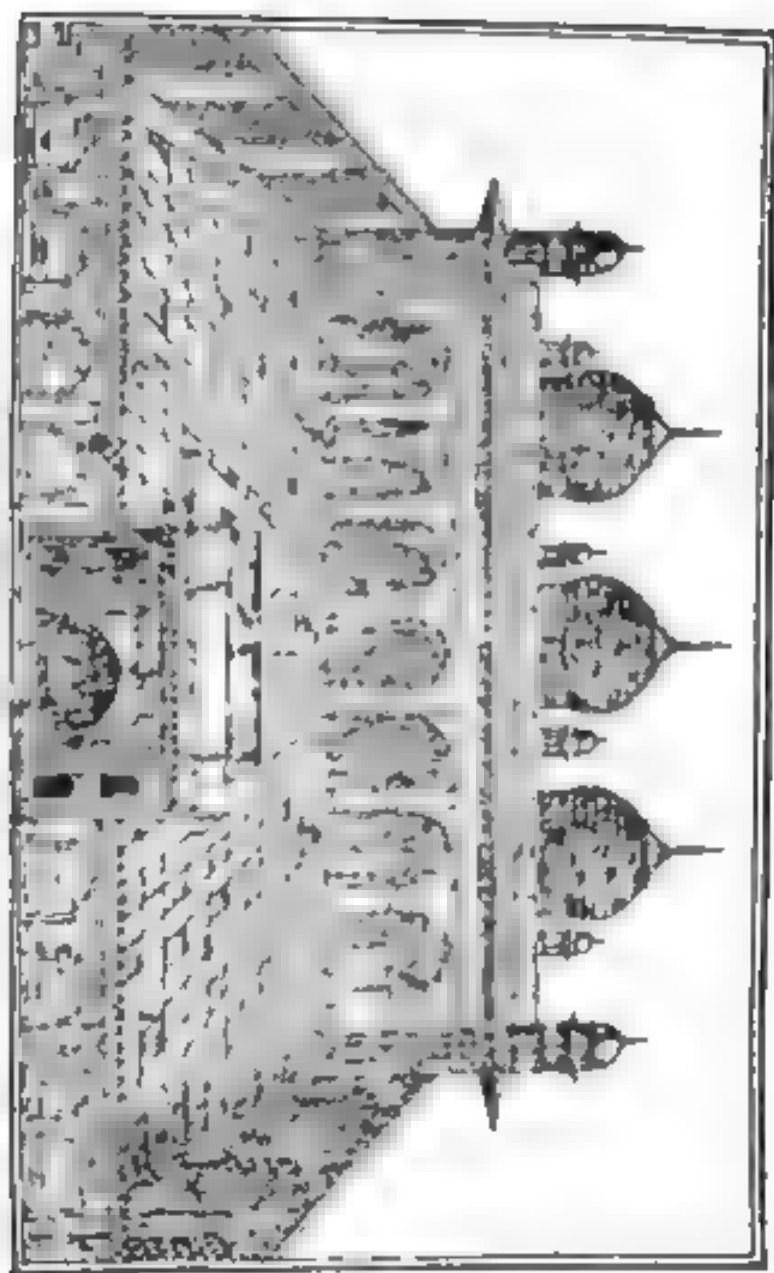
چند گراں نو تھکہ شرم سر حضرت سلطان سلیم اکبر شاہ مدد سے مسد از خدائی حکیم
موتی مسجد: لکھ میں سب سے زبان خوبصورت مہارت شاندار اور مناسب نام کی حامل موتی
سور ہے۔ یہ دکان نام کے محل میں ایک بلند نیلے پر استھ ہے 'ذیل دکانی بیڑی کے طویل



مسجد جامع

انہوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ جب سنگ خارا کے پھوٹے ٹکڑوں کے ذریعے ایک سلاخ سے دردناک میں داخل ہوں تو اس ہلت کی قلعی چٹخ نہیں ہوتی کہ اس قدر عظیم الشان عمارت بھی یہاں موجود ہو سکتی ہے۔ کوئی قلعہ اچانک اپنے سامنے ایک عظیم الشان 'سراگئیر اور ممتاز عمارت کو پا کر حیران رہ جاتا ہے' جس میں شہنشاہ اور عظیم الشان ٹوٹے کے ساتھ ساتھ 'زراعت' سلاخی 'عمدہ لعل اور طاقت بھی پائی جاتی ہے۔ صنف کتا ہے' "یہ ایک خوشگوار حیرانگی ہے جو حیران مثلاً کو پر جوش خروید و ستائش سے سرشار کر دیتی ہے۔ آپ اپنے سامنے دیکھتے ہیں کہ سفید سنگ مرمر کی ایک عمارت گھ اپنے دشمنین محن کی چاندی کی سلاخ سے نہایت مہرگی سے بلند ہوئی ہے۔ سبھ کی پائنتل 187 x 234 فٹ ہے۔ چوکور محن میں بنی بنی سفید سلاخ کا فرش لگایا گیا ہے۔ اس کے ارد گرد اسی چکر کا ایک جبرک برآمدہ اور ستونوں کی قطاریں ہیں۔ فرنگین کتا ہے 'سبھ کی خوبصورتی اس کے محن میں پائی جاتی ہے' جو فرش سے لے کر گنبدوں کی چوٹی تک مکمل طور پر سفید سنگ مرمر کی ہی ہوتی ہے۔ "اس وسیع و عریض محن کی حد یعنی دروازے سے تقریباً 100 فٹ کے فاصلے پر 150 x 10 فٹ کے کمر پر مشتمل عظیم سبھ ہے' جسے ستونوں کی تین قطاریں نے سلاخوں سے لگایا ہے' جو انتہائی زراعت سے تیار کردہ اسلامی طرز کی عمریوں کے درمیان ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ سفید سنگ مرمر کے تین دھکس گنبد بعد اپنے سنہری کسوں کے برآمدوں سے انتہائی خوبصورت انداز میں ابھرے ہوئے ہیں اور عیصل سے کافی حد تک اونچا اٹھے ہوئے ہیں' جس کی وجہ سے گچھ سنوں میں اس کی واضح قطع میں عظمت پیدا ہو گئی ہے۔ سنہری لکڑی پر جوش دیا گیا ہے' "نقشہ کے دور دراز مناظر میں یہ گنبد چاندی کے پیچھے دکھائی دیتے ہیں' جیسے ایک گھ کے لئے دیواروں پر رکھے ہوں اور ہوا کا بھونکا انہیں اڑا کر لے جاتے گ۔"

یورپی دنیا کو اور سیاحوں نے اس عمارت کو کلی طور پر مکمل قرار دیا ہے 'ملا کہ اس کی طرز تعمیر خلافت اسلامی ہے' اس کے باوجود اس میں دورگ فن کی سلاخی پائی جاتی ہے۔ اس کا عجرا نقش زندگی سے بھرپور ہے' "تسا اس کا مثلاً اس کی پائنتل کے درست حساب سے اس کے نقش کی قتل خروید صدمت سے کیا جاتے' یہ سبھ بجا طور پر فنون لطیفہ کے طالب علم' سیاح اور تماشائی کی یکساں طور پر ستائش کا موجب بنتی ہے۔ ایک ممتاز صنف اس کی عمارت خوبصورتی کے بارے میں لکھتا ہے' "یہ ٹک پہ سبھ کا موتی ہے' کوئی قلعہ چوٹی اس سے انصاف نہیں کر سکتا اس کو دیکھ کر لانا' خروید کی جاتی ہے۔" ایک دوسرا صنف دہلی میں شہر میں کی عظیم الشان سبھ کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے'



مسجد جامع اصفهان

”حلاکت“ دہلی کی دیو نکل جامع مسجد اپنے ذیل ذیل اور بہت ہی جماعت کے ہاٹ مولانا معلوم ہوتی ہے ”جبکہ زیر بحث مسجد کو اس کی نزاکت و عظمت کے بارے میں بات کرتے ہوئے“ کم از کم (تاکہ کہا جاسکا ہے۔) ”ہیں مسٹر نیو کے متعلق رقم نے اس کی خوبصورتی میں جبکہ اس طرح رنگ آمیزی کی ہے۔“ یہ اس قدر خاص اور بے عیب عبادت گاہ ہے (جو آج عبادت کا جذبہ اٹھاتی ہے) کہ بحیثیت ایک پیدائشی کے ”میں نے یہ سوچ کر خود کو عاجز محسوس کیا کہ اس بے عظیم مذہب نے اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مسجد سے بہت لے جانے کے لئے اپنے معمول میں خوش و خرم پیش آنی نہیں کیا۔“ اس دور کے مصنف (سر رچرڈ فرس) بیان کرتے ہیں ”اس بے دریغ مسجد سے زیادہ تو میں میں گہری لڑائی لڑاؤ کا جذبہ اٹھانے کے لئے اس سے زیادہ مناسب جگہ کوئی نہیں۔“ ایک اور مصنف لکھتا ہے ”یہ صرف خدا کے واسطے عبادت کرنے کے لئے انسان کی خود ساختہ کے ذریعے وقف کردہ ایک خاص ترین نمونہ ہے۔“ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اس کے متعلق جس خوش و خرم کا اظہار کیا جاتا ہے ”یہ اس کی سستی ہے۔

محقق کے وسط میں نمازیوں کے وضو کے لئے ایک خوبصورت فوارہ ہے۔ حجر کے ایک چبوترے پر ایک سورج گھڑی بھی ہے مسجد اطراف میں بیڑی کے زینوں کے درپے گل کے ٹھوس کھوں سے ڈھکتا ہے۔ اس کے علاوہ بجلی کمرے بھی ہیں ”جس میں حرم کی عبادت کی عبادت کے لئے سنگ مرمر کی جالیوں سے طیغہ کیا گیا ہے۔ مسجد میں 600 نمازیوں کی تنہائی ہے۔ سائے والی عراب پر تختی کے اوپر سیاہ سنگ مرمر کے حواف میں درج عبادت سے پہلے ہے کہ اسے شاہجہان نے 1063ء (1654ء) میں تعمیر کرایا۔

مسجد کی عمارت میں 57 1056ء (1648ء) میں شہنشاہ کیا گیا کی تعمیر کو سات برس کا عمر لگایا اسے 1063ء (1652ء) میں یعنی شاہجہان کی حکومت کے 26 ویں برس میں مکمل کیا گیا۔ اس میں لاکھ روپے لاگت آئی۔

مسجد کے اندر منبر کوٹنے کی طرف سدا اپنے دائے ستونوں کی پکی قطار کے اوپر چلتی

یہ مصدر ذیل عبارت دیکھا ہے۔

این کہہ نورانی دینت انور جلی کہ صبح در شب منقلب تن
شایستہ تیمار و عرشہ از فرش مہین تن جمیست تیمار
پسند حق عرش بعدش و مکتبہ فیض پادش پور حق فردوس ہم آخرش
بنیان حق شایستہ تیمار مسجد اس علی استوی از دہ سپر

افغانستان زمین مستوی و صاف و قاعی است۔ ہر گز تپش و تپ
 نور سے بازار کو اک بے۔ یا دوسری یعنی چشمہ آفتاب ہے۔ ہر گز
 زرخش شمع قرعہ بخش قبول آہنی۔ ہر گز آب نور آفتاب حلال
 نور و زمین عید جلدی۔ ہر گز افغان قوم مستقر الکافہ اکبر
 آباد کہ باز مویں حاصل سچا ہیں بے۔ گوی ہر گز استوار در بدر
 منور کہ بر افغان طالب رحمت برانستہ شین۔ یا دوسری رحمت گرد
 ہر گز کہ ہر طرح اسطر کر است خاصیت بین۔ ہر گز شتی
 قصیدت والا۔ ازیک نولے والا۔ کہ از سر تقاض محمود دنیا سہرے
 سر اسرار سنگ سر سر صفادیل تن بر روی کا دیا ہے۔ وازید و کسور
 عالم معبدے منور و ملی نظیر تن جلی کسور ندیہ۔ ہر گز خاک
 سلیمان انتقام و سلطان ظلیل احرام چو افروز سلیمانی پانی مانی
 جہاننی ششہ مرث ہار گز کل لند۔ غنائی پتہ۔ سو سس ارکان خلافت
 مرصع بنیان صل و ولایت بہ یمن قد مش و سکن راہ آہن ہر گز
 وازد فور عمل آہن راہ ہر گز منور ہر گز بخت دولت و از مشق
 خد مکن دوام پیداری۔ ملک و ملت را پامل طغش کل ہوا داری۔
 ہر گز است از خاک در گز ملک جہش در اندازے۔ آفتاب و از آب
 شمشیر و شمش و خیلہ نورے

ہائے ملک را از دستواری ساس صل را از و پایداری
 ہر گز از چشمہ حق فکر جز کند پانہ کتہ ہر گز
 جہاننی را ملک خدمت گزاردے۔ بیش را سحر آئینہ دارے
 قطب آہن دین ہمدی و شریعت نوازی۔ مرکز دودن صل گستری
 و مملکت طرازی ہوا اندر شمشادین محمد صاحب قرین جلی شاہ
 ہر گز ہر گز غازی بیادقت و در عرص ملت صل ہر گز ہر گز
 آخر سال بے و ششم جلوس اقبل ہر گز مطبق نہ ہر گز و شت
 و سنہ ۱۰۶۳ ہجری ملی را یہ انہام در جہان انتقام ہر گز۔ ہر گز
 صل میان نیست حق طاعت این ہر گز دین پتہ مکنن را قش
 اوراے خلعت و آفتابے حسات روز افروز کتلہ و امر و ملت و ہر گز کن را

ملاؤ مگر فرخندہ آثار میں حق گزین حقیقت آگاہ علیہ گردلو۔ آمین یا رب العالمین

ترجمہ یہ پروردگار کہہ اور بیت المعمور طائی اس قدر درخش ہے کہ اس کے مقابلہ میں صبح روشن مگر شام مظلوم ہوتی ہے۔ اس کی چمک و تک کا آثار اس قدر ہے کہ اس کے مقابلہ میں سورج اس آگہ کی طرح مظلوم ہوتا ہے جو روشنی سے چکا چورو ہو جاتی ہے۔ اس کی مضبوطی و بلوار اس قدر بلند ہے کہ عرش تک جا پہنچی ہے اس کے فیض بخش چار فرودوں کے ساتھ ہم آغوش ہیں۔ اس کی طل شان بیدار ہر طرف اشراق کرتی ہے کہ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس کے کس چمک و تک میں نصف عالم سورج سے سبقت لے گئے ہیں جب یہ مسند الہیہ میں سے گزرتے ہیں تو بلندی میں اس سے بچھ جاتے ہیں۔ سورج کی بیچوں بیچ اس کی ہر کن روشن ستاروں کے بحر میں سے دھبہ روشنی کا گدستہ مظلوم ہوتی ہے یا سورج سے نکلتی ہوئی خیر حلوہ کرلوں کا ایک فوں دکھائی دیتی ہے۔ اس کا ہر شری کس آسمان کے ستاروں کو روشنی فراہم کرتا ہے۔ اس کی ہر درخشش عرب سے ہند (ہلال) کی طرح ہے اور ہمیشہ عید کے شوار کی طرح اس کی پذیرائی کی جاتی ہے اس کے دونوں جانب اکبر کے دارالسلطنت کا سنگ سرخ سے تعمیر کیا قلعہ ہے۔ یہ مسجد اس قلعہ کے لئے ہی طرح ہے جس طرح ملت سیارے آسمان کے لئے ہیں۔ کوئی اسے ہند کے گرد ایک ہلکتا ہے جو دم کے پلوں کی آمد کا قیمتی ثبوت ہے۔ یہ روشن سورج کے گرد ایک دائرہ ہے جو صوبہ بادشہ کی آمد کی بلاشبہ علامت ہے۔ فی الحقیقت یہ قیمتی موتی سے ہلایا گیا ہشت کا ایک بلند و بالا محل ہے۔ کیونکہ آبد و بنا کے تقاضے سے لے کر محل طور پر خاص سنگ مرمر کی اس طرح کی مسجد بھی بھی نہیں بنائی گئی نیز تخلیق کے وقت سے لے کر اب تک چوٹی سے پینے تک اس قدر منور اور درخشش سہر بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

سیماں کی شان و شوکت والے بادشاہ امیر ایم کی تعمیر والے سلطان اسلام کے قلعہ و محل کو آرامتہ کرنے والے سلطنت کے ہائی شہنشاہوں کے شہنشاہ (جس کا دربار مرتبہ میں عرش کے برابر ہے) محل سمائی 'ملاکن پدا' طاعت لڑکن خلعت پادے حلقہ و خضاف (یعنی جس کے قدموں کی برکت سے آسمان کے مقابلہ میں بزار حالہ سے زیادہ عظمت محسوس کرتی ہے) کے علم سے اسے خیر کیا گیا اس کے مخالف کی ریاضی کے باعث آسمان زمین کی ہلاکتی کو جسم کرنے پر مجبور ہوئے اس کی خدمت کی محبت کے بموجب خوشحال اور دوست پیش اپنے فرائض سر انجام دینے کے لئے تیار رہتی ہے۔ اس کی وضع قطع کے حسن و محل سے سلطنت و مذہب نے بہت زیادہ دلکشی حاصل کی ہے۔ جسے کی ہوائیں اس کی مہلت لکھ کی خاک کی آلودہ کرلی

ہیں۔ آسمانوں کی طرح ہر حالت ہے۔ دوزخ کی تہ کن آگ اس کی گولہ (ہر دشمنوں کو نیست و برباد کرتی ہے) کی چمک سے کچھ حد سمجھنے کی درخواست کرتی ہے۔

سلطنت کی بنیادیں اس سے طاقت حاصل کرتی ہیں۔ صل کی بنیاد اس سے پائیداری حاصل کرتی ہے۔ اس کی تلخ گولہ پیشہ کافروں کو ہلاک کرتی ہے۔ آسمان اس کا ایک غلام ہے۔ سر اس کے چہرے کے لئے آئینہ بدلتا ہے۔

آسمانی دین اور شریعت کے محورِ عمل و انصاف اور مملکت طرازی کے دائرہ کے مرکز اور افق شہاب الدین محمد 'صابغ قرآن' جلی 'شاہجہان بادشاہِ مادی نے اس عمارت کو مہرک حکومت کے 26 دہائیوں کے آخر میں بمطابق 1063ھ ملت سلسل کے عرصہ میں تین لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کرایا۔

خدا نے دھند 'لاشریک اس سے اس قدر راضی ہو جائے کہ اس دین پتہ 'بادشاہ کے اچھے ارادوں کی برکت سے لوگوں میں عبادت کرنے اور نیک کام کرنے کی خواہش بیدار ہو جائے اور سرِ مل مستقیم کی طرف ہدایت اور راہنمائی کے نتیجہ میں پروردگار کے پسندیدہ اس نیک بادشاہ کی نعمت ہو جائے 'بارب العالمین' (آمین)۔

تعمین مسجد: بھی بھون کے مثل مغربی کونے کی طرف ایک راست چھوٹی سی مگر 60 فٹ مربع محل کی ایک خوبصورت تعمیر مسجد کی طرف جاتا ہے۔ اس کو لورنگ نصب نے زین کی خرائین کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ مٹی مسجد کی طرز پر عمل طور پر سفید سنگ مرمر سے تعمیر کرائے کے باعث اسے اس کی چھوٹی قتل کا ماسکتا ہے۔ ایک بلند جگہ پر دروازے مٹا کے درج اس کے ساتھ کھول کا ایک دروازہ ہے جس میں شاہجہان کے خوبصورت بیٹے لورنگ نصب نے اسے محل احرام تہ میں رکھا ہوا تھا چنانچہ یہ کوا بھی تک اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ کھلی رہا کرتا تھا۔ تلخ محل کی عتقن اور بولانی کے ایام کی بڑی کی یاد میں اپنی تعمیر کونہ یادگار کو دیکھتے بغیر اسے تسلی نہیں ہوتی تھی۔ مختلف دربار میں ایک گزرا ہے 'جس دھو کے لئے گرم پانی دخیو کیا جاتا تھا۔

عمود کے مقبوض کے دروازے: وہ کمرے (جو اصل میں اس وقت شاہجہان کے زیر استعمال تھے) جب وہ بعدِ مٹن کا فرمانروا بادشاہ تھا بھی 'موسمات' کے مشہور دروازوں سے آراستہ ہونے کے باعث محل توجہ ہیں۔ جملہ بولوک کی زیرِ کنل لارہ ایلیں یورو کی عظم فوج لکھنستان میں انگریزوں کی فتح کی نشانی کے طور پر ان دروازوں کو غزنی سے لائی تھی۔ یہ دروازے

12 فٹ بلکہ 9 فٹ چوڑے ہیں اور ان میں انتہائی جانشینی سے کندہ کاری اور ثبت کاری کا کام کیا گیا ہے۔ گورنر جنرل نے ہندوستان کے مقامی حکمرانوں اور لوگوں سے مذکورہ دو اندوں کے بارے میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "کلچر برطانوی فوج سمیت کے ان دو اندوں کو فتح کر کے افغانستان سے لائے گئے ہیں" اور یہ کہ 800 برس پہلے کی ہے موزی کا بدل لے لیا گیا ہے۔ یہ اعلان اس بیان کی حد تک ہی درست تھا کہ ان دو اندوں کو موزی میں عمود کے مقبوضے سے لایا گیا تھا مگر انہیں سمیت کے دو اندے خیال کرنا ایک لفظی غلطی تھی جس کے بارے میں خیال ظاہر کیا جاتا تھا کہ عمود انہیں اپنے ساتھ لے گیا اور اس نے مسلمانوں کی فتح کی صدیق کے طور پر اپنے انڈل کے بعد انہیں اپنے مقبوضے میں نصب کرنے کی رسمیت کی تھی۔ اصل دو اندے ہندو کی گزری کے تھے اور اپنے ہارک اور شیش نقش و نگار کے باعث بہت دیرین مشہور تھے۔ بہترین منسوخوں کے درجے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ وہ آگ لگنے کے باعث جل کر رہا ہو گئے تھے اور یہ کہ جب مقبرے کو از سر نو درست کر کے اس کا احیاء کیا گیا تو درجہ دار کے دو اندوں کا ایک یا دو زائصب کر دیا گیا ایک ہزار جائزہ کے مطابق اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ حاشیہ میں کوئی عبارت درج ہیں "لفظ ہندوؤں کے 33 ملین روپوں میں سے نہ تو کسی ایک کی شیبہ سہارہ ہے اور نہ ہی کوئی اور ہندوؤں علامت ہی ان پر مبنی ہے۔ اس کے باوجود عظیم دور کی واضح نشانیوں کے حامل ہونے اور اس عظیم ترین ایشیائی خانہ (میں کی خواہش صرف اس کی قبر ہی میں سکون حاصل کر سکتی تھی) کی آخری آرام گاہ کے حرکت ہونے کے باعث دلچسپ ہیں۔ چلی چڑھتوں میں رہائشی کام چھوٹے خانوں میں خوبصورت حاشیہ بندی پر مشتمل ہے ہر ایک میں دو ہائی عمودوں کی شکل میں چھ کولوں کا ایک سلسلہ ہے اور ان میں انتہائی حیرت انگیز کاری اور نعلیوں سے بنائے گئے ہیں ان کے نزدیک گل رنگ نقش و نگار پر مشتمل دھڑلے جیسے ہیں یہ سب اسلامی دور کی فکری کرتے ہیں۔

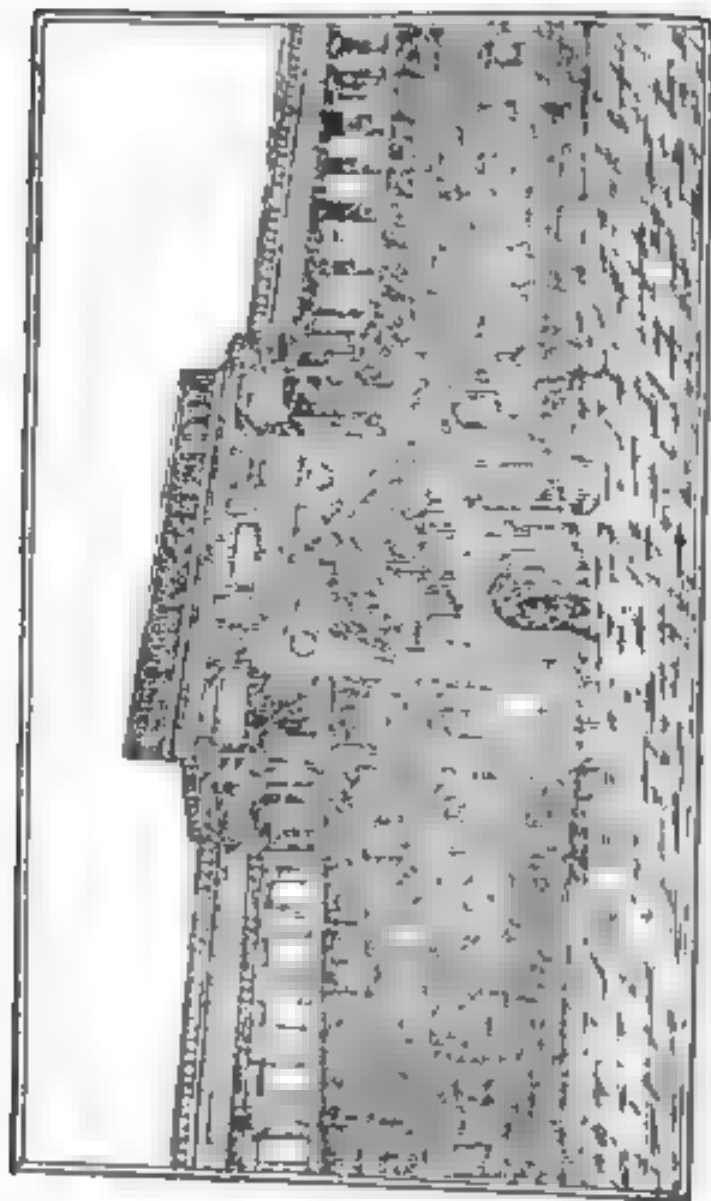
جینا بازار: جینا سہ کے کھنڈ کے ساتھ ایک درہان ایک خوبصورت برآمدہ کی طرف نکلتا ہے جس کے من کے ساتھ سرخ بھرے پتھر کے پل بنے ہوئے ہیں۔ اس جگہ زیند کی دیوار ہے اپنی خوبصورت اور فنکارانہ شہانہ لاکر فروخت کیا کرتی اور بادشاہ اور اس کی بیویاں اور اہل کار کو دار لوار کرتے تھے۔ ہمیں یہ جانگیر اور من کے زبردست مشن میں گر لہ ہو گیا جب وہ اپنی اور دلی سکھ ایام میں اپنی واقعہ (دہ اکبر کے خزانچی کی بیوی تھی) کے مراد جینا بازار میں شرکت کے لئے آئی تو وہ لوگوں کی آنکھیں پھا ہو گئیں۔ مسخری میں ہندوستان کا مشہور اس کی باگ چلن مسکراہٹ ہمیں خوبصورت شکل مصروفیت کے حامل اور خوشامیاز سے لائے قد و لغز بہ جسم

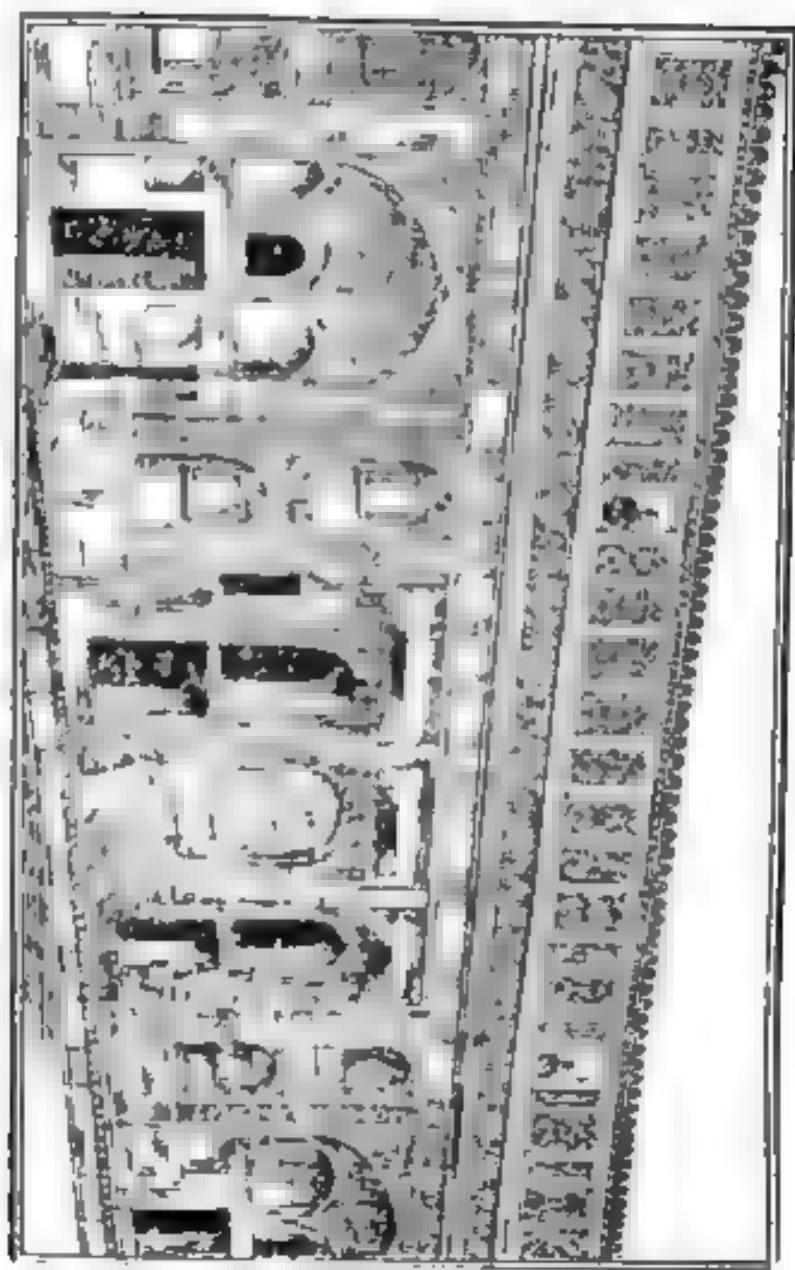
اور سود کی طرح چلی کر کے بحر میں کھو کر گیا ملاحظہ ہو بذات خود ایک خوبصورت بدن لائے
قد چوڑے چنگے سینے لے ہاتھوں اور تیز آنکھوں کا ملک قتل یہ عشق باہمی قتلہ مذکورہ مگر
لب لائے نئیس کے لئے ہستل کیا جانا ہے۔

جہانگیری محل خاص محل کے صوب میں اور امر سنگھ دوانہ کے قریب سنگ سرخ کی ایک
عظیم الشان عمارت ہے جسے جہانگیری محل کہا جاتا ہے انتہائی شاندار اور خوبصورت عمارت
ہے یہ وہ حوالہ عمارت ہے جس میں انتہائی رزاکت اور پار یکت سے کندہ کاری کی گئی ہے اور
سفید سنگ مرمر کے اجڑاؤں سے سے بنائے گئے ہیں بیرونوں میں سرخ بھر بھرے حجر کا
فرش لگایا گیا ہے ان میں سب سے بڑا 70 فٹ مربع محل کا ہے۔ مذکورہ عمارت کی خصوصیت
اس کی عمارتوں میں پائی جاتی ہے چھتیں سرخ سنگ خارا کے پتلونوں پر رکھی ہوئی ہیں جنہیں
اس حجر کے انتہائی خوبصورت اور معجز کن کندہ کاری سے مزین ستونوں نے سارادے رکھا ہے۔
عمارت انتہائی پختہ ہے ترکوں کا ہے یہ تفصیلی لحاظ سے انتہائی شاندار ہے نیز وقت نے
ہندوستان کے متعدد ملکوں کی قسمت سے قطع نظر اس کے نقوش کی خوبصورتی کو تہہ کے بغیر
صرف یہ ہم کیا ہے ایک زمانہ میں اندرون ملک کے چھوٹے چھوٹے چھتوں پر خوبصورت
اور دلچسپ مندری قتل و نگار بنے ہوئے تھے مگر یہ سب زمانے کی دست برد کے ہاتھوں مٹ
گئے ہیں رزاکت اور پار یکت کے ساتھ تراشیدہ ہندو طرز کی ودائی عمارتیں دلوں جانب
پر خدوں کے خوشوں کے اوپر روحانی رنگ کے پھولوں کا حاشہ اور دوا کے سرخ سنگ سرخ کی
عمارت کی اندرون ملک پر کندہ کاری سے تراشیدہ ہاتھوں کی سورتیاں یہ سب مشرقی طرز تعمیر کی
ہے مثلاً رائن اور ہندو راجاؤں کا اظہار کرتی ہیں یہ محل جہانگیری کی پوری اور جودہ پور
کے راجہ سوگھ کی بی بی جودہ بلی کی رہائش گاہ تھا جسے سلطان سورت میں مہم رہائی کہتے ہیں ایک
درا کر کے ملحق میں ہندو دیوتا کے ایک سرکردہ دیوتا ہونانی کی سورتی رکھی ہوئی تھی جسے
اورنگ زیب نے مسٹر کر دیا زمانہ کے عقب میں ایک ڈاکا ہوا راستہ تھا جسے جلیوں کے
ذریعے عمارت سے جدا کیا گیا تھا۔

آنکھ چھوٹی یہ وہی جگہ تھی جہاں جب شہنشاہان کے افراد آرام کرنے کے لئے جاتے تو
مظاہرہ عورتوں کے لئے مگرانی کے راضی سرانجام دیتی تھیں وہیں پر مخصوص طرز تعمیر کے
کمرے بھی ہیں جن میں شہنشاہ کے افراد آنکھ چھوٹی کیلا کرتے تھے بھائی جلی ہمدی
بھرم طرز تعمیر ہر ایک کندہ کاری اور طبع رہائشی کم سے آرام و شہ نئیسوں پر مشتمل ہے

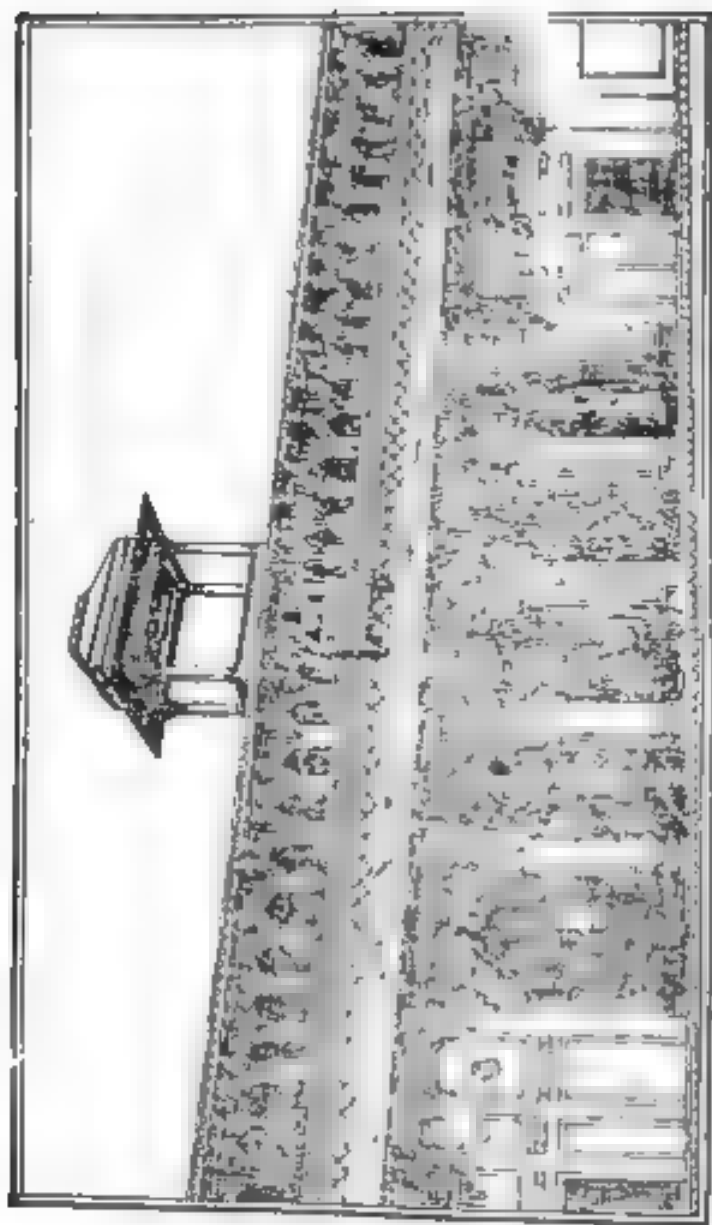
جنگی کل (صلی صر)





قبرستان

تھرنگرہ میں صدر عالی جو رضا پٹی کا محل (تھوٹی مندر)



من میں سے ایک کو چھ طرز پر بنایا گیا ہے اور اسے ایک وارنٹ آفیسر کی رہائش گاہ میں تبدیل کر لیا گیا ہے۔ دوسرا اسی حالت میں ہے۔ بھت پر چھ حوض بھی ہیں جن میں دریائے جنا کا پانی جمع کیا جاتا تھا اور اسے تانبے کی پلیوں کے درپے گل کے مختلف حصوں میں پھینکا جاتا تھا۔ ہر نلے پر چھپاں تھکے کے لوہے گل کا کام کھد ہے۔

تھکے خٹنے: گل کے مجڑوں میں ہونگی طرز کے تر غلوں کا شکر بھی ہوتا ہے۔ واصل خاص گل کے جنوب میں واقع کشتہ زبوں کے ذریعے پہنچ سکتے ہیں۔ من بھل حلیوں کی کھڑکیاں جنا کی طرف ہیں جنہیں جاکھیری گل کی بنیاد سے دکھا جا سکتا ہے۔ یہ عمارت ایک کثیر طبقہ پر بنائی ہوئی ہیں جن کی حد ایک بڑی تک حاکر ختم ہوتی ہے۔ من عربی پختوں والے کھوں میں پوشلہ اور اس کی دھڑب حرم ساسم گما میں سورج کی تیش نور جھلک دیتے والی گرم ہواؤں سے بندہ حاصل کرتے تھے۔ پانی کے فوارے چا کر بھل کو لٹھ اور پر لٹھ بنا دیا جاتا تھا۔ پانی پر پوشلہ اپنی خوشگوار دھبہ کے وقت صاف صاف نور لٹھ سے پانی میں دوڑتا تھا۔ کھڑکیوں کے اندر کو بیچ گئے کی صورت میں تفریح سب کی پالی ہے کہ کمرے رنگ دیوں اور دھڑب چکاروں سے گونج اٹھتے بڑی میں دھار کے پانی کے اور گرد و بستوں پر گلین بچھا کر من پر نرم گل کے گلے رکھے جاتے جن پر بندہ کر حرم شہی کی بیکت جیسی ذوق اور خوش گہوں میں مصروف ہو جی۔ جبکہ یہ پردہ لٹھ پٹی جابہ دو میں کشی کیجئے ہوتے بندہ دھار دیوں کو گھور کر جہن ہوتا کہ من لٹھوں کا کہ مطلب ہے بڑی کی حد پر من عورتوں کو قید کرنے کے لئے ایک اندھیرا اور خوفناک کہہ بنایا گیا تھا جو دھار دی کے حرم کی سرکب پائی جاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے من میں سے ایک تھ خٹنے کاراستہ نلے گل نور سکھ را سے وابستہ ہے مگر ابھی تک اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

ہر الفضل پوشلہ کے دار حکومت کے نویں سل کی تمدن میں اکبر کی طرز سے کھ
اگر کی بنیاد رکھے جانے کامل بیان کرتا ہے (۱۵۶۴ء) —

قلعہ کی تعمیر ر لاگت: ”جب دریائے جنا کے کنارے پر پرانے قلعہ کی عمارت اشہدو ناند سے شکست ہو گئیں (۱۵۶۵) تو پوشلہ کے علم سے اس کی جگہ پر سنگ سرخ سے ایک نیا قلعہ تعمیر کیا گیا۔ اس منصوبہ کو ماہر سندھوں (انجینئروں) اور پاکسل نل حرف نے تیار کیا تھا۔ دیوار کی چوڑائی ۳۰ پدشہی گز اور بلندی ۶۰ گز مقرر کی گئی۔ یہ چار دروازوں پر مشتمل ہے جو دنیا کے چاروں گلوں پر دلت اور خوشنیل کاروانہ کھولتے ہیں۔ ۳۰۰۰ سے ۴۰۰۰ سولہ نور نل حرف دروازہ کام پر لگائے جاتے اس طرح قلعہ کی تعمیر آٹھ برس صرف ہوئے۔

اس عہد کا گھرن میر بکر کام علی (57) قلعہ اس پر 7 کروڑ لگا یا 35 لاکھ روپے لاگت آئی۔"

قلعہ میں دفین مزارات دریافت ہوئے۔

مطرح الخوارخ کے مصنف مسز علی کے مطابق جب 1228ھ (1803ء) میں اکبر آباد (اگرہ) کا قلعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آیا تو اس میں بج کی عمارت خیر کی گئی۔ بالیس سال بعد 1843ء میں پرانے کوہ عمارت کو مسدود کرنے کے لٹکات موصول ہوئے تو اسی مقام پر اس کی جگہ ایک نئی عمارت خیر کی گئی۔ پرانی رازدوں کی بنیادیں کھودنے پر جن میں کتورہ کے نام سے مشہور پتھر سے ایک سو قدم کے فاصلے پر چار مزارات دریافت ہوئے ان میں سے دو عمارت کے پتھر ہیں مگر دوسرے دو پتھر کی عمارت کے ساتھ سنگ مرمر کے قصبہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک عمارت سے پتھر چٹا ہے کہ اس مزار کا تعلق کسی ایسے امیر سے ہے جس کا انتقال اکبر کے 46 ویں بھائی پر 1030ھ (1601ء) میں ہوا ہے وہ دور تھا جب اکبر خانہ کس میں عسکری بکرواد میں مصوف قانور علی محمد شیزلی خیم نے اس کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ قلعہ میں دو مزارات کے محل وقوع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق شیخ خدادان کے انتقال محبوب انزو سے ہے جن کا قتل از وقت انتقال ہو گیا تھا چنانچہ "کپے مریوں کے لئے انتہائی دکھ کا اظہار کیا گیا ہے۔"

ان میں سے ایک عمارت کچھ اس طرح تھی:-

آہ و بکا وہ آہن چلن میں	رفت و آمد سلامت در علم چلا
سل خوش چلن بخت از رخ	گفت ہاں گئے غریب ہے روا
بکرو وہ زجرت بد کن	رفت سوتے ظلم ازہی دار کا
گوش کن کہن خوشی دلوگر	تو اہن گفت چلن اہن بڑا
مدح پیش رامیں گویم بصدق	در بخت چلن بڑا رہ رہ کا

آہ اصدافوس امیر آباد

مجھے غم پہنچ کر رخصت ہو گیا ہے۔

جب میں بے خود سے اس کی رفت کے سل کے ہرے میں رہا ہوا کیا

تو اس نے جواب دیا "اے غریب ہے ریا انسان!"

یہ 1030ھ تھی تھی۔

وہ اس قتل دینا سے بخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایک اور مٹی ملی سنو

۱۹۶۵ء میں اٹلی میں فوت ہوئی۔

میں نے انتہائی غلوں میں اس کے ساتھ اس کی مقدس مدوح کے لئے دعا کی۔

اے خدا اے رحمت دارن میں جگہ عطا فرما!

جب مسز تیل نے 1264ء (1847ء) میں اپنی کتب لکھی تو اس وقت مندرجہ بالا مہارت کا

مائل تصویب مہرود تھا۔

ایک دوسرے عمارت مندرجہ ذیل مہارت درج ہے:۔

دوسرا کہ جان جان از جان برقت ہے لعلیہ کلاب ہے جان و جان برقت
لازم بود کہ زار بگرم یہ ہاتھ ہاتھ خود بود چوں زحمان لوجوں برقت
فرزند آئندہ بود مرا مدوح دم مدوح برادر مدوح یسویں مدوح برقت
تلمیح فوت لور زور بستم و کست برگ گل و شمع گل از بوستان برقت
حبیب حیات چاک بکن کا چکر کن طوطی شکر لب شیریں زبان برقت
ترجمہ: "مفسر! جان جان دنیا سے رخصت ہو گیا ہے" اس کے بغیر جسم ہے روح لور ہے
جان ہے یہ لازم ہے کہ میں زور و زور کر ہاتھ ہاتھ پاؤں کیونکہ وہ چاند کی مانند تھا اور
لورانی میں رخصت ہو گیا میرا چنا ہو گئے جان کی طرح عزت تھا اس نے میرے لور ترس نہیں
کھلیا اور اس کے پاس چلا گیا ہے۔ جب میں نے خود سے اس کی تلمیح و کست کے بارے میں
دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "برگ گل و شمع گل گلستان سے رخصت ہو گئے ہیں" اے
کتب! تمہارے لور لازم ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لو کیونکہ شیریں لب اور شیریں زبان طوطا
رخصت ہو گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے مندرجہ بالا نظمیں ایک شفیق باپ سے اپنے لوروں بیٹے کی اپنے سے پہلے
المسوناک موت کی یاد دہانی کے لئے لکھیں "اسنی زندگی کس قدر فکر لور چاندیار ہے اور اس
کے محلات کس قدر تعمیر پر لور غیر یقینی ہیں۔ کیونکہ دیکھ گیا ہے کہ شفیق باپ یا ماتم کنندہ کی
شعور مدولی سے پتہ چلتا ہے زندگی جس کے لئے المرس بن کر رہ گئی تھی نہ تو وہ باقی رہا اور نہ
ہی آسمان سے ہاتھ کرتے ہوئے محلات لور پر کھٹک محلات کے نہیں ہی اس دیا میں رہے دنیا
کی قتل لور مداحی نوعیت کی خلق کے طور پر وہ فراموش شدہ لور دیوی پڑی ہیں، لور مزید یہ کہ
زندگی میں جس بارے انسان کی کس خلق کا پتہ چلا ہے جو صدیوں بعد بھی حلونے کے باعث
خاک میں ملی گیا ہے۔

تلج محل

نقصہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر مشرق کا محبوبہ 'ہندوستانی فنی تعمیر کا گہرا اور شاندار شوکت' مشہور نند تلج محل واقع ہے۔ دریا نے جہاں کے طہ پر واقع ہونے کے باعث یہ اپنے اصل مقام کے مقابلہ پر شہر کے زیادہ قریب نظر آتا ہے۔ سڑک دریا کے کنارے پر ہے اور اسے ۱۸۳۸ء کے قلعہ میں بے محل منظر لوگوں کی محنت سے تعمیر کیا گیا۔ اسی فٹ چڑھا کتیرہ بہت عمدہ ہے نیز دریا کے کنارے کے ساتھ واقع کتیرے گھنٹوں کے باعث شہر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا جب دریا کے کنارے پر بے شمار مندر 'مینار' پلہ دریاں اور دیگر شاندار عمارات شہر کے قلعہ کو بہت زیادہ دلکش اور دیدہ و زیب بنائے ہوئے ہیں۔ کسی زمانہ میں قلعہ پور تلج محل کے درمیان جبکہ شہر کے تقریبی عمارات اور مسکنات متلیہ کے امراء کی شہلک عمارات 'شاندار گلیوں اور چمن حائے گل رنگ سے بھرپور تھی' مگر ہوائے بد سے بڑے ٹیلوں اور مٹی کے بدھل ڈھیلوں کے سب کچھ بھی جاتی نہیں رہا۔ 'میں نے ان عمارات کا مشہدہ کیا تھا' انہیں محراب دار سنے گھراں کی ایسی نظر آتا ہے 'جن کی ممانکت دہلی میں اہم گلیوں کی عمارات سے بہت ملتی تھی۔' (۱۵۸) اسیں بہت صوفیہ 'بادشاہ' کے مصنف کا عہد الخیر اور محل صراف کے مصنف محمد صراف نے بھی دیکھا تھا۔ وہاں پر وسیع و عریض بازار تھے 'جن میں ہندوستان کے مختلف علاقوں اور دور دراز ملکوں کے سوا اگر ہر قسم کی اشیاء فروخت کیا کرتے تھے اور کاروباری طبقوں نے پختہ اینٹوں کی عمارات اور دوکانیں تعمیر کر لیں تھیں' ان میں وہ اشیاء فروخت کے لئے رکھا کرتے تھے۔ کنارہ یا ساحل ملنے وقت پختہ اینٹوں کی پرانی عمارات اور بنیادیں دریافت ہوئیں 'جن میں سے اکثر دس فٹ تک موٹی اور اس قدر نفوس تھیں کہ انہیں بدو سے الگ

پڑا۔

اور محمد باجوہ بیگم کی سرگزشت، اور محمد باجوہ بیگم مسافر حریفی کا مسافر محل، مرزا فیض بیگ احمد علی (پس کی بیٹی اور محل) 'جہانگیر کی بیٹی تھی' کے بیٹے مرزا ابو الحسن آصف



ارمنه پادشاه السوف تاج گل

خلف یا آصف باد کی صافزادی تھی۔ اس ناطے سے بادشاہ جہاں کی سوتیلی ماں نور جہاں کی بیٹی ہوئی۔ بیٹی بھی اپنی باپ کی طرح اپنے بے پند حسن و جمال اور کمالات کے لئے مشہور تھی۔ جس طرح نور جہاں نے اپنی خواہمورتی اور دلکشی سے بے پردہ ہوا گیر کو فریفتہ کیا تھا، اسی طرح ممتاز نے سخت گیر شاہجہاں کو اپنی خواہمورتی سے مطلوب کیا۔ دونوں نے اپنی بادی پر اپنے بادشاہوں اور خلفوں پر بہت زیادہ اثر و سرخ حاصل کیا۔

جب شاہجہاں کی عمر چھ برس اور آٹھ ماہ تھی تو جہانگیر نے اس کی منگنی ممتاز اور پائی سے کر دی۔ پانچ سال اور تین ماہ گزرنے کے بعد شاہجہاں میں سال اور کھانہ باد کی عمر کو پہنچا تو اس کی شادی ممتاز گل سے کر دی گئی۔ شادی کے وقت دسمبر کی عمر ۱۹ برس کا تھا اور ۹ دن تھی۔ شادی جمعہ کی رات ۹ ربیع الثانی ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) کو انجام پائی۔ شفیق باپ نے ایک مبارک موقع پر اپنے ہاتھوں سے دلہا کی بکری پر سونے کا سراپہ حلقہ شادی کی رسمات ادا کرائے۔ اس عمل میں ہونیس شہنشاہ جہانگیر نے اپنی آمد سے اس موقع کو عزت بخشی، پانچ لاکھ روپے کا خیر مقرر ہوا اس جوڑے کو پوری زندگی ایک دوسرے سے گہری محبت رہی۔

یاد رہے کہ ممتاز اور پائی کے ساتھ شادی سے قبل شاہ جہاں ایک بچی کا شوہر تھا۔ اس شادی سے ایک برس اور آٹھ ماہ قبل مقرر مبین مراد (ابن سلطان حسین مراد) بن ہرام مرزا ابن شاہ اسماعیل صفوی شاہ ایران کی صافزادی کے ساتھ اس کی نسبت طے ہوئی۔ یہ شادی رجب ۱۰۱۹ھ کو اس وقت ہوئی جب شاہجہاں کی عمر ۱۹ برس سے زیادہ تھی۔ اس پندھن کے نتیجہ میں ۱۲ جمادی الثانی ۱۰۲۰ھ کو پرنس ہوا جہانگیر پیدا ہوئی۔ ممتاز گل سے شادی کے ساڑھے پانچ برس بعد (عبدالحمید کے مطابق) حکمت عملی کے تحت اس کی شادی عبدالرحیم خان خانی کے بیٹے شاہ واز خلف کی صافزادی سے کر دی گئی۔ یہ شادی آگرہ میں ہوئی، اس کے نتیجہ میں اس کا بیٹا شہزادہ جہاں فرود پیدا ہوا۔ وہ ایک برس اور نو ماہ کی عمر میں برصغیر میں فوت ہو گیا۔ ان دونوں شادیوں کے وجود پر شاہ کو ممتاز اور پائی سے اس قدر دلچسپی تھی کہ وہ اس کی بچی ساتھی بن گئی تھی اور بادشاہ اس سے کسی وقت بھی متنی کہ بعددستان کے دور دراز مقامات مثلاً دکن جیسے علاقوں میں اپنی لڑکی صلت میں مصروف ہونے کے باوجود بھی جدا نہیں ہوا تھا۔ وہ جس چیز کی خواہش کرتی اس سے کسی طرح بھی اجازت نہ برتا جاتا۔ اس نے خاص طور پر سزائے موت پانے والوں کی عام صفائی کے لئے بہت دیرین شہرت حاصل کر لی تھی، اس بنا پر اس نے بادشاہ کا اختیار شہنشاہ استعمال کرتے ہوئے جس شخصہ انھیں کی سزا کی تھی، انہوں نے اپنی زندگی اس کے لئے وقف کر دی تھی۔

مستز الہدیٰ سے شہجانی کے چہ بیچ یعنی آٹھ بیٹے اور چہ بیٹیاں تھیں 'ان میں سے سات بدشاہ کے انتقال کے وقت زید تھے۔

بچوں کے نام حسب ذیل ہیں:-

۱- حورانیہ (بیٹا) ۸ مفر ۱022ء کو آگرہ میں پیدا ہوئی۔ نین برس اور ایک ماہ کی عمر میں ۱025ء میں فوت ہوئی۔

۲- جہاں آراء بیگم (بیٹا) المعروف بیگم صاحبہ مدوہ بنتہ 21 مفر ۱023ء کو پیدا ہوئی ' جب شہجانی میواڑ کے رانا کے خوف میں مصروف تھا۔

محمد دارا لکھو (بیٹا) میواڑ سے بدشاہ کی واپسی پر بنتہ کی رات 29 مفر ۱024ء کو اجیر میں پیدا ہوا۔

۴- محمد شاہ شجاع التواری رات 18 جمادی الثانی ۱025ء کو اجیر میں پیدا ہوا۔

۵- روشن آراء بیگم (بیٹا) 2 رمضان المبارک ۱026ء کو برہمچور میں پیدا ہوئی۔

۶- محمد نورنگ نسب (بیٹا) بنتہ کی شب 15 ذیقعدہ ۱027ء کو پیدا ہوا۔

۷- امیر بخش (بیٹا) 11 محرم ۱029ء کو سہارن کے لواح میں پیدا ہوا ۱031ء کو برہمچور میں فوت ہو گیا۔

۸- شہزادہ بیگم (بیٹا) 20 رجب ۱030ء کو پیدا ہوئی ۱037ء میں سات برس کی عمر میں انتقال کر گئی۔

۹- ایک اور بیٹا ۱033ء میں پیدا ہوا ' مگر چند روز بعد فوت ہو گیا اس کا نام نہیں لیا گیا۔

۱0- مراد بخش (بیٹا) مدوہ بنتہ 25 ذوالحجہ ۱033ء کو قلعہ دوتھاس میں پیدا ہوا۔

۱1- عقبہ اللہ (بیٹا) مفر ۱036ء میں پیدا ہوا ' رمضان المبارک ۱037ء میں ایک برس 7 ماہ کی عمر میں فوت ہو گیا۔

۱2- دولت افراہ (بیٹا) ۱037ء میں پیدا ہوا ' اگلے سال فوت ہو گیا۔

۱3- ۱039ء میں ایک بیٹی پیدا ہوئی ' اسی برس فوت ہو گئی۔

۱4- گجر آراء بیگم (بیٹی) آخری لولہ بنتہ کی شب 17 ذیقعدہ ۱040ء (1630ء) کو برہمچور میں پیدا ہوئی۔

لکھ اپنے 'خوری پچہ کو جنم دے جانے انتقال کر گئی۔

بدشاہ بندہ اور محلہ صلیح کے مصنفین ' دونوں جعفر مورخین نے مستز الہدیٰ کے آخری نسل کے بارے میں رقتہ انگیز طعنے بیان کیا ہے۔

ملکہ ممتاز محل جلاہتی تھی، لہذا جب معمول کے مطابق، راجگی کا وقت قریب آیا تو وہ اپنا نکاح ہو گئی اور راجگی کے دوران سنگ کی صبح اور جمعہ کی صبح شب تک دردِ نہ میں مبتلا رہی یہ ۱۷ دسمبر ۱۶۴۰ء (۱۶۳۹ء) کی تاریخ تھی۔ تومی رات کے بعد اس نے ایک بچی کو جنم دیا مگر کسی اندرونی امراض کے باعث اس کی بیماری بڑھ گئی اور اسے طبی کے دوا سے چلنے لگے۔ آخر کار جب اس نے دیکھا کہ اس کا آخری وقت قریب پہنچا ہے تو اس نے اپنے قریب بیٹھی ہوئی شہزادی جہاں آراء بیگم سے کہا کہ وہ رات کے ایک گھنٹہ سے اس کے شوہر بادشاہ کو بلائے، بادشاہ اس وقت وہیں تھا، وہ بیماری سے ملکہ کے کمرے میں آیا اور اپنی قریب مرگ جہاں بیوی کے بستر کے سہارے بیٹھ گیا۔ ممتاز اثراتی نے ایک بار آنکھوں کے ساتھ اختلالِ بصر سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور اسے طبیعت کی کہ "جب وہ اس دنیا میں نہ رہے" تو اس کے بچوں اور اس کے پڑوسی میں باپ کی ایسی طرح دیکھ بھل کرے۔ تب اپنے شریک حیات پر آنکھیں جھانکے وہ بطورِ انتخاب سے تین گھنٹی پیشتر اس صحنِ عالی سے رخصت ہو گئی۔

پورے دربار سے سوگ منایا۔ بادشاہ نے سفید جبہ زیب تن کر لیا اور شہزادگان، سلطنت کے امراء اور سرکاری افسروں و نوکروں نے باقی لباس پہن لیا۔

اس کی عمر، انتقال کے وقت ممتاز اثراتی کی عمر ۳۵ برس ۴ ماہ اور ۴ دن تھی۔ شاعر نے چل خلی نے اس صحن میں اس کی تاریخ و وقتِ جنازہ کی ہے۔

چلے ممتاز محل جنت پار

ترجمہ "ممتاز محل کا لحد بہشت ہو۔"

ممتاز درجہ ۱۴ سے ۱۶۴۰ء (۱۶۳۰ء) تک تاریخ حاصل ہو آئے۔

لغات کے طور پر ملکہ کے جسدِ خاکی کو برعلاقہ میں دوڑائے تھے کے پار دین آباد کے پراگ میں دفن کر دیا گیا۔ بادشاہ اس وقت وہیں خیمہ دہا کر دکن میں خانِ جہاں جہاں جی کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا۔ فوج کو ایک قصہ زمین میں دفن کر دیا گیا جس کے درمیان ایک طوفانِ صورت غار سے لے زمین آباد کے جہاں محل کو رخصت بخش ہوئی تھی۔

سنگ کی سہ پر مینے کی ۲۵ تاریخ کو بادشاہ نے دوڑائے تھے کو عبور کیا اور ملکہ کے مہارشی مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے زمین آباد کے پراگ میں گیا۔ جب تک وہ برعلاقہ میں خیمہ دہا رہا اس کا یہ معمول تھا کہ ہر جمعہ کو مزار پر حاضری دیتا۔ وہ اس قدر غم میں ڈوب گیا تھا کہ اس نے ایک ہفتہ تک سلطنت کے کسی امیر سے ملاقات نہیں کی اور خاص عام کی جھوٹ کھڑکی میں بھی نمودار نہیں ہوا اور نہ ہی کسی قسم کا لحد پار سلطنت انجام دیا۔ اس کو ایک سے زائد مرتبہ یہ کہتے سنا گیا

کہ اگر سلطنت کا ہر گھر اس کے کادروں پر نہ ہو تا اور شرع اسلامی سے کسی ایسے چارے کی موت پر غور و فکر کے اعتبار پر سختی سے منع نہ کرتی (جو ہر عمل میں خالق کی مرضی کے پوری طرح تابع ہوتا ہے) تو وہ کچھ اس قدر غور ہو گیا ہے کہ یکدم تاج و تخت چھوڑ کر اس کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اس نے وہ برسی تک ہر قسم کی تعزیمات کو چھوڑ دیا، خاص طور پر موسیقی اور موسیقی کے کلمات سننا، جواہرات پہنا، عطریات کا استعمال، بہترین غذا کھانا اور قیمتی بلوريات نصب تن کو نکھر رک کر دیا۔ عید کے تہوار یا دیگر تقریبات کے موقع پر جب شاہی گھرانے کی خواتین رسم کے مطابق اس کے گرد جمع ہو تیں تو بادشاہ ان سب میں اپنی محبوبہ بھی کو نہ پا کر آنسو بہنے لگتا۔ وہ سب تک جب بھی وہ مروجہ کے کمرے میں جاتا اور اپنی محبوبہ کو وہاں نہ پاتا تو اس کے بعد بھی کئی عرصہ تک اسکی آنکھیں اشک بدرہمیں۔ علامہ عبدالحمید (رحمہ اللہ) نے یہ بات پیش کی ہے کہ مہاراجہ اشرفی کے انتقال کے وقت بادشاہ کی وادھی میں ہیں سے زیادہ سفید ہل نہیں تھے، مگر ملک کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد اس کے سفید پاؤں میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

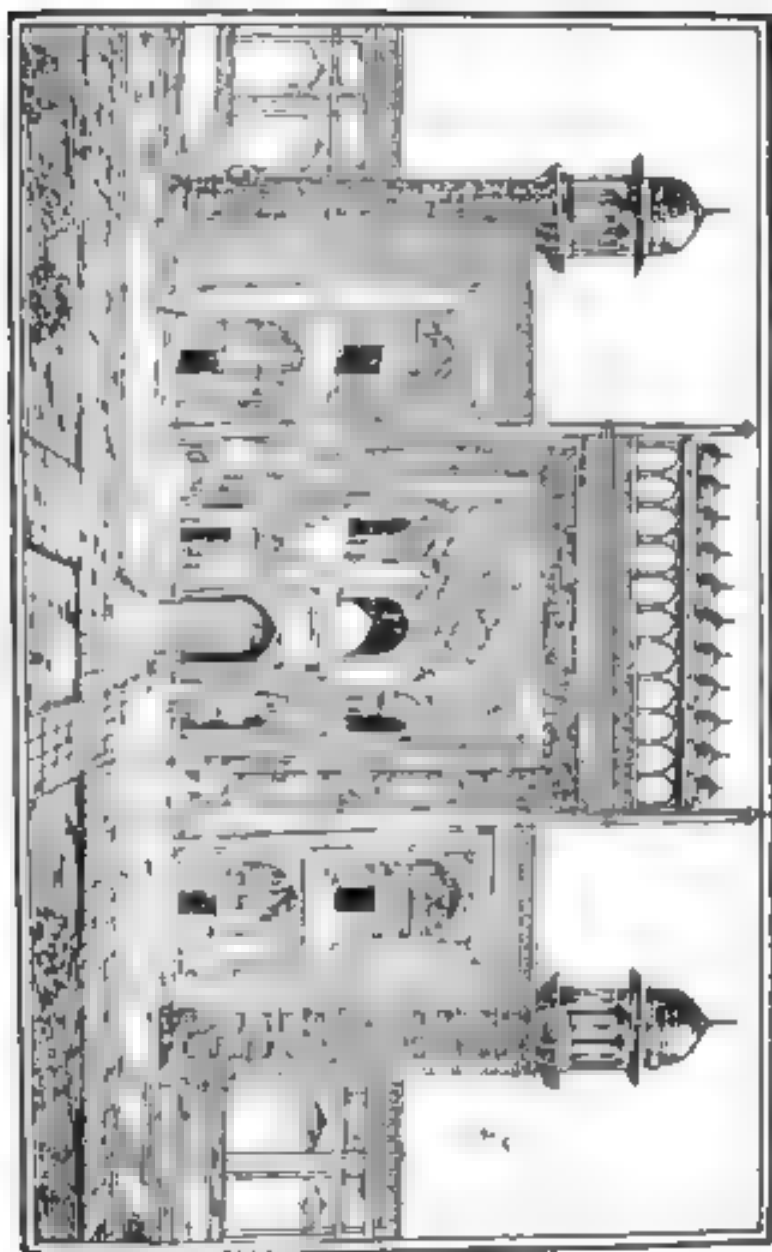
علامہ صلیح کے مطابق 'مہاراجہ اشرفی کے انتقال کے کئی عرصہ بعد تک وہ دربار میں ہر عمل و اعتقاد کے فیصلہ میں سوگ منایا جاتا رہا' اس وقت بادشاہ سفید کپڑے زیب تن کر لیتا اور تمام امراء مافیہاں لباس پہن لیتے۔

بیگم صاحب: بادشاہ کو اپنی سب سے بڑی صاحبزادی جلیں آرواح بیگم سے بہت زیادہ وابستگی و الفت تھی۔ ایک کوڑھ روپے سے زائد مالیت کے جواہرات، راج رات، سوئے لور چاندی کے سکوں میں سے بادشاہ نے نصف بیگم صاحب کو اور نصف حصہ دوسرے بچوں کو دیا۔ مرحوم ملک کے انتظام میں شاہی گھرانے کے تمام نوکر چاکر بیگم صاحب کے زیر انتظام کر دیے گئے۔ مرحوم کو پچاس لاکھ روپے سالانہ وظیفہ اس کے انتقال پر چار لاکھ روپے کے اضافہ کے ساتھ بیگم صاحب کو عطا کر دیا گیا۔ اس میں سے نصف زر نقد اور نصف ایک جاگیر پر مشتمل ہوا تھا۔ مرحوم کے میر سلطان مرزا اسحاق بیگ چوہی کو بیگم صاحب کا دیوان ستر کر دیا گیا اور بہتی النساء خاتم کو اس کی والدہ کے ارادے کی طرح اس کی مرور گھریلو سطوات کا نمونی ستر کر دیا گیا۔

اس امرناک واقعہ کے چھ ماہ بعد بمقام جمعہ ۱۲ مئی ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۱ء) کو مرحوم ملک کے جسد خاکی کو شہرہ محمد شاہ شہر ہندو اور بہتی النساء خاتم (جو مرحوم ملک کے دور میں شاہی گھرانے کے انتظام کی سرورہ تھی) لور اسے اس کا بھروسہ حاصل تھا، لور عبدالحمید کے انتقال میں وہ اس کے جنازہ کو بخوبی سمجھتی تھی، لب وہ بیگم صاحب لور شاہی طیب و وزیر خاں

(69) کے تحت شہی گمرانے کے امور کی مگر ان حق کے ذمہ گمران دارالحکومت اکبر آباد (آگرہ) روانہ کر دیا گیا۔ بادشاہ کے حکم سے برصغیر سے لے کر ملک کی آخری آراء تک تمام راستے میں غریبوں اور مسکینوں میں خوراک اور پانی کے سکون کی صورت میں نقدی تقسیم کی گئی۔ مقبوضہ کے لئے منتخب کردہ مقام شہر کے جنوب کی طرف تھا۔ پہل میں یہ راجہ بن سکھ کا محل تھا مگر اب اس کے پوتے راجہ جے سنگھ کی ملکیت تھا۔ بادشاہ نے اس عمارت کے عوض راجہ کو خالص ریاست میں ایک ہندو دھارم عمارت عطا کر دی اور اس مقام کو مرحوم ملک کے مقبوضہ کے لئے استعمال کر دیا گیا۔ اس مقام پر مذہب 15 مئی 1041ھ کو عمل میں لائی گئی۔ پہلے پہل اس مزار پر ایک عارضی گنبد تعمیر کر دیا گیا تاکہ یہ عام لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہے۔ مگر بادشاہ کے حکم سے اس پر اور اس کے ارد گرد ایک ایسی عمارت تعمیر کی گئی کہ آج تک دنیا کے ایک عجیبہ کے طور پر قائم ہے۔ عقیدہ کے مطابق اس عمارت پر چھاس لاکھ روپے کی لاکھت آئی۔

تاج محل کا بیان: ایک بہت بڑا بیرونی دروازہ ایک انتہائی کشن اعلیٰ کی طرف نکلتا ہے جس کے ارد گرد پختہ بیٹوں کے عمرانی کمرے ہیں اور اس کو چار دروازوں نے آراستہ کیا ہوا ہے۔ یہ گزروں سرائے ہے جس سرکاری خرچ پر مسافروں اور غریبوں کو ٹھہرایا جاتا اور ان کی کو بھلت کی جاتی تھی۔ معزز مشاہدوں نے اس کے بارے میں پہلے دست کہا ہے کہ "تاج محل اپنی جگہ پر بہت خوبصورت ہے مگر اگر پہلے آگیا کرتا ہوتا تو اس کی نصف دلکش قسم ہو جاتی۔" یہ انتہائی پاکیزہ عمارت مختلف خوبصورتیوں اور منصوبہ جات کا حسین امتزاج ہیں ہر کوئی ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر درگلی اور محل مناسب کے ساتھ وابستہ ہے کہ اس نے مجموعی طور پر تاج محل کو ایک ایسی عمارت بنا دیا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جب آپ گزروں سرائے میں داخل ہوتے ہیں اس کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ ایک دم ٹپ پر نہیں نہیں ہو جاتی۔ بلکہ ایک شرمیلی دوشیزا کی مانند اپنا چہرہ چھپائے رکھتی ہے اس کے سامنے عظیم الشان دروازہ اس کی انتہائی عمدہ شکل کو چھپانے کے لئے ہب کا کام دیتا ہے۔ حجر کے ایک کشادہ راستہ پر گزرتے ہوئے آپ تک سرخ کے ایک بہت بڑے دروازہ میں داخل ہوتے ہیں یہ ایک بہت شاندار عمارت ہے جس پر انتہائی حق دہیزی سے ہر ایک کندہ کاری کا کام اور قرآن پاک کی آیات درج ہیں۔ اس پر سفید سنگ مرمر کے 26 گنبد ہیں جو تقریباً 45 میٹر لمب کے ایک ہشت پہلو کمرے سے ابھرے ہوئے ہیں جس کی چھت گنبد نما ہے اور اس کے برعکس انتہائی مناسب انداز میں بنائے گئے ہیں۔ گزروں راستہ کے دائیں اور بائیں رخ زمین سے تقریباً



مسجد علی

آٹھ فٹ بلند چوترے ہیں جن پر سوداگر اپنی اشیاء فروخت کے لئے رکھتے ہیں۔

صدر دودانہ ایک کشتہ چار دہائی کی طرف نکلا ہے جو مشرق سے مغرب تک ۱۸۵۰ فٹ اور شمال سے جنوب تک ۱۰۰۰ فٹ ہے۔ اس کے ارد گرد سنگ سرخ کی بلند دیواریں ہیں جن کے کونوں پر برجیں اور تین اطراف میں ایک دودانہ ہے۔ اور چاروں طرف کا رخ واسطے جنا کی طرف ہے۔ پہلی کے ساتھ جیسے ہی اس لمبے گندہ سے گزریں جس کی طرف لوہے کی چاب مستقیم ہے تو پہلی کے زینہ پر کر آپ کے سامنے خوبصورت تاج گل اٹلا ہزاروں رہائشیوں کے ساتھ میں ہو جاتا ہے۔ آپ کے سامنے آپ کو سطوی مسجد کی طرح ایک خاص اور بے دریغ دھند دکھائی دیتا ہے جو ایک وقت استقلال شہر و شرکت کے ساتھ پہلی وضع کی یکسانیت اپنی شکل و صورت کی پاکیزگی اپنی طرح قیصری و جماعت اور چمک اور اپنے ہائی کے بلند و بالا جذبے کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک طویل اور چہ زار راستہ جس کا فرش چوکور چٹوں سے بنایا گیا ہے اور ۱۰ پورے بلاک کو ۱۰ برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ لب آپ کے سامنے ہے۔ اس کے دونوں جانب سو کے دھن لٹنے اور کچھ سایہ دار درختوں کی قطاریں ہیں یہ سب بطبع ہم پہلی کے ساتھ اس کے دھن کشتہ کی عظمت کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

بلخ کی طرف چند قدم چلنے کے بعد سیاح کئی حد تک محو کر اس مہلت کا پچھلا صدر دیکھ سکے گا جس کو ۱۰ ستونوں سے لے کر مرمریوں اور مندریوں تک مکمل تحصیل کے ساتھ اس کے سامنے والے صدر کی طرح پر کشہ اور شاہکار پسے ہوئے نقشیں کے دونوں جانب بلخ کی دیوار کے ساتھ کشتہ برآمدوں کے سامنے ہیں جن کو کم لوہے ستونوں نے سلاوے رکھا ہے۔ ہر جز کے مطابق موسم برسات کے دوران بہت سی عین مرتبہ فوجوں اور ٹیوڈوں کو ان برآمدوں میں آنے کی اجازت تھی اور شاہان کی طرف سے پیشہ کے لئے ان کی خاطر مقرر کردہ خیرات ان میں باقی جاتی۔ سیاح اس خیرات کی تقسیم کا بھی شہد تھا ہزاروں گھوڑوں کو یہاں سے کھٹا کھٹا جاتا اور سرکاری افسران انہیں نقدی اور کپڑے بھی دیا کرتے تھے۔

تاج گل کا بلخ

دودانہ اور تاج گل کے درمیان سنگ مرمر کا ایک کشتہ چھوڑا ہے جس کے وسط میں اسی طرح کا ایک چھوٹا سا خوبصورت ٹاور اور چھوٹی فوٹروں کی ایک لمبی قطار ہے جنہیں ایک دوسرے سے چند فٹ کے فاصلے پر کھنڈہ در کھنڈہ نصب کیا گیا ہے۔ فوٹروں کی اس قطار کے دونوں اطراف میں خوبصورت دھنیں ہیں جن میں ہر ایک سے پہلی کی ایک ہارک و حار نقل ہے جو مختلف اطراف میں پھیل جاتی ہے۔ ان کے ساتھ مختلف اقسام کے درخت سایہ لگن

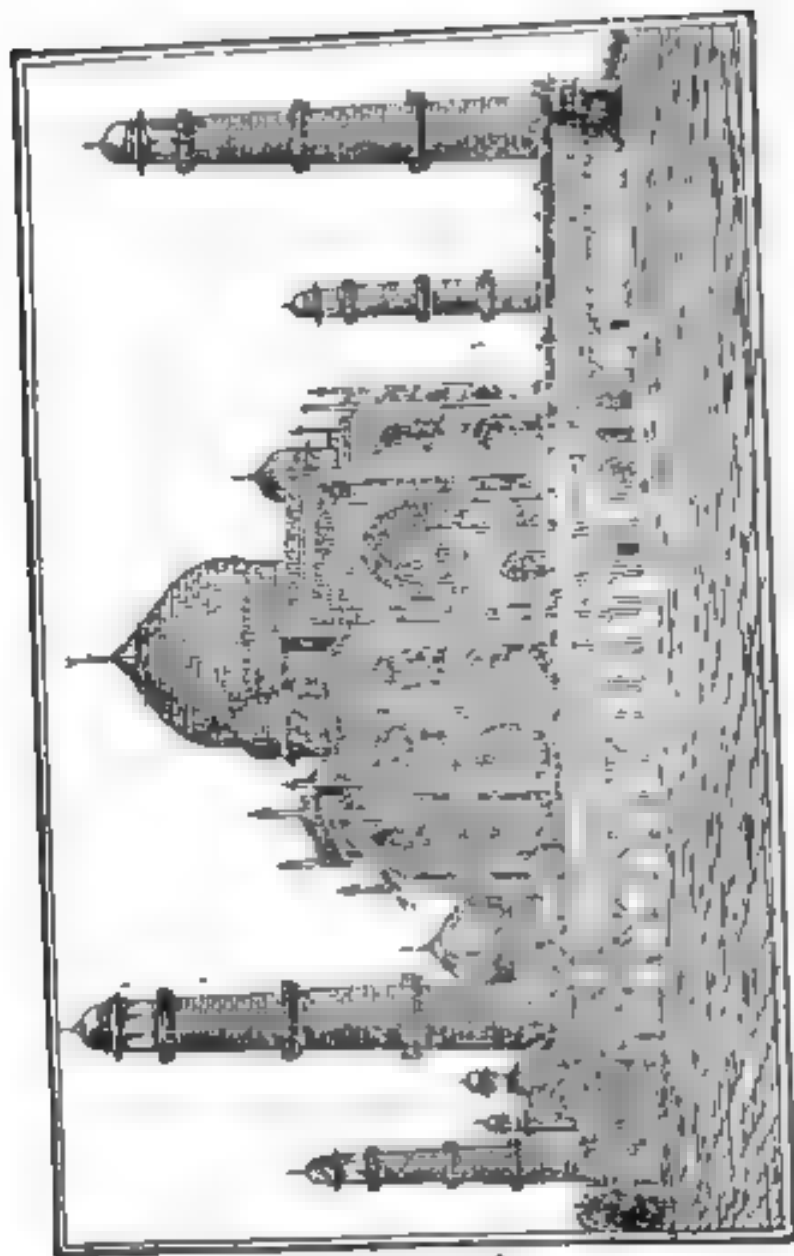
ہیں۔ شیلڈ سکور پر دائر ہائس 'خوبصورت سرسبز شیلڈ نیم اور سنگڑے کے سلیہ دار درختوں کی ملی جلی مرصع مٹی کھڑی کا زمین استخراج ہے' جبکہ لیوں کے خوش کن پھولوں 'کتاب' 'چنبیل' اور دیگر مسود کن خوشبودار جھاڑوں اور پودوں نے صفا کو مہل کیا ہوا ہے۔ دریا کی سرکاری طور پر بہت اچھی طرح دیکھ بھل کی جاتی ہے 'آنکھ لٹھری اور تیز ہو جاتی ہے اور دریا خوشگوار اور بہ سکون ہو جاتا ہے۔ درختوں کے کشادہ خیابان پر تقریباً چوتھلی میل کی چل قدمی کے بعد آپ سلیہ سنگ سرسری آخری دائر تک پہنچ جاتے ہیں 'جس کے دائیں بائیں سنگ سرسری کے انتہائی خوبصورت اور طامع میڑھی کے دو حصے ڈیسے ہیں۔ سنگ سرسری کے یہ ڈیسے 18 فٹ بلند اور 313 فٹ مربع کے ایک چوتھرے کی طرف جلتے ہیں 'جس کے درمیان میں مقبوا بھرور شان کے ساتھ کھڑا ہے۔

چوترا۔

ہر کوئی چوتھے پر پہنچ کر یہاں رک جاتا ہے اور اس عمارت کی خوبصورتی اور شان و شوکت کی تعریف و ستائش میں کھو جاتا ہے۔ ہر قدم پر اس کے اوپر ہی رستائوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ جس طرح ایک گورہ آباد کی چالچ کی جاتی ہے ہر کوئی اس چراگاہ میں غوطہ زن ہو جاتا ہے 'کہ اس قدر شاندار عمارت کے کام کی تکمیل کتنی ذہانت اور منصوبہ بندی سے کی گئی ہے۔ یہاں اور سلیہ سنگ سرسری کے خالص دھارا دست انتہائی شگفتہ اور شاندار پتلی کھڑی کے کام سے مزین ہے 'اس کے ارد گرد 10 فٹ بلند کنگورے ہیں۔ برآمدے کے ہر کونے پر 133 فٹ بلند چٹارہ انتہائی ہے 'جسے انتہائی راکت اور خوبصورتی کے ساتھ سفید سنگ سرسری سے تعمیر کیا گیا ہے 'ان آٹھ شاندار چٹاروں پر ہر ایک کے اوپر ایک چھوٹی خوبصورت سی گنبدی ہے 'ان پر ایک سرسری دار میڑھی کے دو حصے پہنچتے ہیں۔

مقبوا:

چوتھے کے وسط میں 186 فٹ مربع محل کا مقبوا ہے 'جس کے ارد گرد حائل سنگ سرسری کے کنگورے ہیں 'ہر ایک باقاعدہ قافلے پر ایک دو سرے کے اوپر کچے ہے۔ درمیان میں سے 38 فٹ قطر اور 80 فٹ بلندی میں بڑا گنبد دھرا ہوا ہے 'اس کے اوپر ایک چلائی ہلاں ہے 'جو سطح زمین سے تقریباً 260 فٹ کی بلندی پر ہے۔ گنبد کے ارد گرد چلائی برآمدے کو تقریباً 6 فٹ بلند کنگورے سے محفوظ کیا گیا ہے۔ ہر کونے پر سنگ سرسری کے بڑے ستونوں پر گنبدیاں موجود ہیں۔ نیچے دریا میں کھڑے ہو کر من عمارت کو دیکھا جائے 'تو یہ سیاح کو بھاری بھر کم گنبد کے مقابلہ میں



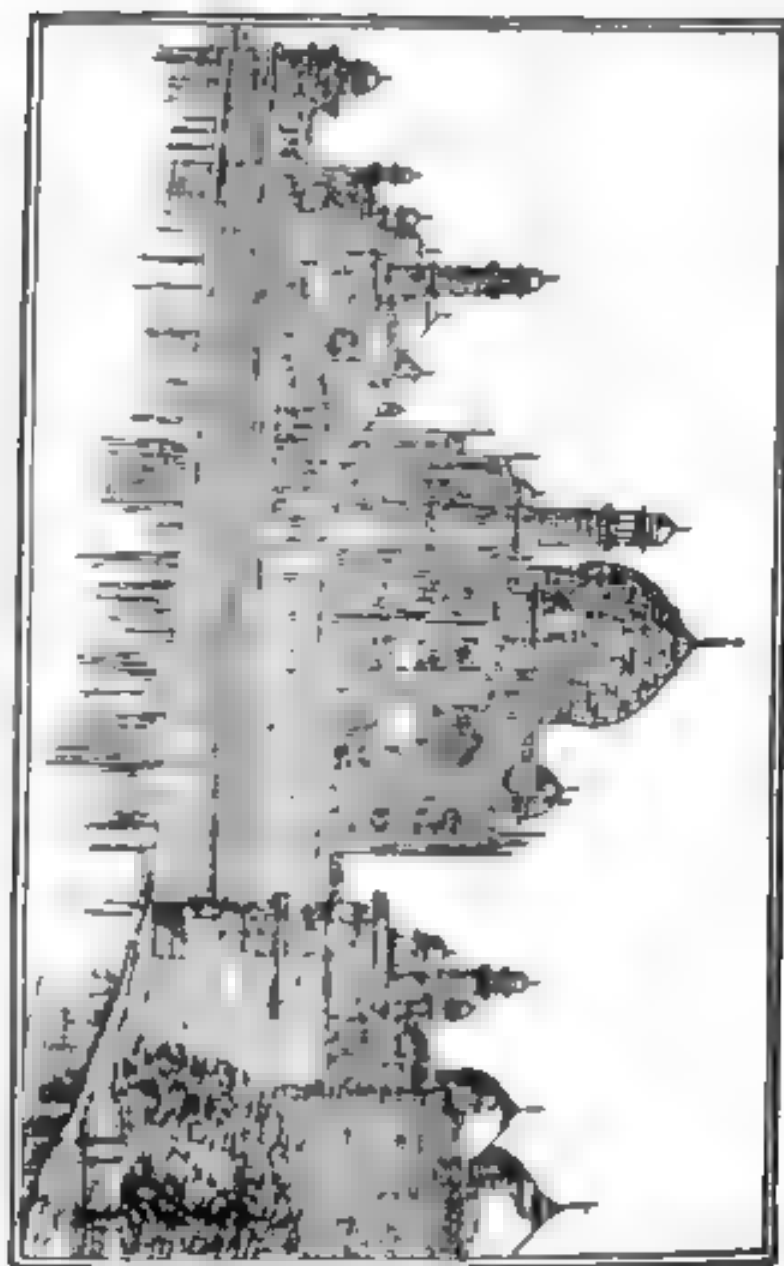
بھی پتلی نظر آئی ہیں کیونکہ ان کے بغیر گنبد کا وسیع و عریض ابعاد مست محسوس ہوتا ہے۔
مرکزی معین کمرے کے پہلو جو تقریباً 60 فٹ پیمائش کے ہیں، ان کا رخ چاروں سمتوں
میں ہے، ان میں سے ہر ایک تقریباً 130 فٹ طویل و دروازے پر مشتمل ہے۔ چاروں طرف
معین گنبد کے کمروں کے جوڑے ہیں جن کی تعداد آٹھ ہے، ان کا مرکزی کمرہ سے براہ راست
رابطہ ہے۔ ان کمروں میں یہاں دینی شے جوڑے کی مدد کے بیصال ڈالنے کے لئے ملا
مستقل قرآن پاک کی حلیوت کیا کرتے تھے۔ یہاں نے اپنے سفر نامہ میں ان ملاؤں کی تعداد
قرآن پاک کا حوالہ دیا ہے۔ خود نیز اسی موضوع پر خود کرتے ہوئے لکھتا ہے

”و دقہ“ ”و قہ“ ”عقین“ ”بہار ہاوس اور دوسری اقسام کی رہائشی انیہ کو بدلتے رہتے ہیں
اور وہاں چند ملاؤں کو ہر وقت دعا مانگتا ہوتا ہے۔“ ”دروازوں پر مشتمل بیوی عرائیں 18 فٹ
بلند ہیں اور ہر ایک کے اوپر ایک بیوی کھڑی ہے۔ صدر دروازہ ایک نوک دار عراب پر مشتمل
ہے جو منڈیر کے قریب سے ابھری ہوئی ہے۔ دروازوں اور عرابوں کو سر سے پاؤں تک اور
گنبد اور پتھروں کے بلندی پر آمدوں کو چھوڑ کر حاشیوں سے آراستہ کیا گیا ہے، ان کو مختلف پھول
پتیوں کی حلی میں سنگ مرمر میں تراش کر بنایا گیا ہے اور ان میں مختلف رنگوں کے سنگ مرمر
خاص طور پر ہلکے خاکی (شرقی) اور بلاہٹ آمیز اور سب رنگوں کے پتھروں کی رہائشی بہت بکری
کی گلی ہے۔ فرش سے لے کر عرابوں کی چوٹی تک اور دیواروں کے ساتھ سفید سنگ مرمر کی
سین پر سیاہ سنگ مرمر کے حروف میں قرآن پاک کی آیات اس قدر صحت کے ساتھ درج کی گئی
ہیں کہ اگر آپ سولی کی نوک پتھر سے گزرا میں تو وہ کسی جگہ بھی نہیں رکنے کی ضرورت ہے۔ یہ کم
خاصیت بہت بکری کا ہے مگر اس کے بعد اس کی سطح اشعلی لازم اور رام ہے۔ ہر حرف کی پہلی
تقریباً ایک فٹ ہے۔ ایک صنف کے مطابق ”اس“ ”نہیں اتنی باقاعدگی“ ”امتیاز اور خوبصورتی سے
تراشا گیا ہے کہ بہترین خطاط بھی اگر بہترین خطوہ غلہ کوئی میں اپنی حتی المقدور کوشش کے ساتھ
انہیں اپنے قلم سے کھدے نہ کھتا ہے تو میں کلمہ سک

مرکزی معین کمرے میں مدنی کے انتظام اور یہاں قائم کئے گئے سرور درج حرارت کے
مستقل فرگوں لکھتا ہے ”مرکزی کمرہ میں مدنی صرف سفید سنگ مرمر کی جالیوں کے درجے
آتی ہے“ ”ایک چھوٹی جانب اور دوسری دیواروں کی اندرونی جانب نصب ہے۔ اہل آپ ۱۰۰
میں یہ کھل کر دیکھیں مگر بعد ستان میں اور کھل طور پر سنگ مرمر کی بنی ہوئی عمارت میں
یہ مدنی کو کم کرنے کے لئے لکھائی گئی ہیں جو دوسری صورت میں ناقابل برداشت ہو گئی۔ اس
کے چاروں طرف کچھ کچھ دیواروں کے ذریعہ دور سے آتی ہوئی قلعی مدنی کو دیکھ کر مرکزی

کمرے کی دھنک خیمہ دہلی کے بارے میں کوئی فقہ دوا نہیں کیا جاسکتا جب اس کو بارہ دہلی کے طور پر استعمال کیا جائے گا تو یہ ضرور جن دھنکوں کی سہ ترین اور خوبصورت ترین آرام گاہ دہلی ہوگی اور اب جب کہ یہ مروجین کے لئے مقدس ہے اس لئے دیا بھر میں انتہائی شاندار اور انتہائی سٹائر کن مراعات کے طور پر مشہور ہے۔ "مذکورہ بالا جہازیں جو سنگ مرمر اور سنگ پشپ سے بنائی گئی ہیں انہیں خوبصورت نقوش کے حاشیوں سے آراستہ کیا گیا ہے یہ مختلف رنگوں کے پھولوں کی عکاسی کرتی ہیں۔

ممتاز محل اور شاہجہاں کے مزارات۔ عظیم عثمان عثمانیوں میں بدست گنبد کے نیچے میں وسط میں ممتاز محل اور اس سے کسی قدر بلند ایک جانب شاہجہاں کا مزار ہے۔ قبر کے قریب خاص سنگ مرمر کے ہیں اور انہیں انتہائی باریکی اور خلعت سے ترشایا گیا ہے ان پر سفید سنگ مرمر کی زمین میں سنگ پشپ سنگ ستارہ لاجورد، حق اور مختلف رنگوں کے دیگر قیمتی پتھروں اور ہزار ہرات کی ثبت کاری انتہائی خوبصورتی اور ترتیب کے ساتھ کی گئی ہے۔ کسی بہترین مصنف کے مطابق "قبور پر چند پھول اتنی صحت اور ترتیب کے ساتھ کندہ کئے گئے ہیں کہ ہر ایک انچ پر مختلف رنگوں کے پتھروں کی پچاس یا ساٹھ اقسام موجود ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے اتنی مصلیٰ اور عمدگی کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے کہ اگر ظاہری آنکھ سے دیکھا جائے تو ہر سو قدرتی پھولوں کی مثل معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں صرف خورشید کی مدد سے ہی جانچا جاسکتا ہے۔ قبور کے چاروں طرف عثمانی محل کی آفتاب بند جلی ہے جسے سفید سنگ مرمر کے نفوس نگاروں سے ترشایا گیا ہے اور اس کو بہت زیادہ چمکایا گیا ہے۔ اس چار دیواری میں عربی محل کا ایک دروازہ ہے جو اس سے وقت زیادہ بلند ہے۔ کندہ کاری واضح طور پر مختلف اقسام کے گل بوٹیوں، گل لالہ، رنگس اور دیگر پھولوں کی شکل پر مشتمل ہے جنہیں انتہائی پیچیدہ زیبائشی نو۔ جلت کے درجے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ اندرونی جانب سے دیواروں کی سطح کو بہت زیادہ چمکایا گیا ہے لہذا یہ اپنی انتہائی پیچیدگی، زراعت اور خوبصورتی کے معاملہ میں بمقامی فن کی شہادت پیش کرتی ہے۔ تمام دیواروں اور کونوں کو سفید سنگ مرمر سے آراستہ کیا گیا ہے جن میں سنگ ستارہ، پشپ، لاجورد اور اسی طرح کے دیگر قیمتی پتھروں کی ثبت کاری کی گئی ہے جو سینکڑوں انداز میں صوبہ پھولوں کی لڑیوں، قیل بوٹیوں اور بو قلموں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بہترین مشاہدوں کے مطابق "عثمانی تعمیر میں اس جیسا انتہائی خوبصورت اور قیمتی رہائشی انداز شاید ہی کسی اختیار کیا گیا ہو۔"



تخت سلیمان

فرقوں کا ہے۔ "تلف حصوں کے لئے اس کی طرز زیبائش کی جلیج جس انداز میں کی جاتی ہے وہ بھی اسی طرح نقل ذکر ہے۔" جس طرح یہ خود اپنی شکل کہہ رہے ہیں اس بار کے ہندوستانی امرن تعمیرات کے نقل اور عبارت کا ایک ہندو تصور پیش کرتا ہے۔

قبوروں پر درج عبارات شیعہ کی قبر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے۔

مرقد منور و سخی مطہر بادشاہ رضویں دستار طہ آرامگاہ اعلیٰ حضرت مبین
مکان فردوس آشیانی صاحب قرون جلی شد جن بادشاہ مکاری طالب زاد
وجہل البتہ شہادہ در شب ہفت و ششم شہر رجب سن ہزار و پختہ
و شش ہجری از جن قلی بہ بزمگاہ جہدائی القتل کردہ
ترجمہ: اعلیٰ حضرت مبین مکان (71) فردوس آشیانی صاحب قرون جلی شہید بادشاہ مکاری کی
مرقد منور اور آرامگاہ نے رضویں (70) کا رتبہ پا کر اپنا مکان جنت میں بنایا ہے۔ انہوں نے ہجری
رجب کی 28 تاریخ کی شب 1076ھ (1665ء) کو اس جن قلی سے بزمگاہ جہدائی کی طرف سفر
کیا۔

مستند نقل کی قبر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے۔

مرقد منور احمد بن یحیٰی صاحب مستند نقل توشت فی سنہ 1040 "مرقد منور احمد بن یحیٰی
المعروف مستند نقل" سنہ القتل 1040ھ میں ہوا۔

تصوف کے لوگ نے نقل کے 1099ء مبارک درج ہیں

تصوف کے سر کی طرف درج ہے۔

المقہوم النکاہوما

"زی بشت رہنے والا نور وہی نقل ہے"

ایک طرف مندرجہ ذیل عبارت درج ہے

الطہور بن الدہی قالور بنا اللہ

"مکان کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے"

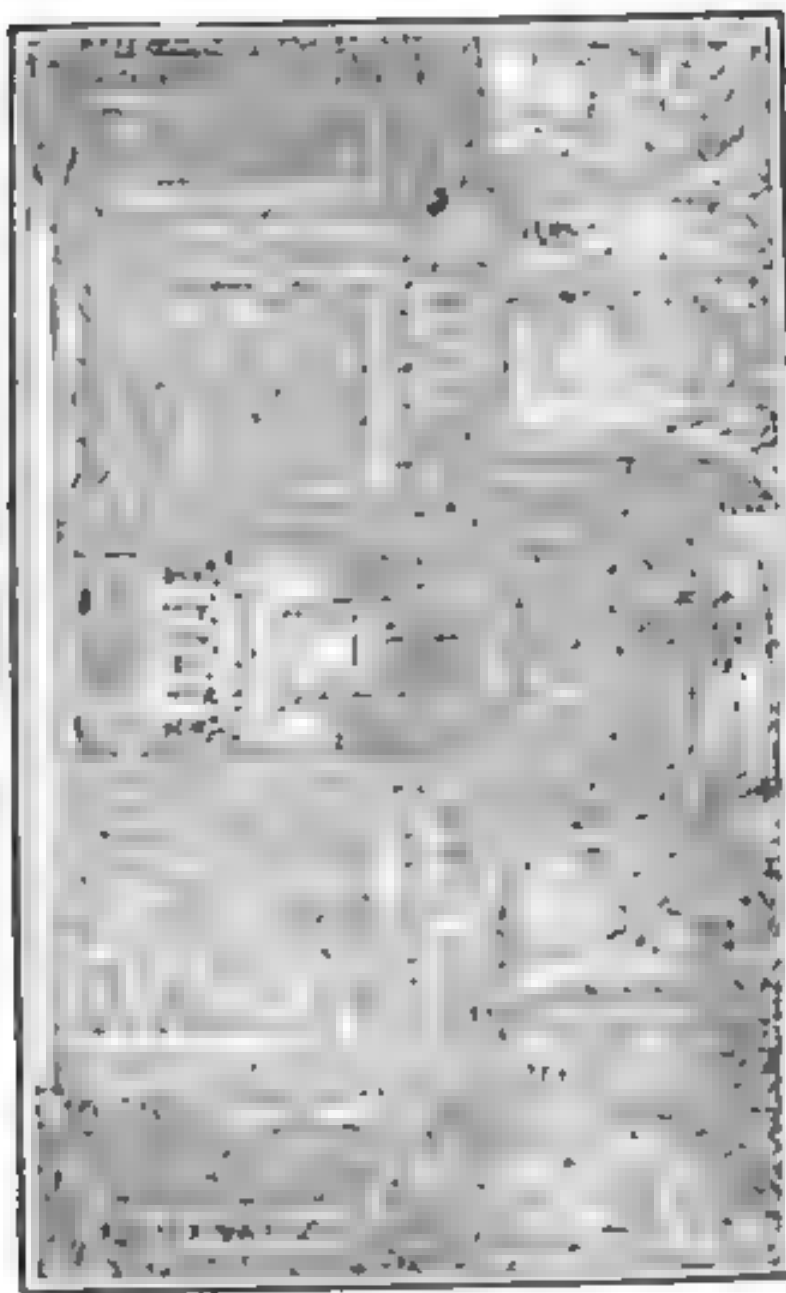
تصوف کے سہانے پر قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت درج ہے۔

هو الله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم

اللہ وہ ہے جس کے سوا اور کوئی نہ ہے۔ غیب اور ظاہر کی باتیں جاننے والا اور بخشنے والا

مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

اصل قبریں: اصل قبریں ایک تہ عتد میں ہیں جہاں ایمن کے بائیں تھے ہیں۔ جہاں ایمن کی



صفحه ششمین لی تفری زرم گه

شرح شجری کا حصار اپنی جگہ کے مقابلہ میں قدم سے بلند ہے بلکہ کا حصار تر خانہ کے مرکز میں بلکہ بادشاہ کا بائیں طرف اس کے پہلو میں ہے۔ وسیع و عریض تر خانہ میں ایک اعلیٰ راستہ کے درجے پہنچ سکتے ہیں اس کو اس قدر چمکا دیا ہے کہ اگر قدم رکھتے وقت مقابلہ نہ کی جائے تو اس پر گھٹنے کا غلبہ ہوتا ہے۔ دروازے سے روشنی پرلا راستہ قہوں پر پڑتی ہے جس میں انتہائی سادگی سے بنوایا گیا ہے۔ ان کے چہچہ خواہ صورت مستطیل شکل کا جسہ غالی پڑا ہوا ہے جس کی درمیان میں اس کے شوہر شجری نے یہ مقبرہ تعمیر کرایا اسے اس کے بیٹے اورنگ زیب نے اس کے پہلو میں دفن کر لیا۔

یہ تر خانہ ہر وقت خوشبو سے مٹھ رہتا ہے اور مزارت اور ان کے اور گرد و پڑی غازی سے پھول پھلور کے جاتے ہیں۔

بادشاہ کی اصل قبر کے قریب پر مسودہ دہلی عمارت درج ہے —

مرقد مسطر اعلیٰ حضرت فردوس آشیانی صاحب قرون جلی شاہ جلی بادشاہ طلب شہ سہ

۱۰۷۶ھ

”قبر مبارک اعلیٰ حضرت فردوس آشیانی صاحب قرون جلی شاہ جلی بادشاہ ان کا مقبرہ پیش

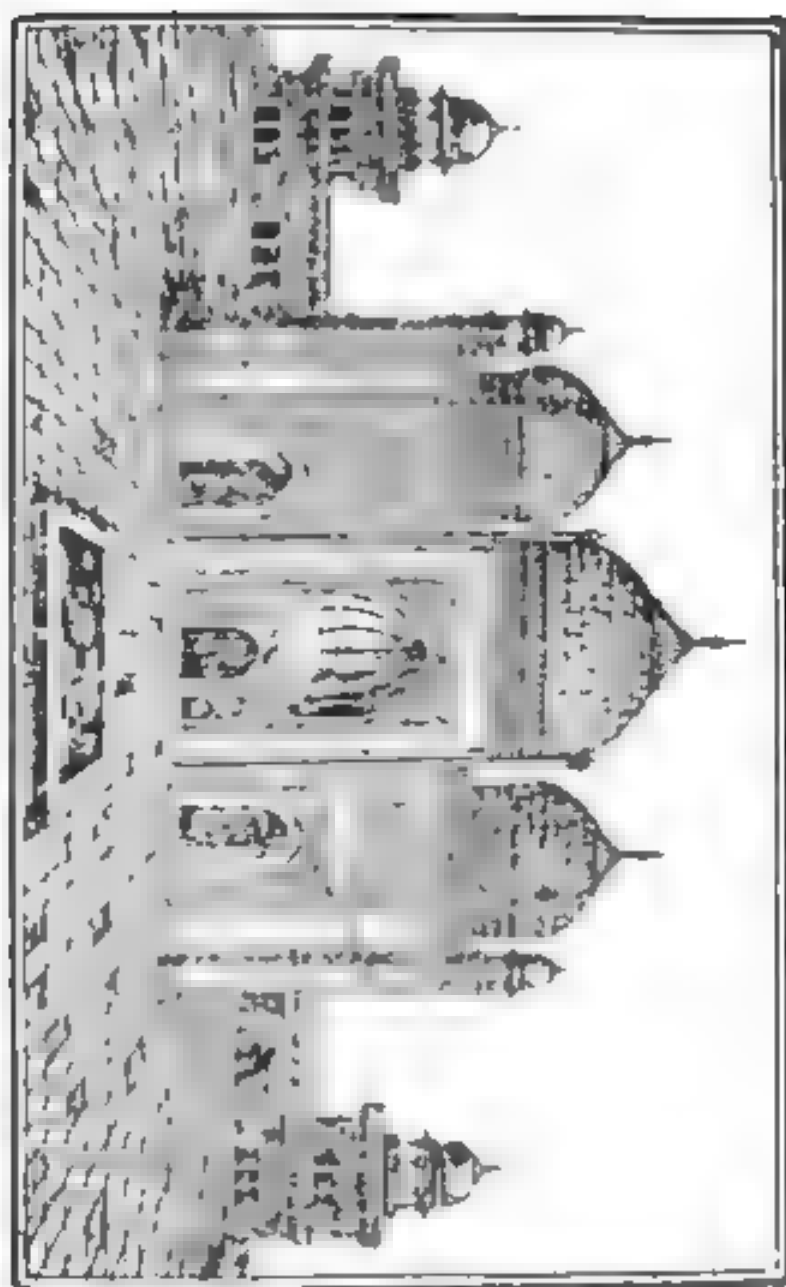
تہا رہے ۱۰۷۶ھ (۱۶۶۵ء)

جگہ کی قبر بھی مذکورہ بالا نقوید کی عمارت درج ہے۔

شاہ جلی کی دہلی میں تر خانے کو سال میں صرف ایک مرتبہ یعنی جگہ مستطیل شکل کی دہلی کے سوق پر انتہائی دھوم دھام کے ساتھ کھولا جاتا تھا اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو اس میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ چنانچہ برہمنوں نے اپنے سرپرست میں داخلے کی اس مخالفت کا حوالہ دیا ہے —

”چونکہ اس کے مقدس کی ہے حرمی کے باعث کسی عیسائی کو اس میں داخلے کی اجازت نہیں تھی اس لئے میں اس کا مدد دینی ضرورت دیکھ سکا مگر یہ یہ کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ قیمتی اور شاندار کسی اور چیز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔“

(گونج) بازگشت : تاج محل کا پر شکوہ گنبد یکساں طور پر ہے جب شہر اور طویل گونج یا بازگشت پیدا کرتا ہے۔ بالائی عمارت پر ایک ہی نوار انتہائی مسودہ کن قمر قرابت میں گردش کرتی ہوئی لگاتی ہے۔ بازگشت میں سفلی دینے والی گونج باقی تونوں کے ایک شور کی صل



مسجد

اختیار کر لیتی ہے اور پھر راج کم ہوئی ہوئی نچے آسمان میں گم ہو جاتی ہے۔ مصنفین میں گریخ سے پیدا شدہ اثرات کے بارے میں انتہائی کرم وحشی سے بچتے ہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں "میں نے تصور کر سکا کہ کوئی پہلی دھاری رطب خوش حسین ستارہ گل کی قبر پر رطب پڑا ہے۔ نچے کے وقت کے دوران پیدا ہونے والے اثرات بحث میں فرشتوں کی ہم آہنگی سے مطلب معلوم ہوتے ہیں۔" ایک دوسرا مصنف فریڈ و فیسین کے ایک دلچسپ شیری نثر سے پیدا شدہ فقرہ قرابت کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے "اسیسا معلوم ہوتا ہے جیسے چند آسمانوں کا اعلان ہمارے سروں کے سینہ اوپر لے کے ساتھ منطقت پڑا ہوا۔" چنانچہ 'رے' کے متکارتان قلم نے نہ غلام میں شہانہ پر رطب اور گہرے سکوت کے بارے میں کچھ اس طرح رنگ آمیزی کی ہے

صمیم لپٹے جتنی چھوٹی اور اپنی آرائشوں کی زبردست خوبصورتی کے باوجود انتہائی مصمیر اور عجیبہ تاثر پیش کرنا ہے جو دہن کو دھکی دھکی پر سکون آسویں بخشتا ہے جیسی ہم اپنی خوشگوار موت کے متعلق سوچتے ہوئے غمگین کرتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ سخت ترین اور بے خیال شخص بھی اس میں داخل ہوتے ہی ہلکا آسمان ہلنے لگتے ہیں۔ اور جو کوئی ایسی سستی کے بغیر تاج گل کا ٹکڑا کرے جو آنکھ میں نہی پیدا کر دیتی ہے تو اس کی اپنی مدح میں خوبصورتی کا احساس ہوا سمجھ سکیں۔

مسجد، تاج گل کے دونوں جانب تقریباً ایک سو گز کے فاصلہ پر سنگ مرمر کی دو بہت بڑی مساجد ہیں جن کے نین گہدوں میں سپید سنگ مرمر کی جہت کلائی کی گئی ہے۔ سطحیں جانب کی مسجد کو صرف نماز کی لوائگی کے لئے تعمیر کیا گیا اس کے (عرب) خانوں کا سنگ کعبہ کی طرف ہے۔ اس کے فرش کو چھوٹے چھوٹے حلقوں میں بٹایا گیا ہے ہر خانہ ایک آدمی کے قیام و سکون کے لئے کافی ہے۔ ایک مسجد مشرق کی جانب ہے جو بالکل اس کی موافق ہے مگر کعبہ کے رخ اس کی کوئی عکس نہیں اس کو دوسری مسجد کی شکل کے طور پر اس لئے بٹایا گیا تھا تاکہ چھٹی طور پر اس کی یکسانیت اور مطابقت قائم رہ سکے۔

جماعت خانہ: نقلی مسجد جماعت خانہ کے طور پر مشہور ہے یعنی بادشاہ شاہجہاں یا اس کی چھٹی تاج گل کی برسی کے موقع پر با عاز سے نقل وگوں کے جمع ہونے کا مقام۔ (72) اصل مسجد کے نیچے ایک احاطہ اس مقام کی نشاندہی کرنا ہے جہاں مقبرے کی تعمیر کے دوران ملک کی فلاح کو لائق کے طور پر دفن کیا گیا تھا۔

سہر اور جماعت خاندان ایک زمرے کی نگاہ سے ہیں، جبکہ ان کی سہیلیاں دریا کی طرف جاتی ہیں۔ جماعت خاندان میں تاج محل کی سیاحت کرنے والوں کے قیام کے لئے (دو) مہمانی گھر پر اپنی پہلی صحت با تفریح کے لئے ٹھہرا چاہتے ہوں) پہلی کمرہوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اس عمارت کی چوٹی اور چھتوں سے ارد گرد کے علاقہ کا ایک انتہائی خوبصورت نظارہ حاصل ہوتا ہے۔

شہر جہلی کا مطلوبہ مزار: تاج محل کے عین سامنے دریا کے دوسرے کنارے پر پانی بنیادوں کے آثار ہیں۔ شاہجہان نے ان بنیادوں کو تاج محل سے ممانعت کے مطابق اپنے یادگاری مقبرہ کے لئے بنوایا تھا۔ اس کا ارد گرد تھا کہ ان دونوں مقبروں کو سنگ مرمر کے ایک شاندار پل کے ذریعے یہ پل جو کرانے کے لئے منسلک کر دیا جائے کہ موت کے بعد بھی اس کے اور اس کی پیروی پوری کے درمیان ملت کا رشتہ قائم ہے۔ مگر بعد میں اس کی قید سے اسے اس منصوبہ پر عمل درآمد کرنے سے روک دیا، لہذا جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے چارک بیٹے اور عزیز نے یہ کہنے ہوئے اسے اس کی پیروی کے پلو میں دفن کر دیا کہ "میرے والد کو میری والدہ سے بہت زیادہ محبت تھی اس لئے اس کی آخری آرام گاہ اس کے قریب بنائی جائے۔" پس "مسٹر نیر کے انتقال میں" قسمت نے محبت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جس کو خود دیکھنے والے سے انکار کر دیا تھا۔

چاندنی میں تاج محل کا نظارہ: چاند کی روشنی میں تاج محل کا نظارہ انتہائی دلچسپ ہوتا ہے، روشنی کی ترچھی کمرہوں میں پوری عمارت میرے کی طرح جھلک جھلک کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ نیز سنگ مرمر کے کنارے سے ابھرنا ہوا صاف و شفاف سفید منہد دور سے دیکھنے پر چاندی کی چٹائی میں رکھا ہوا ایک سوراخوں کو ہر غیاب و کشفی رہا ہے۔ سنگ مرمر کی دیوار پر کی گئی آرائشات کسی دیوار میں جڑے ہوئے بہت زیادہ جواہرات معلوم ہوتے ہیں، جبکہ اس کے ساتھ جتنے ہوئے پر سکون دریا کے ساتھ اس کے کناروں پر آگے ہوئے درختوں کا ہلکا سا سایہ اس منظر کی دلکشی کو چار چاند لگا رہا ہے۔ ہوائے ہوائے کے جھونکے اس کے سکوت کو اور کوئی چیز نہیں آتی۔

تاج محل کا نقشہ: تاج محل کی تخلیق اور اس کے نقشہ کے تصور کے بارے میں موجود مصنفین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ اس کا منصوبہ ایک افغانی فنکار نے تیار کیا

قلا اور دوسروں کا خیال یہ ہے کہ اس میں سنگ مرمر، اخیلی لیلی اور نعلیت مرمر ثبت ملری ایک فرانسیسی فنکار کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ فرانسیسی سیاحوں نے پڑا اور پندرہویں صدی کے شاہجہاں کے دور میں حاصل دی تھی اس لئے انہوں نے اپنے سفرناموں میں اس عمارت کے بارے میں تفصیلی بیان درج کیا ہے۔ پندرہویں صدی کے تاج محل کی تعمیر کے آغاز اور تکمیل کو دیکھا اور پڑا اس کی تکمیل کے صرف پانچ سال بعد ہندوستان آیا۔ اگر فن کے کسی ہم وطن یا کسی جو اپنی فنکارانہ اسرار و خصوصیات کو تیار کیا ہوتا تو اس بات کا امکان نہیں تھا کہ وہ اپنی باتوں میں ان کے ذکر کو حذف کر دیتے اور سب سے پہلے ان کا ذکر نہ کرتے کیونکہ ان کے ہزاروں مگر انہوں نے اس حیرت انگیز عمارت کے معجزہ کے تعلق کے بارے میں اپنی آنکھوں سے گواہی دے جانے والے بیانات میں اس کا اشدہ تک نہیں کیا۔ مزہ بری 'تاج محل بذات خود اس بات کی گواہی کرتا ہے کہ اس نے کسی غیر ملکی فنکار سے نہایت دور حاصل نہیں کیا۔ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے

— اس پر ایک فکر کسی بھی دہن قوی کو اس بات کی چین دہلی کرا دیتی ہے کہ کسی چیز کی اصل نوعیت کے اعتبار سے اس کی نقل قطعی ناممکن ہے۔ تاج محل وضع قطع مناسب اور زیبائشی نقشہ جات میں مخلصانہ شوق ہے۔ اگر یہ کمال میں ہے تو ہم لب بھی اس عمارت پر مسلمان ماہر تعمیرات کا ہم کہہ کیا ہوا دیکھ سکتے ہیں۔ ایک اور انگریز مصنف لکھتا ہے "اس عمارت پر مکمل طور پر ہندوستانی اور مشرقی تصور کی چھاپ ہے۔ یہ تصور مکمل طور پر اس بات سے مطابقت رکھتا ہے کہ سودھیت سے پیار مسلمان اقوام کی ہی خصوصیت ہے اس لئے تاج محل جیسا مسلمانوں کے ایک انتہائی حیرت انگیز مشرقی طرز تعمیر کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

تاج محل کی عمارت کو ۱۶۳۰ء و ۱۶۳۱ء میں مکمل کے انتقال کے ایک سال بعد شہنشاہ شہجہاں کے سامنے واسطے دروازے کی عمارت کی تکمیل کی تاریخ ۱۰۵۷ (۱۶۴۸ء) درج ہے۔ چنانچہ اس کی تکمیل الحادہ برس (۷۳) میں ہوئی اس پر میں میں سترنگ کی لاگت آئی۔ اس مقبرہ کے نقلی دروازے میں جہاں نے اندر کر پھلوا دیا تھا صرف ان کی لاگت ۱,۲۷,۰۰۰ روپے تھی۔

- بادشاہ شاہجہاں میں نہیں تھا کیا ہے کہ ۱۰۴۲ھ (۱۶۳۲ء) میں ملک کی قبر کے ارد گرد جواہرات سے مزین خالص سونے کا ایک جنگا نصب کیا گیا۔ اسے شہنشاہ شاہجہاں کے گھر میں (شاہ شہنشاہ) سے بدل ملک کی زیر چاربات بھیجا گیا اور یہ ہندوستانی مریض زہر آتی فن کا ایک مکمل نمونہ تھیں۔ چالیس ہزار توکہ خالص سونے کے مشعل تھا اور اس کی بابت چھ لاکھ روپے تھے۔ مقبرہ کے

اندرونی حصہ کو مختلف قسم کے جہاز خانوں اور شعبوں اور مختلف جماعت اور رگوں کے زیوراتی چیزوں اور قدیوں سے آراستہ کیا گیا تھا جن پر لاکھوں روپے کی لاگت آئی تھی۔ ان کے علاوہ تین اور تھپڑیہ کے انتہائی نفیس قالینوں کو فرش پر بچھوایا تھا اس کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا جیسے پرستار ہے یا زمین پر مہشت از آئیں ہے۔

سال ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۲ء) میں مذکور ہلا خانی کے قتل کے وقت اندر لایا گیا کہ اسی بڑی مقدار میں سونا چھرا اپنے قسم کے لوگ چرا کر لے جائیں گے 'فذا' اس کی جیسے سنگ سرمہ کی موجودہ جاتی نصب کر دی گئی (۷۴) پوشہ بند کے مطابق اس جلی کو (دو فن سنگ تراشی کا ایک شاہکار اور خوبصورت نمونہ ہے) چاس ہزار روپے کی لاگت سے دس سال کے عرصہ میں تیار کیا گیا۔ ۱۷۲۰ء میں سونوں کی اس چادر کو اندر لایا گیا جسے شاہجہان نے ممتاز محل کے مزار کو ڈھانچے کی خاطر لاکھوں روپے کی لاگت سے بنوایا تھا۔ (۷۵)

نور یز کتا ہے میں نے اس عظیم عمارت کی بلند اور جھیل کا مشاہدہ کیا تھا اسکی قبر پر انہوں نے پانچ برس صرف کئے اس دوران میں ہزار ہزاروں نے مسلسل کام کیا۔ اس بات سے اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس پر بہت زیادہ لاگت آئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ مکمل عمارت سے زیادہ خرچ اس کی (پائس لٹی) چلن پر آیا کیونکہ کھڑی کی کسی کے باعث ان سب کو اینٹوں کے علاوہ محرابوں کے سدا کی مدد سے بنایا گیا۔ اس پر بہت زیادہ محنت اور بہت بھاری خرچ ہو۔ شاہجہان نے دریا کے دوسرے کنارہ پر اپنے مزار کی تعمیر شروع کر دی مگر اپنے بیٹوں کے ساتھ اس کی جگہ نے اس کے منصوبوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیا اور تک نوب (جو اس وقت حکومت کر رہا ہے) اس کو مکمل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جنم اور اس کے نزدیک پوشہ کے مزارات پر ۲۰۰۰ کھانوں کی مکمل ایک فوج سر کے پاس ہے۔

شاہجہان کے اہل آلہ اور زمین نے دور دراز ممالک کے ان کارکنوں کی مکمل فرستیں دی ہیں جسوں نے تاج محل کی تعمیر میں مدد دی اس کے علاوہ اس میں استعمال ہونے والے پتھر ان کی پختہ اور قیمت کے بارے میں بتایا ہے۔ ہم نے متنبہ کے خدوین کے قبضہ میں "تاریخ تاج محل" کے نام سے مشہور خدوین کے ایک علمی نسخے سے ان کا صرف ایک خلاصہ بیان کیا ہے۔

میر عمارت: عمارت کا سب سے بڑا سدا استاد مینی تھا جسے نقشہ نویس کہا جاتا تھا اس کی محکومہ ۱۰۰۰ روپیہ ملانہ تھی۔ اس کے بیٹے عمر شریف کو بطور معمر کے ۵۰۰ روپے ملانہ کی ملازمت دی گئی تھی۔ عمارت کے مختلف حصوں پر درج خدوین رسم الخط میں قرآن پاک کی آیات خطہ لائق خط شیرازی نے کسی قسم 'جسے ۱۰۰۰ روپیہ ملانہ محکومہ ملتی تھی۔ جب مزار میں

داخل ہوں تو دانتیں اچھ اچھ رہے ہوئے۔ منہ رسم الفا میں وضع اس کا نام ملتا ہے۔ یعنی ۱۰۴۸ھ کی تاریخ کے بعد لکھا ہوا ہے "باز خیر لالت غل شیرازی۔" مسعودی کا استو ۴۰ ضیف بلدی لوی تھا اسے بھی ۱۰۰۰ روپے ملے۔ کھول دی چالی تھی۔ اس کے علاوہ گنبد کا مسودہ اسماعیل غل تھا جو مردم (ایشیائی ترکی) کا بی تھا اس کی تھولہ ۲۰۰ روپے ملے۔ کھالی کا استو ۴۰ غل بلدی لوی ۲۰۰ روپے پر مردم کا بی کھر سوچک ۷۸۰ روپے پر منور کھر ملے ۲۰۰ روپے پر منہ حار کا منور ۲۰۰ روپے پر پشاور کا دین ۳۰ روپے پر اکبر آباد کا منور ۱۰۰ روپے پر لاہور کا کلس ساز قائم غل ۶۹۵ روپے ملے۔ کھول پر عازم تھا۔ نیز اس کے علاوہ ترکی 'ایرمن' دلی 'کنک' لور و بلب کے بہت زیادہ کھر کھے جن کی کھولیں ۱۰۰ روپے سے ۳۰۰ روپے ملے تک تھیں۔

عمارت کے نگران - بدستور کے مطابق 'تاج محل کی عمارت کو کمرات غل لور سہر عبد اکرم کی رہ نگرمل ۹۰ لاکھ روپے کی لاگت سے خیر کیا گیا۔ اس کے مضامات ایک بہت بڑے شہر میں تبدیل ہو گئے۔ بنے مسودہ تیار کیا جاتا تھا۔ ہر کھول میں تیس روپوں کی آمدنی اس کے علاقہ کے چالیس لاکھ روپے یا ایک لاکھ روپے ملے۔ رقم مقبرے کی دیکھ بھل کے لئے مخصوص کر دی گئی۔ اس کے علاوہ مقبرے کے ساتھ دولت تمام دوکانوں 'گلیوں لور سرائے کی آمدنی (جن کی مجموعی رقم دو لاکھ روپے ملے۔ یعنی تھی) اس کی دیکھ بھل کے لئے تقص کر دی گئی۔ اس خرچ سے بچ جانے والی آمدنی کی رقم کو اس مقبرے لور اس سے دولت و قار کے مالکین کی کھولوں لور دکانوں پر صرف کر دیا جاتا تھا۔

سفید سنگ مرمر راجپوت میں بے ہار سے آیا، پلا پھر نیرا کے کھولوں سے اس کے ایک مربع گز پر ۴۰ روپے لاگت آئی۔ سیاہ سنگ مرمر "پلاک" کے مقام سے آیا، اس کے ایک مربع گز پر ۹۰ روپے لاگت آئی۔ لور چکن سے (لاگت ۵۷۰ روپے فی مربع گز) لور بہ بلب سے 'ضقی بلدی لور سے' فیوہا جیت سے 'سنگ بلب یمن سے' علاوہ سری لکا سے (لاگت فی مربع گز ۱۱۵۰ روپے) مرمل عرب لور بھو امر سے 'یا قوت بدلی کھن' پیرا بدلی کھن میں پتا کے مقام سے 'کھنشی پھر جیسلمیر سے' کھن پھر نیرا سے 'سنگ حنا یمن گوہار سے' سیب ایرمن سے 'بھری دولت سے' نیم ایرمن سے 'یا قوت کور لکا سے' لور سنگ سرخ فتح پور سیکری سے آیا، جس کے ۱۱۴۰۰۰ چکڑے استعمال کئے گئے۔ اس کے علاوہ بیت کاری میں بھی متعدد ایسے پھر استعمال کئے گئے 'اگر بڑی میں جن کا کوئی نام نہیں ہے۔ چٹوں نے ان میں سے متعدد قیمتی پھر اکٹھا کئے۔ متعدد پھر ہندوستان کے ماسکروا قباہوا سرداروں سے خرانج کے طور پر

صول ہوئے، جبکہ سمت سے تھک کے طور پر وصل ہوئے۔

مذہب دنیا میں توحیح عمل آگے جیسی کوئی ایسی عبادت نہیں ہے، جو مطلق ملکوں اور اقوام کے معطلین اور سیاحوں کی طرف سے پرہیز و تہذیب کا موضوع بنی ہو۔ انسانی لائق و انسانی تصورات میں ہمیشہ اختلاف پایا جاتا ہے، مگر اس کے باوجود شرق کے سورہین اور مغرب کے شعراء ایک انتہائی شاندار عمارتی یادگار کے طور پر اس کی شکل و شوکت کی مدح سرائی میں متحد ہیں۔ انسان کی خودپسندی نے شاید ہی کوئی ایسی یادگار بنائی ہو۔ کہ عارض کے دور دراز علاقوں کے سیاح اس کی تہذیب و توصیف میں مساوی طور پر مگر بھوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ جانا انتہائی دلچسپ ہو سکتا ہے کہ اس عبادت کے بارے میں خود اس کے بانی کی کیا رائے ہے، جسے اس نے دنیا میں اپنی ذہانت کی عظمت اور یادگار کے طور پر چھوڑا ہے، جس نے سطح زمین پر اپنی مرحوسہ ہی کے بارے میں جس کے رسدست عشق اور اس کے غمخیز خودپسندی کی کبھی نہ مٹنے والی چھلپ لگا دی ہے۔

لاہور کے علامہ احمیہ کی تصنیف ”پوشہ بند“ کے لورقی سے توحیح عمل کی مدح سرائی میں سادہ جہان کی اپنی مرتب کتاب پر فصیح نظموں کا سحر و ذیل اقباس پیش کیا گیا ہے۔

ابیات مصنفہ شاہجہان

ایں مرقہ پاک بقیں عہد	کہ ہوی اتفق راحت مد
منور مقامی چہ ہرغ ہشت	مطر چہ فردوس حرم مرث
مستحسن داخل مطر بخور	بجاوہر حرمین درش رات حور
ہواہر نگار ست درجہ و در	ہوا ناز و تر چہ آب مگر
عبادت گرامین مقدس جہاں	در چہشہ فیض آورد آب
برین چہ پاک والا مقام	ترجہ کائنات اہم رحمت مدام
اگر بحر آمد برین درینہ	خود چہ منظور پاک از مکتہ
اگر عاصی آمد برین مدحہ مدی	کھنڈہ خوشداشت دشوی
لذت سطرہ امین مزار	شد چشم خورشید و سر انگہار
نمود امین عبادت بماندگار	کہ ظاہر شود قدرت کردگار

ترجمہ: بقیں کے عہد (76) کی حقون کا مزار اس قدر شاندار ہے کہ یہ ملک جہاں کے جسے خالق کا مدد بن گیا ہے۔ یہ مقام ہرغ ہشت کی طرح روشن اور مطر ایسے ہے، جیسے فردوس میں

عمر و عود کی خوشبو پھیلی ہو۔ اس کے گل کی ہوا سے عود کے پتھروں سے طوبیہ نہیں اٹھتی ہیں۔
 حورین بہشت اس کی چمکت کو صاف کرنے کے لئے اپنی پلکیں استعمال کرتی ہیں۔ اس کے دور
 رخسار ہر وقت سے چمکتے ہیں۔ وہاں ہوا سوتلی کی تپ و تپ کی طرح تروتازہ ہے۔ اس
 مقدس عمارت کا سولہ اس کے لئے چشمہ نیلی سے پانی لایا ہے۔ اس مشہور و معروف مقدس
 عمارت پر ابرہہ صحت کی بارش بیش سے برس رہی ہے۔ اگر محرم میں پتہ لے لے تو جیسے کسی کو
 معطل مل جاتی ہے وہ گنہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی گنہ گار اس عمارت کی طرف آئے تو
 پتھرا اس کے قدم پھیلنے لگے صاف ہو جاتے ہیں۔ اس عمارت کا کھرا سوا تپیں پیدا کرتا ہے اور
 ہاتھ و سوج کی آنکھوں سے آنسو رواں کرتا ہے۔ اس دیبا میں اس عمارت کو پردہ و گار کی
 شکن بیان کرنے کے لئے بیان کیا ہے۔

جیسا کہ توضیح کی جا سکتی تھی 'شاجہ' نے اپنی تھکن کو عمارت کی تریف و توصیف میں
 مہذب 'روانی' نے لکھا ہے اور وقت کے رونق کے مطابق اپنی تھکن کو مثالی زبان میں مرتب کیا
 ہے۔ اس کے علاوہ اس کے قلب کی گر جوش کا اظہار کرتی ہیں اور یہ کہ اس نے اس مقبول
 کی عظمت کے تصور کا پوری طرح ادراک کر لیا تھا جسے اس نے آتے والی فنون کے لئے دنیا
 کے ایک بحر کے طور پر اور اس پر شکستہ سلطنت کے لئے ایک پر تکلف اور شاندار عقد کی شکل
 میں چھوڑا ہے۔

سولیم بشر تاج محل کے خوبصورت گنبدوں کو "سنگ مرمر کا ایک خواب" بتاتے ہیں۔
 کہتے ہیں "تاج محل رہائش کے اس اختیاری ترین مرقعے کو پیش کرتا ہے جو ہندوستان
 کے مسلمانوں تک پہنچا۔ یہ میرا مرحلہ ہے جس میں موعود کا کام ختم ہوتا ہے اور ایک نئی ہری کا
 شہر ہوتا ہے۔" دیگر انہی کہتے ہیں کہ "یہ مکمل طور پر خوبصورت اور اختیاری مکمل کی چیز ہے
 ہر لحاظ سے یہ ایک جن کا کام مسموم ہونا ہے جو کمزوری اور بیماری (جو انسانیت کو گھیر لیتی ہے)
 کے نام تک سے واقف نہیں۔"

ایک مصنف لکھتا ہے "یہ مہمانی انھوں کا ایک اختیاری خاص اور اختیاری مقدس کام ہے۔
 فرشتے ضرور اسے جنت سے لاتے ہیں 'چنانچہ اس کے لوہے شیشے کا ایک بکس داخل دیا جاتا ہے اور
 اسے ہوا کے ہر جھونکے سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔"

ایک روسی فنکار اس کے بارے میں اس طرح بیان کرتا ہے "یہ ایک ایسی حسین عورت کی
 طرح ہے جسے آپ لاکھ اپنی مرضی کے مطابق براہ کمال کریں مگر جس وقت کہ اس کے پاس
 حاضر ہوتے ہیں تو اس کے عزمیں گر تازہ ہو جاتے ہیں۔" مسٹر کسے اس پر رائے نقل کرتے ہیں

میں میں داخل ہوں تو اس کے غصہ میں کچھ ایسی نزاکت اور رنڈ پن دکھائی دیتا ہے جسے آرائش کی خوبصورتی کے دریچے مٹا نہیں جاسکتا اور نہ ہی اس کا بدلہ چکایا جاسکتا ہے۔ اس کی مسکراہٹ درست معلوم ہوتی ہے اور اس سے ذہن میں Rape of the Lock کا متبادل عام شعر آ جاتا ہے۔

ترجمہ :- ”اگر اس میں کوئی دنانہ شخص موجود ہوں تو اس کے ہارے کی طرف دیکھو اور تم سب کو فراموش کر دو گے۔“

ہشپ ہیر کے لفظ میں ”اگرچہ روح من خانہ کی چمبی کے لئے زہد و نعت کی طرح اس کی ہر چیز مکمل ہے مگر اس کا نام تیرے کلف ہونے کی بجائے قدرے سنجیدہ اور متاثر کن ہے۔“

مسٹر ہیر فرعون اس کے ہارے میں کیچے ہیں ”اپنے چہرے کی خاصیت اور وسیع قطع کی شان و شوکت کے مسئلہ میں تاج محل دنیا میں اسی قسم کی کسی اور تخلیق کو اپنے ساتھ مقابلہ کی دعوت دے سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی خوبصورتی اپنی ترین طبقہ کی نہ ہو مگر اپنے طبقہ میں یہ نقید افضل ہے۔“ ایک مصنف نے اس کے ہارے میں لکھے اس طرح بیان کیا ہے ”حالاںکہ اہرام مصر نے ولوی نسل کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے ہیں اور من کی قبر کی مضبوطی اور تصور کی عظمت کے باعث انہیں فن کے حجاب خیال کیا جائے گا مگر تاج محل اگر اسلی من قبر کے استثنائی تذکرہ نمونہ کے مسئلہ میں اور شگوفی شدہ محبت کے استثنائی پر کلف رویں کے باعث نسل انصافیت کی تعریف و توصیف حاصل کرنا رہے گا۔“ سلیمنی کہتا ہے میں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا ”جب وہ اس کو دیکھنے گئی تو اس نے اس قدرت کے ہارے میں کیا سوچا؟“ اس نے کہا ”میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ میں نے اس کے حلق کیا سوچا کیونکہ میں یہ نہیں جانتی کہ اس قسم کی عمارت پر کس طرح تنقید کی جاتی ہے مگر میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ میں کیا محسوس کرتی ہوں یعنی میں چاہتی ہوں کہ کل مر جاساں تاکہ ایک وہ سرائی محل میرے لیے قبر کر دیا جائے۔“

تاج محل کے ہارے میں یہ درست کہا گیا ہے کہ ”من قبر میں اس کی وہی حیثیت ہے جو فنِ حسن سازی میں دغس ڈی میٹسکی، شامی میں ٹیکسٹر کی ہے۔“

راجہ رن فریج بیان کرتا ہے ”انہم کوئی جہاں رائج اور جامع نہیں ہے اگر تصور عقلی یا خاکوں میں بھی اس کا اظہار کیا جائے تو کوئی رنگ و رخسار یا کلف نہیں ہے۔ ہر کوئی تاج محل کی عظمت کے ہارے میں یہ درست تصور پیش کر سکتا ہے کہ مشرقی من قبر کی تدفین میں یہ ایک بے مثل عمارت ہے۔“

جدائی کا منظر: جب ایک مرتبہ اس بار مجھ سے تعلق قائم ہو جانا ہے تو پہلی غزل اپنے

آپ کو اس مقام سے جدا کرتا پڑتا ہے۔ جسے فن کے ذریعے انتہائی خوبصورت اور بہت زیادہ دلکش بنا دیا گیا ہے 'اس کی یاد دہن سے طبعہ میں ہولی بگڑ اس میں نقش ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ 'ایک سیاح اپنے اثرات کی بگڑ اس طرح دکھائی کرتا ہے "ہر شخص نامحدود خوشی کے ساتھ دہلی سے لوٹتا ہے اور گرجہ ہر مرتبہ دہلی ہی اس کی توجہ پھولے حوصلے کم سے کم ہولی پٹی جاتی ہے 'مگر چاروی عمارت کے عظیم تصور سے حاصل ہونے والی خوشی میں اضافہ ہونا ہوا معلوم ہوتا ہے اور وہ اس دکھ بھرے احساس کے ساتھ اس سے جدا ہوتا ہے کہ اس کی زندگی اس کے گھر میں نہیں ہے 'اور وہ اس فحش کے ساتھ رخصت ہوتا ہے کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے اسے کبھی بھی اس کے ذہن سے مٹایا نہیں جاسکتا۔ یعنی وہ اپنا نقش دہلی ہی ہے۔"

ہم شقی فن خیر کے اس گورنر ٹیپ کے بارے میں اپنے مکمل بیان اور کھوار سے غاکر کو اس مقبرے کی تعریف میں غلوں مستغنی کی ضرورت اہل شاعرانہ تحقیقات کے ساتھ قطع کرتے ہیں

۱۱۔ کہ قصداً اشلہ دہلی کی کسی عورت کی تعریف میں اس پر غلوں و بگڑ کی خیر کر سکتا تھا اگر محبت اور دکھ نے اس کے کشی و جھنجھ میں مداح چھوٹی ہے تو کوئی قافی خوشی یا غم تہدی برہمی نہیں کر سکتا جب دیرانی اس دنیا کو اپنی ہیئت میں لے لے گی تب بھی یہ بگڑ اسی طرح خلعت میں خوبصورت کھڑی رہے گی۔ دنیا کا یہ آخری قلعہ محبہ وقت اور موت کے ہاتھوں ہی ایک کھڑ رہے گا (۷۷)

صورت کی بے دماغ شہرت کی طرح اس کا بے محب سنگ مرمر چمکتا ہے، اپنے پوشا کے بے مثل شقی کی طرح دھڑلہ ہونے کی تہوہ کی چادریں ہیں۔ میں نے بہت شکار کر کے دیکھے اور بہت ہائیر کاغذ بھی دیکھا اور میڈیسن کے طبقوں کے گرد لپیٹے فحش درختوں اور اہلارت کا مشاہدہ بھی کیا

مگر محبت کا یہ منور — خوبصورتوں کا اخیر 'شقی فن کا فرائیہ دل پر چھل سوچا دیا گیا کے تصور کو بلند کرتا ہے۔ اس زہدوت خوبصورتی و دلکشی کو حاصل کر کے ہم اپنی تمام خلعت کو تہدے آگے بھجواتے ہیں۔ یہ سادہ شہکار اور صاف خلاف عمارت 'کو ایہ صرف اور صرف محبت کی ہے۔ (۷۸)

کسی شقی فنکار کے کو دلالت یا دانشمندی کے حلقہ میں اتنی شہرت حاصل نہ ہوئی۔ لہذا ہاتھوں نے اس قدر خوبصورت فعل و صورت بھی چار نہیں کی۔ جس میں و جیل ممتاز موت کے سوچا دیا گیا میں سوچا اور جینا کے چلی ہو ان کے ساتھ نہیں

گردش کرتی گئیں۔ اس کی قبر کے گرد موتی جیسے ٹھکڑے ایسے ہیں، جیسے فرشتوں کی آنکھوں سے آنسو گر رہے ہوں اور ان میں خوشبو رہی ہو، وہاں پر ہم کرمہ جیش کے لئے ٹھہر گئے ہیں۔ یہاں سکن کے ہاتھ کا لڑکا پڑا ہوا تھا۔ (۷۹)

مزار گل کی بائیں برسی واقعہ ۱۰۴۱ھ (۱۶۳۱ء) میں منسلک تھی۔ بادشاہ باد کے مطابق اس موقع پر کچھ گل میں حیم اللہ تاجدار کی گئیں۔ شاہی گھرانے کے افسروں (مستوفیان دولت) نے بادشاہ کے حکم سے مقبرے کے گن کو شاہدار عیسویں اور جیتی شاہیوں سے آراستہ کر دیا۔ شاہی گھرانے کے تمام شہزادگان اور دارالحفاظ کے امراء اور وزراء اس موقع کو عزت جتنے کے لئے جمع ہوئے۔ اسی طرح عالم فاضل حضرت 'شیخ' ملا نور حاکم کرام بھی اس موقع پر آگئے۔ وہاں وزراء اور امراء نے شاہانہ کے لیے اپنے منصب کے مطابق نشستیں منبھائیں اور بادشاہ نے اپنی سوچ و فکر سے اس اجتماع کی شان میں اضافہ کیا۔ بادشاہ کے حکم سے مرحوم ملک کے والد محسن الدولہ آصف خان نے اپنی سیرت علی بیگ کے ساتھ نشست منبھائی۔ اس کے بعد ایک دوسرے بچا کر مختلف قسم کے لہزہ کھلون، مٹائیوں اور پھولوں پر مشتمل انتہائی شاندار ریت کا کھانا اس موقع پر جمع ہونے والے مسافروں کو پیش کیا گیا اور حکومت قرآن پاک کے بعد مرحومہ کے لیصل وکب کے لئے دعاؤں مانگی گئیں۔ اس موقع پر جمع ہونے والے غریبوں میں خیرات کے طور پر ہاتھ کے لئے نقس کر کے ایک لاکھ روپوں میں سے پچاس ہزار روپے اسی دن اور باقی پچاس ہزار روپے اگلے روز تقسیم کر دیئے گئے۔ یہ حکم بھی دیا گیا کہ ہر سال برسی کے موقع پر اگر بادشاہ دارالحفاظ میں ہو تو غریبوں میں پچاس ہزار روپے جاتیں اور جب وہ پڑاؤ میں ہو تو اس مقصد کے لئے ہر ہزار روپے کی رقم خرچ کی جائے۔

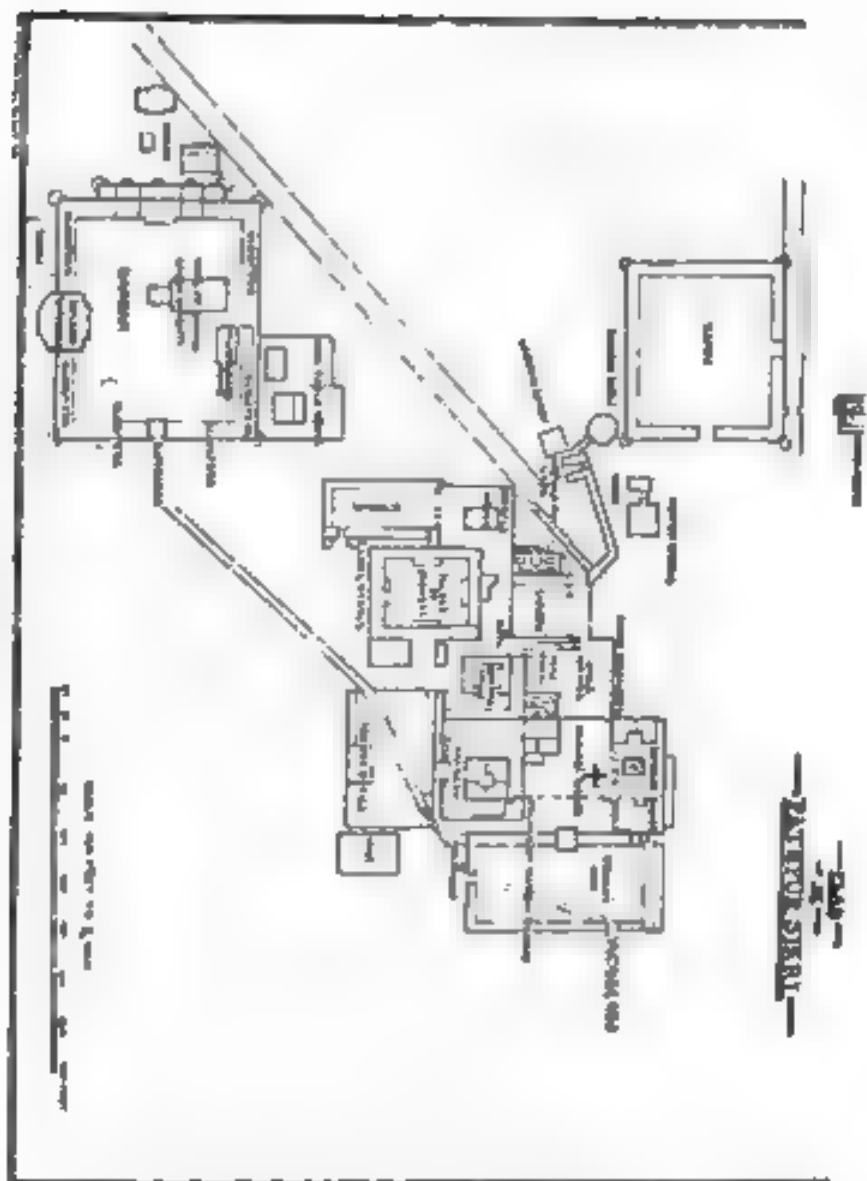
جب بھی بادشاہ دارالحفاظ میں ہوتا تو وہ اپنی جیتی جیتی بیگم صاحبہ اور حرم کی خواتین کے ساتھ اپنی ملک کی برسی میں شرکت کرتا تھا۔ عیادت مرکزی جہاز سے، حضرت رفیقہ صاحبہ انہیں کھڑوں داسرغ کیزے اور گل کی چادر کے دوپٹے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا جاتا تھا۔ جبکہ اس مقصد کے لئے حسب کے گئے شاہیوں کے لیے جمع ہوتے تھے۔ ہر موقع پر خیرات کے طور پر پچاس ہزار روپے کی مقدار رقم تقسیم کی جاتی تھی۔ نصف رقم برسی کے روز اور نصف اگلے دن دانی جاتی۔ برسی کے موقع پر یہاں سکن کے تمام حصوں سے لوگ آکر جمع ہوتے تھے۔

فتح پور سیکری

فتح پور سیکری کی ابتدا لو: اگر کے جنوب مغرب میں تقریباً 23 میل اور قلعہ بھرت پور سے 14 میل کے فاصلے پر اگر کے دوسرے اکبر کی شاہی رہائش گاہ فتح پور سیکری کے عظیم الشان کھنڈرات موجود ہیں۔ یہ بھی پرانی عقیدہ شاہراہ کے راستے پر واقع ہے اور راستے میں چند قدیم فصول اور پتوں کو قطع کرتی ہے اب استعمال میں نہیں۔ فتح پور سیکری جو اب کرنول تحصیل کا ایک بلوچی شہر اگر کا پرگز ہے اس نے یہ نام ان دو رہائشوں سے حاصل کیا ہے اور ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں۔ سیکری جو بھی ایک الگ تھلک گھوس تھا اسے کشادہ عمارت سے آراستہ کر دیا گیا ہے ان میں سب سے نمایاں اس محلہ اٹلی کی نوکھو کی ملکیت ہیں جس نے بن عمارت کی تعمیر کی عمرانی کی جس کے باعث فتح پور حقیقت میں مشہور ہوا ہے۔ شہنشاہ اکبر نے وہاں پر اپنے بیٹے سلیم (بعد میں جہانگیر) کی پیدائش کی نسبت سے اسے فتح پور کا نام دیا۔ تین اکبری میں فتح پور اصفہان سیکری کا ذکر صوبہ اگر (جسے دارالحکومت کہ جانا تھا) کے 42 پرگوں میں سے ایک کے طور پر کیا گیا ہے۔

یہ بلوچ سرکار (33 کلون پر مشتمل) کے ماتحت قلعہ چنانچہ ابو الفضل آئین اکبری میں اس کے بارے میں لکھا ہے۔

”یہاں کا ایک گھوس فتح پور سیکری دارالحکومت سے پہلے کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ بادشاہ سلامت کے احکام سے یہ دنیا کا ایک نئی شہر اور شہر بن گیا ہے۔ یہاں پر سنگ مرمر کے ایک قلعہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے ایک دروازے پر فصیل کے دو چھتے نصب کئے گئے۔ اسے بلند و بالا عمارت سے آراستہ کیا گیا ہے۔ پھاڑوں کی چوٹیوں پر چٹانی گل اور سلطنت کے دایروں کے محلات تعمیر کئے گئے ہیں۔ جبکہ پھاڑوں کے سائے میدانوں کو بے شہر باد وریوں اور ہر گھٹ پھاڑ سے حیرت کھاتا گیا ہے۔ بادشاہ سلامت کے حکم سے پھاڑوں پر ایک سہارہ درہ اور متین تعمیر کیا گیا ہے۔ وہ اس قدر خوبصورت اور شہر اور ہیں کہ پوری دنیا کی مسافت



25/1/1918

کرنے والے اشخاص کے مطابق زمین پر چھری ایسی عداوت ہوں گی جو شبنم و شوکت میں ان کی برابری کر سکیں۔ شر کے قہر و سب و مریض ظار کا ہیں۔ بدشاہ سلامت نے ان پر کھیل کا ایک میدان بنوا دیا ہے اور ایک جہز قہیر کر لیا ہے جس پر سے وہ انجیل کی لڑائی کا نظارہ کرتے ہیں۔ یہاں پر سنگ سرخ کی ایک کن بھی ہے جس میں سے اپنی مرضی کے مطابق حسب ضرورت ستونوں اور پیلوڈوں کے لئے چٹرانے جاسکتے ہیں۔ عالم ہند کے زیر اہتمام یہاں پر انتہائی اعلیٰ معیار کا کپڑا اور رہی پارچہ جلت تیار کئے جاسکتے ہیں اور ہر درجہ کے اعلیٰ حلقہ میں تہہ ہیں۔

حکومت کے ۱۵ ویں برس کی تاریخ میں ہر شخص نے حج پر نیکی کی عداوت کا ایک بیان درج کیا ہے۔ "چنانکہ ایک عورت نیکی بنافسر (میر جاد) بن گیا۔ شہنشاہ عالم چونکہ اپنی رعایا کی غلوں دل سے بھری چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے اس بیک کو آرام و عزت کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ شہنشاہ کی جائے پیدائش اور خدا کے تخت پر گریہ بزرگ حضرت شیخ سلیم چشتی کی رہائش ہونے کے باعث مبارک مقام ہونے کی وجہ سے بدشاہ سلامت نے نیکی کو اپنی شفیق رہائش گاہ مقرر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے علاوہ مملکت کے دوزخ کی تباہی بھی اسی کو پہلنے کا ارادہ کیا گیا۔ چنانچہ بدشاہ سلامت کے حکم سے انتہائی خوبصورت اور شاندار شفیق عداوت یہاں قہیر کئے گئے اور تمام عداوت کے اسرار نے اپنی رہائش کے لئے یہاں شاندار عداوت قہیر کر انیں۔ یہاں پر سنگ سرخ کے ایک ٹھکانے کی بنیاد رکھنے کا حکم بھی دیا گیا۔ ایک مختصر عرصہ میں نیکی مقبول ہو گئیں اور وہی عداوت کے ساتھ ایک عظیم شہر بن گیا۔ پھر سے ایک بازار قہیر کیا گیا اور اس کے مملکت کے میدانوں میں قیس بھکت، نسریں اور ہائے ہائے گئے۔ یہ شہر دنیا کے عظیم شہروں میں شمار ہونے لگا۔ بدشاہ سلامت نے اسے حج آمد کا نام دیا۔ مگر لوگوں نے وقت کے ساتھ ساتھ اسے حج پر کے نام سے پکارا۔ شہر کو دیا تو بدشاہ نے اسی نام کی تحفہ دی دے دی۔"

تقدیر ان کی قہیر انہی کی حکومت کے دسویں برس ۱۵۵۵ء میں شہر کی مکی عداوت اور حکومت کے ۱۶ ویں برس ۱۵۷۱ء میں سلجوق حج پر نیکی کو شفیق رہائش گاہ کے طور پر منتخب کر لیا گیا۔ مذکورہ مقام پر شہر کچے گئے ٹھکانے کی بنیادوں کے آثار کو اب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ بدشاہ کا ارادہ تھا کہ اپنا دارالافتادہ وہاں قہیر کیا جائے۔ لہذا ۱۶ برسوں بعد حکومت کے ۳۱ ویں برس تک (۱۵۸۶ء) اس نے اپنا دربار حج پر دی نیکی میں منتقل کیا جسے سرکاری عداوت حکومت میں دارالافتادہ کھانا جانے لگا اور آج کے نام دارالافتادہ بن گیا۔ جب بھی بدشاہ

مصلحت پر روانہ ہو تا تو اپنی بیویوں اور خاندان کو اپنی پسندیدہ مہاشن گھ گچ چوری بیکری میں چھوڑ
جاتا اور افضل نے کبریا میں طویل سطوں کے بعد گچ چور میں بادشاہ کی آمد اور وہی سوانحوں
پر اس کے کل خاندان شہزادوں اور امراء (جس فائدہ تو میں اس کا غیر مقدم کرنے تھے) کے بارے
میں ایک مسلسل بیان درج کیا ہے۔ گجرات میں حسین مرزا کی بیوہ کو گڑبڑ کو روک کرنے کے بعد
(جب اس نے موسم کی شدت کے باوجود ایک فوج جمع کر کے اٹھائی پھرتی تھی 450 سے زائد
میل کا زبردست سفر طے کیا اور اگر وہ سے روانہ ہونے کے بعد نویں دور میدان جنگ میں پہنچی
گیا) صرف 43 روز کی غیر حاضری کے بعد آگرہ کی طرف لوٹ آیا۔ شہنشاہ کی واپس پر
زبردست جشن منایا گیا۔ جب بادشاہ اپنی پسندیدہ مہاشن گھ بیکری پہنچا تو وہ بھروسے رنگ کے
ایک جگمگ گھوڑے پر سوار تھا جس کے پیال اور دم پر سفیدی (چم) لگی ہوئی تھی وہ اپنے ہاتھ
میں شہنشاہ انداز میں نیزہ تھامے ہوئے تھا اس کے علاوہ اور شہنشاہ فوج کے سپاہی شہری گیندوں
سے مزین فیروز کے ساتھ اس کے آگے آگے چل رہے تھے پورا شہنشاہ گجرات اور امراء
(جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا) اس کا غیر مقدم کرنے کے لئے پانڈوں کی دہلی میں آئے اس
وقت زبردست خوشی اور جوش و خروش کا اظہار کیا گیا۔ جامع مسجد کے چمنوں سے فصوص کی گونج
اور موسیقی کے شور سے فضا معمور تھی اس کی حد سے دور و نزدیک گچ کی خبر پہنچا دی گئی۔ اس
واقعہ کو مصنف کی اپنی دلکش زبان میں بیان کرنا زیادہ دلچسپ ہو گا جو افضل لکھا ہے

”انحضرت پاس از دور مذکور ملکہ چون عافیت در جان و مدح در تن بدار اقبال

چرخ پر آمد آسپ تازہ بکری آمد عالم گشتن شد حضرات بیکت و شہر وہائے راحت

نہ نہ و ہدیہ گین سرا پرہ صحت بدیدار سحلات بخش کاہلیپ صورت و منی کشند

مرام یاز بخیرین وجہ خود آمد وہائے شہنشاہان نور افزا کشند

ترجمہ :- خوب آفتاب سے ایک گھڑی گئی بادشاہ سلامت زندگی میں ایسے صحت اور بدن
میں ایسے جان و مدح دار القامت چرخ پر تشریف لائے آسپ تازہ بکری میں آگیا اور دنیا ایک
گشتن کی مانند ہو گئی۔ بیکت علی شہزادوں کی دھند اور ہاضمت گھرانے کی پرہیزگارین طوائفین
نے بادشاہ سلامت کا دیدار کر کے عزت اور فخر حاصل پائی تازہ نیاز کی رحلت بھرتی ہوئی تھی وہ
کی گھنٹیں اور جو انھیں کئی عرصہ سے ملاقات کے لئے ترس رہی تھیں ان میں زبردست ہنگام
پیدا ہو گئی۔“

چنانچہ ’غلبہ میں اس کی غیر حاضری کے بعد آمد ملا لینی کی ٹھیکوں میں مشہور ہو گئی‘
جس کا حوالہ اس کے پہلی جہ افضل نے اسی کتاب میں دیا ہے۔

صیم طوشلی اور خیموری آید کہ بادشاہ میں ازراہ لادری آید
 چہ دست قدمش کہ حرم از دل طلق بزار گو نہ طرب در خیموری آید
 بہت باد بہائم قدم نو یعنی کہ عالمی بہائم حضور آید
 ترجمہ :- فتح پور سے خوشگور ہوا اتلی ہے کہیہ کہ میرے بادشاہ سلامت ایک طویل سفر سے آ
 رہے ہیں۔ بادشاہ سلامت کی آمد اس قدر مبارک ہے کہ لوگوں کے دل سے ہر گز ہزاروں
 طویں پاٹ رہی ہیں۔

اے یعنی خدا کرے من کی آمد دنیا کے لئے مبارک ہو کہیہ کہ سارے
 لوگ من کا استقبال کرنے آ رہے ہیں۔

بادشاہ امراء اور انجمن کی قلمروں کے درمیان سے ہوتا ہوا فتح پور میں داخل ہوا تو
 سپاہیوں اور چاقوں اور ہڈی گروں نے اس کا دل بھلا اور جنگی خیمہ کی توڑ پھوٹ دے دی۔
 اس کے ساتھیہ بھائی محمد حکیم مرزا (جسے اکبر نے کل کی سلطنت دے دی تھی) کی ہفکوت
 اور بخل میں اس کے حرموں سے اکبر کو فتح پور سے لہور روانہ ہونے پر مجبور کر دیا (جسے چھ
 برس تک سلطنت کا دار الحکومت رہنے کا اعزاز حاصل رہا) حکومت کے 43 ویں برس یا (1598ء)
 میں بادشاہ ہندوستان کی طرف لوٹ آیا اور آگرہ اصل دار الحکومت میں گیا۔ بادشاہ نے آخر کار
 جن رجعت کی بناء پر آگرہ کو اپنے دار الخلافہ کے لئے منتخب کیا انہیں کہیں بیان کر دیا گیا ہے۔
 (1605ء سے 1605ء تک جب اکبر کا انتقال ہوا) اس نے اپنا وید آگرہ میں مستقر کیا
 حالانکہ فتح پور ابھی تک اس کی پسندیدہ رہائش گاہ تھا۔ منصب طور پر بہت کی جائے فتح پور اکبر
 کے لئے دیر سرور آگرہ تھا۔ دروازے دلی لعل آگرہ 'امیر' طاہر 'سورج پل' اور چندن
 پل کے نام سے مشہور ہیں۔

طاہر شیخ ابو الفضل اکبر کے دور حکومت کے 14 ویں برس کا مل بیان کرتے ہوئے اکبر
 بند میں ہمیں مطلع کرتا ہے کہ تقریباً اسی دور میں بادشاہ نے فتح پور خلدی 'حکیم الملک اور دیگر
 امراء (جسین شہنہ تخت تک رسائی حاصل تھی) سے نیکی کے شیخ سلیم جیش کی مدد سے
 اور تقوی کے بارے میں مناوہ اس امید کے تحت اس کل میں شہنہ حرم کی بچلت کو قتل
 احرام شیخ کی رہائش گاہ کے قریب ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا کہ اس پر گزیدہ درویش کی مدد ملی طاعت
 اور اس جگہ کے تقدس کے نتیجہ میں اسے ایک جیٹا غلیظ کر دیا جائے گا۔ این سورج لکھتا ہے :-
 اس سے قبل بادشاہ کے حضور پہنچا ہوا ہے مگر غلطی کا غلط کی پر اسرار مرضی سے اسے
 اگلے چنان سدا حد تک جہل لوگوں نے اس جے کو گل وقوع کی خواست سے منسوب کیا، نیز

ہوشلہ نے خاموشی مگر سے بیسوا لوگوں کے منہ بند کر دیئے اور اس جگہ کو تبدیل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ شیخ پر درالکرامت کا انتخاب کیا گیا چنانچہ ایک مبارک گھڑی کو ہوشلہ کی بیسوا ملک مریم زبلی (81) کے ہاں ایک چار پیڑا ہول ۱۱ صوبہ امیر میں امیر کے راجہ بھاری مل کی بیٹی راجہ بھگوان داس کی بہن اور کورن من سنگھ کی بیوی بھی تھی۔

ان دونوں شیخ پر کو ایک طویل بازار کے درپے آئے، اس سے منسلک کیا گیا تھا۔ انہوں نے آگے میں اس خوشخبری کو سنا تو فوراً شیخ پر روانہ ہوا، جس میں واقعہ کی خوشی میں زبردست خوشیوں اور جشن منانے لگے۔ پوری سلطنت میں سڑانے موت کے قلم بکروں اور قیدیوں کو رہا کر دیا گیا اور خوشیوں و جشن مدد کا معمول بن گئے۔ ہر گز یہ بزرگ کی نسبت سے فوسلہ شہر لوہے کا ہم سلیم رکھا گیا تھا، انہیں کی دیکھیں سے یہ خوشخبری سننے کو ملی۔

جناگیر اپنی ”زک جاناگیری“ میں اپنی پیدائش اور شیخ پر کی بنیاد سے حقیق واقعت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

”۲۸ برس کی عمر تک میرے والد کا کوئی بچہ نہ تھا، میں رہتا تھا چنانچہ انہوں نے دریشوں اور بر گزیہ بندوں کا راستہ اختیار کیا (جو پیشہ اللہ کے نزدیک ہوتے ہیں) اور ان سے التجا کی کہ اسے ایسا بچہ عطا کر دیا جائے جو ذمہ دہ۔ کل احرام فرمادہ صبحین اللہ میں چشتی چونکہ بیسوا سنگھ کے زمانہ بزرگوں کے سر رہتے، اس لئے ہوشلہ سلامت نے اپنی مراد حاصل کرنے کے لئے ان کے آستانہ علیہ پر حاضری دینے کا خیال کیا۔ چنانچہ انہوں نے بذات خود صحت ملی کہ اللہ چارک و تعالیٰ انہیں ایک بیٹے سے نوازا۔ تو وہ انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے آگے سے ان کے مقیم تک کا سفر پید کر رہے (یہ قسط ۱۵۰ کوں کا ہے) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں بمقام ۱۶ رجب الاول ۹۷۶ھ کو پیدا ہوا۔ اس دور میں جب میرے والد کو ایک بچے کی خواہش تھی، آگے کے ایک گھاس سگری کے نزدیک ایک پنازی پر شیخ سلیم نام کے ایک درویش رہا کرتے تھے، وہ عمل طور پر خدا رسیدہ اختیاری صوفی تھے۔ اس پنازی کے قرب و جوار میں اہل لوگ ان کی کرامت کا مست ذوق احرام کرتے تھے۔ میرے والد کو چونکہ درویشوں پر بہت زیادہ بھروسہ تھا، اس لئے انہوں نے شیخ کے ساتھ دل و دسم جو حال۔ ایک روز جب شیخ سکر اور جذبہ کی حالت میں تھے، تو انہوں نے (میرے والد) عرض کی کہ ان کے ہاں کچھ لڑکے ہوں گے، فقیر نے جواب دیا، ”اگے جو میں ملے گا، اگے ملے گا“۔ میں نے عرض کی کہ آپ کی کرامت میں دے دیں گا، تاکہ آپ اس کے علاوہ اور سرپرست نہ

جائیں۔ فتح نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا اور فرمایا مبارک ہو اسی نے اپنی طرف سے اسے اپنا نام دیا ہے۔ جب میری والدہ کو دونوں شہداء ہو تو اسے فتح کے گرد لانا کر دیا گیا تاکہ میری ولادت وہیں ہو سکے۔ جب میں پیدا ہوا تو میرا نام سلطان سلیم رکھا گیا۔ مگر میں نے بھی بھی لپٹے والدہ کو ہوش میں ڈالے ہوشی کی حالت میں کہتے تھیں تاکہ انہوں نے مجھے جو سلیم یا سلطان سلیم کے نام سے پکارا ہو، وہ بچہ مجھے شکر دیا کہ کر پڑا کرتے تھے۔

میرے والد محترم نے میری جائے پیدائش موضع تیکری کو اپنے لئے مبارک خیال کرتے ہوئے اسے اپنا دارالکائنات بنایا، لہذا چودہ چودہ سال کے عرصہ میں ہزاروں اور ہزاروں جن میں حکمرانی باور بکثرت پائے جاتے تھے، بے شمار بہتات، شکر اور عبادت، دہانہ درجوں اور دیگر انتہائی دلچسپ اور حسین مشقت پر مشتمل ایک عظیم شانِ شرف میں تبدیل ہو گئے۔ مگر اتنی کی فتح کے بعد اس لکھنؤ کو فتح پور کا نام دیا گیا۔

اکبر نے اگر سے اجیر تک (جس حضرت خواجہ صحن الدین چشتی کی حلقہ ہے) پیدل سفر کر کے اپنی عمت پروری کر دی۔

سرخوہ لودار میں فتح پور تیکری اس لئے مشہور ہے کہ اس کا شہر جلالی ہندوستان میں قدیم عبادت کے آثار کے عظیم ترین مجموعہ میں ہوتا ہے۔ پورے ہندوستان میں کسی بھی جگہ قدیم عبادت اور مختلف افعال، جماعت، ان بھی مضمونی، عظمت اور شان، شوکت کی حامل بارگاہوں کا ایک ہی مقام پر اس جیسا ذخیرہ اس جگہ کے سوا کسی نہیں دیکھا گیا۔ ان کو احتکام اس لئے حاصل ہے کہ انہیں انتہائی مضبوط سائے اور دریا چوٹا کچے سے تعمیر کیا گیا ہے۔ ایک معتد کے مطابق، سائے کے پیچ و لہذا نے انجینئروں کو حیرت لدا کر دیا ہے اور جب کیا دالوں نے اس کے مختلف اجزاء کا تجربہ کرنے کی کوشش کی تو وہ پریشان ہو گئے۔ دہانہ کل اور انہیں انتہائی دقیق کتا کداری کے نرے ہیں۔ ایک ہوشیار مشاہد کے مطابق، "یہ سنگ تراشی ایک عجیب ہے، جس میں اسرارِ ربانیت کی ہر اوج تخلیق کرنے کے لئے مقدور ہر کوشش کر لی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ سنگ سرخ میں ہر جہتی فطرت سے تراشی کی ہے کہ (سوائے اس جگہ کے جس میں اسے انسان سے قصداً بنایا ہے) ایسی چیز اور صاف معلوم ہوتی ہے جیسے اسے ہل مرتبہ یعنی سے تراشا گیا ہو۔"

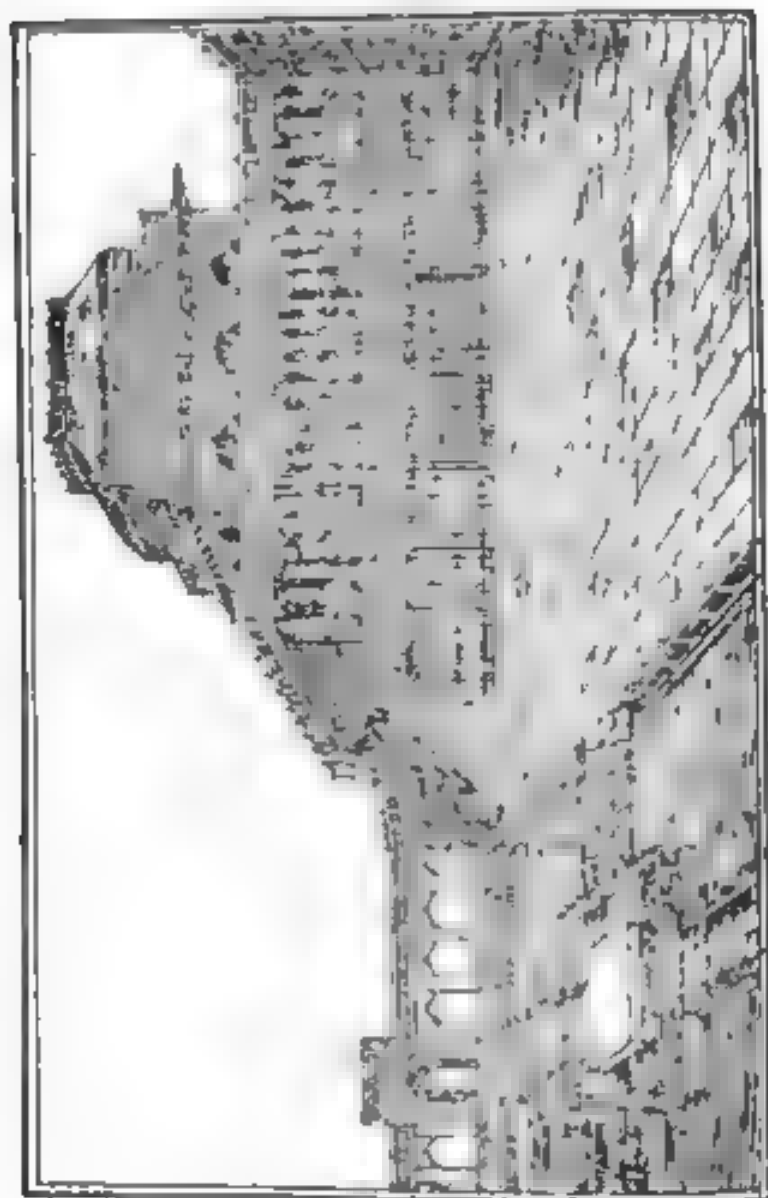
یہ ایک صوفی شاعر ہے، غیرہ فون پر ہنسی کی طرح۔ مگر یہ عبادت تقریباً تین سو برس سے دہانہ لکھنؤ میں، مگر ابھی تک مکمل محفوظ حالت میں ہیں اور سیاح کے ذہن پر انتہائی واضح آثار مرتب کرتی ہیں۔ اس کے قریب کی شکر اور تخلیق اور عبادت کی شان و شوکت اور خوبصورتی اس

کے بنی کا بلند ترین تصویر اگستے ہیں اور آنگھوں کے سامنے مثل اعظم کے جادو جمل کا جیتا جان تصور نے آئے ہیں۔ یہی مشاہد کی آنگھوں کے سامنے اکبر اور اس کی حرم اور اس کے دربار کے ان طواصوت اہل انوں اور غلوں کی قدیم عظمت و شان و شوکت کی جیتی جاگتی تصویر آ جاتی ہے۔

راج پور ٹیکلی کے آثار قدیمہ تقریباً چھ یا سات میل کے دائرے میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے گرد سنگ سرخ کی ایک بندہ پلا فیصل ہے۔ یہ پھاڑوں کے درمیان سلسلہ کی سرحد پر واقع ہیں۔ مشرق جانب ڈاگر کی طرف سے ایک صاف سڑک کے درمیان کھنڈرات پر پہنچیں (جس پر ڈاک گھری کے درمیان ہاؤسنگ سڑک جاسکتا ہے) تو سیاح کی آنگھوں کے سامنے سب سے پہلے آنے والی چیز ایک کشادہ دروازہ ہے جس کے دونوں جانب شکستہ حالت میں کمرے بنے ہوئے ہیں اور یہ کافی عرصہ سے دیواروں پر ہے۔ اس سڑک کی افسوسناک حیدر پر غور کرتے ہوئے آپ ایک بندہ جگہ پہنچ جاتے ہیں جس پر کھنڈرات غلوں اور مکانات کے آثار کے طویل سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھ اچھی حالت میں ہیں اور دوسرے بگڑی کے پھرے اجڑوں کی شکل میں ہیں۔ ایک طرف عراب دار کھول کے سلسلے ہیں جو کشل کے نام سے مشہور ہیں دوسری جانب ایک ایوان ہے جسے ایوان حلیت کہا جاتا ہے۔ کشل کی بائیں جانب 360 X 180 فٹ کا ایک کشادہ احاطہ ہے جس کی چاروں اطراف میں بنجوں کی قطاریں ہیں، انہیں سنگ خارا کے ستونوں نے سارا دے رکھا ہے۔ یہ دیوان عام کے ایوان پر مشتمل ہے، ایک چھوٹا سا ایوان ہے جس کے ساتھ گھن کے رخ ایک چوڑا برآمدہ بھی ہے۔ ستونوں کی ان قطاروں میں بادشاہ کو خراج عقیدت پیش کرنے اس کے سامنے گزارشت پیش کرنے یا اپنے مسائل بیان کرنے یا اس عظیم بادشاہ کے افسانہ کے انتقام کو دیکھنے کے لئے (جس کا شمار اس سلطنت کے عظیم ترین بادشاہوں میں ہوتا ہے) جمع ہونے والے رہبر دست عجم کو جگہ فراہم کی جاتی تھی۔ اکبر و دربار کے ایک طرف ایک پھوٹے سے مستطیل نما برآمدہ میں بیٹھنا یا عدالت کے مطابق وہاں جمع ہونے والے عجم کا سلام اور خراج عقیدت وصول کرنے کے لئے ذبح زمی میں کھڑا ہونا تھا اس طرح اس نے اپنی تمام رعایا کا احاطہ حاصل کر لیا تھا۔ یہاں پر مسیح تواریخوں اور جانوروں کی صف آدمی اہل ہوتی تھی۔

ایک ننگ راستے سے گذر کر ہم ایک اور کشادہ ایوان میں آتے ہیں جس کے بائیں جانب سنگ سرخ کی ایک کشادہ عدالت ہے جو اب سیاحوں کی تمام نگاہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ مرکز نشہ دار میں یہ بادشاہ کا دفتر تھا۔

شالی در آب کد



درا ۲۰ X ۲۰ فٹ کا ایک مچھلی جس میں فرش لگا ہوا ہے اس کے ساتھ ایک دیوڑھی یا کپڑوں کا جڑا ہے جس کے چاروں طرف پھٹی کپڑوں کی قطاریں ہیں جن کے چاروں کونوں پر گنبدوں ہیں یہ بادشاہ کا خاص گل ہے۔ عام لوگوں سے شقی جگہات کو پوشیدہ رکھنے والی سفید سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی جالیوں کی صوفی دیواریں لب بلب ہر گنبد ہیں مگر سب سے والے کونے کے مشرق میں جن جالیوں کے آگے لب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ مچھلی کے جنوب میں پتھر فٹ سے کم مربع شکل میں بادشاہ کی خراب گھ ہے جس میں بادشاہ اور اس کی بیویاں رات کے کھانے کے بعد سوتا کرتے تھے۔

شقی خراب گھ کے اوپر ۱۵ فٹ مربع کا ایک چھوٹا سا کراختلی فرسورت اور سدا سا کرا ہے اس کے چار دروازے ہیں ہر چبب ایک دروازہ کے اوپر بیڑیاں ٹھہری ایک قطعہ درج ہے اس سدا سے بند میں بادشاہ کی غرض کی گئی ہے۔ یہ سب دیں ہیں۔

فرش دیوڑھی ترا آئینہ سدا و رضوں
خاک درگاہ ترا سرور کند نور المین
قصر شہست ہر رنگ بہ نور ظہ برین
نخنہ نیست درینا باب چہ خلعت برین

ترجمہ :- "جنت کا داروہ رضوں تمہارے دیوڑھی کے فرش میں لپاتا دیکھے تمہارے دربار کی خاک آنکھوں کے لئے سرور ہے۔ بادشاہ کا گل ہر لحاظ سے غلہ بری سے ستر ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے مقابلہ میں جنت کیا ہے؟

خاص گل کے شکل مغرب میں ایک پھوٹی سی مسجد ہے جسے شقی گھرنے کی جگہات کے لئے عہدت خانہ کے طور پر تعمیر کرایا گیا اس کے ساتھ کپڑوں کا ایک جڑا ہے جسے ایک شٹلخانے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا مشرق کی جانب کمرے ہیں جو بادشاہ کی ترکی پوری تختیوں پر حکم کے کپڑوں کے طور پر مشہور ہیں۔ یہ تمام اختلی دقیق کند کاری اور نیس کارگیری کے نمونوں پر مشتمل ہے جو قدرت اور فن کے تصوراتی مناظر کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں جنگل کے مناظر، اقلیہ کے پہاڑ پہاڑی علاقوں کے خوبصورت پرندے، مچھلیں کے لڑاتے ہوئے اڑدھوں سے نیچے آنا جنگلی درندے، افزہ کے بحیرہ کے درخت، انگوڑی نیل اور ہندوستان کے دیگر چلند اور درخت، پھولوں کی ملائمی اور لائیں کی صورت میں دروازوں کے اوپر لگے ہوئے انگوڑ کے پکے دیکھے جاسکتے ہیں۔ بیوی ستونوں کو خیت کاری کے ذریعہ درختوں اور مختلف اقسام کے پھولوں کی عکاسی کے ساتھ آراستہ کیا گیا

شہری حقل: بادشاہ کے محل یا خاص محل کی دائیں جانب اور اس کے ساتھ ملحقہ شہری حقل کے نام سے مشہور ایک حالت ہے۔ یہ ایک پھٹی کمرے یا حقل چوکور برآمدہ ہے۔ اس میں طوائف لیاؤنگی کلام اور چکر اور آرائش سے مزین تھیں۔ انہیں دیکھنے والوں پر تھل ہونے پڑے تھے ہیں۔ وہیں بادشاہ کے محل میں جان کن سوار رستم کے گھوڑوں کے ساتھ اور سلطان محمود غزنوی کے مشہور شاعر فردوسی کی شاعری میں لبرائی بادشاہوں کی تہذیب کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

آکبر خاص طور پر اس کتاب کا بہت شوقین تھا۔ طابعیہ اور دہلی کے لوگوں کے اوپر عراقی مختلف اقسام کے مناظر اور گونا گوں تصاویر، حقل ہیں، مگر میں زیادہ تر انہیں تہذیب کی حامل ہیں۔ کسی زمانے میں اس گھر کو محل طور پر طبع سازی اور محل یونوں سے مزین کیا گیا تھا۔ برآمدوں کی عمارتوں کے اندر اور باہر ہر فصل کے محل یعنی کے فصیح و بلیغ اشعار درج تھے مگر یہ سب مٹ گئے ہیں۔ موجودہ مسلمانوں کے جوش و خروش نے ترشے ہوئے مسجد جنوں اور سورتوں کو بجا کر دیا ہے، مگر ان کے شکست ابھی تک واضح ہیں۔

اسلام میں اس مقام پر فن مصوری کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی کہ کوئی چاہے اس فن میں کتنا بھی ماہر ہو، ماحول ہے اور اسلامی پروری کے مخصوص فنون کے مقابلے میں قدرت اور اللہ تعالیٰ کی وسیع و عریض تخلیق کی غرض و ہمتوں کے بارے میں اس کا طم چاہے کتنا ہی اعلیٰ پائے کا ہو ناقص ہے۔ اس لئے خدا کے کاموں کی تقلید اور اس جیسی اشیاء بنانے کی کوشش کرنا بیکار ہے۔ آکبر جو وسیع اور کھلے عقیدت کا مقص تھا اس نے فن چیمے پرانے خیالات میں حصہ نہیں لیا۔ بادشاہ نے ہولناکی میں فن مصوری کے لئے زیوریت دیکھی کا اظہار کیا اور اس کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی، کیونکہ اس نے اس کو شکست اور تفریح دونوں کا ذریعہ خیال کیا تھا۔ ہر فصل نے انہیں آکبری میں اس فن سے حقل آکبر کے خیالات کے بارے میں دلچسپ باتیں درج کئے ہیں۔ "ایک دور ایک محل میں اس عنوان کے حقل مسلمانوں کے خیالات کے موضوع پر بحث کی گئی کہ بادشاہ سلامت نے کہا کہ ان کی رائے میں مصوروں کے پاس خدا کی شکست اور اس کے کلمات کی طرف کے لئے مخصوص اذرائع ہوتے ہیں، ایک مصور ہر اس چیز کی تصویر بنائے وقت جس میں جان ہوتی ہے اور روح ہونے کے بعد کا نقشہ تیار کرتے وقت لانا یہ محسوس کرنا ہے کہ وہ حقل تخلیق کرنے کا کل نہیں ہے، چنانچہ اس کا ذہن زندگی عطا کرنے والے خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کے تھیں طم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔" بادشاہ سلامت نے اپنی شب بولائی تھی، اس لئے سلطنت کے دوسرے تمام امراء کی شہیں بھی بولائی گئیں۔ انہوں نے ایک سر سے زائد مصوروں کو ملازم رکھا جو اللہ

شرعی حلقہ کی زبانیں اور عادت میں سب سے اہم فعل ایک یوحانی صلیب اور نشان ہے۔ مٹوی کے ایک وردانے پر حضرت مریمؑ اور ایک فرشتے کی تصویر ہے جس کے جسے لب بھی حاش کئے جاسکتے ہیں۔ ردالمحتار میں گل کو اکبر کی بیسائی بیوی بی بی مریم کی رہائش گاہ سے منسوب کرتی ہے، جبکہ گھڑ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک ہرنگبری خاتون تھی۔ چند مصنفین کو اس بات پر شک ہے کہ کیا اکبر نے بھی کسی بیسائی خاتون سے بھی شادی کی تھی۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس بات کا امکان نہیں ہے کہ اس قدر اہم حیثیت کو اکبر بادشاہ اور عہدائت اکبری جیسی محترمہ نسلوں میں حذف کر دیا جائے۔ تاہم اس بات کو ذہن میں رکھ لیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بلا کتب پادشہ اس کے کہ اپنے موضوع میں اختلال رفتی ہیں لیکن ان سے یہ تصور قائم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اکبر کے حالات کے بارے میں مکمل معلومات پر مشتمل ہیں۔ سلطان سوار صحن کا اپنی تصانیف میں اپنے اترانہ کے مطابق "اپنے پادشاہوں کے برے فعل اور اس دور کے راجان کے مطابق بدمن کاموں کو اور اسی طرح کے واقعات کے ذکر کو حذف کرنے کے راجان کی بددیانتی و سادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" دلیہ محترم جان دو سن کی سند پر یہ تسلیم کرنا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر نے مریم کے نام سے مشہور ایک بیسائی خاتون سے شادی کی تھی۔ مصنف لکھتا ہے "مریم کا محل بھی تنگ فتح پور سیکری میں دکھائی دیتا ہے (82) ابو الفضل اکبر بادشاہ (جد سوم) میں اکبر کی بیوی مریم سکنی کا پڑا دارالخلافت فتح پور سے چار کوس کے فاصلہ پر بتاتا ہے۔ پادشاہ دہلی تفریح کی خاطر جایا کرتا تھا اور شہی حرم کی نیچلیات کے محروم وہاں چند روز گزارا کرتا تھا۔"

فتح پور سیکری میں اکبر کو مسیحیت میں بہت زہیں دلچسپی یہاں ہو گئی۔ اس نے مقدس کتابوں کی تعلیم کے لئے گرام میں ہرنگبری آبادی کے بیسائی پادریوں کو اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ تین پادری ایکو ادراج "سوسائٹ اور ایگزیکٹس" دسمبر 1568ء میں سورت سے روانہ ہوئے تو انہیں بعض مخالفت فتح پور پہنچا دیا گیا۔ پادریوں نے اکبر کے بارے میں یہاں کیا ہے کہ وہ یورپی رنگ و روپ کا حامل تقریباً بچاس برس کی عمر کا شخص تھا اور اس کے چہرے سے اذیت چھٹی تھی۔ پادشاہ نے اس کی خوب آذیت کی۔ جب اسے چار ماہوں میں انجیل اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی سورتیں پیش کی گئیں تو اس نے انجیل کو اپنے سر پر رکھا اور سورتوں کو بوسہ دیا۔ جب پادریوں نے پادشاہ کی مخالفت کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "مختارے پاس کیا ہے؟" مختارے گروہوں کے مقابلہ میں میرے گل میں زیادہ صبر ہے۔"

پختہ کی شام کو پادریوں اور ملکان کے درمیان مناظروں کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔

مناعموں کے بعد (جن میں ہر جماعت حج حاصل کرنے کا دعویٰ کرتی تھی) ایک عظیم مسلمان ملا اپنے ہاتھ میں قرآن پاک تمام کر آگ کی بیل میں کودنے کی ذمہ داری لے لیتے ہوئے اس بات کا دعویٰ کرتا کہ وہ ایک ہولناک آزمائش کی ذمہ داری اٹھا رہا ہے اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا بشرطیکہ ان بیلوں پر دعوں میں سے بھی ایک اپنی انجیل کے ساتھ لے کر کے دھکے اور یہ کہ اس سے اس کے مذہب کی بھڑائی جھٹ ہو جائے گی۔ پوری مذہب کے اس جیسے قائل گرفت طریق کار کو اختیار کرنے سے انکار کر دیتے، چنانچہ سٹینے کو رطع رطع کر دیا جاتا۔ اکبر بیلوں مذہب کی قیادت سے اس قدر متاثر ہو گیا کہ اس نے ہر افضل کو انجیل کا ترجمہ تیار کرنے کی ہدایت کی اور شہزادہ مراد (۱۵۳۱) کو بیلوں کے اسٹیل لینے کا حکم دیا (۱۵۴۱) مسلمانوں کے ابتدائی گھبراہٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ کو اسے بھی تو بیس و کرش

(۱) کہ قتلہ ام یسوع اور کراسٹ ہیں) میں تبدیل کر دیا گیا۔ جس کا مطلب ہے اسے کہ جس کا نام شبنم تھا اور جہارک ہے۔ شیخ فیضی نے یہ کوہ بلا قعر کو محل کرنے کے لئے متعدد ذیل کا اضافہ کر دیا۔

صبحانک لاسوا کا یا ہو (ام تمہاری تعریف کرتے ہیں) اسے خدا تمہارے سوا کوئی اور نہیں۔ (۱۵۳۱)

پوریوں نے اپنے اور آگرہ میں رہائش پذیر برہمنوں کی ہاتھوں اور ہاتھوں اور آگرہ کے مضافات میں آباد دیگر جہانوں کے استعمال کے لئے ایک چھوٹا سا گرجا تعمیر کرایا۔ خوش قسمتی سے ایک مشنری بیلانی ڈوہجی کے مصلح ہونے کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ یہ فتح پور میں اس عظیم پوشلہ کے دورانی کا دروازوں کا ایک واضح تصور پیش کر رہا ہے۔ وہیں ہمیں مطلع کیا گیا کہ اکبر اپنے مصائب کے بغیر اکیلے تھا ہے۔ اس نے اپنی بگڑی اندامی اور نماز لڑائی اس کے بعد وہ پہلے جہانوں کے طریقہ کے مطابق جھکا اور پھر اپنے طریقہ میں اسرائیلی مسلمانوں کے دروازے کے مطابق (کیونکہ وہ اس مذہب کی ظاہری باتوں سے چمکا ہوا تھا) اور آخر میں ہفت پرستوں کے طریقہ کے مطابق جھکا اس نے اپنے امراء کو مجبور کر دیا کہ وہ مشنریاں جن کی تصاویر کتابوں اور مجسمات کا احترام کریں۔ ایک برہمنی بیلانی اس وقت حج پور میں انتقال کر گیا۔ پوشلہ کی مجازت سے اس کے جنازہ کو جہانوں کے دروازے کے مطابق فتح پور کی گلیوں میں سے بنی دھوم دھام سے لے جایا گیا مسلمان اور بعد پوشلہ اس دھوم دھام سے بہت محفوظ ہوئے اور انہوں نے ان رسالت میں شرکت کی۔ پوریوں کو ایک شگفتہ خیر کرنے کی مجازت بھی دے

دی گئی۔

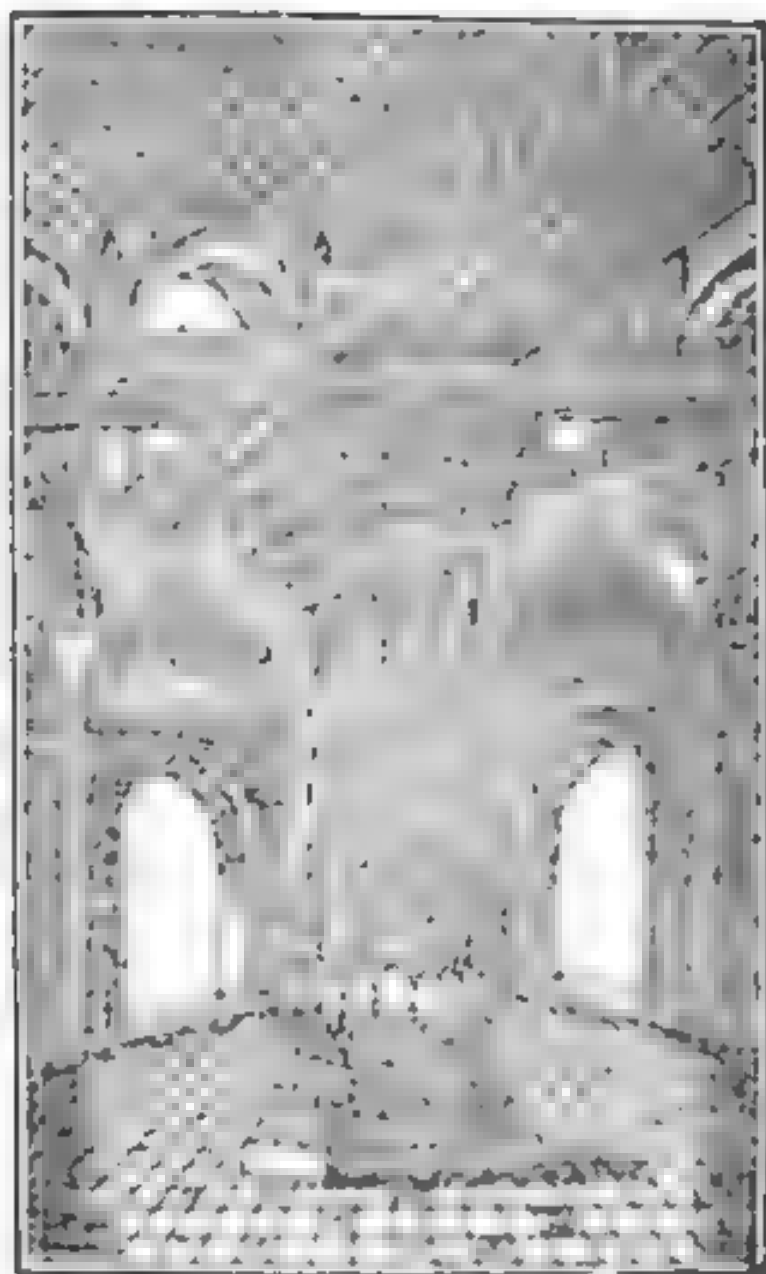
جسٹس پادریوں نے بیسیت کی طرف بادشاہ کے رجحانات کا اثر اڑھٹا دیا۔ اس پر نور دینا شہرہ کر دیا کہ اس کے لئے یہ بہت بہتر ہے کہ وہ دینی طور پر بیسیت اختیار کر کے دین میں ایک نئے سورا کی شان و شوکت حاصل کر لے۔ مگر اکبر غیر ملک پذیر تھا اس نے پادریوں کو چین دلا دیا کہ وہ ان کے مذہب کے بارے میں اپنے دل میں بہت احترام رکھتا ہے اور یہ کہ ان کے گرجا اور اس کی حدود تعلیمات کی بھی بہت تحظیم کرنا ہے، مگر ابھی تک وہ تبلیغ کے امر اور کو نہیں سمجھ سکا اس نے احتمال رکھ کے ساتھ یہ درجالت کیا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا کا ایک اسلم بیٹا تھا۔

اس نے دلیل چلی کی کہ بعد پرست اپنے مذہب کو سچا خیال کرے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی اور جیسٹس بھی اپنے مذہب کو سچا سمجھتے ہیں، ہم کس مذہب پر چین کریں اور کس کو رو کر دیں؟ جیسٹس پادریوں کی رضا حسن و عدم اکبر پر کسی قسم کا اثر مرتب کرنے میں ناہم ہو گئیں۔ اذہمیری نے بادشاہ کے غور کا نام کیا ہے اور شکست کی ہے کہ وہ کسی ایک قوم مذہب سے مطمئن نہیں ہوا تھا بلکہ مزید تحقیقات شروع کرنا تھا۔

وہ کہتا ہے "دیگر متحد ممالکوں کی طرح یہ اس بادشاہ کا گنہ منہو ہے، وہ مذہب کی لطافت میں بھی اصل کی ممانعت نہیں کرتے کیونکہ وہ کسی ایسی چیز کو سچا خیال نہیں کرتے جو ان کی قسم و فراست کے دائرہ کار میں نہیں آتی۔ اپنی سمجھ بوجھ کی تلاش کے ساتھ وہ اس ذات سے پیدائش کو جانچنے کی کوشش کرتے ہیں جو تمام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر اور بے لوث ہے۔" جب انکو لوہا نے بعد مسکن کے تمام سوہ جات میں بیسیت کی تبلیغ کے لئے اس وقت فتح پور میں موجود تینوں جیسٹس بشپس کو اجازت دینے کی خاطر اکبر سے درخواست کی تو اس نے ان کو جواب میں کہا کہ یہ معاملہ قطعی طور پر ہمارے ہاتھ میں ہے، صرف وہ اکیلا ہی اس کی خواہشات کو پورا کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور یہ کہ وہ اپنی طرف سے روانہ ہوش و غوروش کے ساتھ کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا۔ دوسری نگاہ ان کے ہمنام کی دلچسپی فتح ہو گئی تو پادریوں پر کم توجہ دی جانے لگی، انہیں کسی درہدیٰ نے غلبہ طور پر یہ تاراکا انہیں شریعہ طبع اور انوکھی شے سے نوازا، کسی اور مقصد کے لئے نہیں رکھا گیا تھا اور بادشاہ کی تعلیمات کو اختیار کرنے کا پکا ساما بھی انہیں نہیں رکھتا، تو وہ 1552ء میں ہوائے انکسلاج کے گواہ کی طرف لوٹ گئے، بادشاہ اکبر نے انکو ان کے زبردست کلمات کے باعث روک لیا تھا، بعد اور مسلمان یکساں طور پر اس کا احترام کرتے تھے، لہذا اس نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے بحث مباحثہ کو سل جانے کے لئے تھوڑی زبان

تھی، اس کا مقصد اکبر کا دل جیتنا تھا مگر اس کو جب اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ غمراہین پر فتح
کھینچنے کی مشقت سے کچھ حاصل نہ ہو گا تو وہ بھی کچھ دیر بعد اپنے بھائی بھائیوں کے پیچھے گوا
ردانہ ہو گیا۔

خلعت اکبری کے مصنف مرزا نظام الدین ہونے لگے پور نکری کے دربار میں لڑائی
ہانے والی رسالت کے بارے میں ایک بیان درج کیا ہے۔ یہ ابو سعید مرزا کے پوتے مرزا
سلیمان والی بدخشا کی صاحب 983 (1575ء) میں آمد کا سرچ تھا جو تھور کی پہلی پشت سے تھا۔
مصنف لکھتا ہے کہ جب وہ فتح پور سے میں کوس کے فاصلے پر مسٹر کے مقام پر پہنچا تو بادشاہ نے
اس کا استقبال کرنے کے لئے چند امراء کو روانہ کیا۔ جب مرزا فتح پور سے پانچ کوس کے فاصلے
پر پہنچا تو اس کا استقبال کرنے کے لئے تمام امراء اور افسروں کو روانہ کیا گیا۔ اور جب اس کے
آخری مرحلہ سے روانہ ہونے کی خبر پائی گئی تو بادشاہ بذات خود گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا
استقبال کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ فتح پور سے پانچ کوس کے فاصلے تک سڑک کے دونوں کناروں
پر عمل اور زر، اخت کی ریں پوش اور طلائی و نقری زنجیروں سے مزین پانچ ہزار اقبیلوں کی
تھانیں لگا دی گئیں، ان کی گردنوں اور سوجھوں پر سفید اور سیاہ جواہریں پڑی ہوئی تھیں۔ ہر دو
ہاتھوں کے درمیان ایک چھڑا تھا جس میں پتھر رکھے ہوئے تھے، ان کی گردنوں میں سنہری پٹے
اور جسم پر بہترین کپڑے کی زمین تھی۔ اس کے ہاتھ نعل گاڑیں بھی تھیں، جیسے سنہری سفید
کاری سے مزین سرخ پوش جاور کھنچ رہے تھے۔ جب سارے انتظامات مکمل ہو گئے تو بادشاہ
اتھلی دھوم دھام اور شبن و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے مرزا اور اگلے اڑا اور
بادشاہ کی طرف دو دوں مگر بادشاہ مرزا کی قتل احرام حر کو دیکھتے ہوئے خود بھی گھوڑے سے نیچے
اڑا اور مرزا کو معصوم کے مطابق رسالت اور توبہ و قبولہ لوان کرنے دیجئے۔ اس نے اتھلی
اشلیلی سے اسے گلے لگا لیا اور اس کے بعد دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر مرزا کو اپنے دائیں ہاتھ
کی طرف سوار کرایا۔ پانچ کوس کے تمام رست میں وہ اس کے حکمت پر ہنستا رہا اور گلے پہنچنے پر
اس نے اسے قوت پر اپنے ساتھ غصہ۔ لہو کوں شہر لے بھی وہیں سوار تھا۔ ایسی مرزا سے
حصول کر لیا گیا اور ایک بہت بڑی خیانت کے بعد اس نے مرزا کو شلی گل کے قریب ایک
گھر بطور رہائش گاہ دے دیا۔ دریں اثناء حاکم پنجاب علی جلی کے لئے لشکرات ہادی کے گئے
کہ وہ مرزا کی فتح پور سے بدخشا واپسی پر اس کا کھج پاناب کرا کے اسے اس پر حمل کرنے
کے لئے 5000 سواروں کے ساتھ اس کے گھر پہنچے اور اس کے بعد لاہور کی طرف لوٹ



مسجد جامع، تبریز

دعوان خاص: دعوان خاص کا عقد اختیاق ہے ظل عمارت میں ہوتا ہے۔ یہ عہد بی بی کے مکان کے شکل میں اور دعوان عام کے مطرب میں واقع ہے، دونوں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو حوالہ عمارت ہے جس کے ہر کونے پر ایک گنبد ہے۔ تمام اندر داخل ہونے پر اندر کے لوہے سے حصہ نکلتا ہے کہ یہ اصل میں ایک حوالہ عمارت ہے جو فرش سے گنبد تک کھلی ہے، درمیان میں بالائی کمرہوں کی بلندی تک ایک عظیم الشان ستون ہے جس کو کندہ کاری کے اختیاق نہیں ہم سے مزین کیا گیا ہے۔ اس کا متن گل کا بیجا کسوت سے آراستہ ہے اور یہ بہترین لکڑی سے تراشی کا ایک عظیم الشان سراپہ ہے یہ اس کے قطر سے تین گنا بڑا ہے۔ اس کے نشیمن کے کونوں و چاروں اہل دہادوں کی جانب تقریباً دس فٹ لمبے چار عظیم پلوں کے بند راستے ہیں وہیں یہ ایک چو فصل پتھر کے ساتھ مل جاتے ہیں جس کا عہد پہلی عہد کے ساتھ سولہ زمرہ کی میز می کے ذریعے ہے۔ پرانے وقتوں میں درمیان میں رکھے گئے تخت پر رہتی اور چاہت رکھے جاتے تھے اور اسے اٹلس اور نقل عکسوں سے آراستہ بنایا گیا تھا جس پر اکبر پوشہ بیجا کرتا تھا اور اس کے چاروں وزراء (خان خانان، بیرونی، فیضی اور ابو الفضل) اپنے اپنے عہد جلت کے لئے امکانات وصول کرنے کے لئے چاروں کونوں پر کھڑا ہوا کرتے تھے۔

اس جگہ کا تعلق متحد تاریخی واقعات سے ہے۔ یہیں پر اکبر کے دور میں سلطنت کے امراء، مذہبی، سنی اور سیاسی موضوعات پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ علامہ عبدالغفور بدایونی نے اپنی تصنیف منتخب التواریخ میں دعوان خاص کے عہد میں شیخ ابو الفضل اور اپنے درمیان ہونے والی ایک دلچسپ گفتگو کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ایک راجہ ہندو مسلمان تھا جبکہ ابو الفضل لکھنوی تھا۔ لکھتا ہے:-

”مجھے یاد ہے کہ میں بحث مباحثوں کے بہت بڑی دلوں میں ملتی سے فتح پور کے دعوان خاص میں میری ملاقات شیخ ابو الفضل سے ہو گئی۔ اس نے کہا میں دہادوں کی بیواؤں تمام مصائب پر اعتراض کرتا ہوں۔ پہلی یہ کہ جس طرح انہوں نے اپنے رسول اصل اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص) کی مسلسل تعبیر کھی ہے اسی طرح انہوں نے ان کے دشمنوں کی تاریخ تفسیل کے ساتھ کیوں نہیں کھیں؟ میں نے جواب دیا کہ جس بیواؤں میں مسلسل ملاقات دینے گئے ہیں۔ میں نے اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا، میں دہادوں سے مختصر ہے۔ انہیں چاہئے تھا کہ تفسیل کے ساتھ لکھتے۔ میں نے جواب میں کہا وقت گزرنے کے ساتھ صرف وہی شخصوں اور مورخین کے مظاہرہ میں آئیں باقی باقی غیر صدقہ رہیں۔ اس نے کہا یہ کئی جواب نہیں ہے، اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا دہادوں کہ کمرنگوں کی کون سی لکھی قسم ہے جس کا ذکر تذکرۃ

اللہ باریہ اور نخت لائس وغیر میں نہیں کیا گیا۔ کل رسول ﷺ نے کون سی نصیحت کی ہے جس کی بناء پر ان میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ یہ اختلافی جہان کن مسئلہ ہے۔ (۳۶) جس قدر بھی وقت درکار ہو اس موقع پر کہا جاتا مگر شکوک؟ اس کے بعد میں نے دریافت کیا معلوم ہوا کہ آپ کس کو تسلیم کرنے میں ذوق و رغبہ رکھتے ہیں؟ میں نے جواب دیا میری خواہش ہے کہ میں چند روز فیروز پوری اور طلدی دہلی میں آؤں گدو کہوں۔ میں نے سختی سے جواب دیا اگر آپ کل طور پر شادی کے بعد من کی رنکوت کو دور کر دیں تو یہ میری چیز نہیں ہو گی کیونکہ انہوں نے کہا ہے۔

بدانت قل شرع ہدیہ از گردن زبہ علی ذکر السلام
ترجمہ :- "خدا کی مدد سے اس نے دنیا کی گردن سے قانون کی زنجیر اتار دی تھی ہے" اس کے ارک
چ سلاطین ہوا
وہ مسکرایا اور چلا گیا۔

اس کے بعد بدایونی بیان کرتا ہے کہ ہر افضل بادشاہ کی طبیعت میں طہار کی صفات کرنے میں کس قدر دلیر ہو گیا تھا اور وہ اپنی دلیل کے مقابلہ میں نہ تو دلائل اور نہ ہی کوئی وجہ کو سننے کے لئے تیار ہوتا تھا صنف کتاب ہے۔ یہ درست کہا گیا ہے۔

ایک طبیعت قاضی پر تہ بزرگوار
"قاضی کی ایک طبیعت ہر ارکوں سے بہتر ہے"

عبودت خانہ: دوا میں خاص میں ایک خوبصورت نقل برآمد ہے جسے مہلت خانہ کہا جاتا ہے۔ رخ پر نیکی میں بدایونی اور طبقت اکبری نے مہلت خانہ کے حلق جو بیان لکھا ہے کوئی دیگر عبارت اس کی مثل پیش نہیں کر سکتی۔ مہلت خانہ کو ۱۵۷۴ء میں خیر کیا گیا، میں پر عالم فاضل اور اکل حضرات کا استہلال کیا جاتا تھا۔

پس ابو الفضل اکبر باد جلد سوئم میں در حکومت کے ۱۹ ویں برس کے واقعت (۱۵۷۴ء) سے حلق اس کے بارے میں بیان کرتا ہے۔

"میں چار بھائیوں پر مشتمل ہے جس کے گمن میں دنیا کے ہر طائفے سے آلے والے بزرگوں لوگ جمع ہوتے ہیں اور بادشاہ سلامت کی آمد کا انتظار کرتے ہیں" ہر اختلاف خوش طبعی کے ساتھ ان سے بات چیت کرتے "ان کو قتل سے بچنے اور ان کے سوالوں کا جواب دیتے ہیں۔ ہر شخص ان تک پہنچ سکتا ہے اور وہ بڑی آزادی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ قہقروں اور خاک میں اکٹھا ہوتے اور غصے اور غم و ریشم کے بہترین لباس میں طیس اہلی سے اہلی انسان بھی

علم کے اس انجمن میں اپنے دل کا مقصد حاصل کر لینا۔ بعد بدشہ سلامت ایسے قاصد پر بیٹھا کرتے ہیں، جس سے وہ تمام کومیوں کو دیکھ سکیں اور جس شخص سے بات کرنی مقصود ہو اسے اپنے پاس بلا سکیں۔ ”یہاں پر چار اشکات مشغول ہوتے تھے۔ مشرقی اہل فن میں سلطنت کے امراء، مغربی اہل فن میں علماء کرام، شمالی اہل فن میں صوفیائے کرام اور جنوبی اہل فن میں فلسفی جمیع ہوا کرتے تھے۔ فلک موضوعات پر بحث مباحث ہوا اور مختلف مسائل حل کر لئے جاتے تھے۔ بعض اوقات پوری رات بحث مباحث میں صرف ہو جاتی۔ یہاں پر لوگ پوچھ گچھ اور تحقیق کے سوا کچھ نہیں کیا کرتے تھے۔ سائنس کے عین ثلث ’روی کی دیکھیں‘، ’تدبیری نو اور اوقات اور قدرت کے عجائبات پر بحث کی جاتی تھی۔ اکبر اس میل پر کار بند تھا کہ اگر کچھ علم پر کسی سے تلاش کیا جاسکتا ہے تو پھر کج کو کسی واحد ذہب یا عقیدے تک نہیں بھروسہ کیا جائے، جس کا رنگ و زہب انکار کریں ایک اس پر کیوں ذور دے؟ ایک مذہب دوسرے پر باہمی کا دعویٰ کیوں کرے جبکہ اسے یہ حق۔ دیا گیا ہو؟“ (۱۵۵) ان اشکات یا اجلاسوں کا مقصد اہل فضل کیا کرتا تھا جس طرز پر یہ مشغول کئے جاتے تھے وہاں نے اس کے بارے میں بتایا ہے وہ لکھتا ہے: ”اہل فضل اشقی دہری کے ساتھ صدر ’قاضی‘ حکیم فلک اور حمودی فلک جیسے فاضل ضعیف انھیں کے ساتھ مذہبی مسائل پر بحث کرتا تھا اور ان کو بے عزت کرنے میں ذرا بھی ہتکچہا ہٹ محسوس نہیں کرتا تھا بدشہ اس پر بہت خوش ہوا کرتا تھا۔ ان انھیں نے میر جانی آصف خاں کے دربار پر یہ خیرہ طور پر اہل فضل کو بیٹھاتے تھے کہ وہ ہر وقت ان کے ساتھ اس قسم کا رویہ کیوں اختیار کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا: ”

ہو کر مولیٰ ایم لو کہ ہر اہل رشتہ

قرجہ۔ میں ایک آدمی کا لو کہ ہوں کسی بیگن کا نہیں۔

مصنف لکھتا ہے: ”اپنی بہت بڑھ کے تمدن، غلبہ وقت کی حمایت اور اپنی خوش قسمتی کے باعث وہ ایک مختصر سے وقت میں ان سب کو انیس و سوا کے دیکھتا تھا۔ مولیٰ حکیم ابو الفتح اور ملا محمد ہندی کے ’بحث و مباحثہ میں کوئی عالم دین اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

اسی طرح کے ایک اجلاس میں بدشہ نے وہاں پر موجود لوگوں سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی سمجھ کے مطابق اس دور کے عقل مند ترین شخص کا نام بتائے اور اس بات کا اعلان دے کہ بدشہوں کو شہر نہیں کرے گا کیونکہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس پر حکیم حمام نے اپنا نام اور اہل فضل نے اپنے باپ فتح مہدک کا نام بتایا۔ ان اجلاسوں میں بدشہ کی کردہ احکام و اکرام اور جتنے مخالف کی تعظیم کے لئے مواقع فراہم کر دیتی تھی، ’فدا‘ اشکال ہی سے کوئی مسئلہ

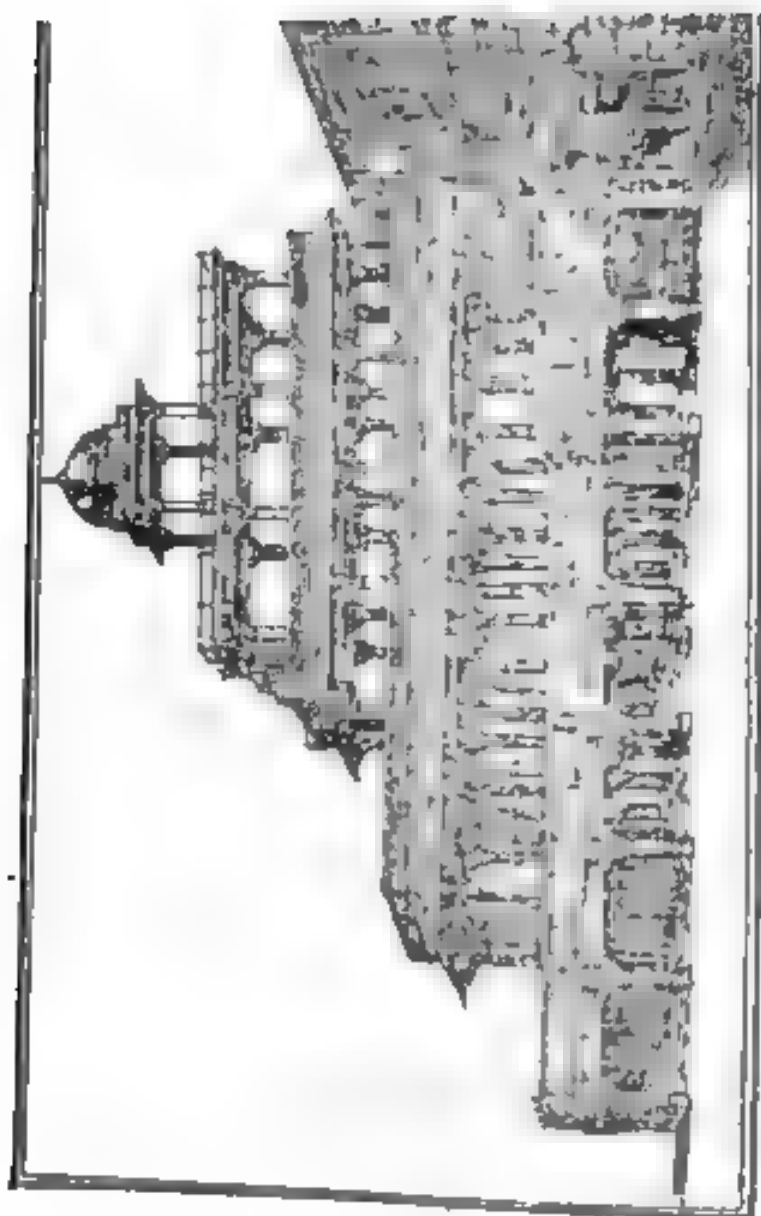
وہاں سے ہاتھ نکال لے کر جانگ۔ یہ اسی محلہ میں جمعہ کی رات نور مقدس دلوں کی رات کو منعقد کئے جاتے تھے۔ (۱۸۶)

بادشاہی کے مطابق سال ۹۸۳ (۱۵۷۵ء) کے دوران بادشاہ کے حکم سے مشہور عبادت خانے تعمیر کئے گئے۔ بادشاہ تمام راتیں عبادت و ریاضت میں گزارتا، وہ ۱۲۰۰ نور یا ہادی کے بیسوں کا درود کرتا رہتا، وہ کل دھند صبح کے وقت ایک ایک تھلک محل کے قریب رکھے گئے ایک پرانی عبادت کے ہوا پر پھر بیٹھ کر غور و غوض کیا کرتا تھا اس نے اپنے سر کو سینے پر بٹھایا ہوا اس طرح وہ صبح سویرے کی برکت کو اٹھایا کرتا تھا۔

پیرانگی کا ڈیرا: اسی محلہ میں ایک مشہور عبادت پر مشتمل قبر تھا جہاں مجدد اکبر نے ایک درگاہ فقیر کو تعمیر کرائی تھی۔ یہ درگاہ پھر پڑی کی محل کا ایک گنبد ہے جس پر بدست کی طرز کے گل برسے اور کندہ کاری کی گئی ہے اس کو پھر کے چار ستونوں نے سدا رہے رکھا ہے جن کے کونوں پر بیچ دار عمائدین ہیں۔ گریہ یہ قبر بعد از طرز کا ہے مگر اس کے بدست اس مقام کی عام طرز فقیر سے جدا نہیں ہے جو اسلامی طرز فقیر کا ایک عظیم الشان نمونہ ہے۔ چونکہ اکبر تمام مذاہب کے ساتھ دواداری و برتاؤ کا اور خاص طور پر اس کارہ خانہ بعد از اس کی طرف تھا اس لئے دربار شہنشاہ میں ایک بعد چودہویں کی موجودگی ہے جانیں تھی۔

آنکھ پھولی گھر: دریاں خاص کے قریب انتہائی عجیب و غریب نقش اور طرز فقیر کی ایک پر بیچ عبادت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں بادشاہ حرم شہنشاہ کی بیعت کے ساتھ آنکھ پھولی کیا کرتا تھا۔ یہ جگہ ایک مرکزی گھر پر مشتمل ہے جس کے جنوب اور شمال میں مزید دو گھرے ہیں۔ ایک (محلوں کے اوپر ایک برآمدہ اور اس کے ارد گرد پورے داروں کے لئے گھرے ہیں۔ یہاں پر آہلی قبیلوں کے ملاقات ہیں جن سے چھ پل ہے کہ دروازے پھر کے تھے جس میں ہماری بھر کم تھیں سے بند کیا گیا تھا۔ بعد از دور کے منتفی نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسے حرم سرا کے عقب میں دریاں خاص کے بائیں قریب اس لئے تعمیر کیا گیا تھا کہ حقیقت میں یہ شہنشاہیت محل تھا جہاں بادشاہ سلطنت کی جتنی اشیاء اور ساز و سامان کو حفاظت کی خاطر رکھا جاتا تھا۔

بیچ محل: یہاں تک کے ہم سے مشہور محل کے قریب معمولی محل کی ایک انتہائی الوہی عبادت ہے جو ہر طرف سے کھلی ہے چاروں طرف ستونوں والی عبادت کے چوکور محل کے یکے بعد دیگرے کئے برآمدے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر سے باہر نکلتے ہوئے ہیں یہ انتہائی عمدہ کندہ کاری سے مزین ستونوں پر استوار ہیں۔ ہر محل کی پائنتش کے بعد دیکھتے کم ہوئی جاتی

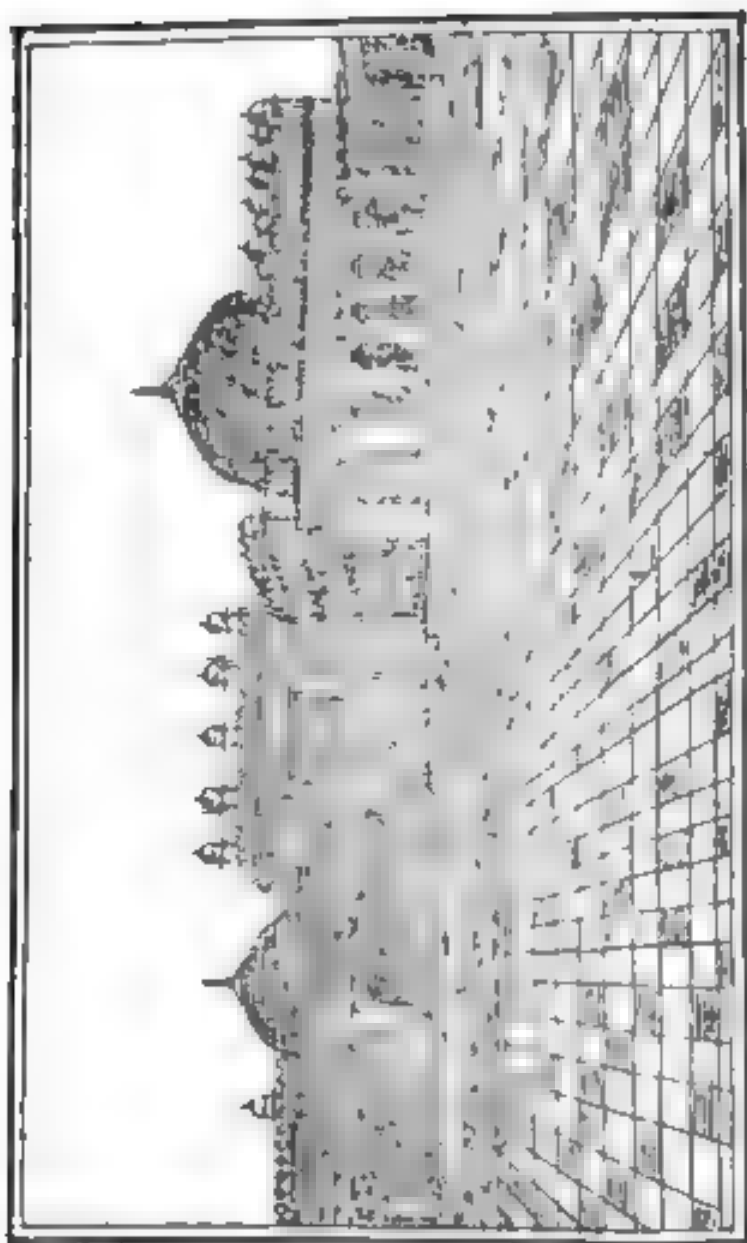


ہے حتیٰ کہ سب سے لوہ دلی پر پہنچ جاتے ہیں 'جو بہت جیسے منہ پر مشتمل ہے اور اسے ستونوں نے سارا دے رکھا ہے۔ سب سے نیچے دلی حمل کے 56 ستون انتہائی خواہورت طرز فقیر کے حامل ہیں۔ یہ ستون فی سگ زائشی میں انتہائی دلچسپ نونے کی عکاس کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر ہاتھوں کے ایک ہونے کی شبیہ کھد ہے 'جو ایک د سرے کی طرف مد کر کے سرخیں بڑھنے ہوئے کھڑے ہیں 'د سرے پر ایک گولی کی شبیہ ہے 'جسے ایک درد شست سے پھل ڈونے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ پہلی حمل کے ستون 35 اس سے اگلی کے چدرہ اس سے لوہ دلی کے آئندہ ہیں 'جبکہ سب سے لوہ دلی صرف چار ستونوں پر مشتمل ہے۔ ان ستونوں پر کھد گولی اس قدر عمدگی اور بحسن طریقے سے کی گئی ہے کہ یہ انتہائی اعلیٰ ذوق اور صداقت کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ بعد میں اکثر فی سگ زائشی کے نورانات کے طور پر ان کی تصویر کشی کی جاتی رہی ہے۔

اس انوکھی علامت کی ابتداء اور متحدہ کے حلقی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اخص کا خیال ہے کہ اسے سترہ گوشت میں توہن دینے کی خاطر مصلحت کے لئے بنوایا گیا تھا۔ دوسروں کا یہ خیال ہے کہ اسے شوروں کے لئے درپہری فرائض کے فوہات کا اعلان کرنے کے لئے انتہائی لمبی جگہ پر ایک بہت چوٹی تھمتی ٹکڑے کی خاطر بنوایا گیا تھا۔ اور دیگر افراد یہ توجہ دیا کرتے ہیں کہ اس جگہ سے اکبر اور گرد کے علاقہ کا جائزہ لیا کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے تفریح اور کھیل قند کے لئے بنوایا گیا تھا جس پر شک بلکہ ترین مقام پر بیٹہ کر گریوں کی راتوں میں گانہ ہوا اور چاندنی سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ اس کے نیچے روم سرا کی خواتین اپنی نشستوں پر براہمن ہوتیں 'تاپا تانہ ہوا کے دالہ کے لئے اور اور گرد کے علاقہ و زمین حد کے کھل کھار کی خاطر عربوں پر جلی دار پر دسے نکادے جاتے تھے۔ بی عمل نے اپنی لطیف خواہورتی اور ہائیلن وضع قطع کے ہاٹ خاص طور پر حکومت ہند کے عکس اندازہ کی توجہ حاصل کی ہے۔ چنانچہ لارابو کی صوبہ رلی کے دوران ایک بہت بڑی لاکھت سے اس کی حرمت کرائی گئی اور جلی تک عکس ہو گئے اس کے زبانی ہم کو معلوم کیا گیا۔

مکھنسی کا تختہ بی عمل کے محل شرقی جانب حجر کے ایک وسیع دروازے پر فرش پر چھڑا ایک عظیم الشان تختہ بنا ہوا ہے 'میں پر مکھنسی کے ہم سے مشہور کھیل کھیلا جاتا تھا۔ اس تختہ کو پھر کے فرش پر کھد کیا گیا ہے 'جو عمومی پیش کش کے لئے بنے چوکور ٹھکانوں پر مشتمل ہے کہ ایک توی کے پٹنے کے لئے کافی ہے۔ گھنٹہ کتے ہیں کہ لائق رنگوں کے خواہورت لیسات میں لباس اور عین کھیل میں اپنی سطحوں کی شکستہ کرتی تھیں۔ یہ تختہ کھد آگہ کی طرز کا ہے مگر

حضرت شیخ سلیم بن علی کا مکتبہ اہل حق



اس میں فرق صرف اتنا ہے کہ اگر وہ اسے تنگ مہر سے لور میں پے تنگ سرخ سے بٹایا گیا ہے کیونکہ تنگ کے باطن نزدیک تنگ سرخ کا ایک چھوٹا سا تخت ہے جس پر کھیل کے بالے پیچھے جاتے تھے۔

حضرت شیخ سلیم چشتی کا مقبوضہ: محرمین عداوت میں سب سے ظہور اور حقیقت میں اس مقام کی سرکاری عداوت صوفی بزرگ شیخ سلیم چشتی کا مقبوضہ ہے جن کی کرانت پر مہر کر کے اکبر نے اس جگہ پر ایک سمت جسے شری بنیاد رکھی اور اسے شقی ٹکڑوں، ہفتت اور دیگر سرکاری عداوت سے آزاد کر دیا۔ یہ شقی عداوت کی جنوب مغربی جانب واقع ہے اور ان دیگر عداوت کے وسط میں ہے جو پندرہ کے زیر اہتمام پندرہ راج ابھر کر ملتے آئیں۔

شیخ ملا الدین کے صاحبزادے شیخ سلیم چشتی کے منسلح شہری میں پاک تین کے مشورہ صوفی بزرگ حضرت شیخ نور شکر گج کی لور میں سے تھے۔ وہ بیٹہ روزے سے ہوتے اور راج کی لوانگی کے لئے تین مرتبہ تکرر تشریف لے گئے۔ ایک فقیر کی شکل میں پورے ہندوستان کا سفر کرنے کے بعد وہ تیکری کے قریب دھار میں آ گئے۔ پھر اس وقت ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا اس لئے انہوں نے پہاڑیوں کے لوگوں سے پیسے لئے۔ بے تہ اور جنگی جانوروں سے بھرے ہوئے جنگل میں ڈھونڈا گیا۔ یہ مقام الگ تھلک اور دور تھا۔ ہونے کے باعث اس کی توجہ کارکنان عید انہوں نے پہلے گوتہ نشینی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی، اور جنگل سرکنڈوں اور حتی المقدور جمع کی گئی تھیں اور پتوں سے انہوں نے ایک پہاڑی پر ایک علیہ وارد و رفت کے نیچے چھوٹا سا گاؤں بنایا۔ اس الگ تھلک گناہ میں انہوں نے اپنے دن اور رات عبادت و ریاضت میں بسر کئے۔

عبادت میں کامل، تشریف و توصیف میں کی فرشتی خمی

ان کا چھوٹا ٹکڑا اور سرکنڈوں کا اور عجب محاذیوں اور ٹکڑوں کا قلعہ اکبر کے پہلے بیچ شیر طوطی کے دار میں فوت ہو جاتے تھے اس لئے وہ کل عرصہ سے ایک بیٹے سے عوام قلعہ وہ اس بات سے واقف تھا کہ اس کے باپ دلواری عداوت اور نعم و حراست کے درپے اس سلطنت کی بنیاد رکھی گئی ہے اور بیٹے اس نے جلی عداوت سے بچنا کیا ہے اگر اس کے ہاں چنانچہ انہوں نے توجہ اجنبیوں کے ہاتھ تک جانے کی لور میں کاغذ میں بھی ختم ہو جائے گا چنانچہ اسے کسی فقیر اور حتی بزرگ کی دلواری کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسے اس بات پر کل تین تھا کہ فقیر خدا کے نزدیک ہو آئے اور اس کے توسط سے اچھے زندگی کا مستند یعنی تخت کا وارث مل سکا ہے۔ اس نے اپنے شیعوں کو اپنی ذاتی پریشانی سے ہٹا کر انہوں نے اسے مشورہ دیا کہ اسے شیخ

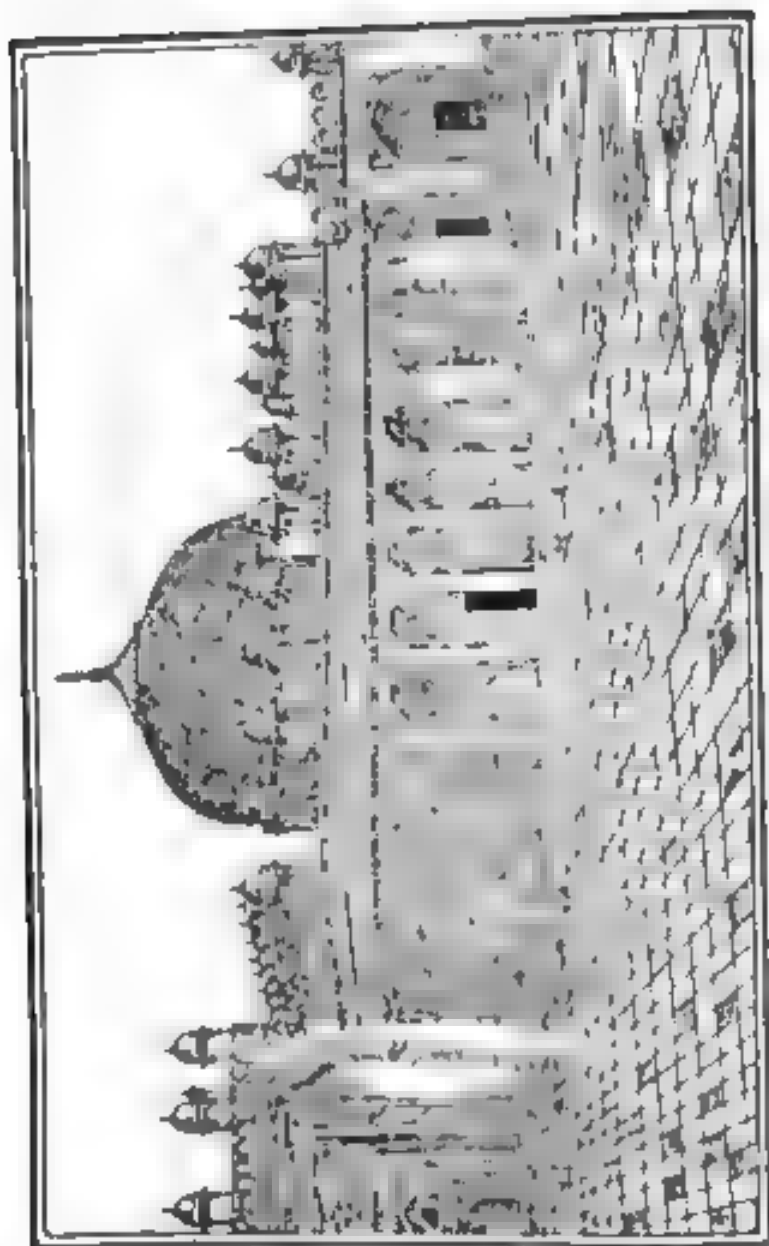
مروج علم ہندی کا منظر



سلیم کی مدد مافیہ حاصل کرنا چاہئے، ان کا حیل تھا کہ انیس سے اسے گور حیدر حاصل ہو سکا ہے۔ بد شہ نے ان کے حضور پہل کیا اس کے نتیجہ میں سلیم کی پیدائش ہوئی، اس کے بعد اکبر بیٹہ شیخ کا احرام کرنا، بد شہ نے اس کے صاحبزادوں اور دیگر فرعی جنوں کو سلطنت کے اعلیٰ اور ذلت پر فائز کیا، بد شہ شیخ کا انتقال ہوا تو اکبر نے ان کی قبر پر ایک مقبرہ تعمیر کرایا جو شان و شوکت اور خوبصورتی میں بادشاہستان بھر میں اسی قسم کی چند عمارت سے بہت لے گیا ہے۔

شرق کی جانب ایک شاندار دروازہ 366 x 433 فٹ کے سنگ سرخ کے فرش سے آرامت ایک وسیع درعیہ کی طرف نکلتا ہے، اس کے چاروں کونوں میں بلند و بالا اور اعلیٰ شان ستونوں کی قطاریں ہیں، ہر 50 فٹ بلند عربی کمر کے ایک برتھ کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ یہ سب بھی سنگ سرخ سے بنائے گئے ہیں۔ شکل کونے کی طرف بڑھیں تو وہیں صوفی بزرگ کی قبر ہے، ہر احتمالی شاندار عمارت ہے اسے مکمل طور پر خالص سنگ مرمر نے تعمیر کیا گیا ہے اس پر احتمالی چکدار اور عمدہ کندہ کاری کی گئی ہے۔ قبر ایک چوکور بنیاد سے بلند ہوئی ہے اور گردنہ کی شکل کے ایک احتمالی خوبصورت اور شاندار گنبد پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ اس کے ارد گرد زائینہ چمر کا ایک برتھ ہے، جسے رنگ برنگی شکل اور طرح کی پیچیدہ پتلی عمر میں نے سداوے رکھا ہے اور وہ سفید سنگ مرمر کے مضبوط ستونوں سے باہر نکلا ہوا ہے۔ پتھروں پر محلہ کی شکل کے سوراخوں کا ماحیہ ہے۔ شیخ کی قبر کے تھوہ کے چاروں طرف لگی ہوئی سخت مرمر کی جلی اس قدر خوبصورت ہے اور اسے اس قدر بہترین انداز میں بنایا گیا ہے کہ وہ سے دیکھنے پر یہ بہترین دیکھی گئے پر گور کنتوی کا کلمہ معلوم ہوتا ہے۔ جب بزرگ اہل بائیس پر اس آف دیکھنے 1876ء میں اس مقبرے پر ماضی دی، تو وہ خاص طور پر اس کی پاکیزہ خوبصورتی سے ہمت ہو گئے۔ برآمدے میں ایک اندر دل کہ ہے جس کی دیواریں سنگ مرمر کی ہیں، فرش سے چار فٹ بلندی تک ان پر حقیقی سیپ اور سنگ مرمر کی میت کردی کی گئی ہے، اس نکلے سے اوپر دیواروں کو احتمالی چکدار استزکاری سے مزین کیا گیا ہے اور سنگ سرخ سے تختہ بندی کی گئی ہے، فرش سنگ مرمر ہے جس پر سنگ مرمر سے مختلف رنگوں اور نکلے کے پلوں کو خوبصورتی سے تراشا گیا ہے اور اس کے دروازے آئینوں کی مضبوط لکڑی کے ہیں۔ شیخ کی قبر خالص سفید سنگ مرمر کی ہے اس کے ارد گرد اس چمر کی ایک جلی ہے، اسے درخت کی ایک قیمتی چار سے اعلیٰ کیا ہے، اس کے اوپر مستطیل شکل کی ایک پتھری ہے جس کو چار بازو ستونوں نے سداوے رکھا ہے، ہر ایک پر سیپ کا پھلکا چڑھا ہوا ہے جس پر حیدر پتھری کی مختلف اشکال کندہ ہیں۔ شکل کی طرف خواتین اور بچوں کی قبریں ہیں، اسی طرف شیخ

الہی اسلام خان کا مزار



کے مزار کے عقب میں شیخ کے ہوتے اسلام خلی کا ایک بہت بڑا مقبرہ ہے، جو انکبیر کے دور میں قائم ہو چکا تھا۔

اسلام خلی کا مزار: اس پوری عمارت کا منظر خوبصورت ہے اور یہ مقبرہ اپنے نقش کی شکل و شوکت کے لحاظ اپنے کام کی دلکشی کے باعث اسی قسم کی دیگر عمارت میں بہ مثل و کمالی رہتا ہے۔ درحقیقت اس کا شہر ہندوستان کے فنِ تعمیر کے امتدادی بہترین اور مکمل نمونوں میں ہوتا ہے۔ اس کو اصل میں انکبیر نے سنگِ سرخ سے تعمیر کرایا تھا اور قبر کے ارد گرد سنگ مرمر کی جلی ہوئی شیشو جواگیر سے تعمیر کرائی تھی، جو اس عمارت کا سب سے بہترین زیبائشی کام ہے۔ ملاحظہ کیجئے مزار میں سو برس سے دائرہ پڑا ہے مگر اس کے باوجود بہترین مکتوط حالت میں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نگینوں نے اس پر بہت زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ اس صوفی بزرگ کی قبر کے گرد سنگ مرمر کی جلی پر بعد اور مسلمان ہاتھ عورتیں ڈھیریوں یا کپڑوں کی کھڑوں کی گامبھی باندھتی ہیں اور اگر ان کے ہاتھ پتھر یا ہوسٹے (خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بزرگ خدا کی مرضی سے عطا کرتے ہیں) تو موت کے طور پر روپے پیرے مسخالی یا روٹی کی صورت میں ہزاروں پیش کرتی ہیں۔ سکھوں میں انکبیر کے مزار پر بھی اسی طرح کے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں۔

دو گانے دیوانے پر درج مسجد ذیل عمارت شیخ کی تاریخ و وقت کا نظارہ پیش کرتی ہے

منیت ملت و در طریق شیخ سلیم
کہ در کرمات و قبر بہت جہیز و مینورست
مورست و در شیخ غلامی پشت
لہ حج شہر را ظف زین پورست
و میں شہزاد خود غلامی و جلی بقی
کہ سل را میں اور زند مشورست

منیت ملت و در طریق شیخ سلیم جو جہیز اور مینور کی طرح خدا کے نزدیک ہیں، آپ کے دم سے غلامی پشت کا چراغ روشن ہے۔ چونکہ آپ حضرت فرید الدین گنج شکر کے خلیفہ ترین ملک ہیں۔ شرک سے باز خود کو حراش کر دے اور حق و اصل جو جہیز کو رہا مشور لانا ضرور ہے جس سے ان کی تاریخ و وقت کا پتہ چلتا ہے۔

اگر غلامی "ذخود غلامی و جلی بقی" کے لہو میں سے ۲ کاہنہ سر نکل دیا جائے تو بقی 979 (1571ء) بچے گا جس سے سل و وقت پر کد ہوتا ہے۔

بی بی زینب کا مزار: مقبرہ کے مغرب میں ایک خوبصورت محرابی دروازہ چار رخاوری کے ایک احاطہ کی طرف نکلتا ہے جس میں شیخ سلیم چشتی کی پائی بی بی زینب کا مزار ہے 'قبر کا قیود سنگ مرمر کا ہے اور اس پر مندرجہ ذیل کلمہ تدفین درج ہے۔

چ	رط	کہ	این	صحت	چشم
فک	صیب	کھیل	درجہ		
بیل	الطاش	مکت	ہاتک		
فرودس	برین	ونک	رہد		

ترجمہ :- "جب بصحت بی بی نے اس جہاں سے رطت فرمائی تو آسمان نے غم کے ہاتھوں مجبور ہو کر صبر کا دامن چاک کر ڈالا ایک لمبی آواز نے ان کے اقل کے سارے ہاتھوں سے کہا بے شک وہ فرودس پر ہی میں داخل ہو گئی ہیں۔"

حالی حسین کا مزار: مذکورہ بالا مزار کے نزدیک حضرت شیخ سلیم کے غلیفہ اور چائیں حلی حسین کا مزار ہے۔ مزار کے دروازہ پر مندرجہ ذیل کلمہ تدفین درج ہے۔

شیخ	امیر	قالہ	حالی	حسین	آنگ
پوش	تجمع	نچ	و	مر	جلوایں
چن	درصفا	و	موا	عرش	لاندہ سی
رعت	کشید	چاہ	مقصود	راحت	
سل	وصل	لل	مناک	رقم	لندہ
بر	طواف	کہہ	قصود	شہ	چہان

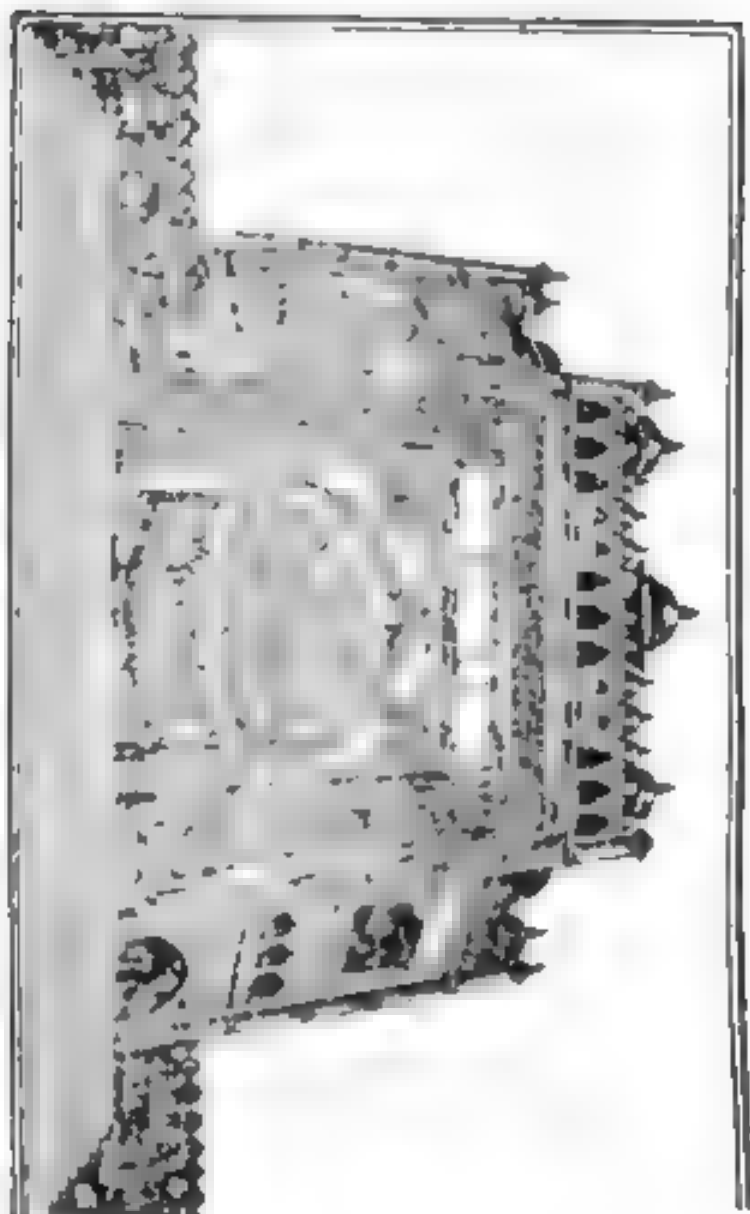
ط 1000 ہجری

ترجمہ :- "شیخ امیر قالہ حالی حسین جنیس ج (90) اراک نے کی سعادت حاصل ہوئی اور عمر جلوایں سے سرفراز ہوئے جب صفا نور مہا میں ان کی دیہاوی زندگی کا خاتمہ ہوا تو رعت خدوندی ان کے قتب کی طرف حوجہ ہوئی 'لل مناک نے ان کے سارے وصل کے لئے کہا۔ وہ خدا کے گرج اراک نے چلے گئے ہیں۔"

مذکورہ بالا سے 1000 ہجری (1594ء) کا کلمہ تدفین برآمد ہوا ہے 'ہو کہ ان کی تدفین وقت

ہے۔

پندرہ دروازہ: مگرین سب عمارت میں سب سے زیادہ عظیم الشان و کفل اور بڑی عمارت ہے۔



تomb of the

"ہندو دواں" ہے۔ ایک مصنف کے مطابق اس کا شمار دنیا کے بلند ترین اور انتہائی شہانہ دواںوں میں ہوتا ہے۔ فرنگوں نے ہندوستان کی سب سے عمدہ عمارت کہا ہے۔ یہ ہندو دواں انہوں پر تعمیر کیا گیا ہے اور خلفہ کے جنوب میں فیصل کے سید پر ۱۳۰ فٹ بلندی پر استوار ہے۔ یہ ایک انتہائی جلاب نظر اور خوبصورت عمارت ہے جس کے اوپر گڑھی برعیاں اور چتر ہیں۔ حالانکہ یہ بھاری بھر کم ہے مگر اس کے محاسب کی یکسانیت اور وضع قطع کی رعلت اس قدر زیادہ ہے کہ یہ مشابہ کو پتی شل و شوکت اور شہانہ حسن و جمل سے متاثر کے اعلیٰ نہیں رہتی۔ دواںے کے کناروں پر زور رنگ کے پتھر میں کندہ کاری کی گئی ہے اور پتھر میں سے تراشے گئے ظلف افکار کے پھولوں کو انتہائی خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا ہے۔ ۱۲۰ انہوں پر محفل بیڑمی چوٹی تک جالی ہے جس سے ۲۵ میل دور رنج محل اور قلعہ بھرت پر در کی جھلک کے علاوہ ارد گرد کے علاقہ کا شاندار نظارہ حاصل ہوتا ہے۔ اس بھاری بھر کم دواںہ کی عظیم الشان شلن و شوکت کے سامنے وہ عمارت بھی مٹی معلوم ہوتی ہے جن کے ساتھ اس پر وابستہ ہے۔ مگر یہ بات دہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ عمارت لب اصلی نقشے کا حصہ نہیں دی۔ ہندو دواںے کو خانہ میں میں اکبر کی زیر قیادت شلن انواع کی طرح کی یادگار کے طور پر جب الطح کی حیثیت سے تعمیر کیا گیا اور اسے خلفہ اور مسجد کے کئی سال بعد بنوایا گیا۔ جب آپ مقبوا میں داخل ہوں تو مقدس احاطہ کی دائیں جانب سنگ خدا کی دیو رہے پھرے ہوئے الفاظ میں مندرجہ ذیل عمارت درج ہے۔

مشرقی دیوار پر درج عمارت

حضرت شہنشاہ ملک بادشاہ محل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بعد فتح ملک دکن دکنس کہ
سابقہ مسی بہ خانہ میں بود و در سن ۳۶ ہجری مطابق سن ۱۰۱۰ مسیح پر در سیدہ عزیمت اگر فرمودہ

نام دکن و آسین مست
مقتدر و محمد وہ جلال مست
نامش بہ پیر حم نقشب
داخل محفل اور قرن ہا

و قتل میسی طبع السلام ————— الدیا قندہ کا حیرانہ محمد ہا سن محل عیش خدا محل عیش

اور کو قیامت الدیا ساموہ لہذا خانہ بیتہ المعرا لیت ما

ترجمہ: حضرت شہنشاہ ملک بادشاہ محل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ۴۶ھ میں اسی سال مطابق ۱۰۱۰ میں دکن اور دکنس (پہلے خانہ میں کے نام سے مشہور) کے ملک کو فتح کرنے کے بعد فتح

پار پہنچے اور پھر آگے روانہ ہو گئے۔

جب تک زمین و آسمان قائم رہیں

جب تک اسی کام و مشین اس کی ارض پر رہے

تب تک ہر شے سلامت کام آسمان کے نام کے برابر رہے

اور وہ اس وقت تک زندہ رہیں جب تک دنیا قائم رہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا دیا ایک ہلی ہے اس کے لوہے سے گذر جاؤ مگر اس پر مگر نہ جلاؤ کوئی روز آئی کی سیڑھیوں پر غور کر لیتا ہے اسے دائمی خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔

دنیاوی خوشیوں حاصل ہیں، اپنی زندگی کو بھر مہلت و ریاضت میں گزراؤ اور یاد رکھو کہ اس کے بعد جو کچھ بھی پتا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

مطلی دیوار پر دماغ عبارت کچھ اس طرح ہے

من الذی خلق عظمی و اجسامہ قلبہ فکت لا یرى قصور الله لا یستطیع ان یرى عیالہ و ما خلقو
لہ من عیال

ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوئے ہیں لیکن انہیں اپنے جسم و جان سے غور نہ کرنا چاہیے۔
وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو پیدا کیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو پیدا کیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو پیدا کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو پیدا کیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو پیدا کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو پیدا کیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو پیدا کیا ہے۔

ترجمہ :- ہر شخص اللہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اس کا دل اس میں نہیں ہوتا تو حقیقت میں اسے خدا کا قرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود کو اس سے دور کر لیتا ہے۔ سہارا بہترین سہارا وہ ہے جسے تم خدا کے نام پر دیتے ہو۔ سہارا بہترین کھانا یہ ہے کہ اس دنیا کو اگلے جنوں کے لئے چھوڑ دو۔ تمہیں قاتلہ دے گا تو تمہاری ایک لہی دیا ہے جس میں کسی چیز کا کوئی سلب نہیں ہے۔ ہر قسم کے ایک تخت ہوا ہے اور سونے کے بنے ہوئے گل میں پتہ حاصل کی ہے تو کیا حاصل کیا ہے؟ اس دنیا کی خوبصورتی ایک آئینہ کی مانند ہے اس میں اپنا عکس دیکھنے سے زیادہ اس کو اپنے پاس رکھو۔

ساکن بکرید صفا ترازى کے بننے پر موصوم (۱۹۱) انکس بھی نے فرمایا اور تحریر کیا ہو
یا حسن لہل لہل ہنوز لری ساکن قد حاد کے بننے پر شیریں کی لہلہ میں سے تھے۔
انگریزوں کے مذہبی معاملات میں کچھ رد تھا اور بچے دین کے بارے میں اس کا اعتقاد مضبوط

نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے مہارت کے پاکیزہ انداز سے معمر قاریخ کے پیش کردہ اس بیان کی تصدیق ہوئی ہے کہ انتقال سے چند برس پہلے اس نے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی طرف ایک فیصلہ کن رجحان کا اظہار کر دیا اور وہ ایک ایسے مسکن کی طرح فوت ہوا۔ انہوں نے وہاں مہارت کیے جانے کے صرف چار سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

جامع مسجد: درگاہ کے مغرب میں فرنگوں کے مطابق "اکبر کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ اس کے معین کھنڈ کاری سے مزین بلند و بالا چوکور ستون ہیں۔ اس کے پہلو سنگ سرخ کے جبکہ اندرونی گن میں سفید سنگ مرمر کا فرش لگایا گیا ہے۔ دروازوں پر اور فن کے ارد گرد معین اور طرشتارنگوں میں خوب بنائی کے مختلف نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ مرکز میں ایک بہت بڑا عربی کتبہ ہے جو اجتماع کے لئے ایک کھلا جگہ فراہم کرتا ہے۔

بڑی عرابی و مندرجہ ذیل قطعہ آویزاں ہے:

در دن شہر جہان اکبر کہ از ملک و نظام آمد
شیخ الاسلام سہری آراستہ کرمناکعبہ احرام آمد
سلی اتہام ابن علی رجب علی المسجد احرام آمد

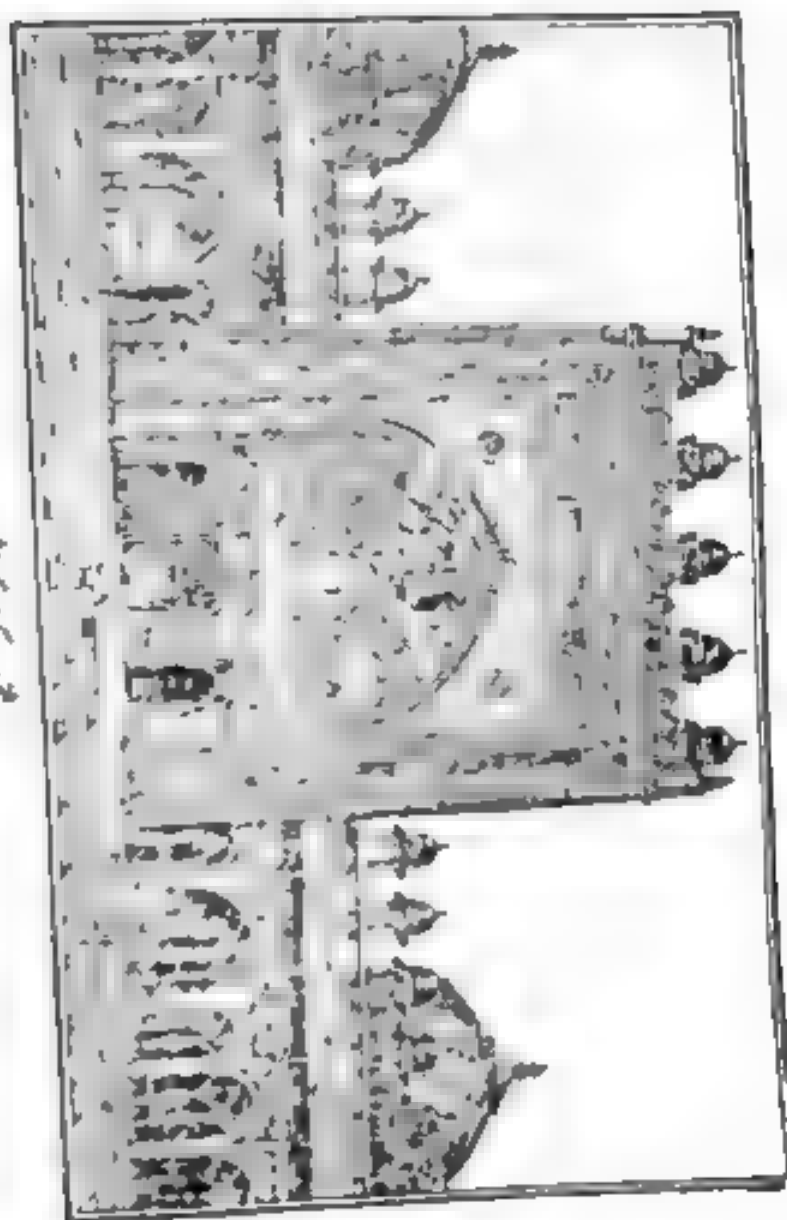
سنہ 989 ہجری

"مشتیہ عالم اکبر کے دور میں (کہ ملک کا نظام جن کے زیر ہے) شیخ الاسلام نے ایک مسجد آراستہ کی جو اپنی پاکیزگی کی بنا پر کعبہ کی طرح کے احرام کی مستحق ہے" اس مایہ ناز عمارت کی تحویل کا سلی لفظ "عالی مسجد الحرام" میں ملتا ہے۔

مندرجہ ذیل قطعہ 979ء تا 1571ء کو تعمیر کا سلی بنا ہے۔ اس مسجد کو شیخ سلیم نے خود اپنی زندگی میں تعمیر کرایا تھا۔ انہوں نے صرف چھ سال تک اس میں گزارا تو اس کے بعد بن کا انتقال ہو گیا۔

علای ابو الفضل نے اپنی کتاب "اکبر نامہ" میں شیخ پور پوری کی جامع مسجد میں اکبر کے متعلقہ کردہ یہی اجلاسوں کے بارے میں ایک عمل بیان درج کیا ہے۔ دور حکومت کے 24 ویں برس یا 987ء (1579ء) میں سرعام اعلان کر دیا گیا کہ بادشاہ سلامت کی فیضیت میں حکومت اور احتیاد کی تو قیام مع ہو گئی ہیں۔ ملاؤں نے اس دستور پر دخل نہ کر سکتے تھے جسکی رو سے ہندو و نام ملاؤں کی پادشاهی کو تسلیم کیا گیا تھا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام امیر المومنین ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ایک انتہائی مہذب و انتہائی دور اندیش اور انتہائی خدا ترس بادشاہ ہیں۔ اور یہ کہ وہ تمام مذہبی معاملات جن کے حلقہ مجتہدین کی آراء میں اختلاف پایا جائے تو اس

۱۰۰۰ ی ۱۰۰۰ ی ۱۰۰۰ ی



صورت میں بادشاہ سلامت کے حکم کا اطلاق پوری قوم پر ہو گا۔ اس دستور پر مضمون الملک مولانا عبداللہ سلطانپوری شیخ الاسلام شیخ عبدالنبی 'صدر الصدور حکیم الملک عازدی خان بدخشی' ملتان کے کاغذی القضاۃ کاغذی جلال الدین 'سلطنت کے ملحق صدر جلی' اپنے دور کے اختیاری لبرک معتمد شیخ بہارک لور دیگر اشخاص نے دیکھا کر کے سرگادی۔

مشہور دستور، مذہب اسلام کی مکمل ابتدائی تاریخ میں یہ دستور اختیاری رالی نوعیت کی ہے۔ طوفی قسمی سے بدامنی نے اس کی ایک مکمل نقل محفوظ کر لی۔ صدر جلی میں نقل اس کی تصنیف سے حرف بہ حرف حاصل کی گئی ہے۔

محضر، مضمون از شہید ابن مہدی و تہذیب ابن مہدی آنگہ چون ہندوستان بیت من لہ جان حیا من مہدست سلطان و تربیت جہان پل مرکز امن و امن و دایہ دہل و احسان شدہ طوایف اہم از خواص و عوام خصوصاً طوائف عرق شہاد و لطائف و قافق آثار کہ ہدایاں ہدیہ ہمت و سلطان سالک لور و اعلم و رجعت انداز عرب و نجم و بدین دور فہم و طعن اختیار نمودند مضمون طوائف محول کہ جامع فروع و اصول و حاوی معقول و معقول اندوہین و دیانت و حیانت انصاف و اہد و بعد از تدبیر و لای و تامل کافی در غر میں معالی تہذیب کریم ایمان و بعد از مہل و اولی الامر سنگم و اعلیٰ صبح عن احب الناس الی اللہ یوم القیامت امام طوائف - طبع الامیر قند اطاعتی و من محض الامیر قند عفا فی و غیر ذالک من الشواہد العتید و لہ لایل انتہیت قرار و لہ حکم نمودند کہ مرتبہ سلطان عادل عند اللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است و حضرت سلطان الاسلام کف از امام امیر المومنین علی اللہ علی العالمین ابو الطلیح جلال الدین محمد کبر بادشاہ عازدی غلہ قند فلک اہل و احمل و علم قند اندوہین اگر در مساعی دین کہ میں ابجدین مختلف ہیست بدین ماقب و فکر صاحب خود یک جانب را از اختلاف مجتہد قسیمی کی آدم و مصلحت انتظام عالم اختیار نمودہ بان جانب حکم فرماہد متعلق علیہ میشود و اجازت کن بر عوام برآید کاف و علایا لازم و سنگم است و امتیاز اگر بموجب والی مہلانی خود حکمی را از احکام قرار دہند کہ مختلف می باشد و جب ترویج عالمین بودہ باشد عمل بر بن نمودن برصہ کس لازم و سنگم است و مخالفت کن بموجب حد لزولی و حصر کن دینی و دنیوی است و این مضمون صدق دوزر مست اللہ و الحمد للہ اہل و احمل حقوق الاسلام مہل طوائف دین و تقضای مہدین تحریر یافت و لک (الک فی شہر رب سہ سب و شامین تہذیب ۹۵۶۱)

ترجمہ۔ اس دستور کے لکھے کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کو تمام نکلت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور یہ بادشاہ سلامت کے مہل کی برکت سے اور ان کے متعلق کردہ اصولوں کے

اور بچے لب صلاحی اور امن کا مرکز اور محل و محل کی سر زمین میں چکا ہے اس لئے لوگوں کے
 ہجوم فراموش و عوام خصوصاً یہ صاحب عقول ملکہ کرام اور قصاصہ دانشمند (جو تہمت کے راستے
 کی راہنمائی کرتے ہیں اور چٹائی کے راستے کے ہادی ہیں) عرب اور عجم کے ملک سے ہجرت کر
 کے اس ملک میں مثل مکمل کر آئے ہیں اور انہوں نے اسے اپنا وطن ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ قانون
 کی حدود شاہوں اور محل و اہلک کے اصولوں میں ماہر اور عقل و تصدیق کی بنیادوں پر استوار
 لہجہات میں بالکل پیچہ پیچہ حلانہ کرام جو اپنے حقوقی و دائرہ قری اور پرہیز گاری کے لئے
 مشہور ہیں نے پہلے قرآن پاک کی (سورۃ ۵۲) کے کمرے سق پر جوڑ کرنے کے بعد کہ "مستند اور
 اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں صاحب اختیار ہوں اور دوسرے لون اطاعت ہے (۱)
 "یعنی" اہم عامل مدد قیامت کو اللہ کا پسندیدہ شخص ہو گا (۲) "جو کوئی امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ
 میری اطاعت کرتا ہے اور جو کوئی اس کے خلاف بہکت کرتا ہے وہ میرے خلاف بہکت کرتا
 ہے" اور تیسرے یہ کہ دیانت و سیادت پر مبنی حدود ثبوت اس ہمت پر مبنی ہیں کہ اللہ کے
 نزدیک سلطان عادل کا رتبہ امتد کے مرتبہ سے ادا ہے۔ چنانچہ بادشاہ اسلام "کف لایم امیر
 المومنین" محل اللہ علی اللہ میں بوالفتح جلیل القدرین عمر اکبر بادشاہ عتدی (اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم
 رکھے) اختلال میں "اختلالی عامل" اختلالی عالم داخل اور اختلالی خدا ترس حکمران ہیں اس لئے ان
 کے ہارے میں یہ سلطان کیا جاتا ہے کہ اگر مستقبل میں کوئی ایسا ہی مسئلہ پیدا ہو جائے جس
 کے حلقہ مجتہدین کی تزلزل میں اختلاف پیدا جائے اور بادشاہ سلامت اپنی قسم و قرارت اور محل و
 اہلک سے قوم کی بھڑکی کے لئے اسے اختیار کرنے پر رضامندی کا اظہار کریں اور سیاسی
 مصیبت کے وقت اس مسئلہ پر کسی بھی اختلافی رائے کے ہارے میں کوئی حکم صادر فرمائیں تو
 بذریعہ ہدایہ اس پر مبنی ہیں کہ یہ ہم سب کے لئے اور ہادی قوم کے لئے لازم و ضروری ہو گا۔
 مزہ یہ کہ ہم اہلک میں اختلاف کرتے ہیں اگر بادشاہ سلامت اپنی قسم و قرارت سے کوئی ناکام صادر
 فرمائیں "جو قرآن کے معنی" جو اور عوام اہلک کے قاعدہ میں جو تو ہادی قوم کے لئے اس کی
 اطاعت لازم و ضروری ہو گی اور اس کی مخالفت اس دنیا میں ایمان و دین اور جان و مال کے نقصان
 اور آئے واسے جہنم میں نصیب کا باعث ہو گی۔

اس دستور کو اختلالی دائرہ قری سے خدا کی چٹائی اور تبلیغ اسلام کی خاطر تحریر کیا گیا ہے اور
 ہم یعنی ملانے دین اور قصاصہ کرام سے رجب ۹۸۶ ہجری (۱۵۷۹ء) میں اس پر وحلہ کئے ہیں۔
 مذکورہ ہدایہ دستور کا مسودہ شیخ مبارک کی تحریر میں تھا۔ وہوں نے اپنی مرضی کے خلاف
 اس پر وحلہ کیا مگر شیخ نے اس کے آخر میں مندرجہ ذیل فقرہ شامل کر لیا۔

و این امر است کہ من بچن دل خولن نو از سہا بد عشر من بودم۔

ترجمہ :- یہ وہ معاملہ ہے جس کی میں دل کی گرائیوں سے خواہش رکھتا تھا اور کی سالوں سے اس کا بے چینی سے منتظر تھا۔

اس وقت سے بادشاہ کو نام یا اسیر وقت کی قسم و فراست کی تلافی بلاستی حاصل ہو گئی اور وہ مکمل قانون بن گیا۔ بادشاہ نے یہ سن رکھا تھا کہ وقت کے نام اور خلق کے اسلام جمع کی لہار میں بذات خود غلبہ پڑھا کرتے تھے اور بعد کے اودار میں صاحبِ قرون، امیرِ تہور اور گورگن کے مرزا، الٰہ بیگ نے اسی طرح ان کی تقلید کی، چنانچہ ابو الفضل کے مطابق "اس نے اسے مسد کی بستری کے لئے اس بھاری بھر کم اور مقدس فریضہ کی آمد داری اچھے کانپٹ کر لیا، مگر براہِ دراپولی کے مطابق وہ حرمِ الناس میں وقت کے بھتہ کی حیثیت سے آیا۔"

چنانچہ "تکم بملوی اللہ ۹۸۷ھ بروز جمعہ المبارک فتح پور تیکری میں جامع مسجد کے منبر پر بیٹھ کر اس نے متعدد درجہ ذیل غلبہ پڑھا جو شیخ ابو الفیض فیضی نے اس کی مرضی کے مطابق لکھا تھا۔

ہام	آنگہ	برا	خسروی	دلو
دل	دلا	و	ہندی	قوی
بھل	و	دلو	برا	رضینا
بجو	ہل	لا	خیر	لجھان
یو	و	معل	دھ	فہم
تعل	شانہ	لند		اکبر

ترجمہ :- "میرے مالک نے مجھے بادشاہت عطا کی اور مجھے دلا، قوی اور ہلارہ دلا، اس نے ہل اور ایمان کے راستے میں میری رہنمائی کی اور میرے قلب کو ہل اور سج سے لہیز کر دیا۔" کسی انسان کی قسم فراست اس کی صفت کا اظہار نہیں کر سکتی، لہٰذا اکبرؑ اس نے قرآن پاک کی آیات کا حوالہ دیا اور خدا کی شفقت اور فضل و کرم کا شکر ادا کیا۔ تب فاتح پڑھنے کے بعد وہ منبر سے اچھے اتر آیا اور مسجد کے امام حنفیہ محمد امین کے پیچھے پڑھا کرتا اور اکی۔

اس دور میں حلیٰ ابراہیم سرحدی نے بادشاہ کے سامنے عجیب و غریب طرزِ تحریر کا ایک اختلاقی قدیم کرم خوردہ مسودہ پیش کیا جس کے بارے میں کہا گیا کہ اسے شیخ شیر علی نے تحریر کیا

تھا اس میں یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ صاحبِ زلف کی حدود بڑھیں گیں اور اس نے واٹھی مندرجہ ذیل ہو گی۔ کتب میں جن خصوصیات کا ذکر کیا گیا تھا وہ سب اکبر کے روزِ مہمِ مہولات کے مطابق تھیں۔ دیگر شہزادوں کے دربار میں یہ جہت کیا گیا کہ ۹۹۰ میں ایک ایسا شخص نمودار ہو گا جو اسام کے ۶۲ فرقوں کے درمیان تمام اختلافات کو ختم کر دے گا شیراز کے خواجہ مولانا نے ایک قدم کچھ پیش کیا جس میں اس روایت کا ذکر کیا گیا تھا کہ امامِ صدیقی کا عبور فوراً ہو جائے گا۔

ابوالفضل نے اکبر باد (۹۷۱) میں فتح پور سیکری کی جامع مسجد میں مصنف ایک مذہبی اجلاس کا دلچسپ حال بیان کیا ہے۔ اس وقت وہ خود بادشاہ سے حدود ہوا تھا، (۱۵۷۴ء) وہ لکھتا ہے۔
 ”ان دنوں اس کتب کے مصنف (امام الفضل) کو بادشاہ سلامت کے ساتھ پہلی مرتبہ ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا یعنی ملنے کے آثار میں دارالکافہ اگرچہ میں فتنہ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے مجھے بہترین موقع میسر تھا۔ تاہم کچھ غور و فکر کے باعث اور کچھ اس لئے کہ میرے والد مجھے رخصت کی اجازت نہیں دینا چاہتے تھے، میں شفیق طاہر کا سفر کرنے سے باز رہا۔ معاملات اسی طرح چلے رہے تھے، حتیٰ کہ اپنے بھائیوں کی طرف سے مجھے ایک خط موصول ہوا جس میں مجھے مطلع کیا گیا کہ بادشاہ سلامت مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مناسب دماغیت نہ ہونے کے باعث مجھے یہ کچھ نہیں ”روی قی“ کہ میں بادشاہ کے سامنے غلط ہاتھ کیسے ملاؤں گا۔ آخر کار میں نے کوئی اپنی تعینیت پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ میرے جیسے آدمی کی حالت کے مطابق اس سے بہتر نہ رہے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے قرآن پاک کی سورۃ فاتحہ کی تفسیر نکلی ”جب شفیق پڑھا جہیر پہنچا تو مجھے اپنے بڑے بھائی کی طرف سے ایک اور خط موصول ہوا اس میں مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے بادشاہ کی خواہش کو درپاز کیا تھا اب چونکہ میری اپنی تعینیت مکمل ہو چکی تھی اس لئے میں نے شفیق پڑھا میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ یوں جب پڑھا فتح پور سیکری پہنچا تو میں اپنے والد کی اجازت حاصل کر کے اس جگہ پہنچ گیا۔ جب میں مسجد (دارالکافہ) پہنچا تو یہ محسوس کیا کہ وہاں پر کوئی ایسا دوست نہیں ہے جس کے توسط سے میں بادشاہ سلامت سے حدود ہو سکوں۔ میری خود پسندی نے ایک بار پھر مجھے اس بات سے روک دیا کہ کسی کو یہ کہوں کہ وہ مجھے بادشاہ سے حدود کراوے، حتیٰ کہ میرے بڑے بھائی (امام) سے دشمنی اور عداوت ہو جائے۔ نے مجھ سے کہا کہ میں اس مذہبی اجلاس میں شرکت کروں جسے بادشاہ کے حکم سے منع کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ”گلے دار“ میں نے جامع مسجد میں شرکت کی، جس کا شمار بادشاہ سلامت کی تفسیر کرنا

عظیم ترین عداوت میں ہو آج۔ لہذا یک ہوشہ سلامت شریف نے آئے انہوں نے کافی فاصلے سے بچے رکھے یا میں نے عظیم پیش کی۔ ہوشہ سلامت نے مجھے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا میں فوراً غل سنبلی کے پاس حاضر ہوا اور خزان حقیقت پیش کیا۔ ہوشہ سلامت نے مجھ سے شفقت آمیز الفاظ کے نور وہاں جمع شدہ لوگوں کے سامنے انتہائی خوشگوار انداز میں بات کی اور میری ایسی خصوصیات بیان کیں جن سے میں بھی واقف نہیں تھا۔

وہاں راجہ پنچ من مہم کی واسطہ مخلصان برہم قدری والی سرور

انہوں نے اس انداز میں وہاں موجود لوگوں کے سامنے میرے حالات بیان کر کے شہرہ کر دئے کہ میں بھی ان سے واقف نہیں تھا۔

ہوشہ سلامت جس شفقت و مہربانی کے ساتھ مجھ سے پیش آئے اس نے میرا دل جیت لیا۔ اس وقت سے ہوشہ کی محبت و لوازمات میں لٹکا ہو گیا اور روز بروز میں اپنے طویل القصد آکا اور شمشاد کے معیار پر پورا اترتا چلا گیا۔

تھانہ اسی دور میں ملہ کے ایک گروہ نے ہوشہ پر اللہ کا حرم لگایا۔ ابو الفضل نے اکبر شاہ میں (جلد ۱۳) اس حرم کی تردید کے لئے پورا ایک باب وقف کیا ہے اور یہ پورا کر لیا ہے کہ اکبر نے کبھی بھی خدا یا اس کے چہرے کو گروہی نہیں کیا۔ علاوہ اس نے حق تعالیٰ ہی سے اپنا نور حاصل کیا اور اس کے تمام محلات میں برہم راستہ لہر ہی نے اس کی رہائی کی۔

شیر خوار بچے کلہاڑو: مسجد کی پشت پر ایک چار دیواری ہے جو ایک شیر خوار بچے کے بھونے سے مزار پر مشتمل ہے۔ مدینت کے مطابق یہ شیخ سلیم کے چچا کے ایک بیٹے کا حمار ہے جس نے حرم کی طور پر اپنے بھل احرم والدہ سے بات کر کے ہوشہ کے بیٹے کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ کچھ تک اس کے بچے سمیت کے فیصلہ کے مطابق شیر خوار کی میں فوت ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ کسی نے ان کی بجائے اپنے بچے کی جان کو پیش کر دیا۔ اس لحاظ سے بچے کے انتقال کے نو ماہ بعد شہزاد سلیم اس دنیا میں آیا۔ اسی جگہ پر اب میں ایک عمارت کی طرف کھلنے والا ایک دروازہ ملے گا۔ ہوشہ کی اس جگہ توبہ سے محل کا بزرگ کا اصل مکان تھی۔ یہ جگہ اس مقام کی نشان دہی بھی کرتی ہے۔ میں وہ اپنے شاگردوں کو چھوٹا کرتے تھے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں اس صوبہ بزرگ نے شاہی جوڑے کو اپنی کنیا کے قریب رہائش پذیر ہونے پر راضی کیا تھا اور وہیں ہر شہزاد سلیم کی پیدائش ہوئی تھی۔

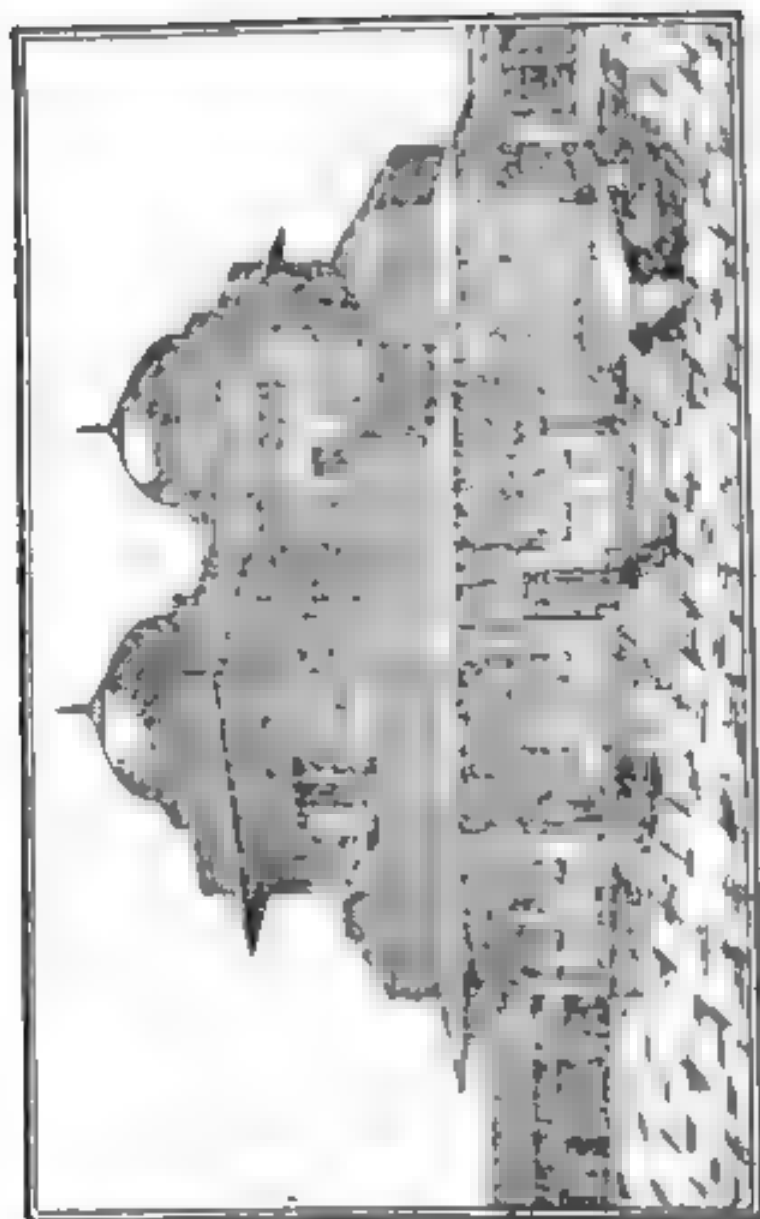
ابو الفضل اور فیضی کے محلات، درگاہ کے محل میں ابو الفضل اور اس کے بہن بیٹی

کے حالات ہیں دونوں تقریباً یکساں ہیں۔ شقی ویدایوں کے مسکن خاقان اور زنگہ کو انگریزی کہہ
ہائے عدالت کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ عالم خاقان بھٹی دیگر عدالت کو دین ان خاقان
کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

ہیرل کا محل، ہوا قتل کے محل کے محل میں اکبر کے ایک پندہہ حاجی ہیرل (93) کا
محل ہے جس کی مدد سبھی اور دانشمندی سے بادشاہ مملوک ہوا کرتا تھا۔ یہ دو منزل عدالت
انتہائی خوبصورت ہے جس کو اندر طور پر انتہائی پارک اور پائیک کنگد لاری سے مزین کیا گیا ہے
اور یہ ابھی تک مملوک حالت میں ہے۔ دیریں محل چار کمروں پر مشتمل ہے جس میں 13 مربع
فٹ کا ہے جس کی چھت چمکی سلوں کی ہے اور اس کی لمبائی 15 فٹ اور چوڑائی بھی اسی قدر
ہے۔ چھتیں باہر کو علی ہوئی لکھنوں پر لگی ہوئی ہیں جن میں بلند و بالا خرمیوں نے سہارا دے رکھا
ہے۔ بالکل محل کے کمرے بھی دیریں محلوں کے کمروں کی عمارت کے برابر ہیں اور ان کے
ادھر گرد عایشان گنبد ہیں۔ ستر کسے جو قریب کے محلوں میں بھی بھی لپاس نہیں رہے اس
عدالت کے حلقہ کیسے ہیں "سوائے ستر لاری کی ہار کی کے کوئی چھ مہل کے محلوں میں سے
بہت نہیں سکتی" یہ محلوں ہوتا ہے جیسے درجیکل یادگار پر حاجی دانت کے کسی چینی کاریگر نے
نہم کیا ہو۔ پوری مملوک چمکی ہے کسی بھی حصہ میں لکھنوں کی کوئی چمکی تک استعمال نہیں کی
گئی اس کی سب سے زیادہ خوبصورتی اس بہت میں صخر ہے کہ عمارت میں چھوٹی ہونے کے
باوجود یہ انتہائی دلچسپ اور جالب نظر ہے۔ درحقیقت اسی طرح کے سادہ سادوں کے ساتھ اسی
جگہ پر اور اتنی ہی پائیک میں اس سے بہتر کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ "دکن پر گو اس محل کے بارے
میں لکھتا ہے "ہر مقام پر یکساں طور پر نہیں اور حیرت انگیز شان و شوکت ہے اگر یہ انتہائی عمارت
معاصل نہیں تو یہ عمارت کا ایک درجیکل ذیہ صواب ہے۔"

ہیرل کے محل کو اکبر کے دور حکومت کے 27 ویں برس میں مکمل کیا گیا۔ جب عدالت
مکمل ہو گئی تو بادشاہ نے ہیرل کی درخواست پر اسے اپنی آمد سے عزت بخشی۔ ہوا قتل اکبر
بلد میں اس واقعہ کو بیان کرتا ہے "میں دوں راجہ ہیرل کا مکان بادشاہ کے قدموں کے نور سے
روش ہو گیا راجہ کو بادشاہ سلامت کا پندہہ حاجی ہونے کا اعزاز حاصل تھا 1521 انہوں نے
اس کے لئے بیگموں تک سدا کا ایک کھنڈا محل تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ عدالت مکمل ہو
گئی تو اس نے بادشاہ سے دور کمرے کی درخواست کی کہ اس سے اس کا راجہ بہت جالے گا۔ 7-
بھمن کو بادشاہ نے اپنی تحریف تواری سے اس محل کو عزت بخشی اور راجہ پر بادشاہ کی نوازشات
کی بادش ہو گئی۔"

محل کا کل



ہندو ملکہ کا محل : مذکورہ بالا عمارت کے جنوب مشرق جانب ایک محل ہے جس کو کھلی سے
 کچھ حضرات جودہ ہائی سے منسوب کرتے ہیں یہ جو جائگہ کی ولہ نہیں بلکہ اس کی پوری حتی
 اور اس کے محل کا ذکر قطع کے بیٹا میں کیا گیا ہے۔ درمیان میں واقع ہونے کے باعث کسے
 یہ اندازہ لگانا ہے کہ یہ دن گلیں یا اکبر کی بادشاہت عظیم رقبہ سلطان عظیم کا محل تھا جو بادشاہ کے چچا
 مرزا بدولت کی بیٹی تھی۔ مگر اس عمارت کی ہندو طرز تعمیر سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ اکبر کی
 ہندو بیوی کی رہائش گاہ تھی جو راجہ بدولت کی بیٹی اور مرہم رمل کے ہم سے مشہور تھی۔
 دراصل وہاں پر ہندو دیوتاؤں اور دیویوں کی شیشیں کھد ہیں یہی دیوتاؤں کے پر دلوا دیوتا "ا" قسمت
 اور خوشحالی کی دیوی کھلی اور ہاتھی کے سردارے محبت کی تصویر جسے انتظامی محلات پر اختیار
 حاصل ہے۔ اس محل سے دربارت ہونے والے چند گھرے ایک ہندو مندر کے معلوم ہوتے
 ہیں۔ اس کے کمرے نعلت وسیع اور کشادہ ہیں جو مغرب سے مشرق کی جانب تقریباً ایک قطار
 کی شکل میں ہیں انہیں بادشاہ کی تخت بیوی و عورت بادشاہ کے خصوصی کمروں کے طور پر بنایا گیا تھا
 دستی کندہ کاری سے مزین ایک بلند دیوار دو دروازے سے داخل ہونے پر ہم 57 X 177 فٹ کے ایک
 چوتھویں کھلے برآمدہ پر آتے ہیں جس کا فرش سوں کا ہے اور اس کے اوپر گردش اور جنوب
 میں دو اور عین حوالہ کمروں کے ساتھ ستونوں کی قطار سے مزین برآمدہ ہے جن کی چھتیں
 اعلیٰ محلوں کی ہیں اور اس پر بلا درغن چڑھایا گیا ہے۔ اس کے قریب ایک اور محن میں پانی کا
 ایک شہادر حوض ہے اس کو چار بلند راستے قطع کرتے ہیں اور درمیان میں مل جاتے ہیں۔ یہ
 شہادر بادشاہ اور شہنشاہ گھرانے کی خواتین کے لئے ایک تفریح گاہ تھی۔

اس حصہ میں ہندو ملکہ کے محل کے علاوہ انتہائی عظیم کا محل اور مشرقی منزل تمام عمارتوں
 سے دیاں شاندار ہیں۔ فرنگستان ان کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس طرف سے دیکھا جاتا ہے کہ اس
 اکبر کی تمام عمارتوں میں سے دیوانہ شاندار "سلطنت خوبصورت اور انتہائی مخصوص عین چھوٹے
 شہنشاہ ہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی تین بیٹی سلطنتوں کا اس جلائے اور ان کے قیام کے
 لئے تعمیر کیا گیا تھا یہ شہنشاہ چھوٹے ہیں مگر یہ دلیل کرنا ناممکن ہے کہ کوئی اور عمارت بھی
 نقش میں اس قدر دلکش ہو سکتی ہے یا کسی عمارت میں جیسے کسی دیوانی کو شش اور بدولت کے
 کندہ کاری اور دیوانوں کا کام اس حد تک ہو سکتا ہے۔"

شاہی اصطبل : ایک چوکش محن کے اوپر گرد ہندو ملکہ کے محل کے شمال مغرب میں
 گھوڑوں یا انہیں اور لونٹوں کے رکھنے کی خاطر اصطبل بنائے گئے ہیں۔ دیگر عمارت کی طرف
 انہیں بھی تنگ سرنگ سے بنایا گیا ہے اور یہ محن طرز تعمیر کے حامل ہیں۔ چھری کھریاں اور پتھر

ہی کے بنے بنے کڑے ہیں جس کے ساتھ گھوڑوں کو پڑھا جاتا تھا انہیں اس جگہ لب بھی دیکھا جاسکتا ہے اور یہ خمس مشابہ کے لئے دکھائی داسکتا ہیں۔ اسطبلوں سے ذرا اہٹ کر پلٹے اینٹوں کا طوطا ہے یہ خاص طور پر بدشاہ کے ہندوہہ داجی کے لئے مخصوص کیا گیا تھا جو اپنی اپنی اقصیوں میں غیر معمولی جرأت اور کچھ بوجھ کے لحاظ سے فقیرانہ شکل تھا۔

ہریان چٹارہ: ان میں سے بعض عادات کے گروہ میں ایک چھوٹا بھی ہے جو نقل و صورت اور نقشہ کے لحاظ سے انوکھا ہے اس میں نقل کا یہ چتر 90 فٹ بلند ہے (اسوائے چوٹی کے جس پر ایک گنبد ہے) چوٹی سے بنیاد تک اس پر پوری جرأت کے عکس نقل داجی دانت ٹھوس ستون کے پلوڑوں سے کھنٹیوں کی طرح باہر نکلے ہوئے ہیں اور ایک رول اور ایلیا نکلاہ چڑھ کر تے ہیں۔ غالباً اکبر نے اس کو اپنے ہندوہہ داجی کی قبر پر قبیر کر لیا تھا۔ اس کو اس وجہ سے بھی ہریان چٹارہ کہا جاتا ہے کہ اکبر اس کی چوٹی پر سے شکار سے لطف اٹھوا کر لیا تھا شکار کے تمام حصوں سے جنگی جانوروں کو یہیں پر ایک علاقہ میں لایا جاتا اور وہ ان کا شکار کیا کرتا تھا۔ اکبر کے تذکرہ نگاروں ابو الفضل اور نظام الدین احمد کی تصانیف میں شکار سے بدشاہ کے لکھ کا مکمل حال بیان کیا گیا ہے۔ وہ ایک باہر نکلتے باز تھا جس ضمن میں شیر اور رچھ کے شکار کے بارے میں اس کی بھرتی کی بہت قریف کی گئی ہے۔ سترکس کے خیال کے مطابق "فتح پوری سیکری میں سرکاری کام کے ہڈے کے تحت ہم بدشاہ کو عہد لباس اور جوتوں میں دیکھتے ہیں۔"

متبادل عام نام: ہریان چٹارہ اس حقیقت سے بھی طوطا ہوتا ہے کہ آج تک اس کے مضاملات میں ہریان بکرت پائے جاتے ہیں جن کے قہوں کو غیر زمین پر بھرتے یا ندی تلوں میں لینے یا سرسبز شاداب چراگاہوں میں چرتے دیکھا جاسکتا ہے۔ یقیناً یہ انہیں ہریانوں کی نسل سے ہیں جس کا اکبر شکار کیا کرتا تھا۔

داجی چوٹی: پہاڑی سے دریا چھ مشورہ نند داجی ہل دوواتا ہے۔ یہ ایک ٹھوس اور عالی شان عمارت ہے جس کے پلوڑوں میں 20 عین شکل کے پتھر ہیں۔ عرباب زمین سے 20 فٹ بلند ہے اس کی دونوں جانب ایک بلند دیوار پائے ستون پر پوری جرأت کے دیو پیکر داجی کا بھر ہے۔ دونوں کی سڑکیں انہیں میں چلی جاتی ہیں جیسے لڑتے ہوئے دوواتے پر آگئے ہوں۔ متعجب اور تک لب نے قصہ بدشاہ کے تحت ان تلوں کے سرسبز کر اپنے با دو سرے لٹکوں میں دوواتے کی نصب و نسبت کو چھ کر دیا۔ ایک مشرقی شیشی عمل کے دوواتے کے لئے



اس سے زیادہ شکار آرائشی نظم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

سنگیہ یمن تاجہ اچھی ہل اردان کے قرب و جوار میں ایک عظیم الشان پتہ ہے، جسے سبجہ ہرج کہا جاتا ہے۔ فیصل کی باتوں کو مرست کرانے کا کام انہوں نے بہت جلد سے ہی شروع کر لیا تھا، مگر بعد میں صوفی بزرگ حضرت سلیم چشتی کی طرف سے حج پرہیز کو شکی رہائش گاہ بنانے کے منصوبہ کی منظوری نہ ملنے پر اس نے اس نظم کو روک دیا۔

کاروان سرانے، اچھی ہل اور سبجہ ہرج کے درمیان ایک وسیع و عریض کاروان سرائے ہے، جسی سلطنت کے دور دراز علاقوں اور ممالکین اور ایشیا کے دیگر ممالک سے آنے والے تاجر قیام کرتے اور اپنی اشیاء کو فروخت کیا کرتے تھے۔ یہاں چمکی خوبصورت چیلوں سے مزین ایک طرف برآمدہ ہے، جسے حرم کی خواتین عموماً کے عطف کھوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کے لئے ایک راستے کے طور پر استعمال کیا کرتی تھیں۔ یہاں پر حرم سرا کی خواتین کے لئے کھینچا کھڑی سے مزین دیشی ملبوسات، مٹل، شلٹس اور دیگر پارچہ جلت پر مشتمل چھتری اشیاء کے ذخیرے فروخت کیلئے رکھے جاتے تھے، انکے علاوہ یہاں پر خیروں کی دکانوں کی کھدھی بھی کی جاتی ہے، جس میں سونے اور چاندی کے زیورات اور جواہرات کی نمائش کی جاتی تھی، جن سے شکی ملبوسات اور جہیزوں کو آراستہ کیا جاتا تھا۔ تمام یہ سب بے بی بی کے نیچے دفن ہو چکے ہیں اور یہاں اب صرف ان کے کھتات ہی کو دیکھا جاسکتا ہے، صرف اس بات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کس جگہ استی تھے اور انہیں کس مقصد کے تحت قیام کیا گیا تھا۔

ان دیوان عمارت اور محلات کے سکوت سے تو وہ اور کئی چیزوں کی حامل نہیں ہے جو کبھی زندگی سے بھرپور اور طم و فضل کا گواہ ہونے کے علاوہ ہر عطف و دہار پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔

آپ رسائی: مطلب کی جانب پٹن کے بعد حصوں کے لئے اور جامع مسجد کے دروازہ کے نیچے آپ رسائی کا ایک وسیعہ حکم ہے، جس کے ذریعہ روہت کی حد سے پٹی کو لوہا اٹھا کر لایا جاتا ہے اور اسے نگاہوں کے ایک سلسلہ میں اچھا کر لیا جاتا ہے اور اس کے بعد پٹاڑوں پر بنی ہوئی رہائش گاہوں کے عطف حصوں تک چیلوں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حوض: ان کے درمیان مستطیل شکل کا ایک کھلی حوض ہے، جسے پتہ لائنوں سے قیام کیا گیا ہے اس میں سے لٹکا پانی ایک چور دروازے کے ذریعہ گرہ پٹی میں اکٹھا جاتا ہے۔ چوٹی سے دیوار کی بلندی تقریباً 100 فٹ ہے، چند کھڑی اور لوہوں کے سیاح کی تفریح کی

خاطر تھوڑی سی بخشش کے لئے ہر وقت لوہ سے چھٹاک لگانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ تھوڑی سی بخشش لوہ کے لئے بہت نصیبت رکھتی ہے۔

ہدایہ میں نے شیخ پور نیکل میں "لوپ ٹھکانہ" کا ذکر کیا ہے جس میں بادشاہ مذہبی معاملات پر اجلاس منعقد کرنے کے لئے سلطنت کے مطلق کرام اور قانون دانوں کو مدعو کیا کرتا تھا۔ ایک رات اس نے کاظمی بیگم، شیخ ابو الفضل، علی ابراہیم اور چند دیگر حضرات کو مدعو کیا جس وقت سولہ (معارضی لکڑ) پر روضہ مستحکم بحث مباحث ہو رہی تھی اس وقت پر دور دراز آیا کہ امام مالکؒ اور اہل تشیع حضرات کے مسلک کے مطابق سولہ کی شادی جائز ہے مگر امام شافعیؒ اور حنبلیہ مسلک کے مطابق یہ جائز ہے۔ امام ابو القاسم نے اس بارے میں اپنی رائے پیش کی کہ اگر بائبل فرمے گا تو سولہ کو جائز قرار دیتا ہے تو شیعوں اور حنبلیوں کے حشر کہ اعتقاد کے مطابق اسے جائز ہونا چاہئے۔ بادشاہ اس رائے سے بہت خوش ہوا۔

پتلی: عربی ولادت کے سلسلہ کے درمیان حضرت سلیم چشتیؒ کی درگاہ سے یکے فالصہ پر پختہ انڈوں سے تعمیر کردہ ایک بہت بڑے کتاب پر مشتمل ایک پتلی ہے۔ کتاب کا پانی لب متعفن ہو چکا ہے۔ اس کے دو گرد بنے ہوئے برآمدے اسی کی طرف کھلتے ہیں۔ ایک طویل بیڑھی کے ایسے کتاب کی طرف جاتے ہیں۔ نیز اس جگہ کو یکے اس طرح تعمیر کیا گیا ہے کہ مکمل طور پر بیڑھی کے لئے روضہ کی طرف کے دروازے کو مناسب طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ یہ حرم شہی کی خواتین کے لئے حلال کرنے کی جگہ تھی۔

قدیم جھیل، ہمازیوں کے غل میں سطل بادشاہوں کے دور میں ایک بہت بڑی جھیل ہوا کرتی تھی اس کے ایک طرف ایک بہت بڑا چھتہ اور دوسری جانب ہمازیوں کا سلسلہ تھا۔ یہ پانی کی ایک بہت بڑی چھتہ، مشعل تھی جس کی سبھی چھ سہل اور چھ ڈبیل وہ میل تھی۔ اکبر کے دور میں یہ اس جگہ کے باشندوں کو پانی فراہم کرتی اور مضافاتی کھیتوں اور باغات کو سیراب کرتی تھی۔

ابو الفضل (اکبر نامہ جلد 3) میں ہمیں مطلع کرتا ہے کہ اس جھیل کے کناروں پر شہرندوں اور سلطنت کے اہرام کے محل اور دربار تھیں۔ موسم گرما میں یہ تفریح گاہ کا کام دیتی تھی جس پر مختلف اقسام کی تفریحات منعقد ہوتی تھیں۔ لوہ تفریحات اور رنگ ریلوں میں بادشاہ بھی شامل ہو جاتا اور دھرم شریعہ اور گیتنا (آتش) کھیل کرتے تھے۔ در حکومت کے 27 ویں برس میں (1582ء) اس کا کچھ نوٹ کیا اور جھیل کا پانی لوہ بننے کا کام سے پرستے ہوئے مہلات پر

گئے نور بہت زیادہ ملی تھیں ہوا مگر جلی تھیں نہیں ہوا تھا پوشہ بھی یہی مشکل سے تھا اس لئے پوشہ کی صلاحی کے لئے نہ اکاشر لدا کرنے کی خاطر نذرانے پیش کئے گئے۔ امراء نے بھی اس مسئلہ میں پوشہ کی تنقید کی۔ شعل ملٹی صوبہ جلت کے یٹینٹ گورنر عزت مآب حیدر قاسم کے دور حکومت میں پانی کو نکل دیا گیا۔ زمین اٹھلی پید لاری ہو گئی ہے جس راجہ سے زرعی اجناس کی کاشت اٹھلی کھائی سے کی جاتی ہے۔ راجہ پور کے مملکت میں سر اسراج کو دستہ دے پڑا جاتا ہے۔ یہی کی زمین خاص طور پر اس کی کاشت کے لئے سولوں ہے۔

چتر کا کاروبار، راجہ پور کی لائیں اگر اور شعل ملٹی صوبہ جلت میں عدالت کی جھڑ کے سنے سلیں، سنگین ستروں اور جھڑوں کے لئے چرسیا کر لی ہیں، جب تک چنے کے لئے پکیوں کا سبب وسیع کردیا گیا جاتا ہے، جو کھیت اٹھلی کی اشیاء ہیں اور ان کی خدمت مانگ ہے۔

اکبر کے دور میں دستکاری، اکبر کے دور میں اگر اور لارہ کی طرح راجہ پور میں بھی اسی پانے کا ایک شعل کارخانہ تھا۔ آئیں اکبری کے مطابق، دقربب نمونوں کے قلعین اور دقش پانہ جلت میں تیار کئے جاتے تھے۔ ہر طرح کے قلعین پانہ میں آلود ہو گئے اور انہوں نے شہکار نمونے تیار کئے۔ اس کارخانہ میں لوگوں کو دستکاری کے ایک ترقی پانہ نظام کی تعلیم دینے کے لئے ماہر ماسٹریں اور کارگر کارخانہ رکھے جاتے تھے، یہاں نہ صرف مکمل پانی اور ریشم کی کٹائی میں بہتری پیدا کی گئی بلکہ بہترین سلیں کے لئے ذوق و شوق بھی عام کیا گیا۔

یہ الفضل سنگ سرخ کے کارخانہ کے حلقہ بہت کرتے ہوئے آئیں اکبری کے باب ۲۸ میں لکھا ہے، "اس کو پوشہ سلامت کی رہائش گاہ راجہ پور میں کی کی پانہروں سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور کسی بھی سبلی اور پیر ذلی دلی پانہروں سے کاا جاسکتا ہے۔ پوشہ کارگر کارخانہ پر کام کرنے والے کسی کاروبار کے مقابلہ میں اٹھلی مدت سے اسے ترائل کئے ہیں، لہذا ان کے شاہکار ملی (سامانوں کا عظیم تصور) کی تصور کتاب کی بصری کرتے ہیں۔"

شکار: جنگ جھیل کے کنارے سے دریا فاصلے پر اور انٹیم بری کے کنارے اور اس کے مملکت میں جنگی سوار بکرت پائے جاتے ہیں۔ اس ندی میں بہترین لنگے کی بہت بڑی چھلی پائی جاتی ہے جسے فروخت کے لئے آگ کی گھون میں لایا جاتا ہے، اس کے علاوہ مرقی 'آٹنی پرندے اور نیلے کبوتر بھی پانہروں میں ہیں جنہیں بہت سستی تو انہ غلط جھڑوں کی ایک نسل کے لوگ (جنہیں کھر کہا جاتا ہے) پانہروں کا کر پکڑتے ہیں، یہ لوزی گید اور شکاری جانوروں کے گوشت پر گزر کر کرتے ہیں اور پچھلیوں اور دیگر مینگنے والے جانور بھی کھا جاتے ہیں۔

خیر پورہ اور دھرم پورہ:

1503ء میں بادشاہ نے شہر کے باہر حیرات خانے تعمیر کرائے، مسلمانوں کے لئے بنائے گئے۔ حیرات خانوں کو خیر پورہ اور ہندوؤں کے حیرات خانوں کو دھرم پورہ کہا جاتا تھا۔ ان جنگوں کا انتظام امیر افضل کے کومیلوں کے سپرد تھا۔ ایک تیسرا حیرات خانہ بھی تعمیر کیا گیا، اسے بھی پورہ کا نام دے دیا گیا۔ ہندو مسکن کے مختلف حصوں سے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد اس حیرات خانہ میں آکر جمع ہو جاتی۔ بادشاہ رات کے وقت ان سے ملکہ ملاقات کرتا اور ان کی تکلیفیں جانچتا۔ ان کے مذہبی مسائل، ان کے بچے، مہلوں و دربارت کے اڑان کی صفحہ مشقوں اور معمولات، جسم سے حیرت ماحر ہونے کی حالت، یا کیا اور قیافہ شناسی اور علاج کے حاضر ہونے کی طاقت کے حصول و طاقت کرنا تھا۔

دم کشی: بادشاہ نے کیا گری کا فن حاصل کر لیا اور اپنے پیار کتا سونے کی ایک مقدار کی لٹائیں بھی کی۔ بہت کے لٹائیں، کھولیا کے پہلوؤں اور دیگر جگہوں اور دروازوں کی طویل انگری کا من کر (جو انتخاب کشی اور دم کشی کے عمل کے نتیجہ میں وہ سو برس سے زائد عرصہ تک زندہ رہتے تھے) اس نے ان دروازوں کی نقل کرتے ہوئے حرم میں بسر ہونے والے اپنے وقت کو محدود کر دیا، کھانا پینا کم کر دیا اور ایک جگہ کی حیثیت سے گوشت سے پرہیز کرنے لگا۔ مخصوص دلوں میں جانوروں کو ہلاک کرنے سے منع کر دیا گیا اور دن میں چار مرتبہ صبح اور شام دھرم پورہ تو می رات کے وقت سورج کی پوجا کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا۔

بادشاہ حلوئے انداز میں سورج کی طرف منہ کر کے ہر روز شکر ت لہان میں سورج کے ایک ہزار ایک نام دہرات اور اپنی پیشانی پر ہندوؤں کا خاک لگاتا تھا۔ اس نے اپنے مذہبی نظام کو "توحید الہی" کا نام دے دیا اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے چیلے بنائے۔ وہ ہر صبح سورج کی پرستش کرتا اور 1001 ناموں کا ورد کرنے کے بعد ایک بھوکے میں آ جاتا اور بھوکے کے مٹانے میں شہد ہزاروں لوگوں کو لپٹا اور شہن کرانا، اس کے سلیمانے بھوکہ ریز ہو جاتے تھے۔ وہ اس بات کا دعویٰ کرتے کہ انہوں نے منہ من رکھی ہے کہ جب تک بادشاہ سلامت کے مہارک چہرے کا ورثہ نہیں کر لیتے اپنے دانت صاف نہیں کریں گے اور یہی کچھ کھائیں چکیں گے۔ (94)

بادشاہ کی رہائش گاہ اور سلطنت ہند کے پانچ تخت کی حیثیت سے حج پر نیکی کی مشن و

شوکت اپنے بلی اکبر سے شروع ہوئی اور اس کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ ہو گیا یہ حالت
معرضی بہت ہوئی کیونکہ قہر ہونے کے بپاس بری کے اندر ہی کھڑی رہ گیا سب سے پہلے
اکبر نے اس پر قبضہ کیا اور وہی قہرات کے حملہ میں بھی آخری بہت ہو گیا کیونکہ اس کے بعد
ایک حالت بھی قہر نہیں کی گئی۔

در حقیقت جب لکھنے لکھنے کے لیے اور جانشین جمائے کے دور حکومت کے ابتدائی حصہ
میں اس کا دور کیا تو اس نے اسے تقریباً دو برس دیا۔ چنانچہ وہ اس جگہ کے بارے میں یوں کرتا
ہے — "سب کھڑے بن چکا تھا ایک دہریہ صحرائی ہندو دھن دھن تھارت کے وقت وہاں
سے گزرتا تھا ایک غلام تھا۔" جب حج پر اپنی شان و شوکت کے عروج پر پہنچ گیا تو صوفی
بزرگ سلیم چلی نے اسے اپنے رہنے کے لئے اتالی تکیف دیا۔ انہوں نے دور الہا ہونے
کے باعث اس مقام کو پسند کیا حالانکہ یہ بدوشہ کی توجہ حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کا
ایک اتالی چھوٹا تہہ شرعیہ کیا تھا۔ مصوف شرعی میں جل اور دیہات کی رنگ ریلیں اور
نمودارائش نے اس صوفی بزرگ کی مہارت و ریاضت میں مہارت شروع کر دی۔ آخر کار
بدوشہ نے اپنے مددگار پیشوا کے احسانات سے بے خبری میں پہاڑوں کا مضبوط فیصلہ کی قہر سے
املا کر شروع کر دیا۔ درویش لب اور زبان دیر تک اپنے آپ کو نہیں روک سکتے تھے۔ انہوں
نے اپنے سر پر بدوشہ سے کہا کہ انہوں نے میں مرتبہ کہ کر مر کاغ کیا ہے، مگر ان کا سکون بھی
بھی اس قدر درہم برہم نہیں ہوا۔ وہ انہوں نے بدوشہ سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا کہ بدوشہ
کو یا انہیں اس جگہ سے رخصت ہونا ہو گا بدوشہ نے جواب دیا "مگر یہ صورت دلائی عرضی
ہے کہ کسی کو یہاں سے ہٹا جانا چاہئے" تو میں ہٹا کر رہا ہوں کہ اپنے اس غلام کو جانے دیجئے۔"
اکبر آگ میں غفلت ہو گیا اور اس شر کو اس نے از سر نو قہر کر لیا۔ دیہات اور شر کے لوگوں کو
اگر میں آباد کر دیا گیا وہ اس وقت ایک دہریہ جگہ تھی۔ نیز حج پر سیکری اپنے شہر اور
دھن دھن حالت اپنی شہر اسلہ (جن کو مشرق میں سب سے پہلے کہا جاتا ہے) اپنے بے مثال
مقبہ بہت اپنی پر ظلم رہائش گاہوں اور اپنی دہریہ گلیوں کے ساتھ آج تک اپنے بلی کے جا
و بلی اور مدت کی ایک یادگار ہے اور ایک ایسی من مہلی طاعت کی شہرت رہا ہے جس نے
تمام لوہار میں بزرگی کے لئے شہرت پائی ہے۔ اصل فرعون کے فصیح و بلیغ قہار میں "مجموعی
طور پر دیکھا جائے تو حج پر سیکری کا یہ شر ایک عظیم الشان معلوم ہوتا ہے کسی بھی جگہ اس
نوعیت کے شہریت کو اسے اور لہجہ کے چنے ہی مل سکتے ہیں، نیز یہ ایک عظیم الشان کے
دھن کا عکاس ہے جس نے اس کو نہایت امتیازی طور پر قہر کر لیا جس کو کسی دوسرے وسیلہ سے

ہاں اسی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ سلیم چشتیؒ

جن حالات کے تحت شیخ سلیم چشتیؒ حج پر نیکری میں آبد ہوئے اور وہ واقعات جن کے باعث یہ مقام ایک گیراں دولت سے بھرا مکان کا ایک انتہائی فضیلت شہر اور سلطنت کا دارالافتاء بن گیا انہیں پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے۔ ایک ایسے صوفی بزرگ جن کو ہندوستان کی تاریخ کے ایک بہترین دور میں بزرگی کے حلقہ میں ایک بڑا مقام حاصل ہے۔ یہ وہ ایک اعلیٰ خاندان کا ایک نیکو جوان دلچسپی سے درجہ بندی کے شیخ بریلوی کے بیٹے شیخ سلیم حسین بریلوی کے ایک گھرانے کی نسبت سے چشتی کہا جاتا ہے (وہیں سے ان کے والد شریف لائے) بریلوی خاندان کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے حضرت شیخ فرید الدین عظیمیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ ابو الفضل کے اکبر آباد کے مطابق شیخ فریدؒ نے اپنا نسب کل کے بادشاہ فرغ شاہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ عظیم نامی قاضی و ججز خان کے دور میں ان کے تہذیبی امور میں سے ایک بزرگ کا موصی شعیب شیخ لکھنؤ میں آئے اور قصبہ قصور میں آبد ہو گئے۔ سلطان محمد بن کابرت ریواہ الحزم کرتا تھا۔ بعد میں وہ ملتان چلے گئے۔ شیخ فریدؒ ملتان میں حکومتوں کے مقام پر پیدا ہوئے۔ خواجہ حسین الدینؒ کے غلیظ خواجہ قصبہ الدینؒ کی برہمنی کا سن کر وہ دہلی چلے گئے اور ان کے مرید ہو گئے۔ ان کے انتقال پر وقت کے شیوخ نے حلقہ طور پر انہیں مرحوم صوفی بزرگ کا فرقہ خلافت پسانا دیا اور فرید الدینؒ پاک تھے (اس وقت لکھنؤ میں کے نام سے مشہور تھا) میں آبد ہو گئے وہیں 'دعوتِ عزم' انعام 668ھ (1269ء) میں ان کا انتقال ہوا۔

طبقات اکبری کے مطابق شیخ سلیم نیکرول کا شہر ہندوستان کے انتہائی کل احرام شیوخ میں ہوا تھا اور وہ بزرگی اور عظمت و دولت میں تمام بزرگوں سے سبقت لے گئے تھے۔ انہیں کرالیت پر مکمل اختیار حاصل تھا (مستط اسی طرح کہتا ہے) انہوں نے اپنی زندگی میں 24 مرتبہ مکہ مکرمہ کا حج کیا اس کے بعد انہوں نے تہذیبی امور کا مرکز ایک مرتبہ آپ پندہ برس تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ بادشاہ سلامتؐ غل بہائی (اکبر) نے آپ کی خاطر حج پر کو اپنا دارالافتاء بنایا۔ آپ 979ھ (1571ء) میں انتقال کر گئے۔ ابو الفضل اکبر آباد میں شیخ سلیم کے دوسرے (میلانی) بیٹے شیخ احمدؒ کا ذکر کرتا ہے کہ وہ زبردست غلوں کے حامل تھے انہوں نے کبھی بھی کسی سے درشت لہجے میں بات نہیں کی اور انہیں کبھی بھی غصے میں نہیں دیکھا گیا۔ وہ

شرعی طبیعت اور بدھ الموار کے حامل تھے۔ انہیں ایک امیر مقرر کیا گیا اور وہی عہد سلطنت کے لئے مانگ (۱۹۵) بنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ بعد کی صم میں انہیں سوبہ گنگا کی اور فتح پور سیکری جتنے پر فن پر قلعہ کا جملہ ہو گیا۔ جب شمس چلا، اجیر مدائن ہوئے گا، تو وہ پادشاہ سلامت کو اپنا آخری خراج خدمت پیش کرنے کے لئے آئے اور اپنے گھر لوٹنے کے بعد واصل حتی ہو گئے۔ یہ واقعہ اکبر کے دور حکومت کے 22 ویں برس (۱۵۹5ء) میں رونما ہوا۔ انہوں نے دوبارہ میں فتح ابراہیم کے ساتھ خدمت انجام دی۔

فتح ابراہیم، فتح سیم کے بڑے بھائی فتح سہمی کے صاحبزادے تھے جنہوں نے سیکری میں طلوت بخشی میں اپنی زندگی بسر کی۔ ابراہیم بیون تر دوبارہ میں شہزادگان کی خدمت پر مامور رہا۔ اور دور حکومت کے 23 ویں برس انہیں فتح پور سیکری کا حاکم مقرر کیا گیا۔ 28 ویں برس میں انہوں نے بہار اور بھگل میں خلق اعظم مرد اعز کو کر کے قیادت میں نہیں خدمت انجام دیں اور جب 30 ویں برس اکبر کل گیا تو انہیں آگرہ کا حاکم بنا دیا گیا۔ یہ عہدہ 999ھ (1590ء) میں فن کے انتقال تک فن کے پاس رہا۔ وہ حضرت فتح سلیم چشتی کے والد بھی تھے۔

”فتح یزید (اعظم خلق) فتح سلیم کے پوتے تھے۔ یزید کی والدہ نے شہزادہ سلیم (جہانگیر) کی پیدائش کے دن اسے اپنا عہدہ پلایا تھا۔ اکبر کے دور میں انہیں 2000 کی کلن سہمی گنگا، مگر جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد انہیں اعظم خلق کے خطاب کے ساتھ 3000 ہزاری منصب عطا کیا گیا۔ اس کے قریبی دیر بعد انہیں حاکم دہلی بنا دیا گیا اور جہانگیر کی حکومت کے تیسرے برس انہیں 4000 اور 200 سواروں کی کلن سہمی گنگا۔ کپ کا انتقال فتح پور میں ہوا اور وہیں پر دفن ہوئے۔

فتح اسلام خلق (علاء الدین) فتح سلیم چشتی کے ایک دوسرے پوتے ہیں، فن کی شادی بہار الفضل کی سن سے ہوئی۔ وہ حاکم بھگل تھے جس 1022 (1613ء) میں فن کا انتقال ہو گیا۔ فتح یزید کے بیٹے کرم خلق کی شادی اسلام خلق کی بیٹی سے ہوئی۔ وہ بھگل میں فن کے لئے خدمت سر انجام دے چکے تھے۔ انہیں حاکم لوزبہ بنا دیا گیا اور جہانگیر کے دور کے 21 ویں برس انہیں حسن علی ترکمن کی بجائے حاکم بھگل مقرر کیا گیا۔

یہ جتنا دلچسپی کا باعث ہو گا کہ اکبر کے دور کی سیاسی تاریخ میں مشہور افراد اس جگہ دفن ہیں، جو کسی فتح پور کا مونس مجبور ہو کر واقعہ

1۔ سلطان خواجہ: خواجہ غلام دوست کے بیٹے سلطان خواجہ (اعظم خلق) کو طبقات اکبری میں ایک درجہ ملی گئی ہے۔ انہیں شہنشاہ اکبر کا دست نون اعلیٰ اور دوستی حاصل تھی۔

۱۵۸۴ء (۱۵۷۵ء) میں انیس میرج ہلا گیا اور اسی برس حج کے لئے مکہ روانہ ہونے والے گوردیوں کی ایک بہت بڑی جماعت کا انتظام بھی انیس کے سپرد کیا گیا۔ اس سے پہلے دہادی اصولہ کی اس قدر بارسوخ جماعت تھی بھی عرب کے لئے روانہ نہیں ہوئی تھی۔ مکہ عکرمہ کے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے چھ لاکھ روپے اور ۱۲۰۰۰ کپڑے کے ہاروں کا انتظام بھی انیس سونپ دیا گیا۔

۲۳ دسمبر ۱۵۷۷ء میں دہادی ۶ انیس ایک بڑی کنگہ اور بٹیا گیا اور سلطنت کا صدر مقرر کر دیا گیا۔ ۱۵۹۲ء (۱۵۸۳ء) میں انتقال تک یہ عہدہ ان کے پاس رہا۔ انیس قلعہ فتح پور کے باہر قلعہ کی طرف دفن کیا گیا۔ مکہ عکرمہ سے دہادی پر وہ دین اہلی کے رکن بن گئے تھے۔

بدایونی کے مطابق 'شریف' مکہ نے مکہ عکرمہ میں سلطان خواجہ کا کوئی اچھی طرح استقبال نہ کیا اس لئے وہ بے چینی کی حالت میں ہندوستان لوٹ آئے۔ اپنے وطن لوٹنے کے قہورے ہی عرصہ بعد انہوں نے خود کو اسلام کی پابندیوں سے آزاد کرایا اور داہمی منشا کر قتل احترام آقا محمد افضل کی رہنمائی میں اکبر کے دین حق میں شمولیت اختیار کر لی۔ ملتی اجلاسوں میں وہ پیش سب سے آگے ہوتے اور مذہبی بحث مباحثوں میں سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے۔ اکبر نے اپنے نئے چیلے سے خوش ہو کر انہیں عاکزی پور اور حلی پور میں جاگیر عطا کر دی۔

جب سلطان خواجہ کا آخری وقت تھیں پہچانو انہوں نے بادشاہ سے کہا 'میں امید کرتا ہوں کہ مجھے ایک دوا ملے جس کی طرح دفن نہیں کیا جائے گا۔' اس میں ایک مخصوص چراغ کے ساتھ قبر میں دفن کیا گیا۔ ان کی قبر پر ایک جنگا اس انداز میں لگا دیا گیا تاکہ اہل بیت سے سونج کی روشنی (جو تمام گناہوں کو مٹا کر دیتی ہے) انہیں کے چہرے پر پڑ سکے۔

۲- قطب الدین خلجی، فتح پور کے فتح خلی، جو اپنے لقب قطب الدین خلجی کے نام سے (وہ مشہور تھے) فتح سینہ کے نواسے تھے۔ وہ بادشاہوں کے ایک فتح راجہ کے بیٹے اور جہانگیر کے دادہ شریک ملتی تھے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ خلی کی دلدہ اس کو اپنی ماں سے زیادہ عزیز ہے۔ جہانگیر نے لہ آباد میں جب اکبر کے خلاف بغاوت کر دی تو خلی کو قطب الدین خلجی کا خطاب دے کر حاکم بہار بنا دیا گیا۔ وقت نشیں ہونے پر اس نے انیس بن سنگھ کی جگہ بنگال کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ ان کا انتقال مشرقی بنگال میں مشہور چھ اہلی بنگالی دھات میں سے ایک کے ساتھ واقع ہے۔ جہانگیر عالم شہزادگی میں اکبر کے عاکزی مرزا غوث بیگ تیرانی کی حسین و جمیل بیٹی مرادباد پر فریفت ہو گیا۔ وہ پہلے ہی سے ملی قلی بیگ (استہر شیر و گلن) کے ساتھ منسوب تھی۔ ایک ترک امیر قندہ دار ان کے بادشاہ شاہ اسماعیل علی کا سہیلی تھا۔ بادشاہ کے انتقال کے

بعد علیؑ کی بددستیاں آگیا اور ملتان میں اکبر کے جرنیل نور الملقی ہرام خان کے بیٹے مرزا عبدالرحیم خان خانان سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ نصر میں جنگ کے دوران اس نے خان خانان کی قیادت میں کدبانے لڑائیں سر انجام دیں۔ لہذا اس کی سندوش پر اسے سلطنت کا امیر بادشاہ مرزا غیاث جنگ (خزائن) کی بیوی کی رسولی اکبری بیوی کے مریم لعل تک تھی یہاں اس کے گل میں سیم نور مرادشاہ کی آنکھیں چار ہوئیں۔ یہ حلقہ بھی قلعہ اکبر نے اس حلقہ کے حلقہ ستارہ عزت طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اس کے بیٹے کے حلقہ کو اس بدھن کی تحصیل میں بدالمت نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ اس کی شادی اس کے حکمران سے کر کے انہیں اس کی جاگیر بددھن روئے کر دیا گیا۔

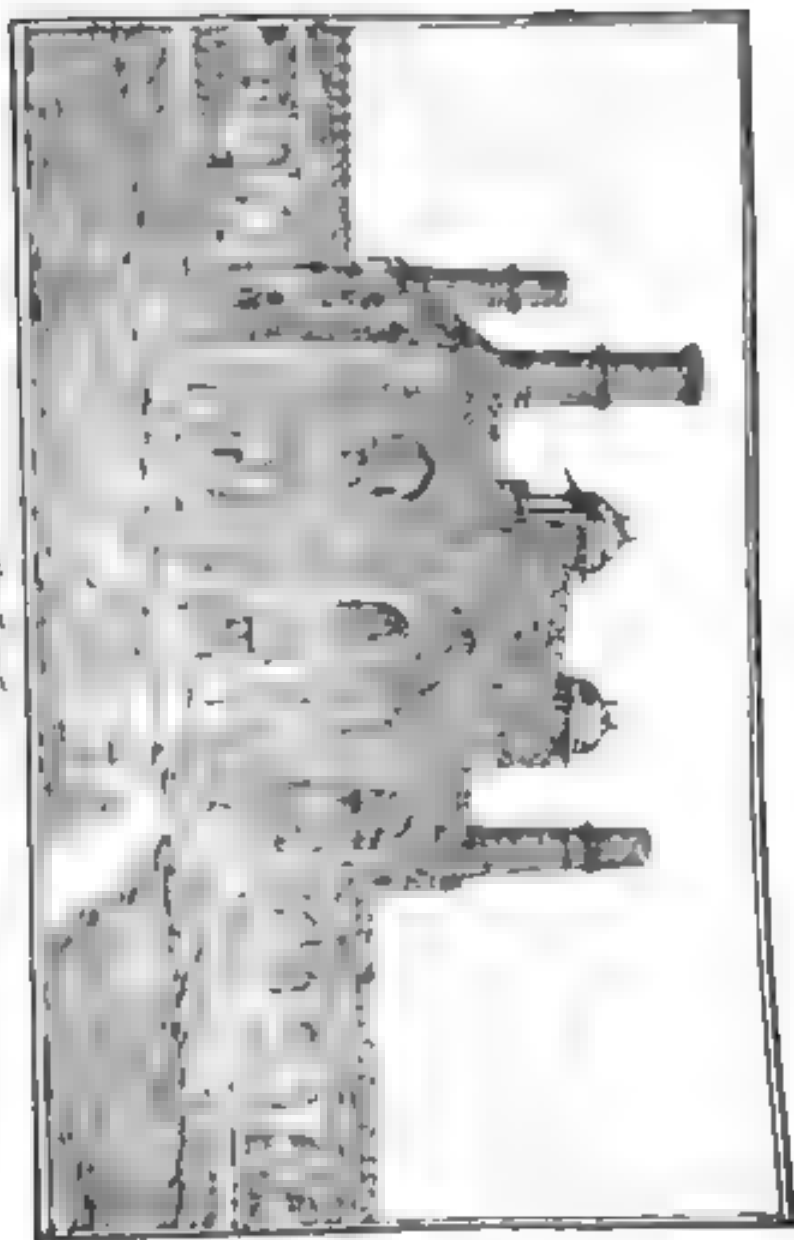
میرزا کے رانا کے خلاف مہم میں بددھن امیر شہزیو سلیم کے مرزا قاضی بدھن جنگ میں دہلی کا مظاہر کرنے پر شہزادے نے اسے شیراقلین کا خطاب دیا۔ جسٹیس نے تخت نشین ہونے پر علی قلی کو اس کی جاگیر میں بھیج دیا۔ اور بدھن کے لئے اس کا حلقہ بحر حود کر دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے رسولی بھائی قطب الدین کے پیرو یہ کام کیا کہ وہ اس کے چلن قوت حریف سے چھٹا کر دلا دے۔ قطب الدین نے شیراقلین کو دہلی میں حاضر ہونے کا حکم دیا مگر اس نے وہیں جانے سے انکار کر دیا۔ تب قطب الدین نے شیراقلین کو اس بات پر راضی کرنے کے لئے کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اپنے بھائی فیروز کو بددھن روئے کیا۔ وہ خود بھی غبار کے پیچھے بددھن روئے ہوا۔ اس کے پیچھے شیراقلین کسی دھڑا پڑی کے شہ کے بغیر وہ توہمیں کے مرزا اس کا استقبال کرنے کے لئے گیا۔ قطب نے اس کو دیکھتے ہی شیراقلین کو قتل کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں کو اشارہ دینے کی خاطر گھوڑے کی چابک لوہا لٹادی۔ یہ سب کیا ہے؟ شیراقلین نے چار کر کد قطب الدین نے شیراقلین کی طرف گھوڑا بچا کر اس کی غارتی پر اسے برا بھلا کہا شروع کر دیا۔ لب شعل کار بدھن نے شیراقلین پر حملہ کر دیا اس نے چھ کوہیں کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد اپنی تلوار قاضی قطب کی طرف دھاڑ کر اس کے بھٹ میں ایک گمراہ ٹم دیا۔ قطب الدین ایک فرہ اندام شخص تھا اس نے اپنی ہار ٹل ہوئی انتہوں کو ہاتھوں سے قہم کر اپنے توہمیں سے چار کر کہا کہ اس بدھن کو قہم کر دیں۔ شعلی ظالمین کی نسل سے ایک تلخیری امیر مہد خان نے ”گے بھ کر شیراقلین کے سر تلوار کا دار کیا“ مگر شیراقلین نے اسی وقت اپنی تلوار سے اسے کٹ کے رک دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اپنے بے شمار حملہ آوروں کا ہٹار دیا جائے گا تو اس نے ان کو خود ”خودا“ مقابلہ کرنے کے لئے لٹکار کر یہ ایک ایسی دعوت تھی جس کو قبول کرنے کے لئے وہ چار نہیں تھے۔

شیراقلین اپنے گھوڑے سے اتر اور اپنا منہ کندھ کی طرف کر کے پانی کی تخت کے باعث وضو کی خاطر مٹی اپنے سر پر ڈال کر میدان میں ڈٹ گیا۔ اس کے چاندوں طرف گھبراہٹ سے حملہ آوروں کے ہجوم کی گولیاں کی بوچھاڑ سے اس کا جسم پھٹتی ہو گیا۔ وہ اپنے نام کی مناسبت سے ایک شیر کی طرح میدان میں گروا اس کے بے شمار حملہ آوروں میں سے کسی فرد واحد کو بھی گرے ہوئے سرہا کی لاش کے قریب جانے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ اس کی مدداری کی زبردست دعاگاہوں پر اپنے بھائی قحیہ آخر کار انہوں نے اسے جان کنی کے عالم میں دیکھ کر غضب لایا۔ میں نے جب شیراقلین کی ہلاکت کی خبر سنی تو وہ اس وقت گھوڑے کی پشت پر تھا۔ اس نے شیراقلین کے لاشوں کو دیکھ کر غمگین ہو کر میدان سے گھٹنے کے لئے فریاد کیا کہ روانہ کیا اس کے بعد اسے ایک پاگل میں ڈال کر روانہ کیا گیا مگر وہ راستے ہی میں موت ہو گیا۔ اس کی فتن کو فتح پر دیکھ کر لے جا کر دہلی کر دیا گیا۔

۲۰۔ میدان کے نواح میں ابھی تک ایک غریب صورت گنبد سے مزین مٹی والا مکان ہے اور سورا
شیراقلین کی آخری آرام گاہ کی نشانی دہی کر رہا ہے۔

3۔ قلادری: قلادری شیرازی۔ وہ ایک بہترین شاعر تھا کہ کرمہ سے ہندوستان آیا، جہاں اکبر نے اس کی خوب آؤ بھگت کی بعد میں وہ زیر عتاب آگیا اور قحیہ پر دیکھ کر فتن میں قتل کر دیا۔

1871



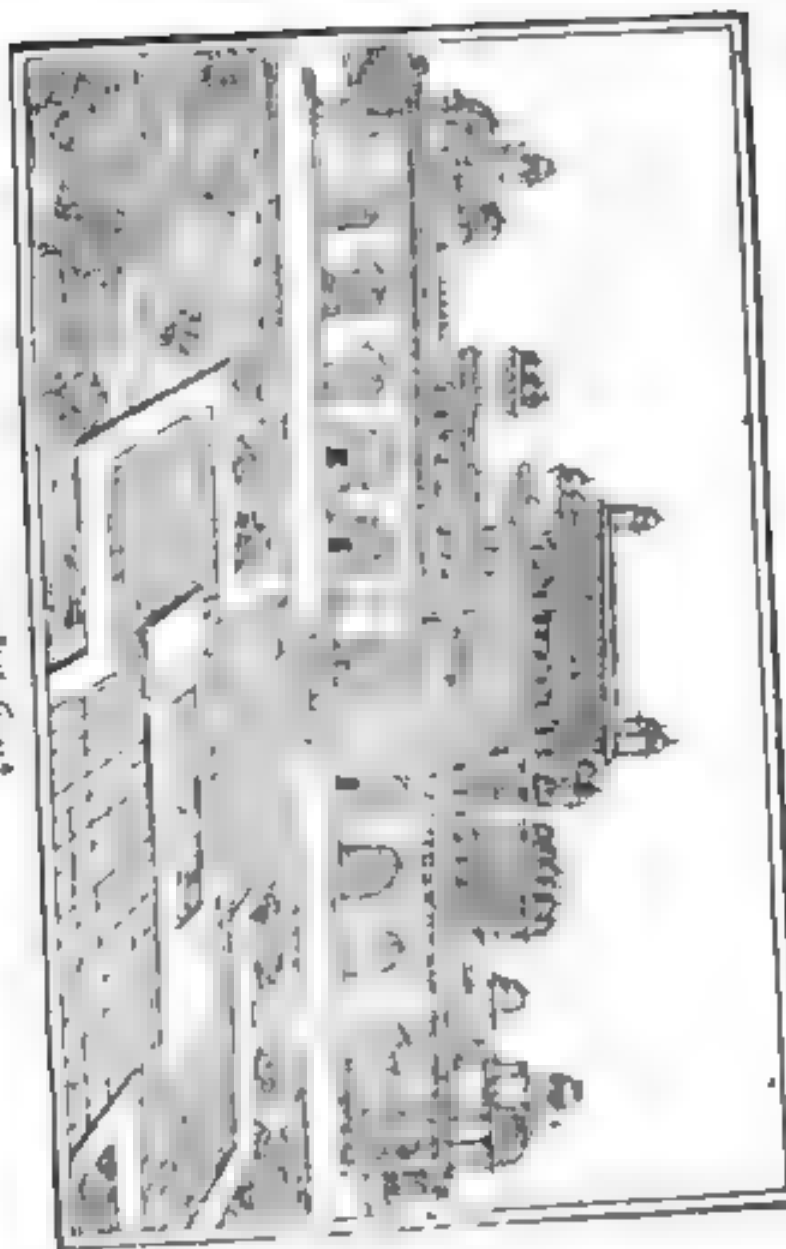
دیکھتے آتے ہیں، جو اس کی اپنی دہانت کی یادگار ہے۔ قلعہ انھیں کے ڈھول کی کون سی ایسی طاقت ہے، جو اس عظیم حصے کی روکی میں اس کے پاس موجود نہیں تھی؟

یہ عقوبت ایک وسیع و عریض چوکور دیوار کے درمیان میں موجود ہے (جو تقریباً ایک ڈاڑھ سے دائرہ شکل کے دائرہ پر محیط ہے) اس کے گرد ایک صیل بنائی گئی ہے، جس کی ہر طرف درمیان میں گہرے سرخ رنگ کے پتھر کا ایک پتھر و پلا دروازہ ہے۔ ان دروازے کا سرخ رنگ احمق اور ظریف سے کونوں پر موجود سفید سنگ مرمر کے خوشنما چٹانوں کے علاوہ نیلے رنگ کی دو لمبی ٹانگوں اور دھن کی ٹوہڑوں کی جہت بکری کے خوش نما کام سے چھوڑ دیا گیا ہے۔ دروازوں کی شاہانہ پتھر کی اور شان و شوکت اس قدر ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر کسی عمل کا نشان ہوتا ہے۔

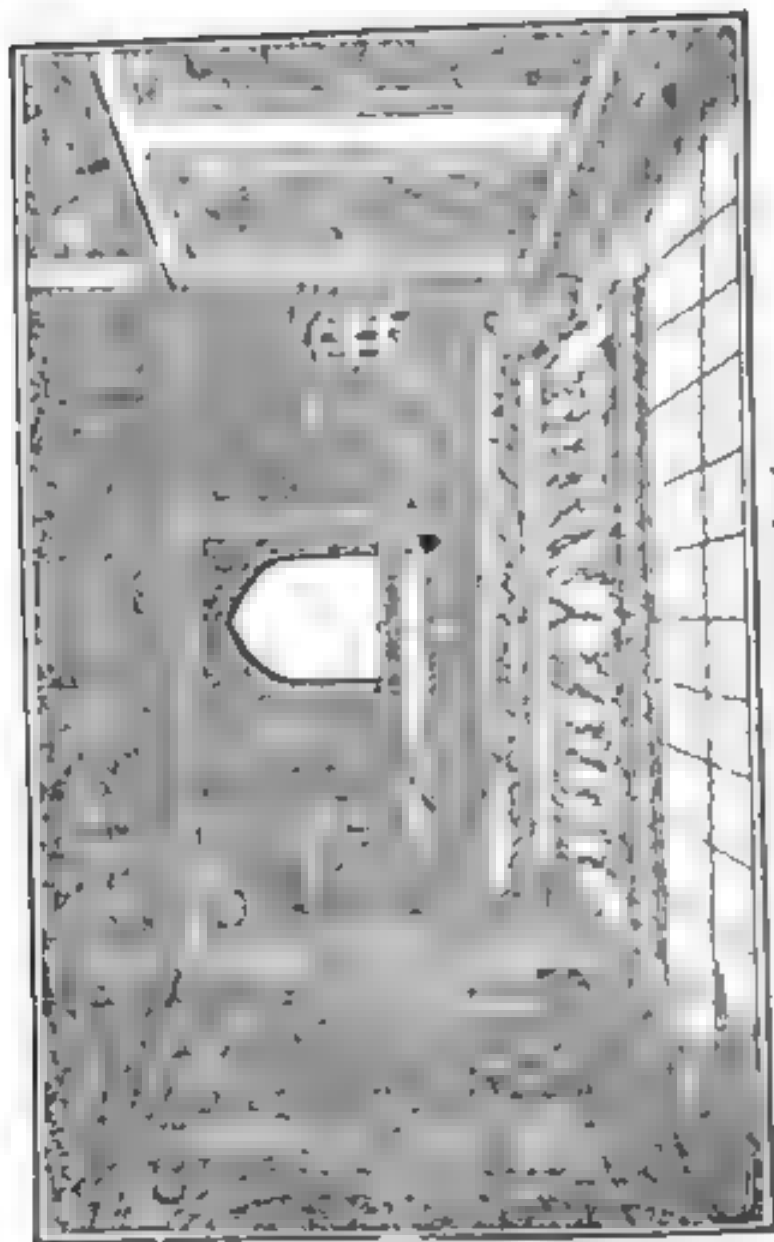
صدر دروازہ: عقوبت سے بہت پہلے اس کے پتھر و پلا ڈاک پتھر اور سفید گنبد آجائے ہیں، جو کئی دوروں سے سیاح کی آنکھ کو خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ وہیں پہلے پر آپ 70 فٹ سے زائد بلند مٹی یا صدر دروازہ سے گزرتے ہیں، جس کی شکستہ برجیاں اور وہ ہری عمر ہیں، ایک گارڈ دروازے کی جانب اور دوسری کا مرکزی چھوڑے (جس پر مڑا موجود ہے) کے اوپر حجر کے چار عظیم نشان ہیں، اس سے ایک کی طرف ہے۔

نقار خانہ صدر دروازہ کے اوپر ایک برتنوں کے ساتھ ایک عمارت کشادہ کمرے پر مشتمل نقار خانہ ہے، جس سے صبح کے وقت طبع آفتاب سے ایک گہری سورج مرصوم ہونے کے اعزاز میں غمرے بعد کرنا (97) خیر (98) مر (99) اور دیگر حکمت موسیقی بجائے جاتے تھے۔ وہ کہہ جس بھی شاہی موسیقی بجائی جاتی تھی، لب ایک برجیادی سلطنت کے لئے میں ہے۔ وہیں ہزار کے چاروں اور ملاؤں کے مجرے بھی ہیں، جو قریب قریب پاک کی شاندار طاقت کیا کرتے تھے۔ چاروں کشادہ حصوں کے اندر دلی اعلیٰ میں طاقت لگائے گئے ہیں، جو ہر قسم کے پھندا رہنمائی سے بھرپور ہیں (جن میں سے اہل اور چند دیگر اقسام کے درخت اٹھنے والے ہونے ہیں جتنا مقبوض) مگر طاقت لب کھل طور پر ہے تو بھی کاٹھ ہیں، حتیٰ کہ پہلی جگہوں کے وسط میں بڑے بڑے قلاب اور شاندار حوالوں کے عوض اور خوشبودار چوبوں اور مسکن ہوئی جنگلی بیلوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی سرری، جو بھی اس حفرہ میں رہی، کی خواہشوں کی حد بندی کیا کرتے تھے، خشک ہو گئے ہیں۔ سفید سنگ مرمر کا بیچ تھا، جو شاندار روشنی کی حد بندی کرنا ہے، اس کی بنیاد 400 فٹ لمبی اور ہی قدر چوڑی ہے اور اس کے اوپر قومی قلع کے طیس برآمدوں کی صورت میں سنگ سرخ کی ایک انوکھی طاقت ایسی ہے۔ زیریں مٹی کی پتھر کی

مدرسه



فصلہ انگریزی آفری ترجمہ



30 فٹ ہے جس کی کائنات ہر جانب ہوائے کوفوں کے چٹھوں کے 320 فٹ ہے اور یہ مکمل طور پر کشادہ اور مکمل عربوں پر مشتمل ہے ہر جانب فن کی تعداد دس ہے فن کے ارد گرد گنبدوں کی قطاریں ہیں تین مشرق کی طرف ہیں مغربی اور مشرقی جانب والے گنبد بڑے اور بلند ہیں اور جنوب میں قبر کے اوپر دھواچہ قلعہ سب سے بلند ہے۔

عمودہ خاند: صدر دروازے سے مہر خانے تک ایک ڈھلوان راستہ جاتا ہے یہ 38 مربع فٹ کے ایک تر خستہ پر مشتمل ہے اور یہاں چتر کے ایک سلسلے سے تھوڑے کے پچھلے دھواچی سلاکی میں منار ہے) عظیم شہنشاہ کا بندہ خانی عوام عزت ہے۔ ہر فن میں گہرے نیلے رنگ اور سرسے ہم کا پلستر ہے۔ عام اسلامی رسم کے برعکس (جس کے مطابق مہرے کا چہرہ کہ کمرہ کی طرف کیا جاتا ہے) اکبر کی قبر اس طرح اٹھائی گئی ہے کہ اس کا سر مغرب کی طرف ہے اس کے نیچے میں اس کا چہرہ مشرق کی طرف ابھرتے ہوئے سورج کی طرف ہو گیا ہے اس سے بدشاہ کے بعد ان رجحان کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ مگر یہ بدولت پھولوں کی پھولیں پڑتی رہتی ہیں انجیلی گورنر جنرل لارڈ مارٹن ہڈک نے اپنے خراج پر اس کے لئے ذوق بقی چھوڑ دیا کر کے ملل صحت بدشاہ کے لئے اپنے ساتھی جذبہ کا ثبوت دیا ہے۔ مرحوم شہنشاہ اکبر کی یاد میں موجود گچ و صف کے سچے عاشقوں کے اسی قسم کے اعتراف کی مستحق ہے۔ جب ایک عظیم جرمین منکر نے اس بلند خیالات کے حامل بدشاہ کی قبر پر بھول رکھے تو اس میں جوش و دھول پیدا ہو گیا۔ ہر فریڈرک آگنسن آف بیسبرگ ہوٹل کلائنٹ دن نوٹیر کے قلم سے مندرجہ ذیل اقتباس سے کہہ اس طرح ظاہر ہو گا "جب وہاں میرے ذہن میں واضح طور پر ہر دھڑکن اور وسیع انقلاب سمجھنے کے چند لحاظ "کے وقت اور مقام کے تمام حالات پر غور کرتے ہوئے اور دنیا کے ایک شہری کی طرح محسوس کرتے ہوئے اکبر بادشاہوں کے درمیان مجھے اسی طرح محسوس ہوتا ہے جس طرح شیپسٹر شاہوں کے درمیان ہے۔ میں جن دوسرے بادشاہوں کی تاریخ سے واقف ہوں ان کے مقابلہ میں کسی بھی بدشاہ کے حوالے سے زیادہ میں اس کے حوالے کی سنگ مرمر کی اس عظیم کا احرام کرنا ہوں۔ میں طویل ہے کہ ملکا ہوں کہ اکبر کے حوالے کی طرح کسی اور جیسے وہ فن نے مجھے اس قدر حائر نہیں کیا۔"

بادشاہ کے نو اور رست: قبر کے ساتھ بدشاہ کی کتب المیہ ملت غور و دریا بکتر اس طرح تیار پڑے تھے کہ اگر وہ زندہ ہو جاتا تو اسے دستیاب ہوتے مگر گزشتہ صدی کے دوران انھیں ہجرت پور کے جہت اپنے ساتھ لے گئے تھے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اگر اس ریاست میں ان نو اور رست کی تلاش کی جائے تو کسی جگہ سے ان کا پتہ مل سکا ہے۔

پہلے برآمدے پر ۱۴ فٹ ۹ انچ بلند دو سرا رکھا ہے جس کی ہر جانب پانچ ۱۸۶ فٹ ہے۔ تیسرا ۱۵ فٹ ۲ انچ اور چوتھا ۱۴ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ یہ سب سنگ مرمر کے کنگورولز، کھمبوں، مرمروں اور ستونوں پر مشتمل ہیں۔ ہر برآمدہ جسامت میں پندرہ بج کم ہوتا ہوا ہے مگر کچھ کھلے مرمروں پر آمدوں میں چلی پھرنے کا انتظام ایک کٹھن احاطہ میں ہوتا ہے۔ ہر طرف سے ۱۵۷ فٹ ہے اور یہ سب سے پہلے برآمدے کی جسامت کے مقابلہ میں نصف ہے۔ پورے مقبوضہ کی بلندی ۱۰۰ فٹ ہے۔ مقبوضے کے جنوب کی طرف عظیم الشان عرباب کے قریب ایک طویل میزجی کے ذریعہ پلائی ڈاؤرسے برآمدے کی طرف جاتے ہیں جن کے چاروں طرف (دو سو) کی مانند بڑے مرمروں پر ایستہ خوبصورت ستونوں کی قطاریں ہیں۔ یہ ست کٹھن اور ہولوار ہے اور یہاں سے چاروں طرف کے علاقہ کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ پلائی حریفوں پر بھی اس قسم کے زینوں کے نصب و ایچہ بچھا جاسکتا ہے، جبکہ یہ ذرا چھوٹی جسامت کی ہیں۔ ان طویل زینوں پر چڑھنے کا عمل تھا دیکھنے والا ہے۔ مگر جب ہر سرط پر کٹھن اور دقرب کھوں کا نظارہ ہوا گا جو کچھ حاصل ہوتا ہے اور سرسبز و شاداب کھیتوں اور اس مشقت بریں کے چاروں طرف نکھری ہوئی قدیم عمارت کے کھنڈرات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو اس ساری مشقت کا سوا کچھ مل جاتا ہے۔

بلند ترین منزل سب سے اوپر والی منزل پہلے کھلی ہے اور اس کے ارد گرد انھلی خوبصورت قلعہ و نگار سے مزین سنگ مرمر کی چلیوں پر مشتمل چوٹی دیوار ہے جسے اسی چھری ٹھوس سلوں میں اتھلی زینت اور پارکی سے کندہ کیا گیا ہے اور یہ اتھلی پائینڈ اور پیچیدہ کاری مری کے علقہ لوگوں کی فخر کی کہتی ہے۔ جاتے اور سنگ مرمر کی چلیوں کا کام جیون کن مری اور برقیانی کا مال ہے اور خاص طور پر اسی مقصد کے تحت ان میں مسدود و قلعوں پر چھوڑی ہوئی دروازوں سے نکل مشرق میں دروازے جانا کے بل کھاتے ہوئے رستہ اور مشرقی اہل پر ابھرتے ہوئے چاند کی طرح آج کل کے سفید گھبوں کے علاقہ پر رے علاقہ کا وسیع نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ منزل اندر والی جانب خاص سنگ مرمر کے ستونوں کی قطاریں سے آویز میں ہے۔ مسز فیو یہاں کے خوبصورت منظر کے جان میں قلعی طور پر پھوٹی ہو گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، "میرا خیال تھا کہ سیدھے (ہسپانیہ) کا اندر اور گرینڈ کالبرا خاص ترین اسلامی طرز میں میرے سامنے آئے تھے مگر میں غلطی پر تھا میں نے جو کچھ شین و شوکت سلطان کی دیکھی اور جو کچھ ان کے بعد دیکھا اس نے ایک شکوہ و غلاب کی طرح مجھ پر قلب پایا ہے۔"

پلائی منزل پر دو سرا مزار: سفید سنگ مرمر کے احاطہ کے وسط میں ایک بلند چھوٹے پر

سب سے پہلے برکدے کے اصل حصار کی طرح پائل ہی مقام پر دو سرا حصار ہے۔ سنگ مرمری
 احتمالی خوبصورت چابیوں کے ذریعے چوتھے کا احاطہ کیا گیا ہے "تھون کو خاص ترین سفید سنگ
 مرمر کے ایک ہی ٹکڑے سے تراشا گیا ہے اور اس پر اس قدر دلچسپ اور جاندار نقش و
 نگار میں خوشامد نگاری کی گئی ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے "پچھلے ہرف کی طرح سفید چادر پر
 لٹکے اور پھول بکھرے ہوئے ہوں۔ تھون کے سوائے پر عادی رسم الخط کے ابھرے ہوئے
 اللہ اسع ہیں۔"

لغہ اکبر (۱۸۰۰) یہ دو الفاظ لکھنے کے لئے لکھی ہیں کہ اس کے لیے کون دلی ہے۔ قبر کے
 پائوں کی طرف یہ الفاظ نمایاں ہیں۔

جل جلالہ

تھون کے پہلوؤں میں قند جدارک و تھنی کے ۹۹۰ سالے مبارک ابھوں نقش و نگار میں
 عربی رسم الخط کے ابھرے ہوئے الفاظ میں درج ہیں۔ چاروں کونوں پر سفید سنگ مرمر کے
 کنگوروے ہیں جن کے گنبدوں پر سنہ طبع سناری کے ساتھ دوغنی چینی تائیس لکائی گئی ہیں "یہ
 تھون اپنی بنیاد پر سفید اور سیاہ سنگ مرمر کے پٹی نگاری سے مزین فرش سے گرا ہوا ہے۔ جبکہ
 اس کے سر کی طرف نصف ستون کی چوٹی پر چند لٹخ کے قطر کا ایک گول گڑھا ہے جس کی گڑشت
 ڈھلے میں ایک مٹری حور و دن دکھاتا تھا۔"

چیمار، بہشت آباد کے ہلال کی طرف صوبہ دروازہ کے اطراف میں دونوں چیماروں کی پتھروں کو
 ۱۷۶۴ء میں آگرہ کی لوٹ مار کے وقت چابیوں نے اڑا دیا۔ چنانچہ وہ فن شاہکار عمارت پر اپنی
 وحشت و برصورت کے شبہات بھوز گئے۔ چیماروں کو پہلے گنبدوں اور کھلے برآمدوں سے مزین کیا
 گیا تھا۔ انہیں کافی عرصہ پہلے مسمار کر دیا گیا۔ (۱) کون کا خیال ہے کہ وہاں حوروں کو بھی بھی عمل
 نہیں کیا گیا تھا۔ — اس پر آگے یہ پہلوؤں کے آثار سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ سنگ مر
 مر کے صوبہ احاطے پر ایک شاہکار بہشت حور بہشت جہاں کا گنبد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا گیا
 تھا۔ تاہم یہ ہو سکتا ہے اس کی بہشت کی باطنی قد و قیمت کو الگ کرنے کے لئے کوئی جہ صوبہ
 ہو۔ حور خیر میں خصوصاً "منسوب اور انصرام میں ان کی یہ فن کا ایک کھل اور نور لوٹ ہے۔
 حور من شرازے کے بیان کے مطابق "یہ عمارت کے اس قدر قرب میں واقع ہے کہ کوئی شخص
 اس کی صفی شان بکھری اور اس کی حور کن حور کی اور خوبصورت و قسوتی سے مجموعی تاثر لے
 لیتا ہے۔ اس میں اس قدر حقیقت ہے کہ کوئی شخص اپنے کپ کو کسی قدم و استن کے پر یوں

کے قلعہ کے دہلیہ لکھتا ہے۔ مستر فنزوں اس یادگار کے بارے میں اپنے فصیح و بلیغ بیان کا اہتمام اس طرح کرتا ہے "میرے لئے یہ سب کچھ ایک خواب کی طرح تھا مگر اگر وہ واقعی ہے میں نے اکبر اور اس کے دور کی یاد کو ذہن میں محفوظ رکھنے کا تیرہ کر لیا۔"

اگرچہ اس مقبرے کا نقش خود اکبر نے بنوایا تھا اور اس نے اپنی زندگی ہی میں اس کا دست پڑا تھا۔ قبر کو الیا تھا مگر اس میں کوئی لکھ نہیں کہ اس کی تعمیر اس کے بیٹے اور ہاتھیں جمائیں گے اور اس میں ہوئی جس نے عمارت میں ترمیم کر دی۔ اس بار شد نے دور حکومت کے تیرے برس کے واقعات کے حوالے اپنی نزک جمائیں گے میں اس مقبرے کے بارے میں متعدد ذیلی جاننا دہلیہ کیا ہے:

"۱۶ جملی ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۱ء) میں نے اپنے والد عرشِ تہیٰ (۱۵۸۵ء) کی منور آرام گاہ کو اپنا خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے آگہ سے پیدل سفر شروع کر دیا۔ اگر میرے لئے یہ ممکن ہوتا تو میں اپنی چلوں کے درجے اور سر کے بل یہ دور دراز کا سفر طے کرتے میرے قافلِ احرام والد نے میری پیش قدمی کے لئے اپنی منت پوری کرنے کی خاطر حضرت خواجہ حسین الدین سہری چشتی کے مقبرہ پر حاضری دینے کے لئے رخ پور سے اجمیر تک ۱۲۵ کوس کا سفر پیدل طے کیا۔ اگر میں اپنی چلوں اور سر کے بل یہ فاصلہ طے کرتا تو اس میں کون سا حیران کن عمل تھا؟ اس منور مقبرے کی حاضری کی سعادت حاصل کرنے پر میں نے اس پر قبیر کو عمارت کا بنوایا جانے لیا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ میری خواہش کے مطابق نہیں تھی۔ کئی عرصے میری خواہش تھی کہ عمارت ایسی بنائی جائے کہ دنیا کے دور دراز کونوں سے آنے والے سیاح اس پات کا اعتراف کر سکیں کہ انہوں نے کہہ ادریں پر اس بھی عمارت کیس نہیں دیکھی۔ جس وقت عمارت زیرِ قبیر تھی بہ قسمت خسرو نے ہنوت کر دی اس لئے میں وقت کی صورت کے تحت لاہور واپس آیا۔ میرا مقبرہ میری قبر پر اپنی کھجور کے مطابق ایسی طرز پر کام جاری رکھا جس کو میرا عزیز خیال کرتے تھے انہوں نے پھر احکامات کیس تھی کہ عمارت کے لئے حکمران کا تمام ہتھیار عین با ہر سال کے عرصہ میں خرچ ہو گیا۔ میرے علم سے کہ قبر میں اہر و دیگر کارآمدوں نے اہر و سندس کے مقبرہ سے منور کن نمونوں کے مطابق پھر حصوں کو از سر نو قبیر کیا۔ کافی حد تک ایک شاندار عمارت قبیر کر دی گئی۔ مقبرہ منور کے ارد گرد وسیع و عریض پھاٹک لگائے گئے۔ اور سلیڈ سنگ مرمر کے چاروں طرف مشتعل ایک پتہ و پلا اور شاندار عمارت قبیر کیا گیا۔"

عمارت کی لاگت: مجھے اطلاع دی گئی کہ ایران کے پچاس ہزار تھمن اور (دورن کا مسعود سنگ) ۵۵ لاکھ خلی کے مسلی چوبہ لاکھ روپے عمارت پر خرچ کر دیے گئے۔"

خاص ہرٹ (میں نے جاگیر کے دور میں ان کا دور کیا) نے اپنے طریقہ میں سکندرا کے مقبوضہ کا مندرجہ ذیل بیان درج کیا ہے۔

"بیم نام لاہور جاتے ہیں تو ان کے سے پانچ میل کے فاصلے پر سکندرا کے مقام پر محل عظیم کا مقبوضہ ہے اس کی بنیاد ان کے نے شروع کی پہلی عمارت کی تعمیر اس کے بیٹے جاگیر نے جاری رکھی اور ابھی تک مکمل ہوئی تھی کہ وہ بعد میں کے اس کو بے پروا ملین روپے خرچ کر چکے تھے۔

اس محلہ عمارت کے حلقہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس میں یادگار سے زیادہ عظیم عمارت سورج نے جاری دیو میں نہیں دیکھی۔" (۱۰۲)

مقبوضہ کی طرف مکتے والے عظیم الشان جوبلی دروازہ پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے۔

بیم فہ الرحمن الرحیم ○

مرحباً خورم عظمیٰ خوشتر از بارغ ہشت

مرحباً علی جانے بر تر از عرش برین

بختے لو راہزواروں دروغہ رضوی عظام

دروغہ لو راہزواروں جنت ظہوے زمین

کلیک معلوم تھا خوشتر از دروغہ لو

منہ جنت برین قد علوہا خلدین

کتبہ عبدالحق شیرازی فی ۱۰۲۲

ترجمہ لفظ کے نام سے جو پڑھوں (اور) سلامت دم کرنے والا ہے۔ آفرین اے خوش لہذا کہ

تو بارغ ہشت سے زیادہ خوشگوار ہے آفرین اے علی شہنشاہ عمارت کو تو عرش بریں سے زیادہ بلند

ہے ایک ایسی مسعد جہاں رضوی جیسے ہزاروں عظام ہیں ایک ایسا بارغ جس میں ہزاروں جنت

ظہوی اس کی تفریح گاہیں ہیں۔ معلوم تھا کہ تم نے دروازے کے لوہے درج کیا ہے "یہ بارغ

ظہوی ہے" تم اس میں جنت میں داخل ہونے والوں کی طرح داخل ہو جاتے۔ (۱۰۳) ۱۰۲۲ (۱۸۵۳)

پوری میں تحریر کہ عبدالحق شیرازی۔ (۱۰۳)

دروازے کے اندر مکتی چاہب مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

ہرمان	شائستہ	ذوالجلال	کہ بادشاہ شہنشاہی ہے نواب
شد	آرامت	آپنیک	روزگار
نگسے	ربیع	ز	سندسے
چ	از	دھرم	سلیج گرد لعل
بدیا	بد	نہر	الہام کہ
نشد	دگرگوں	ش	دھرم
لک	رجہ	شد	اکبر
ششی	چ	تخت	شائستہ
فرد	ذمہ	انصاف	بود
دل	روشن	و	جلان
پہل	جلان	عزم	تکی
روشن	چ	خورشید	و

ترجمہ اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان (اور مہربانیت رحم کرنے والا ہے۔

شہنشاہ ذوالجلال کے عزم سے کہ جس کی کائنات پر حکومت لازماً ہے، دنیا کو اتنی کثرت سے نوازا گیا ہے کہ اس کا نور اک کرنے کی کوشش میں دانشمند کی عقل ششدر رہ گئی۔

اللہ کے فضل و کرم سے جس جہی میں ایک بادشاہ خدا کے جلوہ جلال کا سایہ ہوتا ہے۔ جب یہ سایہ دیا سے پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ اس دنیا پر ایک دوسرا سایہ بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی انداز میں وہاں کے مصلحت نپٹانے جاتے ہیں، دانشمند جانتا ہے کہ وقت کا چکر کھوٹتا ہے، اللہ سے ہر سانس کے ساتھ وقت جڑتا ہے۔ کوئی بھی ایک ہی حالت میں نہیں رہتا۔ بادشاہ اکبر کی شان آسمان ہمیشہ کی گئی ہے اور اس کا رجبہ عرش کی طرح بلند کر دیا گیا ہے۔ اس کے عزم سے پہاڑ گھاس کے ایک ٹکڑے میں بدل سکتا ہے۔ جب وہ تخت شاہی پر رونق افروز ہوتے تو اللہ کے فضل سے دنیا کی شان و شوکت بڑھ گئی ہے۔ تخت و تاج کو زینت بننے والے 'ایاض' دھرم اور طرش قسمت 'وہا' کیہوہ راجہ اور روشن دل کے حامل تھے۔ انہوں نے اس دنیا پر حکومت کی، اسے جیتا اسے بٹھا اور آخر کار اسے چھوڑ دیا۔ دنیا کے بڑے میں انہوں نے نیکی کا بیج بویا، اس کے پھل کو پھٹا اور ہر جنت کی طرف رخصت ہو گئے، خدا کرے کہ ان کی مدد سورج نور چاند کی کرنوں کی طرح ہمیشہ خدا کے نور سے تپتی حاصل کرتی رہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

شلہ اکبر اردوئے دہلی گر چار زمرہ نئی دلت
 طحش طحش اردو اذان دل بدنامے ہندول نہ بست
 مرغ مدخل چارہ عام مرش دلت و آشیان خوش شست
 دوام ملک جلتے قدم کس رانیت
 طنائے است جلتے قدم و ملک دوام

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو پرمہمان اور نصرت دہم کرتے والا ہے۔

گرچہ بادشاہ اکبر نے اردوئے دہلی چار اس غلی دیا کو پھوڑ دیا، مگر نہ اپنے ملک کی طرح
 لاندہل ہیں۔ انہوں نے اس غلی دنیا میں اپنا دل نہیں لگایا۔ — چونکہ ان کی مدح مرش کا
 پروردگار چنانچہ ہر حال سے ہدایت کر کے اپنے گھونے میں جا بیٹھی ہے۔ کوئی تیری دوام ملک
 اور جلتے حیات سے واقف نہیں تھا۔ جلتے قدم و ملک دوام صرف اکیلے خدا ہی کو سزاوار
 ہے۔

دودائے کی عرب پرست درج ذیل قلم اور بادشاہ کی تمدن و تہذیب سے ہے۔

طائفہ از مداح خیم چرخ برتر است

دوشن نہاد اشل مرغ لکھا آخر است

اینا طاق زبہ نہ ملک و ملت کشور است

لا مدحہ طوطہ شلہ اکبر است

تمدن و دوازم مدحی کا اثر نہ بزرگ و چارہ جاری

ترجمہ: یہ طاق نویسی آئین سے بھی بلند تر ہے۔ اس کے مقابلے نے دوشن ستاروں کو بھی منور کیا
 ہے۔ اس طاق نے نو آشیان اور ملت کشور کو زبہ و نیست لکھی ہے۔ کیونکہ یہ بادشاہ اکبر کا
 دوا نہ منور ہے۔

(12) مدحی کا اثر 1014ھ (1605ء)

دہلی مدحی پر مزار کے تھوڑے کے گرد عربوں پرست درج ذیل کلیں مدح ہیں۔ ملا عربی
 دوا دے ہیں ہر جانب لودہ ہیں ہر عرب پر ایک شعر مدح ہے۔

عالم فتنه . ملک قدم
 به بادشاهان دوسه زمین
 کند از عالم آفرین
 رعنش که در طبع کام
 نگرند بر آب و خاک
 در عالم زین الی آفرین
 بجهت آنگاه سرافراز
 که از حل میشد در روزگار
 در دلداری را چو گریه پیش
 شے کو چشمت در روزگار
 زنده فزونی بود صفت و دلاست
 پالان رویه من لشت
 جل را با راست از حل و دلو
 به پای نقش از حر گره
 بهرادر کند نظر سوسه خاک
 گریخته یک عالم کل مردم
 چو لطف خدا لطف و عالم بود
 بهرگاه بود که بود به
 چنگ پرشد گواهی اش در حل
 در دلاست آنگونه دوسه زمین
 بکنجه در افروز زلفه سل
 چ از حل آمد که این جهان
 شد ملت کشور ازین پیش بود
 زنده بود من پیش از دل

که زانق میرا بود از مردم
 از صاحب تیغ و تخت و عین
 بود ذات او مظهر حل و دلو
 بود در کمال قلب خاص و عام
 طرا زنده گوهر جان پاک
 کما که چنان و دیگر به
 به شلوان با اسرار تیغ و گنج
 گفت زانق باغ در نو بار
 شمس بیکه راهجو طویش
 بود ساقی ذات پدیدار
 که شد آئین کن سلسله زلال
 بر تخت ولعت لظاک پست
 دل حل عالم فتنه گشت شد
 شد تیغ موی صاحب فکر
 گوهر شمس هنراز جان پاک
 بچشمه ایام بدو به
 بهرگاه چشمت با غم بود
 چو امیر رفت زنی به
 که در دل بکنجه دلاست
 که کرد آفرین جهان آفرین
 چنین کرد شکی دوسه حل
 سوسه کن جان رفت روشن بود
 کنون ملت جنت سطر نمود
 سراسر است این عالم آب و گل

جو سر از جہنم پسر
 سر سے برکینہ مرئی دگر
 چنان است مانند صبح برآب
 نہ است است خان چہ کس روزگار
 لکھ کبھی کے جلاویں
 چہ خوش گشت یمن کال کتہ کا
 جہاں اے ہر اور لکھ بجس
 شد از صل شد اکبر کا سگر
 جہاں گشت غورم بدردون لو
 ملی دھر ہے سر چنان غسل
 زائیم جہری این جہاں
 بدافش بیش زحق شہید
 کہ باکس چایان نمود است مر
 کہ باکینہ در سر شہید ہار
 ازون شد دل کے شور کامیاب
 کہ نکست آزا بنگام کار
 قدس اجل کس نمود است جہاں
 کہ از گوہر دہلیں نمود است گنج
 دل ہر جہاں آفرین ہر دہاں
 بیلن بہشت برین روزگار
 زمین و زمان شد بفرین او
 زمین مر از کوہ و زمان نعل
 دون شد سوسے عالم جلاویں
 از و عالم قدس آید ہر
 تر حمد بہ ششستہ ملک قدم کے ہم سے کہ جس کی بادشاہت ہے دہلی ہے۔ کہ ارض کے
 تمام بادشاہان اسی سے تخت و تاج اور تاجیں حاصل کرتے ہیں۔ وہ عہد سے دھوکہ پید کرتا ہے
 انکی ذات و کائنات عدل اور شکر و شوکت کی منظر ہے۔ بڑے اور چھوٹے اسی کے لطف و کرم
 کے کھج رہے ہیں خاص و عام اسی کے آستلے چہ دھاکتے ہیں۔ ہر ہر آب و خاک کو پیدا
 کرنے والا گوہر جہاں پاک کو دغا کرنے والا اس نے اپنے فیض ازل سے وہ عالم تخلیق کئے
 ایک کو پنل اور دوسرے کو آشکار کر دیا۔ تب اس نے اس عارضی سرائے میں بادشاہوں کو تخت
 و تاج اور قزاق عطا کر دیا تاکہ ان کے دل سے دیا ہوا نو بہار کی طرح غفلت نہ ہو جائے۔ جب
 وہ عہد کرنے پہنچتے ہیں تو انہی سے بھی بچے توئی کی طرح کا سلوک کرتے ہیں۔ ایک بادشاہ جو
 اس جہاں میں زندگی گزارتا ہے وہ اصل میں سلیہ پروردگار ہے۔ سال 962 میں سلیہ لودالہاں
 اکبر بادشاہ سولے سے ارستہ نشست (104) چہ بیضا آہوں انکے تخت کے سامنے جھکتے ہیں۔
 اس نے دلیا کو عدل و مساوت سے مزین کر دیا اور لوگوں کے دل خوش کر دیے۔ اس کے تخت
 کے آگے ہر قبیلہ اور قوم کے مہمان صاحب کھڑے جھکتے تھے اگر وہ سہلی سے ملی کو دیکھتا تو وہ
 جہاں پاک کے گوہر سے زیادہ قیمتی ہو جاتی۔ میدان جنگ میں ایک ہی حملہ سے وہ ملک کو فتح کر لیتا
 مگر عہد میں وہ اجداد کے اشارے سے لوگوں کو توارتا تھا۔ نہ انکے لطف و کرم کی طرح اس کا لطف
 و کرم عام تھا ہر کام کے انجام پر نظر رکھتا کہ کوئی اس کے دیوار میں پتہ کا خوشگوار ہو اس کا

رجہ دشمن سے چاند تک پہنچ جاتے یہ جہاں اس کی شہرت سے اس قدر لبر ہو گیا کہ جہاں میں کسی
 راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے کوئی جگہ نہ رہی۔ اس نے دوسرے زمین کو اس قدر آراستہ کر دیا کہ
 جہاں کو پیدا کرنے والے نے اسے آفرین کہہ اس نے ۵۲ سال تک اس دنیا پر پختی شان کے
 ساتھ حکومت کی اور اپنی جلدی حکومت سے دنیا کو فاضل کر دیا۔ وہ ایک درخشیں روح کے
 ساتھ دوسرے جہاں کی طرف رخصت ہوا۔ اس سے پہلے وہ ملت کشور کلہوشتہ تھا اب اس نے
 سہت آسمانوں کو سطر کر لیا ہے۔ دانشور اور ہوشیار ذہن کے درپیکر اب دھن کا یہ جہاں ایک
 حرائے ہے۔ اس دنیا سے لادتی نہ کر کیونکہ لادتی بھی کسی کے ساتھ نہیں رہتی۔ دنیا نظام پر
 رکن رہتی ہے اپنا ذہن اس کے ساتھ مت لگا کیونکہ یہ نظام جد سے کی حامل لادتی کا کوئی قاعدہ
 نہیں ہو سکتا۔ دنیا پانی میں ایک مری طرح ہے جس سے یہ سائنسی پاس نہیں بچا سکتا۔ دنیا کسی
 کے ساتھ حد و بیان نہیں کرتی کیونکہ جب اس کو پورا کرنے کا وقت آیا تو اس نے اسے نہیں
 قرار کوئی بھی پیش کے لئے اس جہاں میں نہیں رہا۔ کوئی حور کو موت کے ہاتھوں سے نہیں بچا
 سکا۔ اس کمال کتبہ (۱۵۵) نے کیا خوب کہا ہے کہ اس سے ظم و فضل کے خزانے سے
 زیادت و نقص جمع کی ہے۔

میرے بھائی! دنیا بھی بھی کسی کے ساتھ پیش نہیں رہی اپنے دل
 کو حلق جہاں ہی کے ساتھ وابستہ کرنا

بدشہد اکبر کامنگ کے محل سے دنیا بشت بریں کی طرح ہو گئی۔
 اس کے دوار میں سب لوگ خوش ہو گئے۔ زمین و آسمان اس کے
 زیر نگیں تھے۔

ظہر ۱ ہے روم وقت جس نے کسی کے ساتھ دعا نہیں کی
 اس نے اپنے دل سے اس کے لئے سرور محبت کو فتم کر دیا۔

اس دنیا کی بے وفائی کے باعث وہ عالم جہاں کی طرف رخصت ہو گیا۔ خدا اس کی روح
 کو پیش خوش رکھے اور عالم قدس اس سے آباد رہے!

مزار آرام پانچو اکبر کے مزار کی مشرق جانب ایک کمرے میں اس کی بی بی آرام پانچم کی قبر
 ہے۔ سنگ مرمر کا تنویر نور خواہی موتی کا حال ہے اور اسے لہجہ پاکیزہ اور حمد کندہ لاری کے
 لبائشی نام سے آراستہ کیا گیا ہے۔ تنویر کے سرالے پر یہ درج ہے۔

اللہم اغفر لی ذنوبی

سے خدا میرے گناہ معاف کر دے

رحمت کی ہے۔

نہ

روح منور شہزاد مرزا سلیمان شاہد بن محمد شاہ عالم پادشاہ ہندوی

ایک نور مزار ۱۰ اس مزار کے مغرب میں ایک نور مزار ہے 'اور اپنے نقش کی پاکیزگی اور اپنے
نیا نشی کام کی خاصیت کے لحاظ سے بہت زیور دیکھی کا حال ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ
کس کا مزار ہے۔ مشرق میں نے اپنی تصنیف "مطلع الخواص" میں لکھا ہے کہ یہ مرزا
ہندال کی بیٹی اور اکبر کی بیٹی بیوی رقیہ سلطانہ بیگم کا مزار ہے۔ یہ ۱۰۳۰ھ میں آگرہ میں انتقال
کر گئی تھی۔ تصوف پر عملی عبادت کو اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ الملک الحق الصمد۔ لا الہ الا اللہ الخالق المعبود۔ لا الہ الا اللہ رب
الجلال الصمد۔ اللہ رب لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ و اشہد ان محمد عبده و
رسوله اللہ رب لا الہ الا اللہ وحده حق الموت حق الحیة حق و المار حق و التورینہ و الانجیل
حق و الربور حق۔ و الفرقان حق۔ و المیزان حق و الصراط حق و ان المسکت آتیہ
لا رب ہیہا۔ و ان اللہ معہ من القبور برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ :- اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان (اور) مہربان رحمت کرنے والا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہی اصلی مالک اور حق الصمد ہے۔ اللہ کے سوا
کوئی اللہ نہیں اور وہی علم کا خالق اور مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور وہی رب جلیل
اور ہمیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور
محمد ﷺ اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی وحدت حقیقی ہے۔
اور سوائے کی موت حقیقی ہے۔ جسم کی آگ بج ہے۔ قوت 'انجیل' زیور اور قرآن پاک بھی
کتابیں ہیں۔ دار جزا کا میز بھی ہے۔ بل صراط بھی ہے۔ بے شک دوزخ لانے والا ہے اس کے
ہارے میں کوئی شک نہیں اور جہنم لانے والوں کو اس دوزخ دینا ہے۔ اے ارحم الراحمین!
میں تجوی عی رحمت پر بھروسہ کرتا ہوں۔

اعمال الدولہ کا مقبول

سفری بل کے پار دوا کے ہائے کدے پر ایک بلغ میں احمد الدولہ کا مسمو ہے۔ یہ بلغ

کے وسط میں ۱۵۹ فٹ مربع اور زمین سے ۳۰ فٹ بلند ایک چھوٹے پر ایک چوکور لکھڑی میں واقع ہے۔ ہمارے طوط دیکھ بھل کی جاتی ہے اور اس میں پھول 'چمڑے' بھانڈیاں اور سرو کے طویل درخت کثرت سے لگائے گئے ہیں۔ اس چھوٹے پر ڈیمیں یا مرکزی ایوان متوازی الاضلاع ہے اور ہر جانب اس کی پائنتل ۲۲ فٹ ۱۱ انچ ہے۔ فرش سنگ مرمرے مشعل ہے جس کو زیادہ تر صحت کاری سے مزین کیا گیا ہے۔ دُور اور اسکی بی بی کے اصلی مزارات اسی ایوان میں ہیں۔ یہ انتہائی چمکدار و در رنگ کے سنگ مرمر سے بنائے گئے ہیں اور بے مثل خوبصورتی اور عمدگی کے حامل ہیں۔ دیواروں پر محرابی رسم الخط میں قرآن پاک کی سورۃ الفتح، فہرل اور سورۃ الملک خوبصورت حجر کے احرے ہوئے حروف میں کھسی ہوئی ہیں۔ ایوان کے ارد گرد پھولے کمرے ہیں جس میں اسی خاندان کے دوسرے افراد کے مزارات ہیں۔ پہلی صفی میں عدلت کے وسط میں ایک شاندار برآمدہ ہے جس تک بیگمیں سنگ خارا کی بیڑی کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے اور اس پر ایک مستطیل گنبد ہے جس پر دوسری گنبدیں ہیں۔ اس بلندی کمرے میں موجود قبریں سلا سنگ مرمر کی ہیں۔ مگر میں پر کوئی عدلت درج نہیں۔ دوسری صفی کے چاروں کونوں پر تقریباً ۴۰ فٹ بلند چار گنبد بنائے ہیں جن پر سنگ مرمر کی گنبدیں ہیں پوری عدلت سفید سنگ مرمر کی ہے جس میں دیکھیں جھوں کے اخراج سے نیت کاری کی گئی ہے جو خوبصورت قتل و نگار میں پھولیں سرو کے درختوں، گلدازوں اور تاج گل کی طرح ہر اہرات سے مزین دیکھ کر انہی گل بوٹوں کی مانند کی کرتے ہیں مگر اس کے مقابلہ میں کم راکت کے حامل ہیں لیکن ہر بھی یہ انتہائی خوشگوار تازہ چٹائی کرتے ہیں۔ یہ رہائشی قتل و نگار دیواروں پر سنگ مرمر کی انتہائی نفیس دکاش اور عمدگی کی حامل جلیوں سے آئے والی روشنی سے لہیاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اس جلیوں سے ہوا اور روشنی نزلوی سے اندر آتی ہے اور ان کے نقش کی راکت اور فنکارانہ خوبیاں کا اخراج حقیقی طور پر عدلت کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔

فرنیچر و رہائے ہمارا احمد امداد کے مقبرہ کی دیوار کے ساتھ ہوتا ہے چاروں جہانوں کی چٹائی سے دریا کے سامنے آگے شر کا ایک بہترین نگار دیا جاتا ہے۔

احمد امداد کی سرگزشت: احمد امداد (جس کے ہم سے ہمارے مقبرہ مشہور ہے) شہر سے آنے والے ایک اہل علم و کمال شخص ہیں۔ وہ مشہور نیک و نور جہاں اور اس کے بھائی احمد علی (جس کی بیٹی مستی علی (جنہوں نے گل بدشاہ شہجہان کی لکھ تھی) کا بیٹا تھا) سلطنت کے خزانچی کے عہد سے نئی دے کر اسے دُور کے مروجہ پر فائز کیا گیا جو انکے انتقال تک اس کے پاس رہا۔ وہ تیسرے چٹے راستے میں ۲۲ ۱۶۲۱ میں کانگرا کے مقام پر

فوت ہوا اس کی فصل کو تہیت میں بند کر کے اس کی بیٹی نور جلی اگر لے آئی اور اس نے اس کی قبر پر سوچا متنبو قبر کو دیا۔ اس کے انتقال پر اس کے بیٹے کو اصف خان کے خطاب کے ساتھ ظلی حد سے پہاڑ کیا گیا۔ جاگیر نے اپنی ڈاک جاگیر میں اپنے سر کے حلق ایک دلچسپ بیان درج کیا ہے۔ "ایک شاعر قادر قدیم شعراء کی نقل میں اشعار لکھا تھا جس کو نور دہلی اور ہرق طبع کا ایک تھا۔ اپنی ملازمت میں مستعد اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے کے لئے یہ بھی رہتا تھا۔ ہر کوئی اسے پسند کرتا تھا اور کوئی شخص اس کا دشمن نہیں تھا۔ سستی اور کالی سے ہم نہیں لیتا تھا اس لئے اس کے سرکاری حلیات بیٹہ زور سے ترتیب میں ہوتے تھے۔ فرض نہیں دلائے اس خاصیت کو بھی اس کرم بوز سے شخص کی خصوصیات میں شامل کیا ہے کہ "ورشعت کو پسند کرتا تھا اور اہلیر کسی حد تک اور بجاک کے طلب کرتا تھا۔"

جب بوز سے وزیر کا آخری وقت تھا تو بچاؤ بادشاہ اور اس کی بیٹی نور محل حلق سے اس کے ہاتھ کے قریب تھا۔ بیٹی نے باپ سے دریافت کیا کہ کیا وہ بادشاہ کو بچاوتے ہیں تو جلی بلب وزیر نے فوراً ایک اہل نقلی شاعر کا مستند جواب دیا۔

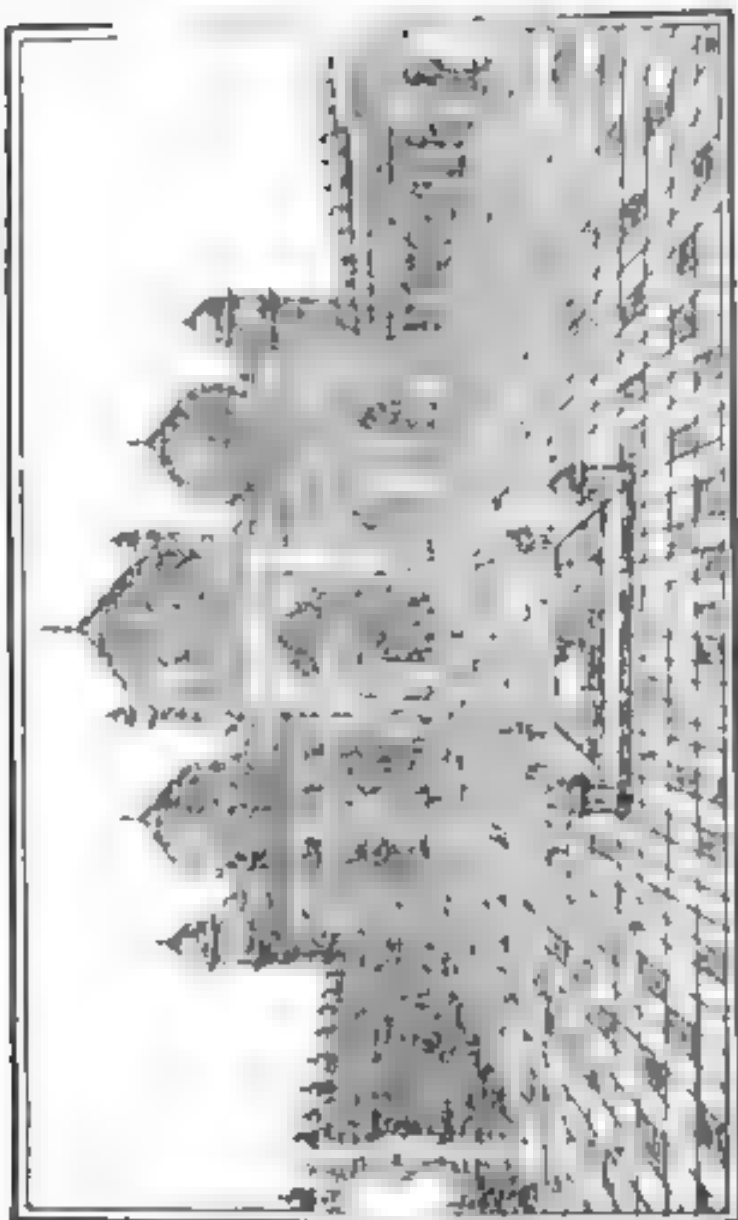
آنگہ بیچای بلور دلو اگر حاضر شود
در جہیں عالم آرہے سینہ مسترے

مگر ایک بار زور بیچا بھی یہاں موجود ہو تو وہ بادشاہ کی پیشکش کے جلد جلی سے اس کو فوراً بچاؤ لے گا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد بوز شخص انتقال کر گیا۔ وزیر کی بیٹی (نور جلی) نے اس مقبرے کو ۱۶۲۵ء میں محل کو دیا۔ پہلے پہل ملک نے اس کی قرر نموس چاندی کا متنبو قبر کرائے کا ارادہ کیا مگر اس کے مستعد نے سے اس باد پر اس کے ارادے سے باز رکھا کہ اس بات کا امکان ہے کہ چاندی سے چوروں اور ڈاکوؤں کی حرص و طمع کو ہوائے کی نور پر کہ سنگ مرمر لوانا طرہ صورت اور دیا ثابت ہو گا اس کے مزار کم نقل پر نور سستا ہے۔

شہر اور اس کے مضافات میں قدیم یادگاریں

جامع مسجد: قلعہ کے صدر دروازہ کے سامنے شمال مغربی جانب جامع مسجد استوار ہے۔ اسے حکم صاحب کے نام سے مشہور شیخوں کی بیٹی صاحبزادی جلی آزاد حکم نے تعمیر کروایا تھا۔



ساحوں نے دہلی میں اس کے میدانے سارے لوح حشر (کتبہ) کا انکڑا کر کیا ہے۔ اپنے باپ پر اس کے اثر و رسوخ (جو میں اس نے اس کی فہم میں بھی اس کا ساتھ دیا) کو سلطنت کی آخری حدوں تک رکھا اور محسوس کیا گیا کہ وہ شعلہ خیز سے بہت بڑے بڑے وظائف حاصل کرتی تھی اور سلطنت کے امراء اسے قیمتی وظائف پیش کرتے تھے۔ مسجد کو سنگ سرخ سے تعمیر کیا گیا ہے اور یہ ایک بلند چوڑے پر واقع ہے 'مس کے ارد گرد ہی حجر کے ستونوں کی قطاریں ہیں۔ وہاں پر گیارہ فٹ بلند ایک مثلاً، بیڑی کے درجے پہنچا جا سکتا ہے۔ ۱۳۰ فٹ طویل اور ۱۰۰ فٹ چوڑی پڑی عمارت مغرب کی طرف ہے۔ اس کو نئی حصور میں منقسم کیا گیا ہے 'جن کے چمکے سفید سنگ مرمر کے اور حاشیہ سنگ سرخ کا ہے اور محرابوں کی قطاروں سے انہیں سارا دے رکھا ہے۔ سامنے والے حصہ میں پانچ عربی دروازے ہیں 'ہر جانب ایک بڑا اور دو چھوٹے ہیں یہ سب ایک کٹلاہ صحن کی طرف کھلتے ہیں۔ مرکزی عربی دروازہ چوڑائی میں ۴۰ فٹ سے زیادہ ہے۔ پھٹ کے ہر کونے پر ایک مشن گنبد ہے اور سامنے والے حصہ کو داخلی خوبصورت چھوٹے چوکور گنبدوں کی ایک قطار سے مزین کیا گیا ہے۔ مرکزی کمرہ کی پھٹ کے چاروں کونوں سے چار بڑے چتر اٹھائے گئے ہیں 'جن کے پیچھے تین بڑے گنبدوں پر یکے بعد دیگرے سنگ ظہر اور سفید سنگ مرمر کی چوڑی خوں کے ساتھ میت نکری کی گئی ہے۔

یہ مسجد نمایاں نقشہ 'شاد ار مسز نکری اور ملی شکر عجب کی حامل ایک تیس عمارت ہے۔

شرقی جانب کے عمارت مشرقی دروازے کے گنبدوں کو (جو بہت زیادہ جلاب نظر آتے) بتکوت کے دوران عسکری ریخات کی جگہ پر مسجد کروا گیا۔

عمارت کی لاگت عمارت سے چھ چار ہے کہ اس مسجد کو پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۸ء) میں تعمیر کیا گیا اور اس کی تکمیل پانچ برس میں ہوئی۔

مرکزی محراب کے اوپر قرآن پاک کی مدد جو دہل سورۃ رن ہے (۱۰۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والشمس وضحاہ ۱ والفراد اتلہا ۱ والفراد اجلہا ۱ والیل ادا یغشہا ۱
والسعاء وما یسہا ۱ والارض وما طہا ۱ ونفس وما سواہا ۱ ہاتھما مجورہا
وتقواہا ۱ قد افلح من رکھا ۱ وقد خاب من دسہا ۱ کذبت شعورہا بطغورہا ۱ اذا
مبث لشمسہا ۱ فقال لہم رسول اللہ ما لقتہ اللہ ۱ وسعیہا ۱ مکذوبہ قمعورہا۔
فمنعہم علیہم ربہم بمنہم صواہا ولا یخلف عقبہا۔

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان (اور) رحیم ہے۔

قسم ہے سورج اور اس کی روشنی کی نور چاند کی جب سورج (کے خوب) سے بچے آئے اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو خوب مدفن کر دے اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو چھپائے اور قسم ہے آسمان کی نور اس (ذات) کی جس نے اس کو بنایا۔ اور قسم ہے زمین کی نور اس (ذات) کی جس نے اس کو بچھا اور قسم ہے آسمان کی چلن کی نور اس (ذات) کی جس نے اس کو دیا۔ پھر اس کی بہ کردہی نور پر (نگاری اور لوہے) کا اس کو لکھ کیا۔ چنانچہ مراد کو چھپا جس نے اس (جہنم) کو پاک کر لیا۔ اور ہمارے ہر جس نے اس کو نور میں دیا دیا۔ قوم خود نے اپنی شرارت کے سبب (مصلح) کی تکلیف کی (اور یہ سب اس نیک کا قصہ ہے) جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بدعت تھا وہ لوثی کے قتل کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ تو ان لوگوں سے اللہ کے غضب (مصلح) نے فرمایا کہ اللہ کی اس لوثی نور اس کے پانی پیچے سے خیار رہتا۔ سو انہوں نے غصیوں، طغیان، حسد و دشمنیت کو جھٹلایا پھر اس لوثی کو بد دلا تو ان کے پروردگار نے ان کے گنہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس ہلاکت کو تمام قوم کے لئے عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے آخر میں کسی خرابی کے انجام کا کسی سے اندیشہ نہ ہوا۔

عرب کے درمیان میں قرآن پاک کی آیت الکرسی درج ہے۔

اللہ لا الہ الا ہوا الصمیع البصیر لا تاحصہ ستوتہ لا تومد لہ ما فی السموت وما فی الارض لا من دال علی شئ عندہ الا بانہ لا یعلم مہین ابدا یرم وما خلقہم ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بماشاء وسیع کرمہ السموت والارض ولا یردہ حفظہما و هو العلی العظیم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں رہتا ہے سبھ نے دلا ہے تمام عالم کا نہ اس کو ادھکا دیا جاتی ہے اور نہ غیب جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہیں، سبھی اس کی ملکیت ہیں۔ ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس کسی کی سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔ نہ ان کے تمام حاضر و غائب حالات کو جانتا ہے اور نہ سمجھتا اس کے مخلوقات میں سے کسی چیز کو اپنے ہاتھ میں نہیں لاسکتے مگر جس قدر علم دیا دی چاہے۔ اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گری نہیں گزرتی اور وہ عظیم الشان عظیم الشان ہے۔

ہیں اور اسے پانچ سال کے عرصہ میں مکمل کیا گیا۔

ہندو مگر عالم بس علی شین عمارت کو نور میں بلند مروجہ مسجد کو بیت المعمور (1000) اور کفر
الک کی طرح آباد رکھے اور خدا تعالیٰ اس مقدس جگہ پر (جس کی بنیاد لوگوں کی عبادت کے لئے
رکھی گئی) اپنی رحمت بادل فرستے اسے 1058ھ (1645ء) میں مکمل کیا گیا۔

1857ء کی جنگ کے بعد اس عمارت پر یہ مسجد مسلمانوں کے لئے بند کر دی گئی کہ یہ کھڑ
کے قریب تھی اور اسے کسی عام جنگ کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

لارڈ جیل لارنس نے ہندو گورنمنٹ اسی کلل احرام چند راولپری (ہوٹل کی پوری
انہی کا ایک خاص وصف تھا) سے کام لینے ہوئے 1858ء میں جب یہ دیکھا کہ یہ مسجد ابھی تک
بند پڑی ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ اسے فی الفور کھول دیا جائے اور اسے اس کے جائز مالکان
کے حوالے کر دیا جائے۔ اس معیار اور متعلقہ قریب کا عظیم سراسر جہاں شین کے سر بھی جاتا
ہے اور ان کے کشن کی مشیت سے ان خلائق کو واقف اسے کی توجہ اور وہاں میں لاسٹ جان
لارنس کا یہ کہ نگہ بوسودھ سنہ نکلتا ہے جس کے کئی سال بعد تک جان شین اور جان
لارنس کے جہوں کو مسجد میں مسلمانوں کی دھنوں میں مٹا جا سکتا تھا یہ مزید اس بات کا ثبوت
فراہم کرتی ہے کہ ہم نے ہم راولپری سے نہیں بلکہ راولپری سے کام لینے ہوئے اس ملک
پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

رام پلغ، ریلوے اسٹیشن سے پکی سڑک کے ساتھ ساتھ شر کے مثل شنی جب چند منٹ
کی ذرا تک سیاح کو ایک اور تفریح کھ رام پلغ کی طرف لے جائے گی جسے کچھ لوگ آرام
پلغ بھی کہتے ہیں مگر یہ رام پلغ کے غور و جہاں مشہور ہے جس کا شہر ان کے قدم ترین
دیواری طاقت میں ہوتا ہے جس میں نور انھیں کامیاب عمل بھی تھا جس کا ذکر پورے اپنی نیک
پوری میں کیا ہے۔ جس مقام پر پور اور اس کے جانشین کے دور میں بہت سی شنی میا جس دی
گئیں اور یہ (جیسی اب ہے) بلکہ پہلوں کے ایک پلغ اور تفریح کھ کا کام دیتی تھی۔ اس کھ
پوشہ اپنے خوش مزاج رہاویں اور دونوں صنف کے ذمہ دار صاحبوں کے ہرہہ فرصت کے
کھت پاتل اور کھلی ہا میں انہی کی شرب سے ہر ایک فوارے کے کنارے پہنچ کر رنگ
ریوں میں ہر کیا کرتا تھا جس نے اپنے مرتبہ کھ قاری کے ایک مشہور شعر میں جان کئے گئے
جس دلق کی ایک دلق مثل شنی کی ہے

نہت د نوبار دی دوبر ہاوش ست
ہر شین کوش کے عالم دوبرہ نیست

ترجمہ ہے: "ہلالِ نور" شراب اور صحبت و لیر کسی قدر خوشگوار ہے اسے پار میں کر کے کر
 دیاں اس دنیا میں بھی نہیں آتا (109)

ششادہ کے جسد خاکی کو کھل لے جانے سے بیشتر عارضی طور پر اسی جگہ دفن کیا گیا تھا۔
 مرثیوں نے اسے رام پراگ کا ہم دیا۔

ہفت و سب و عریض اور نقشب برآمدوں پر مشتمل ہیں جو اوپر سے بنے ہوئے ہیں اور
 ان میں چاروں رنگ سر کے برآمدوں کے ساتھ چار کور تختوں میں خضم کیا گیا ہے۔ ہلال میں
 چھدار درخت بکھرت لگائے گئے ہیں اور اس کے کندوں پر پھولدار جھانڈیاں اور پودے لگی
 لگائے گئے ہیں۔ اس کی خوب اچھی طرح دیکھ بھل کی جاتی ہے اور گرمیوں کی جھلسا دینے والی
 تپش میں یہ بڑی ہشتوں کے لئے گوشہ خفائی کی ایک خوشگوار جگہ کا کام دیتا ہے۔

روا کی جانب پرانی عمارت کے چار محرابی ترخانے بھی تک مسموم ہیں۔ جب ہلال میں
 داخل ہو کر بائیں طرف جائیں تو دو غنی دروازوں و لشکر فرنگیہ اور بہترین حالت کے دروازوں
 کہوں کے جوڑے ہلال کے ایک کونے میں دکھائی دیتے ہیں۔ چھٹی منزلے والوں اور عارضی طور
 پر اس مقام کی سیر کرنے والوں کے لئے یہ ایک پسندیدہ گوشہ خفائی ہے۔

حاکم ان عمارت میں دلکشی و راحت میں مگر اس کے باوجود یہ مقام ان کی دلچسپی کا حامل
 ہے کیونکہ اب وہیں متحدہ مہاراجاؤں نے اپنی سون منزلے ہیں اور بہت سے تھکے ہارے افراد تازہ
 سانس اور تازگی حاصل کرنے کے لئے ڈیرا لگاتے ہیں۔ نئی صدیاں بیشتر اسی مقام پر ایسی کا
 خدائی فوجدار مسموم ہو رہے ہیں اور طویل اقامت جسم کے ساتھ خوبصورت آبادی
 و شیرازوں اور ذمہ دار ساتھیوں کے ہمراہ چل قدمی کیا کرتا تھا اور واقعی طور پر سلطنت کے تمام
 محلات کو فراہم کرتے ہوئے اپنے پسندیدہ جام میں ایک وسیع و عریض اور پر آشوب سلطنت
 کے تمام اہمیتوں کو ڈبو دیتا تھا۔

چینی کاروضہ یا افضل خاں کا مقبول: روا کے بائیں کونے پر سری ہلی کے مثل مشرق
 کونے سے تقریباً نصف میل کے فاصلے پر چینی کاروضہ ہے عمارت کے پہل حصہ کو چینی کا
 روغنی خوبصورت ٹائلوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اسی درجہ سے اس کو یہ نام دیا گیا۔ اس مقبول کو
 افضل خاں کی یاد میں مقرر خیال کیا جاتا ہے۔ فن کا اصل ہم شکرانہ تھا اور وہ شیراز کے رہنے
 والے تھے 17 ویں صدی میں ہندوستان تشریف لائے ایک مہل مسموم کی حیثیت سے سورت
 کے راستہ سے آئے اور تقریباً 1617ء میں جاگیر کی ملازمت اختیار کر لی۔ انہوں نے دربار شاہی

میں زہدیت حاصل کر لی اور شجاعت کے تحت دلوں کی فزونی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۱۶۳۹ء میں فن کا انتقال دہلی میں ہوا اور آگرہ میں اپنی زندگی کے دوران اپنے قریب کرنا مقبوضہ میں انیس دفن کیا گیا۔ یہ وہ دور تھا جب بادشاہ شجاعت فی دہلی کی بنیاد رکھنے اور وہاں عمل قیام کرنے میں مصروف تھا۔ یہ تقریباً اسی مراحف کی چوکور عمارت ہے اس کے اوپر ایک صحنہ لگا گنبد ہے جس کے ساتھ ایک کشیدہ مرکزی مشن صحن لگا گنبدی کمرہ ہے اس کے وسط میں ایٹوں کے دو مزارات ہیں جسے کی ہر جانب مربع صحن لگا کمرہ ہے۔ گنبد قدیم پختی طرز کا ہے۔ اندر صحن کمرہ کے اوپر قرعہ پاک کی آواز دہری ہے مگر لب سے تیزی سے اکثر ری ہیں

جنا کے پار قدیم عمارت میں سے سورج دیلی صحن ذکر ہیں۔

1۔ بلند صحن کا بلخ۔ جناگیر کے دربار کے ایک خوب سراپانہ صحن کا بلخ۔ اس کا ایک کشیدہ بنار ہے جس کو 32 ستونوں نے سدا سے رکھا ہے اور سات بڑے بڑے کونیں بلخ سے ملحق ہیں۔

2۔ فرہو بلخ: رام بلخ اور جینی کا دروازہ کے درمیان ماتحت کونوں اور بارہ درجوں کے ساتھ واقع وہ بلخ کے بارے میں خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ بارہ کی صاحبزادی کا بلخ رہا ہو گا یہ عمارت پختی اور ایٹ لئی مظہر دور کے درمیانی عرصہ کا صحنہ طرز کی مال ہے۔

3۔ موتی بلخ: احمد صدار کے مقبوضہ کے سامنے واقع موتی بلخ کے بارے میں خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس کی بنید شجاعت نے رکھی تھی۔ لب سے مکمل طور پر جدید بنالیا گیا ہے۔

4۔ نواب گنج: نواب گنج بلند فصیر اور صحنوں پر مشتمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے شاہ جہاں کے نواسی نواب صلیت خان نے قیام کرایا تھا لب سے مائنس کمرہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

5۔ مسجد انیسویں: کمرہ کے پھرنے سے صلیت میں تقریباً بارہ کے پھرنے کے سامنے جتنا کی جنوب مشرقی جانب ایک عمارت مسجد ہے جسے شہنشاہ انیسویں نے قیام کرایا تھا عمارت کی لمبائی 93 فٹ اور چوڑائی 35 فٹ ہے۔ گنبد پھرنے میں اس لئے بیوی جانب سے انیسویں دیکھا نہیں جا سکتا مگر لب ایک صحنہ مرکزی طاقبے کے سامنے کی طرف نکلتی ہے۔ جس کے پلوؤں میں چار چھوٹے کمرے ہیں۔ قبلہ رخ مگر لب کے صحنہ صلیت دہلی پر سورج دیلی

عبارت درج ہے۔

مگر انہوں نے حرم دین کہ بنیاد قدس بود فوق مرقن
 ہرمان مہل و علم و عیش مرتب شد بین فرش و این سقف مہین
 تہذیب انہام این بیت شعر شہ عرصہ دین مگر مہین
 کاد و راقہ شہب لعلی غلوہ

ترجمہ :- ”مگر انہوں نے ہنگام دین کہ جس کی شان و شوکت آسمان سے بھی بلند ہے۔ اس
 کے فرماں مہل و رابع علم سے یہ منزل فرش اور بھٹ خیر کے گئے
 اس مسجد کی تخیل کی تہذیب و عفا میں دروایت کی گئی
 ”شہ عرصہ دین مگر مہین“

اس کا مرتب کنندہ راقم شہب لعلی ہے (اس کے کلمہ معارف ہوں۔)
 انکا ہاتھ یہ عبارت درج ہے۔

این جہ بود چون دل صوفی صوفی
 انکہ صوفی دہست بی نصوفی
 چنان پالت سہی زین خونی
 انہام تہذیب شدش سہی دین الخونی
 مریدانہ انکہ اپنی را عیسوی یاد کہ نامہ و راقہ شہب

”یہ مقام صوفی کے دل کی طرح صاف ہے۔ اس کی صوفی سے انکہ انصاف سے جدا ہوتا
 ہے۔ اس کو دین خونی کی کوشش سے عمل کیا گیا۔ اس کی تہذیب بنیادوں الخونی میں پائی گئی“
 زین خونی کی سہی سے

سہ سے اس کے بل کی مدد کو اہل ثواب پہنچنے کی استعداد کی جاتی ہے۔
 نامہ و راقہ شہب

اس عبارت کی بنیاد 937ھ بمطابق 1520ء میں رکھی گئی۔

6۔ چار باغ۔ چار باغ یا چار کاہن گل موضع کی پورا کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ اب
 محل طورہ کھنڈر میں چکا ہے۔

7۔ مستب باغ: مستب باغ تاج محل کی طرف سمت میں واقع ہے۔ یہ اس باغ کا محل
 وقوع ہے جس پر شیخون نے ۱۰۰۰۰۰ روپے کھڑے کر کے تاج محل کے ہم پار اپنی دارگاہ خیر کرنے اور

ان دونوں بادگاہوں کو سنگ مرمر کے پل کے ذریعے وابستہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مغربی چناری بنیادوں کو اب بھی تلاش کیا جاسکتا ہے، جبکہ مشرقی چناری اپنی آرائشات کے ساتھ تقریباً درست حالت میں موجود ہے۔

۱۵۔ اچانک ہارنگ کی پورہ سے ایک میل کے بعد، شرقی طرف واقع سہاک ہارنگ کے پارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے پارے کے دور میں اسی نام کی ایک شہزادی نے بولا تھا۔ دریا کی طرف کھینے والے چند کھن کے سوا اب اس ہارنگ کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

۱۶۔ پھتری 'راجہ جسونت سنگھ' پھتری 'راجہ جسونت سنگھ کی دواؤں پر خوبصورتی سے کندہ کاری کی گئی ہے اور اسے گھنٹوں اور پھلوں کی اشکال سے آراستہ کیا گیا ہے۔ جتنا کہ دوسرے کنارے پر رام ہارنگ سے اس شاندار عمارت کا ایک بہترین نظارہ کیا جاتا ہے۔

دیگر پرانی عمارت، کنج محل کے قریب پرانے دلچسپ حلقے میں نواب خان دوروں خان کی حویلی شاہ اسماعیل خان کا مقبرہ 'لائٹ دوار' کے نام سے مشہور دواؤں چناری کنج محل کی چار دواؤں کے جنوب مشرقی کونے کے قریب چھوٹی مسجد اور تیار کا پیچھے کے نام سے مشہور طاقت میں چند قدیم عمارت کے ہمراہ ذکر کیا جاسکتا ہے۔

ہارنگ مساہت خان: کنج محل اور چھوٹی کے درمیان ایک بہت ہی حویلی کے طور پر مساہت خان کا ہارنگ ہے۔ اس کے قریب موضع سہائی میں دواؤں کی کے نام سے مشہور مقبرہ ہے۔

عید گھا: غیر گنہ کی سڑک پر شجہاں کے دور کی عید گھا ہے جس کے پارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے ہائیس روتا میں قبر کیا گیا تھا۔ اسے سنگ مرمر سے قبر کیا گیا ہے اور اس کی لمبائی ۱۵۰ فٹ اور چوڑائی ۴۰ فٹ ہے۔ یہ چوبند عمارتیں، مشعل ہے جن میں سے مرکزی عمارت سب سے اونچا بلند ہے۔ اس کے گرد ایک بلند دھار دوار ہے جس کے چاروں کونوں پر ایک ایک گنبد ہے۔ یہ احاطہ ۵۷۰ X ۵۳۰ فٹ کی پائش کا ہے۔

مقبورہ جودہ پائی: یہ مقبرہ پورہ اور فتح پور سنگھ کی سڑک کے درمیان اگلہ میں چاند لاری کے میدان کے نزدیک فراخ کی سڑک کے نام سے مشہور ایک گھاؤں کے قریب واقع ہے۔ پکے پتھر طرف سے ۷۵ فٹ کی ایک چوکور عمارت تھی۔ مگر تقریباً ۱۸۳۲ء میں حکومت نے چھوٹی میں قبر کھنڈ کرنے کی عرصہ سے اس کے ایک بہت بڑے حصے کو ہلکے سے اڑا دیا۔ دواؤں کے دروازے اور چھوٹی چار دواؤں کے بھی چھوٹے کو مسجد کر دیا گیا۔ مسٹر جیکسن

ہیں جس مقصد کے لئے یہ مقبرہ مسجد کرنے میں بہت مشکل پیش آئی کیونکہ اختلافی مطبوعہ تھا چنانچہ "حکامہ سے اڑانے کے بعد اسے اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ لاشوں کے ٹکڑوں کی فصل میں ایک بہت بڑے ڈھیر، مشتمل ہے، جس کو نہ تو انسان کا ہتھوڑا اور نہ ہی وقت قسم کا مسبار کر سکتا ہے۔"

جودہ پل دیو جودہ پور کی دہلی اکبر کی راجپوت نگہ بنانے کی دہلی اور جودہ پور کے راجہ ملہو راؤ کی بیٹی تھی۔ جس طرح اکبر کی دہلی کا لقب مرہم سنان تھا اسی طرح جودہ پل کو مرہم الزہرا کہا جاتا تھا۔ جودہ پل کی سنگ مرمر کی اصل قبر عدالت کے فرش کے نیچے ایک بہت بڑے قبر خانے میں ہے۔ وہیں عصری اہرام کی ریلوے کی طرف پستی ہوئی چار ریلوے لائنوں کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہے جن میں سے تین ریلوے لائنیں ہے کے ڈھیر کی وجہ سے بند ہو چکی ہیں۔ چوتھی ریلوے لائن میں بیٹھتے ہوئے اندر داخل ہوا جاسکتا ہے۔

لاڈلی بیگم، شیخ لیاضی اور شیخ مبارک کے مزارات۔ سکھ راکی سڑک اور عالم حج سے محل کی طرف تقریباً ایک میل کے فاصلے پر قد حادی برج کے عقب میں شیخ پور کے سنگ مرمر کی ایک بہت بڑی چار دیواری ہے۔ ہر طرف سے اس کی چارائش 335 فٹ ہے اور اس کا ایک بہت عظیم الشان اور بلند دھارا دوکان ہے۔ دیواریں سنگورے دار فضیل پر مشتمل ہیں اور چاروں کونوں پر چتر ہیں۔ پرانی عدالت کو 1004 (1595ء) میں مکمل کیا گیا۔ یہ سلاطین ایک باغ پر مشتمل ہے۔ جس کے وسط میں ایک بلند چوڑا ہے۔ یہ اکبر کے مشہور ہندو دوست اور مشیر ابوالفضل کی بہن لاڈلی بیگم کا مزار ہے۔ باغ پور کے حضرت شیخ سلیم چشتی کے پوتے اسلام خاں کی چوٹی تھی، جو جہانگیر کے دور میں بنگلہ کے صوبیدار تھے۔ اس کا انتقال 1017ھ (1608ء) کا اپنے ظلم کی وقت سے پہلے اس نکل ہوا۔ جس جگہ دریا میں چوڑا ہے پہلے یہاں ایک عظیم الشان مقبرہ ہوا کرتا تھا جسے مکمل طور پر سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا تھا۔ مگر اس کو مستحضر کے ٹکس چند سینے نے مسجد کرا دیا۔ اس نے حکومت سے یہ زمین خرید کر سنگ مرمر کے ٹکڑوں کو اکٹھا کر فہرست کر دیا۔ نئے مالک نے اس کی جگہ یہاں پر نازک عمارتوں کی ایک لچاؤش دار دوری تعمیر کرا دی ہے۔

اسی سلاطین میں شیخ مبارک اور جن کے سب سے بڑے بیٹے اور ابوالفضل کے بہائی لیاضی کے مزارات بھی تھے مگر مستحضر کے سینوں نے جن سب کو مسجد کرا دیا۔

عظیم الشان صدر دوکانوں کے باہر ایک بہت بڑا گھر ہے، "آگرہ اور اس کے مضافات میں یہ سب سے بڑا ہے۔ گھوڑوں کی حدودی مرنگ کے گرد ایک شہر اور پلازی یا قلعہ خانہ ہے۔"

وہی تک میٹھی اور کھلے لہام گردنوں کے ذریعے پہنچ سکتے ہیں، موسم گرما میں یہ ایک خوشگوار پتہ لگ سہا کرنا ہے۔

پتہ دیوار کے احاطہ کے دروازے پر غصہ ظالمی درجہ مندرجہ ذیل عہدت کو لب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

و به تقیبتی هذه البروضه للمعالم الربانی والحرف الصمصانی جامع العلوم شیخ مبارک اللہ فرس سرہ قد وقف بیمانہ بحر العلوم شیخ ابوالفضل سلمہ اللہ تعالیٰ فی ظلہ و لت املک العادل بطلنبہ العجد والا قیال والکرم جلال الدنیا والدین الکبر بانشاء عزیزی صلہ اللہ تعالیٰ ظلال سلطنتہ باہتمام حضرت ابی البرکات ہی سہ اربع والف

ترجمہ:- شہید اللہ کے ہم سے جو بڑا مہربان (اورا) غایت رحم کرنے والا ہے۔

میں صرف اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اس مقبرے کو عالم ربانی و عارف صمدی جامع العلوم شیخ مبارک اللہ قدس سوا کے لئے تعمیر کیا گیا جس کو بحر العلوم شیخ ابوالفضل سلمہ اللہ رضی نے (ابو) سید دوست الملک العلوی صاحب اقبال و کرم جلال الدین و اللہ بن اکبر بادشاہ عتقی (اللہ تعالیٰ عنہ) کی حکومت کو ہمیشہ قائم رکھے) زیر نگرانی جو فیر کلت 1004ھ (1593ء) میں تعمیر کرایا۔

اس موضع کو اسی سالی نقل کیا گیا جس میں فیضی نے انتقال کیا۔

آئیں اکبری میں جو الفضل کے مندرجہ بین کے مطابق اصل میں اس کے والد اور بڑے بھائی کو دروازے جنا کے ہائیں کندہ ہے پر اگر کے سامنے پار کے چار بارغ میں شیخ طاب الدین مہدوب کے مقبرہ کے قریب دفن کیا گیا تھا جو الفضل (جس نے موضع تعمیر کرایا) نے بذات طود اس کی خشتوں کو دروازے کی اس طرف منتقل کیا مگر یہ واقعہ کب رونما ہوا اس کے حقائق کچھ پتہ نہیں چلے۔

مقبرہ مریم زمینی، اکبر کے مقبرہ کی جنوب مغربی جانب لاہور کی طرف جانے کے لئے مغلوں کے زیر استعمال رہنے والی قدیم شاہراہ لاہور دروازے کے درمیان لاہور شہر کے قلعہ کی فصیں کے قدیم دہلی دروازے سے گزرنے کے بعد مریم دہلی کا مقبرہ ہے جو ایک بڑے سکبرہ فغان جسی لاہور میں کاشد اکبری کی ہر تصویر نگاہوں میں ہوا تھا۔ بے شک اس نے بادشاہ کو عیسائیوں سے روٹواری برکتے پر آگاہ کرنے کے لئے زبردست اثر و رسوخ استعمال کیا کیونکہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس نے عیسائی

ی کیا تھا اس سے پہلے یہ بادشاہ سکندر لودھی کی بادشاہی تھی جسے اس نے ۱۴۹۵ء میں خیر کر لیا تھا یہ سنگ سرخ کی ایک وسیع و عریض و عظیم عمارت ہے اس کے ہر کونے پر ایک ترشا ہوا مشن بننا ہے اور زیریں محل تقریباً چالیس کھنوں پر مشتمل ہے اس کا شاہرہ عظمت کی ابتکال قدیم عمارت میں ہوتا ہے۔ چھٹا مشن اس مقبرے کو چھپنے والے کے لئے استعمال کیا گیا تھا اس نے یہاں ایک قتل محلہ تیار کیا اور دشنامی سکول قائم کیا۔

مقبوہ قدحاری بیگم: شاہجہاں کی حکم دور شاہ لودھی شاہ اسماعیل صفوی کے پوتے مظفر حسین کی بیٹی قدحاری بیگم کا مقبوہ قدحاری محل میں واقع ہے 'جواب بھرت پور کے مہاراجہ کی شہری رہائش گاہ ہے۔

راجہ بھوج کا محل: ملوچ و سکسور کے قریب چند پرانے عمارت کے کھنڈرات ہیں جن کو قدیم شہر کے مال راجہ بھوج کے محل سے منسوب کیا جاتا ہے۔

مقبوہ بخش صلاحیت خاں: سکندر لودھی کے درمیان تقریباً نصف راستہ میں سڑک کی دائیں جانب کھیتوں میں ایک مقبوہ واقع ہے جس کے ساتھ ۵۵ ستونوں پر مشتمل ایک محوطہ ابھرا ہے۔ اس یادگار کو شاہجہاں کے ایک فرزند نے بخش صلاحیت خاں کی یاد میں تعمیر کرایا جسے اس نے بدھتاس نے ہلاک کر دیا تھا اگر کے موجودہ سرنگھ دروانہ کو اسی کا نام دیا گیا۔

مقبوہ صلاحیت خاں: دروازہ عمارت سے محوطہ ایک عمار کے ساتھ ایک گنبد دار عمارت ہے۔ مگر کسی یادگاری خاں و عمارت کے بغیر ہے۔ یہ اکبر کے ایک بڑے صلیق خاں کی آخری آرام گاہ کا پتہ دیتی ہے۔ جو چار ہزاری مسرار اور اکبر کا ایک معزز امیر تھا وہ ۱۵۷۹ء میں فوت ہوئے دوست لودھی کے والد احمد لودھی کا بیٹا تھا جس کا انتقال ۱۵۷۹ء میں ہوا۔ (۱۱۰)

گمباز پیلوان: اگر سے نئی میل کے قریب پر گولہ دار کی سڑک کی دائیں جانب پیلوان کا مقبوہ ہے۔ شاہجہاں کے دور کے ایک مشہور و معروف پیلوان کی آخری آرام گاہ جو اس کے باعث اس کو اس نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس مشہور تری کے مقبوہ کے گرد ایک بہت بڑا گڑھ معرض وجود میں آچکا ہے۔ یہ مقبوہ ایک بہت بڑے چوکور چوڑے کے درمیان استراحت ہے۔ اس کے اوپر ایک بہت بڑا گنبد ہے اور ہر کونے پر ایک مینی ہے۔ چوکور چوڑے کے چاروں کونوں میں ہر کونے پر چار ستونوں سے مزین سنگ سرخ کا ایک خوبصورت برج ہے۔

مقبوہ فیروز خاں: گولہ دار کی سڑک کے دائیں ہاتھ دروازہ پیلوان کے ملوچ قریب ایک

اولین طرز فقیر کا حال ایک اور مقبہ ہے جو مصلحت کی غلامت میں سب سے زیادہ موصورت ہے۔ یہ دوبار اکبری کے سرخوردہ سرا فیروز خان کا مقبہ ہے۔ یہ سنگ سرخ کی ایک اہستہ پتھر غلامت اسی شکل کے ایک بلند چم تر ہے یہ فقیر کی مٹی ہے۔ اس شاندار مقبرے کی چار دیواری میں مشرقی جانب ایک محراب دروازہ کے درجے داخل ہوا جاتا ہے۔ گنبد کو گنبد رنگوں کی روغنئی ناکوں کے ساتھ بڑی عیاضی سے آراستہ کیا گیا ہے اور غلامت کے متعلق صوفیوں کو بھی اسی طرح پہچانیا گیا ہے۔ دیواروں کو سلیس عمدہ اور اختلاقی نقش طرز کی کند کاری سے مزین حاشیوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اس سرخوردہ خانہ جو اس گنبد کے نیچے کو اجڑا ہوا ہے نے فیروز آباد کی بنیاد رکھی اور مقبہ کے باغ میں واقع اینٹوں کا ایک وسیع و عریض کتاب خانہ لکھنؤ میں بھی اسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اگر سے چار میل کے فاصلہ پر سکھو را کی سڑک پر مرلے اعتبار خان خواجہ واقع ہے۔ یہ بھی ایک مٹی بارہ دہلی ہو ا کرتی تھی، مگر اب دروازوں کو لکھنؤ کی پہلی سے بند کر دیا گیا ہے۔

گھوڑے کا مجسمہ - سکھو را کے راستے میں بلخ سورج بھن کے قریب شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر سڑک کے بائیں ہاتھ 'سنگ سرخ' سے ملتا ہوا گھوڑے کا ایک بھرپور جمست مجسمہ ہے۔ اس کے سامنے پتھر اینٹوں کا ایک مقبہ ہے۔ اس مجسمہ کے پارے میں سکھو را کی مکتوبہ میں کیا گیا۔ لوگوں کی بیان کردہ کئی جگہ یوں ہے کہ کوئی گھڑ سوار دہلی سے شہر آتا "جب وہ اس مقام پر پہنچتا تو اس نے ایک بڑی عورت سے دریافت کیا کہ میں شہر آتی ہوں۔ ان نے جواب دیا "کتنی ہے؟" بتانے دہلی سے سڑک کے آتے ہو۔ "گھڑ سوار پر بھی چھائی اور وہ گھڑا" ہلاک ہو گیا۔ ایک بھر وہ امیر آدمی نے اس واقعہ کی یادگار کے طور پر گھوڑے کا مجسمہ فقیر کراہا، ہاتھ مختلف سمت میں واقع مقبہ بھی کئی کی آخری آرام گاہ بنی گئی ہے۔

شہر کی مندرجہ ذیل یادگاریں کل ذکر ہیں۔

۱- اکبری مسجد - شاہی دار کے قریب واقع اکبری مسجد کو اصل میں اکبر نے فقیر کراہا تھا۔ حال میں اس - قلعہ - داخل طور پر تبدیل کر کے بنایا گیا ہے۔ غلامت کی پہلی مکتوبہ ۱۶۱۰ء اور ۱۶۱۱ء میں بنی۔

۲- مسجد مستند خاں: یہ گیارہویں صدی کی مسجد کشمیری دار میں واقع ہے۔ اس کو سنگ سرخ سے فقیر لکھا گیا ہے اور اس پر چھ جگہوں پر اکتھال بادشاہ کند کاری کی گئی

ہے۔ اس کی پائنتل 30 X 20 فٹ ہے۔

3۔ کللی یا ککلاں مسجد: کل مسجد 20 سرے لشکر میں ککلاں مسجد کے نام سے مشہور ہے مسجد گورنمنٹ ڈپارٹمنٹ کے قریب واقع ہے۔ اس کے گنبد بلند و بلند سے بلند پائنتل ہیں "اسی وجہ سے اسے کللی مسجد کا نام دیا گیا ہے۔ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ آگرہ میں سب سے قدیم مسجد ہے۔ اسے جی جی جی کی ہمارا اینٹوں اور چٹا سے تعمیر کیا گیا ہے مگر پہلے پل اس کی پیشانی پر سنگ خارا گورنمنٹ قد سنے والے حصہ میں یکساں چوڑائی کے بحرین عمارت اور اسے ہیں جن کے اوپر پائنتل گنبد سلیہ گلن ہیں مرکزی گنبد سب سے بڑا ہے اس کی لمبائی 128 فٹ اور گورنمنٹ 30 فٹ 9 انچ ہے۔ یہ مسجد چھٹن دور کے قریب بلند لی ہندوستانی طرز اور فن تعمیر کا ایک بحرین نمونہ ہے۔ اس مسجد کی عمارت گورنمنٹ کے پورٹل شدہ سائیکل صوبی کے پورے مظفر حسین نے دیکھی تھی (جس کا ذکر ہوا شخص نے اکبر آباد میں اکثر کیا ہے) وہ شاہجہان کا سر تھا "یہ صدارت بھرت پور کی شہری رہائش گھر قد عمارت بلخ میں دفن ہے۔ مظفر حسین شیخ بزرگری منصب پر فائز تھا اور 1600ء میں یا اکبر سے تقریباً "پانچ برس پہلے انتقال کر گیا۔ اسے ایک پر قریب نور دھوکہ ہوا شخص دیا گیا ہے۔

4۔ مسجد مخنشاں، مسجد مسعود: شہر کے مغربی حصہ میں صوبائی مسجد "میں واقع ہے۔ اس انتقالی خوبصورت عمارت کو دردی ماکس سنگ سرخ سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے تین گنبد ہیں "درمیان والا سب سے بڑا ہے اور سامنے والی دیوار کے ہر کونے پر ایک شیخ عمارت ہے۔ دیوار کے اوپر مغرب کی طرف سنگین چٹینوں پر مشتمل انتقالی خوبصورت اور شاندار کھڑکیاں ہیں۔ کہا جاتا ہے اس مسجد کو اکبر نے ایک پسندیدہ، خوجہ سراجیم کی یاد میں تعمیر کرایا۔ جب ایک غیر معمولی قد سالی کے درمیان مصیبت رخ کرنے کے لئے دیگر تمام درائع کا نام ہو گئے تو ان کی دعا نے آسمان سے بارش برساتی۔ وہ دیوادی دولت سے اس قدر لاشعق تھے کہ جب کوئی شخص انہیں انہماک کی پیشکش کرنا اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔

5۔ درگاہ شاہ علاؤ الدین: سید سلیمان علی کے صاحبزادے شاہ علاؤ الدین مہدوب المعروف عادل بادشاہ شاہ ولایت کی درگاہ اور مسجد کھڑائی کی مسجد میں واقع ہے۔ اس کی پائنتل 45 فٹ 19 فٹ ہے۔ شہر میں چھٹن دور کی یہ قدیم ترین عمارت ہیں۔ یہ صوبائی بزرگ شیر شاہ سوری افغان کے دور میں گزرتے ہیں اور یہ برسات غرامت ہندوستان میں تحریف لاسٹ انسانوں نے آگرہ میں اسلامی قانون کا ایک مدرسہ قائم کیا اور مسجد تعمیر کر لی اور

ایک خلفہ کی بنیاد رکھی جس کا انتظام ایک وعیفہ سے کیا جاتا تھا وہ بھی تک قائم ہے۔ مسجد نصف دراندہں تک زمین میں دھنسن گئی ہے اس کے بارے میں ایک انوکھی کہانی بین کی جاہل ہے۔ شکیں خلافت میں ایک شہزادے نے اسے اسٹیل کے طور پر استعمال کرنا چاہا حتیٰ کہ اس مقدس عمارت میں اپنے جانوروں کو بھی پھنسا دیا۔ درویش نے فکھو کیا جس کی بنا پر عمارت زمین میں دھنسا شروع ہو گئی پانچویں بد قسمت جانور کھل کر پھاگ ہو گئے اور یہ اس وقت تک دھنسا بند نہیں ہوئی جب تک بزرگ نے اسے رکے کا حکم نہیں دے دیا۔ اس صوفی بزرگ کا انتقال ۱۵۹۶ء میں شہر سلیم کے دور میں ہوا۔ مسجد کے عین سلا گنبد ہیں اور یہ بعد کے پانچویں دور کے فنِ تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

حمام، مندرجہ ذیل درودی خلیفہ درودی خلیفہ کا مقام بھی تو اتالی کے ہائیں ہاتھ واقع ہے۔ سنگ سرخ کا ایک خوبصورت عریض دروازہ (جس پر نسبت واقعی کدہ کڑی کی گئی ہے) حمام کے ایک سمت چلے اسٹیل کی طرف نکلتا ہے جس پر ایک گنبد سیہ گلن ہے بنیاد سے اس کا قطر 30 فٹ ہے۔ دروازے پر قاری اشعار کی صورت میں متعدد ذیل عبارت درج ہے:

درایام شہنشاہ جہاںگیر	کہ ی زبید باد عالم پناہی
شہر آفرین درویش	کہ پند پناہی تخت بادشاہی
تیمور لہ درودی خلیفہ	پنہن پاکیزہ عالی کہ خواہی
مصلحت درود پادشہ خورشید	نفا علی آفک دربار عالی
ز صبح آب و کس قرص کبیر	بیت حوض نور پادشاہی
نئی تمدن بنیادش دلم را	میں فکر شہر از پناہی
مگر ختم دامن پانہن و کسرت	میل خیر حمام مہامی

ترجمہ: شہنشاہ جہانگیر کے دور میں عالم پناہی صرف اسی کو زبید باد عالم پناہی میں (جو پناہی تخت ہے) درودی خلیفہ کے حکم سے خیرات لے اس قدر پاکیزہ حمام کی بنیاد رکھی کہ جس کی خواہش کی حاجت تھی۔ اس کی مصلحت پناہ کے روشن چہرے کے برابر ہے۔ اس کی وضع نفا دربار عالی کی طرح وسیع و عریض ہے۔ اس کی جگہ پر اس میں پناہ کے کس کے ہاتھ اس کا نور پادشاہ بیت پانہیوں اور پناہ سے بڑا رہتا ہے۔ اس کی تمدن بنیاد تلاش کرنے کی غرض سے میں نے شہر کے کس سے پہلے زمین سے پریشانی کو دھوا۔ تب پاکیزہ افراد کے دامن کو قلم کر میں نے کہا۔

اس عظیم حمام کی بنیاد رکھی ہے ۱۶۲۰ء (۱۰۳۰ھ)

شرق سے مغرب کی طرف اس کی لمبائی ۱۲۲ فٹ اور شمال سے جنوب کی طرف چوڑائی ۷۲ فٹ ہے۔

گہروں کے درجہ لے ہیں جن کو گودشتہ دور میں گہروں سرائے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ مہموں کو اس قدر صدمت سے قہر کیا گیا اور لاکھوں انعام کیا گیا ہے کہ حسب طوائف درجہ حرارت قائم رکھا جاسکتا ہے۔

اجپیری دروازہ کی مسجد۔ اس مقام سے جنوب کی طرف جہاں پہلے آگرہ کا اجپیری دروازہ موجود تھا ایک پھولی سی مسجد واقع ہے۔ مسجد کے سامنے والے حصہ میں دیوار پر ایک چتر نصب ہے جس پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے۔ یہی تین سطری قرآن پاک کی آیات کی صورت میں علی نہیں میں ہیں اور پچھنی د آفری سطر قاری میں ہے۔

اللہ لا الہ الا هو العلی القیوم لا تاخذه سنیۃ و لا نوم لا ما فی السموات و ما فی الارض لا من دال الذی یشفع عنده الا بقضیۃ لا یعلم ما بین یدیم و ما خلفہم و لا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء و سب کرسیہ السموات و الارض و لا یودہ حافظہما و هو علی العظیم

یہاں کرور عسکر نور الدین محمد جو گنیمت پورہ میں مسجد و مسجد

یہاں انظر عالی سلطان در سنہ ۱۰۳۱ یک برادری دیکھ

قرجہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مخلوق کے لائق نہیں 'زمہ ہے سنبھلنے والا ہے تمام عالم آ نہ اس کو لوگہ دیا سکتی ہے اور نہ نیند 'جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے 'سب اس کی ملکیت ہیں۔ یہ کونسا شخص ہے جو اس کے پاس کسی کی سفارش کر سکے دونوں اس کی اہانت کرے۔ وہ ان کے تمام حاضر و غائب حالات کو جانتا ہے اور وہ موجودات اس کے سطوت میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ میں نہیں لائے 'مگر جس قدر علم و یاد دہی چاہے۔ اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور غنہ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی 'اور وہ عظیم الشان ہے۔

پورٹہ نور الدین محمد جو گنیمت پورہ کے دار میں اس انظر عالی سلطان نے سال ۱۰۳۱ (۱۶۲۱ء) میں یہ مسجد اور گنبد تعمیر کیا۔

تمام اس مقام پر کوئی گنبد نہیں ہے۔ اصل میں اس چتر کا تعلق اجپیری دروازہ کے جنوب مغربی جانب شہزادوں کے قبرستان کی ایک پرانی مسجد سے تھا جب وہ کھڑ بن گئی تو اس چتر کو

اخذ کر اس ہوا کے قریب ایک پھولی سی سہ کی دیوار میں نصب کر دیا گیا۔

مسجد عالمگیر: شہر کے محلہ عالم گنج میں نور محمد باب القرب عالمگیر کی مسجد ہے۔ مگر اب اس کو مکمل طور پر تہذیب کر کے کلکتہ آتش کے لئے مشعل کیا جا رہا ہے۔ ساتھ کلکتہ میونسپلٹی نے اس کے ارد گرد کی دو لاکھیں قیر کرادیں جنہیں ماحول کے ہاتھ کر لیا ہے، لہذا لایا گیا ہے۔ اس مسجد پر متعدد ذیل قطعہ درج ہے۔

اللہ اعلم بین چه مکتبہ کہ پاک تراز جان ست۔ توفیق شان از سواد ادا فر۔ جنین گلو
میتل سیند حار شوق جلی ہمار۔ اجابت مشکب بحر دانش طہارت وقف خاک و آتش۔ وسعت
مکتل ذریعہ نظر بکشد و بر طاعت فکر اہل سواد مہلکہ رسد فضائل عالی است کہ دریاے
ہلن چون غصے اندر گزشتہ۔ بلکہ پھر رشتہ در گویش جاگہ۔ از خفا منظار ادراپ کہ گوہر را
دریا آہستہ۔ را۔ ہمارا از رنگ مفاہیل چون رشتہ در چچہ و آب۔ از انہا کہ خاک حق جل و علے
است۔ اگر فرش و اعز ش کوہہ رواست۔ ہشتا حق تو کو می باقی قلب غیب۔ لا ہجر اکسان
پشت جز اشع خم کہ۔ حر کہ ولیدین مکان گزرا ملکہ چون ملیہ سر سبزہ نلو۔ اگر ذریعہ در بین
سوزنن امری شید۔ حر گزار بجدہ سرخی وید۔ صورت با آنکہ قوم نجات در صلوة۔ بر غم ہلن قرآن
کہ مہاک شہر توش اقرار اسرار گزشتہ مسجد عالمگیر کشتی بجاست۔ دہان اعتبار کہ از خاک ہواشت
بہار کتب و سائر رواست۔ بدشتہ نلن ملک الملوک و درون التکلیف بخلق الہ۔ الہام کل باغ
۔ الہی سلت رسول غتہ۔ چنان رجب قتل الہ پر داشت کہ غلظ خود سرخا نہ اساحت۔ ہلن دلی
کہ از خصال سلطانی۔ صفت بہان گر آید۔ مہاک خطی کہ از در لکھنہ بہ بیت الہی و جنون
نلن آید۔ ذات اشرف سب افراد نورنگ کترین چاکش با بیکہ ہلن و فرنگ قیر ش مسجد کن
نکھاسے کل شرک و خنق۔ تو میں آتش نلن آتش کن و سولے قاری و عراق۔ لام با تحقیق
بحرین امر گزشتہ عرب و عجم ہوا اللہ علی قہرین محمد و محمد سب عالم گیر است اگر ہلے عالم گیر
کوہہ بسیار خوشنماست۔ مائل ہلے ثابت دین کالی لایس لای حق۔ آئین باطل ہلای اسلام
تکلیف باقی بین۔

کل اشرف الالہ لکھنہ دھارن محمد و محمد و رسول۔

بحر اسل لکھنوش۔

ترجمہ :- اللہ وہ کسی مسجد ہے جو دینی سے بھی دیاں مقدس ہے۔ اس کی قیر کے نقش میں
خالق کائنات کی زبردست طاقت دکھائی دیتی ہے۔ اس کی زمین کے فیض سے مومن کا سینہ تنویر

کے نور سے خود ہو جاتا ہے۔ قیامت دہانے اس کی محراب سے ٹھکانا چاہا ہے، طہارت اس کے آب و خاک کے لئے وقف ہے، اس کے من کی دست نھر کے نور اک سے ملتا ہے۔ اس کے نگہوں کی بندری ذہن میں نہیں آ سکتی۔ اس کی چار دیواری دنیا کی طرح وسیع ہے، جس میں دروازے جن (جنا) ایک نر کی طرح ہوتا ہے۔ نہیں دروازہ اس کی ساتیوں کی تسبیح کے لئے ایک دھانگے کی طرح ہے۔ یہاں اس کی پاکیزگی کا تصور کیجئے، ایک سوئی اپنی آہ و تاب مستور سے حاصل کرتا ہے، مگر اس جگہ مستور اس کی پاکیزگی نور شمس و شمس کے رنگ میں دھانگے کی طرح مل کھاتے ہوئے راستے کی فصل میں اس سے لپٹا ہوا ہے۔ جب تک یہ لٹھ عزوجل کا گھر ہے تو اس کی پہلی خط کو عرض کا نام دیا درست ہے۔ اس کی ساتیوں والی محراب ملک کی سطح پر خید ہے، دھانگے کے طور پر اس طرح جگہ ہوئی ہے، جس طرح لازمی لاندوں میں سمجھ دینے ہوتے ہیں۔ جو کوئی اس مسجد میں ٹھکانا چاہتا ہے اور زمین پر اپنی پوشاکیں نکالتا ہے تو وہ خدا کی طہارت میں ایک ساتی کی طرح ہو جاتا ہے۔ اگر یہ جگہ غم سن لیتی تو کبھی بھی خالق کائنات کے سامنے سمجھ دینے پر ہونے سے ٹھکر نہ کرتی۔ (۱۱۱)

جب تک یہ مسجد پوری دنیا میں اپنی شہرت کے باعث مسجد عالمگیر کے طور پر مشہور ہے۔ تب تک ہر شے کا نام دھانوں سے چرائیں ہو سکتا اور اس کو یہ نام دیا درست ہے کیونکہ دنیاوی حیثیت سے اس کی شہرت عرض تک پہنچ چکی ہے۔

ہر شے کا نام ملک الملک، درجن کی طہارت میں خدائی نیکیاں جمع ہیں۔ ابلیس کل ہلکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زہی کرنے والا، وہ اس قدر نکلی لٹھ ہو چکا ہے کہ اس نے خدائے خدا کو اپنا گھر بنا لیا ہے۔ دل خوش ہے کہ سلطان کے خصائل میں صفات سبائی آ گئی ہیں۔ ہر شے خوش قسمت ہے جو اپنے دار الخلافہ سے پانچ مربع خدا کے گھر جاتا ہے۔ ذات والا صفات نے تخت و تاج کی زینت کو بھولا ہے۔ من کا لائی سا فکر بھی چین اور فرنگ سے خارج واصل کرتا ہے۔ اس کی مسجد نے کلیسائے اہل شرک و ملوک کو توڑ دیا ہے۔ اس کی جانے لٹھ نے امر من اور عرق کے آتش کدوں کے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔ امر گزیدہ عرب و عجم کے باعث (۱۱۲) وہ مسلمانوں کا امام ہے۔ اگر ہم اس طہارت کو عالمگیر کا نام دیں تو نصیبت مناسب ہے۔ اس کی بیادیں دین کھن کی بیادیں ہیں۔ حد درجہ اس کو دیکھا ہے کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ اس کی تاریخ کو اسلام کے سربراہ میں یہی فن الفطام میں تلاش کیا جائے، میں کوئی دتا ہوں کہ لٹھ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ لاشرک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ اس کی تاریخ بنیو ہے۔

کریغ بیلو ۱۸۸۲ ہجری (۱۸۶۷ء) ہے 'حب اور غریب' مرثیہ سوادہ سیوانی سے جنگ میں
صوبہ قند

شاعر نظیر کا مقبوضہ۔ نظیر چہ در کے ایک عظیم اردو شاعر تھے۔ وہ دہلی کے اردو زبان کے
مشہور شعراء 'نظیر لدھی' 'سوسن خاں اور غالب کے معاصر تھے۔ ان کا اثر ازلیان 'شاداد اور سادہ
قادر اس میں عظمت اور اس کی خصوصیتوں کو بیان کرنے کے سلسلہ میں ایک خصوصی وصف
پڑا جاتا تھا۔ جلالی اور باصلاحیت زندگی اور سوسن 'ملاں لیلیوں' 'دل لکھ اور غریب' 'نظیر
اور قندروں کے بارے میں ان کے بیانات دلچسپ سوز ہیں۔ اور ان کی نظمیں حب نہیں پورے
اور خواں 'امیر اور غریب کی زبان پر ہیں۔ ان میں ان کا مقبوضہ مرثیہ خاص دھم ہے اور پسلیا
ایک میل بھی مشفق ہوتا ہے۔

مقبوضہ سوسن۔ سوسن کا مقبوضہ اردو کے غلط پادری قرار میں واقع ہے۔ اس کا اصل نام دالوہی
بارت تھا اور نصف صلی (۱۱۳) کے دور میں اس کے پاس فوجی کلکتہ تھی۔ وہ سوادہ سیوانی کی راہداری
(غالب کاظم ہو چکی ہے) کا بانی تھا۔ ۴ مئی ۱۷۷۸ء کو وہ اس میں قتل کر دیا اور اس کی دست
عریض جاگیر پر بیگم سوسن کے نام سے مشہور اس کی بیوہ اس کی جائیداد بنی۔ وہ اس کی اولاد کی
کلکتہ کے سلسلہ میں بھی اس کی جائیداد بنی۔ سوادہ سیوانی کے بیٹے نظام قادر دودھ کی تخت
نشینی کے دور میں بیگم کا شہر لیلیاں شخصیت میں ہوتا تھا اور جب یہ سوادہ ۱۷۸۷ء میں دہلی میں
داخل ہوا تو وہ اپنی اولاد کے ساتھ اپنی بہت سے دولت ہوئی اور گل کے سامنے آ پہنچی اس
دولت و خاں اور اس کے پورے اشراف سے مرعوب ہو کر دودھ سوادہ دودھ کے پار چلا گیا۔ شہر
حکومت کے لئے اسکی خدمات کے سلسلہ میں شہر عالم نے سرعام اس کا شہرہ لوانا اور لہ
اشراف کے لقب کے تحت اسے بادشاہ کی بیٹی قرار دیا۔

پادری قرار کے نام سے مشہور محلہ بہارت ہے۔ اسلوب کے عقب میں واقع ہے اور فکر
پار کے لوانی قصبہ سے منسلک اصل علاقے کے ایک حصہ ہے۔ مشعل ہے۔ اس کا شہر آبپاشی میں
بیسائیوں کے ابتدائی قدیم قبرستانوں میں ہوتا ہے۔ شہر اکبر نے اس جاگیر میں دوسرا کھیتونکہ
مشن کو باغیچہ حقوق عطا کر دیے تھے۔ یہاں پر آج بھیں اور ہر سگری عمارت کے حامل دوسر
سلی سے لائن ہونے بیسائیوں کے چند عزتوں ہیں۔

سوسن کا مقبوضہ مشن محل کی ایک مایستون عمارت ہے 'مسن کے لوہے گرے رنگ کے مٹی
جگر سے مزین ایک گنبد سلیا گلن ہے' اس کی سلامت لکھنؤ کے ٹیک فونٹ سے بہت لہی

جنتی ہے۔ عہدت ہر سیکری لونا میں ہے جو اس بات کا ثبوت سہا کرتی ہے کہ اس کی تعمیر کے وقت اگرچہ میں کوئی انگریز یا فرانسیسی نہیں تھا عہدت حسبِ اہل ہے :-

Aqvi 1020 Walter Reinhardt Morreo Aca 4 Demayo, no Anno de 1778

ترجمہ :- ”میل پر ولزورین ہارت کو اسزانت ہے“ (انتہی 4 مئی 1778ء)

جان ہسٹنگ کا مقبوضہ: سو کے قبو کے قریب مہلوں کی عمارت میں ولزوری جرنیل جان ہسٹنگ کا مقبوضہ واقع ہے، جس نے کارا لک کی طرف سے قلعہ اگرچہ کے حاصو سے قوڑی در محل اپنی موت تک قلعہ کی نکلن کی۔ (114) سو کی بار کے لئے وقف کتا عمارت کے مقابلہ میں یہ کہیں نہیں جاپ نظرور شہرور عہدت ہے، اگرچہ یہ چھوٹے پیمانے کی عمارت ہے مگر اپنی طرزِ تعمیر اور نقش کے لحاظ سے خدیہ النمل تمن محل کے ہم پلہ ہے۔

(ایک بار کا سفر) کے صفحے اپنی کتب میں جاگیر کے پرنسپل ہام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جسے جن انجی سے لیا، لے اور اسی قدر چلے ایک غیر معمولی جرأت کے فعل میں سے ایک ہام کی طرف اشارہ کیا تھا اس کے لیے سبھی حروف میں جاگیر کا نام درج تھا اسی طرح کے قدرے پھولے پالے کو اس کے ساتھ رکھا ہوا تھا جس کی جگہ اور سبب بھی تھا اس کا تعلق عظیم تصور ملک سے تھا دونوں قصبہ کے سابق بادشاہ کی ملکیت تھے اور انہیں ۱۸۶۵ء سے چند سال پہلے ملک میں ہمارے ایک انگریزی دکان پر لکھنے کے لئے رکھا گیا تھا۔ بعد میں ان کی قسمت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

(۳۶) فرشتے نے اس عاصمہ کے بارے میں ایک تحصیل اور میر حاصل بیان کرے کیا ہے۔ چوڑا کا سہارا دلا اور اسے نکلے راجستھان کے قباکس کا سردار تھا اس لئے یہ مقام بعد میں کی طرف ملک کی کارکنہ تھا راجستھان میں دروست حراست کی اور ہمارے حاکمی نوع نے پتہ کے لئے بادشاہ کی پیش کش کو ٹھکرایا حتیٰ کہ آخری آدمی تک ذکر فتح ہو گیا۔ چوڑی راج نے راجستھان کی حکومت کو بدلنے کے لئے بہت اہم کردار ادا کیا۔

(۳۷) کینے آگے کے بارے میں اپنی دستی کتب میں قلمی سے اس کی تاریخ ۱۶۶۶ء بتاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے نیرنیر نے نومبر ۱۶۶۵ء میں آگرہ کا دورہ کیا مگر شہنشاہ اس وقت زیرِ قیادہ اور محل میں تھا۔ قلعہ میں پڑا ہوا تھا اس کا انتقال ۱۶۶۶ء میں ہوا اگر پڑا بادشاہ وہاں سخت قید میں پڑا ہوتا تو جیسا کہ کتاب اول کے باب ۱۱ میں بتایا گیا ہے) نیرنیر کو کسی طرح بھی محل کی تمام عمارت کو دیکھنے نہ دیا جاتے۔ نیرنیر ایک دلچسپ بیان کے ساتھ اس باب کا آغاز کرتا ہے 'جس میں بتایا گیا ہے کہ اس نے محل کا مکمل نظارہ کس طرح کیا وہ کہتا ہے "بادشاہ جیلن کدو میں پھنسے کے لئے آگرہ میں اپنی رہائش کو چھوڑنے سے نکل جب بھی کسی دور پر اس علاقہ میں جاتا تو محل کا قبضہ (جیلن اس کا خزانہ سمجھا جاتا تھا) اپنے کسی سرکردہ اور بادشاہ میر کے سپرد کر جاتا جو بادشاہ کی دلچسپی تک دن رات اس دروازہ کے آگے سے نہیں ہٹا تھا جیلن اس کا خزانہ پڑا ہوا تھا اسی طرح کی غیر معمولی کے دور میں مجھے آگرہ کا محل دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ بادشاہ جیلن کدو کے لئے روانہ ہو چکا تھا اس کے بعد چارادہار اور حتیٰ کہ خزانہ میں اس کے چچے روانہ ہو گئے۔ "وہ محل کی حکمت ایک ایسے امیر کے سپرد کی گئی جو دھرم پور اور عام طور پر فرنگیوں کا ایک عظیم دوست تھا جسے ہی بادشاہ روانہ ہوا" آگرہ میں دھرم پوری کارخانہ کے سردار مسٹر ملٹن رسم کے مطابق اس امیر کو معلوم کرنے اور اسے قلعہ میں کہانے کے لئے گئے۔ وہ وہاں جب دونوں باب سے قلمیہ لیا کہ یا گیا تو حاکم نے مسٹر ملٹن سے دریافت کیا کہ وہ اس سے کس قسم کی خدمت چاہتے ہیں تو انہوں نے اس سے کہا چو کہ دھرم پور سمجھا نہیں ہے'

اس لئے کیا ہی اچھا ہو مگر ہمیں گل کا کوہِ بلی صبر دیکھنے کی اہلیات دے دی جاتی ہیں اس کی اہلیات دے دی گئی اور چھ کوئی طرح سے مراد کر دے گئے 'مترجمہ ہند' 'تذکرہ نغز' جلد اول 'صفحہ 106۔ یہ بیان سیاح کے اس دور سے لگتی سڑکی طرف اشارہ کرتا ہے 'جب انہوں نے 1645 میں سورت کی طرف سفر میں آئے گا دور کیا اس وقت شہر میں اس حکومت کو ہاتھ نہ تھا 'تعارف' 'صفحہ 33' وغیرہ

(58) 'دعویٰ اس آستان' میں خداتعلیٰ کا قلم ہے۔

(59) یہ کہ اس گل کے کنگوے قادی قلمی کے پیر کھنوں کی طرح صاف و کمال دہتے ہیں اور انہوں سے صحت دیکھتے ہیں۔

(60) استعمال کیا گیا تھا بعد سے حاصل کیا گیا ہے 'تذکرہ نغز' میں کے ساتھ سر پہونے کے 'خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے۔

(61) اس ایوان میں مشہور ناز زنجیر محل ایک کرنے سے جتا کے سامنے میدان میں دوسرے کوئے تک پہنچی ہوئی تھی۔ صیبت نہ کوئی شخص بھی نہ کھیلا تو اس کے ساتھ بدھمی ہوئی گئی تھی بدھ کو در خواست گنداریا فرادی کی سوتلی کی مخرج سے رہتی تھی 'یہاں فرادی کی فرادستی ہائی اور بدھ کی طرف سے برادرست اس کی شکست کا ازالہ کیا جاتا تھا۔

(62) یعنی تیمور نے صاحب قرون کہا جاتا ہے۔

(63) آخری جگہ میں ابھ کے کھ کے مطابق طرف کے حدود 1046 ہیں 'جہ 1636ء کے مطابق جہری سالی کی فراہمی کی گئی ہے۔ یہ وہی سال تھا جب شہر نے کچا پور کے بادشاہ محل شہ کے ساتھ صلح کی تھی۔ ہر شہر کے بعد خلی جگہ میں تھا 'تذکرہ نغز' 'مترجمہ ہند' 'صفحہ 106' وغیرہ

اور۔

(64) بادشاہ 'صفحہ 33'۔

(65) 'تذکرہ' 1892ء

(66) ہائی گزہ کے ہم سے مشہور قلم 391ء (1305ء) کے راز کے ہفت ہی طرح حار 10 اور 962ء (1356ء) کے دھاک کے ہفت تقریباً سہارہ گاہ کچھ کچھ 1366ء سے لگے۔

(67) حکومت کے 23 دیہی برس 15میں کو آئے گا ماکہ جاکہ اس نے آئیر کے لئے تعمیر کیا اور اسے 34 دیہی برس کل گا ماکہ ماکہ کیا گیا۔ 1593ء میں اسے کل میں گل کر دیا گیا۔

(68) 'تذکرہ' 'صفحہ 33'۔

(69) اس کا نام علم محمدی تھا اور وہ بھلیب میں چیت کا رہنے والا تھا اس نے لاہور میں اپنے ہم

سے مشورہ ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔

(70) مسلمانوں نے جنت کے دروازے کو روضوں کا نام دیا ہے۔

(71) لفظ حبیبس ہے جس کا مطلب آدمیوں سے لڑنے کوئی مقام ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق وہاں موت کے بعد تمام نیک لوگوں کی مدوح بخ ہوتی ہیں، یہ وہ مقام ہے جہاں جہنم اور فرشتوں کی رہائی ہے۔

(72) ستر نیک اس مقام کے واسطے میں لکھے ہیں۔

"اگر کسی جانب اچھل اسی قسم کی عبادت ہے جس کا اس کے واسطے کوئی مقصد اور استعمال نہیں ہے کہ اسے نیکیاں اور نواہی (اور اسے عبادت میں ملتا ہے) کا کام کرنے کے لئے بتایا گیا ہے۔" مگر جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اسے لہذا کی نواہی اور بدشگون اور اس کی جہاں کی برائی کے سوا کچھ، تقویات مستحق کرنے سے نکل لوگوں کے مصلحت کے لئے بتایا گیا۔

(73) نیز دیگر کے مطابق 22 برس اس میں کوئی شے نہیں کہ جس میں نیک عمل سے منسلک عبادات، کلموں، رائے و بیوی وغیرہ کا عرصہ بھی شامل ہے۔

(74) دیکھئے صفحہ 102 سے نکل۔

(75) غلط کچھ صفحہ 105 سے چھو۔

(76) جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی اللہ کے دور میں بھی کے ساتھ شریک تھے۔ وہ اپنی موصوفی کے لئے مشورہ حق اور آئین راست تھے۔ مسلمان مصنفین کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے آپ کو اہل کفر و کفر سے ترک کر کے چناؤا اور اختیار کرنے کی دعوت دینے کے لئے ایک خط روانہ کیا۔ انہوں نے یہ خط پڑھا کہ وہ اسے درجہ دیا۔ جس نے ایک پہلی کا نام کیا۔ کہ ظہیر خدا کے سامنے پیش ہوئی اور ان کا دین اختیار کر لیا۔ وہ ظہیر خدا کی کنیز بن گیا۔ مشورہ شاعر حافظ شیرازی نے قمریہ کی طرف یہ دے کے پیغام کے حوالے سے کہا ہے۔

خدا سے دل کو دگر بہا صافی نہ دے خوش خیزاں شہر سہای آید

ترجمہ: اسے دل خوش نہ ہوا کہ وہ صاف پلے گی ہے، یہ دے قمریہ سے خوش ہوئی ہے کہ لگا ہے۔

(77) سابق کلام انجیل سرحدیہ فرشتہ کی جہاں لیدی نوینیت کی طرف ہے۔

(78) ارا کوہ شہر کے قصبہ الجہانیت محلہ کرلی کی قبیلگی کی جہاں سزیہ قبیلگی کی طرف ہے۔

(79) گناہ۔

(80) غلط کچھ ان مقامات کا احتمال ہے۔

مصرعہ کو بطور شعر اور مصرع بہت زیادہ شہرت حاصل تھی۔ انہوں نے ہائی کے ٹکس سے شاعری کی اور وہ تاریخِ سندھ اور سندھ کی لکڑیوں کے مصنف بھی تھے۔ وہ عہدات میں لفظ و فکر بٹانے اور مرتب کرنے میں بڑے ماہر تھے اور اپنے سفر میں پچھ سنگ ترافٹوں کے بھرلو رہے تھے۔ ان کی چالیس عہدات نے ہندوستان سے اصفہان اور حرم تک پہنچا سہارہ اور سرکاری عہدات کو آراستہ کیا۔ چارہ میں جامع سہ کے مطابق ان کی عہدات تھہ آگرہ کے دروازہ 'تھہ سندھ اور دیگر مختلف مقامات پر لکھی ہیں۔ انہوں نے سحر کو سندھ عہدات سے مزین کیا اور دریائے سندھ کی ایک شلال (جو سحر کے گرد بسی ہے) کے دو سین ایک گنبد خیر کیا (اس کی تاریخ 'تھہ گنبد دروہی' میں لکھی ہے) جن سے ۱۹۰۷ء (۱۳۲۸ء) تک تاریخ برآمد ہوئی ہے۔ وہ ایک نکل اور انتہائی پامنا تھے انہوں نے ۳۰ یا ۴۰ لاکھ روپے رقم میں پھولے 'ہو' ان کے بیٹے میرزا رگ کو وراثت میں ملے۔

(۹۲) اکبر نامہ 'مجلد ۳۲' جلد ۳۔

(۹۳) کیے لفظی سے اس کو جیل کی جلی کا نکل کہتا ہے۔ اکبر نامہ کے مطابق بادشاہ نے اسے خود جیل کے لئے بولا تھا 'لذا اس میں نور آئیں' اکبری میں کسی جگہ بھی یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ جیل کی جلی کا نکل تھا۔

(۹۴) اکبر کی مذہبی انتہائیت کے حلقی بڑھ گئے۔ باب ۳۔

(۹۵) ایک ترکی تھہ 'اس کا مطلب دلیہ کا شہر ہوتا ہے۔

(۹۶) عام بیانات کے مطابق 'اس کو خانہ لودھی کے در سے بادشاہ سکھ لودھی کی نسبت سے یہ نام رکھا۔

(۹۷) سکھ رانی ایک تھہ۔

(۹۸) انور۔

(۹۹) ہارسی کی ایک تھہ۔

(۱۰۰) یہ لفظ 'دہرے' معنی کے لئے استعمال کے لئے جی جی ایک تو عظیم ہونے کے بارے خدا کی تعریف کے لئے اور 'دہرے' اس شخص کے لئے اس مقبوس میں دلی ہے۔ 'اکبر کا مطلب پڑا ہوا ہے' 'دہرے' معنی میں اس کے احوال کرنے سے ان کا مطلب بنتا ہے 'تھہ' 'اکبر' ہے 'یعنی' 'اکبر' تھہ ہے۔ 'دہرے' کے لفظی کنہ سے دین حق کی خاصیت تھی۔ 'اکبر' کے اعتبار کنہ صلی مسک کے مطابق یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ خدا کا اور یا دین ہر جگہ اور ہے جان حق میں ہے 'اس لئے اکبر کے یہ کنہوں نے دلیل جلی کی 'تھہ خدا کی روح تھا یا تھہ خدا تھا' کہ تھہ بطور بادشاہ خدا کا سایہ تھا اور اسے نور بھی اسی سے حاصل ہوا اس کے بقول اس توجہ کا اہتمام بکمل واضح ہے۔

اگرچہ حوالہ کے پاس کی جانب درج تھا کہ ذریعے اعتقاد طور پر فن کی وسعت کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن صرف اللہ کی شان و شوکت کی تعریف کے لئے ہیں جو صرف لفظی سے منسوب ہے۔ پدشاه نے اللہ اکبر کے یہی الفاظ اپنی سرحد کشیدہ کرائے تھے اور انہیں تمام سرکاری خط و کتابت کے لوبہ لکھا جاتا تھا ایک مرتبہ اس نے انہیں اسلام علیکم لا تعجلین کہنے کا حکم دے دیا۔ جس کے جواب میں جمل چل کر گیا جاتا تھا۔

(101) یہ خطاب اکبر کا انتقال کے بعد دیا گیا۔

(102) میرٹھ کا سرفرد، پیر صاحب، مرزا (وفات 1677ء) کا ایک نعتیہ لکھن۔

(103) عمارت پر درج تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دروازے کو جو تعمیر نے 1603ء یا نور علی سے

اپنی شادی کے تین برس بعد خیرا، جب وہ سب سے اڑکی جنگ لڑا تھا۔

(104) یعنی نقشہ۔

(105) یعنی سحر۔

(106) اس کی شادی شاد رخ مراد اللہ مرزا، امیر الہم امین مرزا، سلطان المصروف دہلی بدخش سے ہوئی۔

ملاحظہ کیجئے: باب 3۔

(107) یہ قرآن پاک کی 91 ویں سورۃ الفجر ہے اس کا مطلب کہ نعرہ میں مولد و فطری کے

مطابق جو مسلمان اس سورۃ کو مشروع و خصوص کے ساتھ پڑھے گا اس کو اس طرح غفلت سے نوازا

جائے گا جیسے اسے خیرات میں اپنے دامادوں میں خود بد و فحش سورج اور چاند مٹا کر اپنے گئے ہوں۔

(108) مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق جیت انصوار (مشرقتوں کا میدان) ساتوں آسمانوں سے لوبہ ہے۔

(109) تاری کا یہ شعر ہمارے نکل میں اپنے جہن کل میں سنگ مرمر کے فوارے کے کنڈلوں پر

درج کر دیا جس کو وہ جنگ میں اور جشن کے موقع پر شراب سے اُمرنے کا ملکی تھا۔

(110) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حمل پر، میں دئی ہے ملاحظہ کیجئے: کب سے کی تعریف میں

صفحہ 39۔

(111) یہ قصہ لڑائی طرف سے عزیزی کو دینے جانے والے علم کی طرف اشارہ کرتا ہے جس نے

لدا کے گلیتی کو اسلحہ کے پتے کے ماتھے پہنہ کرنے کے علم سے ہٹا کر دیا اور مسلمانوں کے

عقیدہ کے مطابق شیطان بن گیا۔

(112) مرزا حضرت محمد علی لکھنوی دکن و ملکہ۔

(113) مرزا کے بیان کے لئے ملاحظہ کیجئے: صفحہ 109 سے لکھ۔

(114) ملاحظہ کیجئے: باب 3، نکل، صفحہ 113 سے لکھ۔

باب سوئم

اکبر لور اس کا دربار

شہنشاہ اکبر: ۱۵۸۱ء میں قنوج کے قریب شیر شاہ سے اپنی شکست کے بعد جہاں میں تھکا تھکا کام کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور تقریباً اڑھائی برس تک اس علاقے میں رہا۔ دریا کے کنارے سے تقریباً پچاس میل مغرب کی جانب پاتر کے مقام پر اس کا پہلی ہندو بہن لپٹے لپٹے امراء اور عوام سر کے اس سے تھک جاتے تھے۔ جہاں نے لپٹے لپٹے کا زبردست استقبال کیا۔ تقریباً کے دوران ہندو کی دھندلا رہے وہ جہاں کی ماں نہیں تھی۔ نے بادشاہ اور دربار شہنشاہ کی خواتین کو ایک عظیم الشان میلالت دی۔ اس دعوت میں جہاں نے انتقال سے ایک نعلیت مسین و جیل لڑکی کو دیکھ لیا جس کا نام عیدہ پور تھا۔ اس پر کچھ اس قدر فریض ہو گیا کہ اس نے اس موقع پر انتقال کر گئی تھی۔ یہ شوق انداز میں دریافت کیا کہ وہ کون ہے۔ اور جب اسے بتایا گیا کہ وہ ایک مہر کی بیٹی ہے۔ جو ہندو کا انتقال ہو چکا ہے۔ تو اس نے پوچھا کیا اس کی مہر ہو چکی ہے۔ اسے جواب میں بتایا گیا کہ اس کا رشتہ طے ہو چکا ہے مگر ابھی تک ہاتھ نہ ملے۔ مہر کی رسمات لڑکی کی گئیں۔ جہاں نے لپٹے لپٹے اس کا رشتہ الگ ہندو سے اس جیل کو پسند نہیں کیا۔ ہوں وہ لوں بھائیوں میں بھڑایا یہ کہ کیا حق کہ ان میں علیحدگی ہو گئی۔ مگر ہندو کی ماں اس رشتے کے حق میں تھی۔ چنانچہ جہاں کی شادی عیدہ پور سے ہو گئی۔ جس نے حال ہی میں اپنا چہرہ صاف صاف کیا تھا۔ اس کے قہر ڈی دہر بعد یہ لپٹا ہوتا ہوا بھڑکی پڑا کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہندو نے اس شادی پر منتظر ہو کر جہاں کا ساتھ پھر دیا اور قہر جاری کی طرف روانہ ہو گیا۔

اکبر کی ولادت: اس شادی کے نتیجہ میں ۱۵ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو حرکت کے مقام پر دروازے کے صحنوں کے کنارے پر اکبر کی ولادت ہوئی۔ عیدہ پور کے راجہ کی بیٹی نے جہاں کو اس طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حرکت کے حکمران راجہ راجا پر شاہ نے اس کی خوب خاطر داری کی اور اچھی طرح دیکھ بھال کی۔ اکبر کی پیدائش سے چار روز قبل جہاں صلیب جون پر عیدہ کرنے کے سلسلے میں امر کوٹ سے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے یہ خوشخبری سنی تو وہ لپٹے لپٹے لور وکٹ کی پیدائش کے لئے نہ اٹھ اٹھ کر روانہ کرنے کے لئے بھیجا۔ راجہ ہو گیا۔ امراء اور کھانا دار اس کے گرد جمع ہو کر مہلک پڑ دیے گئے۔ راجہ جہاں و اکرام کی عدم تواضع کے باعث بادشاہ نے لپٹے لپٹے لور وکٹ جہاں سے جہاں سے صحت بخاک ہو گئی تھی۔ کو شک جہاں کا کولا لالنے کا

حکم دیا اسے اس نے چینی کی ایک دکان میں توڑا اور یہ کہتے ہوئے اپنے امراء میں تقسیم کر دیا۔
 اپنے بیٹے کی پیدائش کے موقع پر صرف ایک ایک خندہ ہے جو میں اس وقت آپ کو پیش کر سکتا
 ہوں، مجھے یقین ہے جس طرح ملک کی خوشبو نے اس کمرے کو بھر دیا ہے اسی طرح اس کی
 شہرت ایک دن چار دانگ عالم میں پھیل جائے گی۔" اس کے بعد اس مہلک موقع کا جشن
 منانے کے لئے خدے بجائے گئے اور ہنگ کونگ اٹھے۔ بادشاہ نے بچے کو جلال الدین محمد اکبر کا
 نام دیا۔

جب فسطحہ انہیں امرات کے شاہ مصعب کی لدوی فرج کے ساتھ قندھار پر حملہ کرنے
 والا تھا تو انہیں کے پہلی عسکری نے (جو اس وقت شہر کا بیل تھا) کامران کی درخواست پر نئے
 اکبر اور اس کی سوتیلی بہن بخشی باجوہم کو قندھار سے کلل روانہ کر دیا۔ مارچ ۱۵۹۵ء میں
 قندھار پر قبضہ کے بعد انہوں نے کلل کی طرف پیش قدمی کی جس پر اس نے نومبر ۱۵۹۶ء میں
 اسکے باشندوں کے جشن منانے کے دوران قبضہ کر لیا۔ انہوں کو پہلی میدان جنگ میں اپنی
 کھیل کے علاوہ تین سال کی بدلتی کے بعد اپنے پیارے بیٹے اکبر سے دوبارہ ملنے کی خوشی بھی
 ملی۔ جب اس وقت ملک بھی کلل سے وہاں پہنچی تو اکبر کی رسم خندہ (اس کو جلالت کے تحت
 بخاری کر دیا گیا تھا) شرع کے مطابق زبردست جشن کے درمیان اور احتمالی شہنشاہی شہرت کے
 ساتھ لڑائی گئی۔ (۱۱۵)

اب الفضل کے مطابق رسم خندہ کے بعد جب اکبر کی مہاراج برسر پہلی تو اس کو سب سے
 پہلے بشری علم کے عرس میں لایا گیا اور مولانا عزم الدین کو اس کا انجیل منتخب کیا گیا۔ اکبر نے
 اپنے پہلے استاد سے کچھ بھی نہیں سیکھا اس لئے کچھ عرصہ بعد اس کی جگہ پر مولانا بیہ کو مقرر
 کیا گیا۔ بعد میں حسین خاں کو مقرر کیا گیا کہ وہ شہزادے کو بادشاہ کے مصعب کے لئے تیار کر دے
 چنانچہ اسے اہتمامیوں کے مسئلہ "گڑ ساری" میر کلن "نیرا" گوار اور بدلتی چلانے میں دہرنا
 دیا گیا مگر اس نے کھانا اور پڑھنا نہیں سیکھا۔ جب حرم خاں اکبر کا قائم مقام ہوا تو وہ خاں بادشاہ
 کو میر عبد اللطیف قدوسی کی انجیل میں دے دیا گیا۔ اکبر نے اپنے عالم فاضل استاد سے حارثانہ
 فریسی پڑھیں اور حارث کے اشعار کو پہلی یاد کر لیا۔ میر کا مصعب بھی تھا جس سب کے ساتھ "
 اس میں کوئی شک نہیں کہ اکبر نے ہیرت اور دلاوری (جو اس کی پوری زندگی کا خاص وصف
 تھی) اپنے مولانا علی استاد کی ابتدائی تعلیمات سے حاصل کی۔

اکبر کی یہ زبردست خواہش تھی کہ ہندوستان کے دو مختلف فرقوں کے ساتھ ممکن مساوات
 کی شرکاء پر برکھو کیا جائے اور ہندو مسلمان کے درمیان کوئی فرق نہ دکھا جائے۔ اس کی

طوائف تھی کہ ہندوستان کو ایک ایسے بلخ میں تبدیل کر دیا جائے کہ اس میں ہندو کلنڈین (النجیر کا
 پتہ) اور قوت معلی کا درخت ہے۔ پیچہ تر تہہ اور لعلاتاً وہے اور وہ سلطان کے مجبور کے
 بزرگ اور عالی مرتبت درخت کے شانہ بشانہ کھڑا اور کہلو رہے جس نے اس کے ساتھ سحر لے
 عیب سے لیل کے دساک اور ابروں کے پانڈوں سے لے کر بچن کے ساحلوں اور بحر اکمل
 تک کا سفر کیا ہے۔ وہ ایک ہندو کے زیر علیہ پیدا ہوا تھا چنانچہ جب تخت نشین ہوا تھا تو اس
 نے ہندوؤں کے ساتھ شکایت مستوار کرنے کے لئے فیصلہ کیا۔ راجن کا اکھڑ کر دیا تھا۔

در حقیقت یہ چیز اس کو درخت میں لی تھی۔ جب اس کے دلوا ہار نے ہندوستان کو فتح
 کرنے کے منصوبے بنائے تو اس نے سلطان ایراہم لودھی کو معقول کرنے کے لئے ایک
 راجپوت سردار رانا ساگا سے ہمت پت کی۔ اس کے چپ ہاتھوں نے جتوڑ کے رانا (جس کو
 اس نے بلوار شہ کے خلاف مدد بھیج پہنچی تھی) لودھی سے عظیم مدد کی درخواست کی۔ رانا کی مدد
 پہنچی بیٹے کو ترجیح دی۔ اکبر نے راجپوتوں کے ساتھ شغف کر لیا اور اس نے اس جنگجو قوم سے نہ
 صرف اپنے بگڑی دوست بلکہ اپنے چند استثنائی بھائی شیر اور بلور جرنیل بھی حاصل کئے۔ اس
 کے علاوہ وہ پہلا چٹھلی تھا جس نے ایک ہندو راجپوت شہزادی سے رشتہ ازدواج قائم کیا۔ واقعہ
 کچھ یوں ہے۔ امیر کے سردار اور کچھ اہلکار نے کے استثنائی محترم شہزادے راجہ ہمدی مل نے
 انہیں کو اس وقت اہم عسکری خدمت بھیج پھرائیں۔ جب یہ بادشاہ ابروں کو ہجرت کرنے پر مجبور
 ہو گیا تھا۔ اس نے انہیں کے حاکم نزلوں بھٹوں میں قتل کو بغیر ٹک کئے مراعات کی اجازت
 دینے کی خاطر شیر شہ ساری کے ایک جرنیل علی خان سے مصالحت کر لی۔ اکبر کی تخت نشینی پر
 ہمدی مل نے علی کے قریب امیر کی فکرت کے وہ دور بعد شہی چارو میں اپنی بیٹی حاضری
 دی۔ علی اس نے معمول کے سکون ماحول اور شہی دربار کی ترتیب کی بجائے ایک چنگیز
 مظهر کھلہ پایا۔ نوکر چاکر اور منصب دار ہر طرف الٹی ہوئی عیون کی بکوں اور رسوں سے
 بچے کی کوشش میں ایک دوسرے سے دھکم پیل کر رہے تھے۔ جبکہ ایک دوسری صلیحہ الطہینان
 سے ایک مست ہاتھی پر بیٹا اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی آہنی آگس کی سروں سے اسے رام
 کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سکون مطلوب کے مقابلہ میں اس کام کے لئے زیادہ دیر کی
 ضرورت تھی۔ آخر کار اس نوجوان نے مست ہاتھی کو گلے چپکے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنی نشست
 سے باہر کودا اور بوڑھے ہندو سردار کو خوش کنہہ کلا جو اپنے بیٹھے بگڑیوں داس اور ہاتے مان
 عکس کے سرو کیا تھا اس نے نوجوان کے حوصلہ اور بھائی کی بہت زیادہ تعریف کی۔ لیکن کی تعریف
 و توصیل کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نوجوان نے بوڑھے سردار کو اپنے پیچھے قرعوی رنگ کے

شلیں ٹھہر میں آئے کاٹل کیا — یہاں بھاری مل ہے انکشاف ہوا کہ وہ من کے لپٹے بادشاہ کے ساتھ کوئی اور نہیں تھا۔ یہاں پر راجپوت سردار پہلی مرتبہ چھٹی بادشاہ کی ہے شل بھاری اور لہو دست صدمت سے متاثر ہوا پچھ برس بعد بھاری مل اور من کے پورے خاندان نے سناٹھ میں بادشاہ کے پاس حاضری دی۔ من کا خوب غیر مقدم کیا گیا۔ راجہ نے شلیں ملازمت میں شمولیت کرنے اور دوستی کے بندھن کو اکبر کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کے ذریعے مضبوط کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ پھر کسی میل و جمع کے دونوں دروازوں کو محصور کر دیا گیا چنانچہ بھولہ شادی معرض وجود میں آگئی اس بندھن کے نتیجہ میں سلیم دھرم میں شہنشاہ جاگیر کی پیدائش ہوئی۔ مظہر شلیں خاندان کے افراد کے ساتھ راجپوت فیروزیوں کی شادی اس وقت سے اٹھارہ سال اختیار کر گئی اور بعد ستان کی لہری کے وہ جسے دھرم میں درستی پیدا کرنے کے لئے اس کی مدد سے بہتر ملک پر آم آئے۔ دارالعلوم پتھن پر راجہ بھاری مل کو پانچ ہزاری کمانہ اور دوا کیا اور اس کے بچے اور پوتے کو اپنی عسکری کمانیں سونپی گئیں۔

اکبر کی اختراعات و ایجادات: اکبر ایک اختراعی طبیعت اور میکانیکی ذہن کا حامل تھا۔ وہ مختلف میکانیکی خون میں ماہر تھا۔ نیز توپ کو ڈھالنے اور جنگ کا بھاری اسلحہ اور اختیار بنانے کے علم سے بخوبی واقف تھا۔

گل کے قرب و جوار میں من کے ٹکڑے تھے اور وہ اپنے اسلحہ خانہ کے کام کو احتمالی جتنوں سے دیکھتا تھا۔ اس نے نئے طریقے تصوف کرائے اور انہیں عملی شکل دے دی۔

اس نے توپوں اور ہندوؤں کی چٹاری پر خصوصی توجہ دی اور اس شلخ کی کارکردگی کو بادشاہ کا ایک نوین مقدم قرار دیا۔ اس نے ایک ایسی توپ لکھائی جسے راستے میں آسانی سے چھوہ گھوڑوں میں تقسیم کیا جا سکتا تھا اور حسب ضرورت ترتیب دے کر جوڑا جا سکتا تھا۔ ایک دوسری ایجاد کے ذریعے ایک ہی ہندو سے ایک وقت میں توپوں پر ٹکڑے لگایا جا سکتا تھا۔ ایک دہائی قسم کی توپ تھی جسے ایک اچھی آسانی سے لے جا سکتا تھا اور دوسری اس قدر بڑی جسامت کی تھی کہ اس کے گولے کا وزن پانچ سو تھا اور اسے لپٹنے کے لئے کئی اچھی اور ایک ہزار فٹ دور رکھنا ہوتے تھے۔

بادشاہ نے ایک ہندو ایجاد کی تھی جس کے گھوڑے کی بجلی سے حرکت سے ٹکڑے لگایا جا سکتا تھا۔ اس نے ایک پیرہ بھی ایجاد کیا تھا جو ایک احتمالی ضرورت میں توپ کی سولہ ٹکڑوں کو صاف کر سکتا تھا۔ (16)

اس نے بے شمار نیپے ایجاد کئے اور اس وقت سوجہ خود طرہی میں بہت زیادہ بہتری پیدا

کی۔ سرخ پگڑے سے چہرہ لور فیتے سے بڑھا ہوا خیر گلپ دہر بھی اس کی لہجہ تھا۔ یہ کسی طرح بھی ایک سو مربع گز سے کم نہیں تھا اس کے مضبوط دروازے تھے جن کو گھبراہٹ اور پانیوں سے محفوظ بنایا گیا تھا اس کا پتہ ایک مہشی شر قہا اور اس کے پاس بہت بڑی جماعت کے شر لٹھیں تھے جو سڑک کے دونوں طرف عام دروازوں خاص جمہور کے مہلات گھروں اور مختلف دیگر مقاصد کے لئے استعمال ہوتے تھے۔

دو شہر کے شعبہ میں اس نے ٹھیک ٹھیکوں کی بہ شہر میں اچھا کیس۔ وہ دروازے کی طاقت کے طور پر آگ کی پرستش کرتا تھا خوب آگ کے وقت اس کے سامنے پارہ لٹائی و لڑائی میں لال جاتی تھ ایک گولا اپنے ہاتھ میں ایک شمع پکڑے ہوئے تھیں اور مترم توار میں ہدای کی سر میں مختلف گھنے گانا اپنی دھوئیں کا قطر اور اتمام پوشہ کے لئے ایک دعا سے کرتا تھا۔

اس نے مست ہاتھوں کو طاقت پر مجبور کرنے کے لئے کی اچھلی کیس۔ اس نے ایک چٹائی لاکھ کھلے پاس کا ایک گھوڑا پنوں سے لپٹا ہوا اور ہار سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ مٹی کی تہ کے درپے ہار کو دو نصف حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (اچھلی کی۔ دونوں سروں پر آگ لگنے سے یہ گھومتی ہوئی ابتدائی خوفناک توجہ پیدا کرتی تھی اور کسی مست ہاتھ کی کو خوفزدہ کر کے اسے خاموش کر دیتی تھی۔ گزشتہ دور میں دوڑتے ہوئے ہاتھوں کو بجا کرنے کے لئے آگ جلائی جاتی تھی مگر اس سے بہت مشکل پیدا ہو جاتی اور شہر طور ہی مطلوبہ فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ چہرہ کو رام کرنے کے لئے اکبر کا وضع کردہ طریقہ ابتدائی مضبوط تھا۔

پوشہ نے غیر معمولی گاڑی اچھلی کیس میں سے ایک ایسی گاڑی بھی تھی جسے ایک ہاتھ کی پھینکا تھا اور اس قدر بڑی تھی کہ بہ شہر حاصلوں پر مشتمل تھی۔ یہ ایک سڑی عام تھا اور اسے تل بھی با آسانی سمجھ سکتا تھا۔ مختلف انداز کے دھت اور چٹوڑے ہٹائے گئے اور ایک ایسی طشیں اچھلی کی گئی جو کتوں سے پہلے نکلتی اور اسی دوران جلی کے چکر کو بھی چلاتی تھی۔

اکبر نے چند منسل گائیں اچھلی کیا وہ اسے مختلف انداز میں نہیں سکا تھا۔ آئین اکبری میں فن سب کی تفصیل درج ہے۔ اس نے نعل کے کھیل میں حصہ نہ لیا کیس اس کے مطابق طریقہ کا ایک بہت اچھا نگار تھا اس کے سورخ کے مطابق حصوں کا اہم مقصد فن کیوں سے محفوظ ہونا اور اس کے مطابق توجہ کی توجہ تھی کہ انہوں نے لگاتار وہاں میں پاکست اور اپنے پہلی چارے کی فضا پیدا کرنا تھا۔

اکبر کا تجسس: اکبر اگرچہ ایک مسلح پیدا ہوا تھا مگر اس کے باوجود اسے ایک تجسس رہن

صاحبزادہ حقائق حق خاوند اس کا کہنا تھا کہ اپنی تمام دنیا کو (جیسے من کوئل اور عقیدہ
 کچھ گئی ہو) ایک مشترکہ قومیت کی صورت میں متحد کر دیا جائے۔ وہ مسلمانوں کی حمایت نہیں
 کرنا تھا کیونکہ من کا تعلق سکھوں قوم سے تھا۔ وہ مختلف مذاہب اور فرقوں کے عقائد کی آراء جمع
 کرنا نہایت غور سے من کوئل کو تھا جس کو چاہتا حضور کر کے اس پر برقرار رہتا اور جسے ناقابل
 قبول سمجھتا رہ کر رہتا بدیعینی لکھتا ہے "ہمیں سے ہر وقت تک اور ہر وقت سے ہر جا پر تک
 بادشاہ انتہائی مختلف پلوں اور ہر قسم کے مذہبی روایات اور فرقہ وارانہ عقائد سے گذرا"
 ————— وہ ارچہ کو جس کے جذبہ کے تحت جمع کیا کرنا تھا من تہمت نے اس کے ذہن میں
 اس خیال کو مضبوط کر دیا تھا کہ تمام مذاہب میں اپنی اور انسانی کلیات کے افراد اور زیروست
 مظہرین ہوتے ہیں اور اس کا یہ عقیدہ تھا کہ تمام اقوام میں ایسے افراد موجود ہوتے ہیں جو
 کرملت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس نے کانپوں پر مانہ جزیہ سچا کر لیا۔

اس نے بدو محشر کے عقیدہ کو رد کر دیا اور تو اکون یا کچل کے عقیدہ پر چین قائم کر لیا۔
 قد دل سے اس مقولے پر لکھ رہا تھا "کئی ایسا مذہب نہیں ہے جس میں کچل (لا بدعہ) کے
 اصول کو جاننے کا عمل کے عقیدہ کی جڑ مضبوط ہو۔" برہمنوں نے اس عقیدہ کے لئے
 شہادت تلاش کرنے کی خاطر جینے ترتیب دیئے۔ وہ جوگی پودہ "ہر وقت حاضر اور اسی جہم کے
 انشکات کے لئے دیگر مشقت پر مستعد ہونے والے مذہبی انشکات میں اپنے ہتھوڑے خیالات پر
 قائم رہنا مذاہب کے بارے میں علم جمع کرنے کے لئے اس کی خواہش صرف انشکات عام تک
 محدود نہیں رہتی تھی بلکہ اپنی خواہش تک میں جیسوہ تمام سرکاری فرائض سے ہٹ کر آرام
 کرنے کے لئے جا تا تب بھی عطا کی صحبت کے بغیر نہیں ہوتا تھا اس نے دس سو تمام کے ایک
 برہمن کو تمام مسودہ اشیاء کی مسکرت زبان میں ایک کلیات مرتب کرنے کا حکم دیا۔ وہی نام کا
 ایک اور برہمن ایک انتہائی لمبے انداز میں بادشاہ کے پاس اس کی طلب گاہ میں جا کر آقا تھا
 بدایہی کے مطابق چوکر حرم میں توہیں کا واسطہ سخت ممنوع تھا اس لئے وہ ایک چارپائی کے
 ذریعہ محل کی دروازہ چلا گیا کہ اس پر کوسے میں پہنچتا جہاں بادشاہ سوا ہوتا تھا پس آسمان اور
 زمین کے درمیان سطح پر کر بادشاہ کو بتوں "آگ" سورج اور ستاروں اور ہندوؤں کے بڑے
 دیوتاؤں "بڑا" "ملا" "چٹن" "کشن" نام اور منہا کی پرستش کی صورت میں ہندو مت کے
 اسرار و سوا اور کلیاتوں کی تعلیم دیا تھا۔ بادشاہ سورج کی اس لئے پوجا کرنا تھا کہ وہ سب سے
 بڑی روشنی ہے تمام روٹھیں اس کے تحت ہیں۔ اس نے مختلف ملت و گوں کی پوشاکیں
 اختیار کر لیں جن کو وہ ملت اجرام غل کے رنگوں کے مطابق بننے کے خاص دنوں میں لے

قر کرنا تھا اس نے گلے کے گوشہ کا استعمال ترک کر دیا اس کا خیال تھا کہ گلے کو مدد ملے گا۔
 ہے اس نے گلے کے گرد کوپا کینہ لگا کر دیکھو اس نے اپنی کتابوں میں قلعیت تحریر کر دی ہے
 کہ گلے کے گوشہ کا استعمال صحت کے لئے مضر ہے اور تلف ہماروں پر کرتا ہے۔

اکبر و تشیع کی فضیلت پر چین رکھا تھا اور آگ کو خدا کی ایک جلی اور اس کی کرلوں میں
 سے ایک کن خیال کرنا تھا لہذا بھیجی سے وہ موم کو ایک جلوت کے طور پر مانتا تھا۔ قدیم
 بادشاہوں کی رسم کی بددی میں اس نے غم دیا کہ دربار میں مقدس آگ کو دن رات روشن رکھا
 جاتا، نیز اس نے شیخ ابو الفضل کو آگ حذر کا گروہ مقرر کیا۔ وہ چوبیس سو سو اور آگ کے
 سہلنے بھرا رہتا تھا جب گل میں تھیں اور چرخ روشن کئے جاتے تو وہ دربار میں کو اٹھنے کا
 حکم دیتا۔ وگرنہ کسی اندھ کی طرح اپنے ہاتھ پر زعفران کا تھن لگا کر دیکھ کر ان عام
 میں آتا تب برہمن نیک ظنون کے طور پر سوچوں اور جو اہل سنت سے حزن ایک راہی اس کے
 ہاتھ پر باندھتے تھے۔

اکبر کی والدہ حمید باہو 20 اگست 1604ء کو آگرہ میں انتقال کر گئی تو اکبر باقی رہا جس میں
 عیسوی تھا اور اس نے اپنا سر "واٹھی" اور سوچے متواہد ہے۔ مرحوم ملکہ کی خوش کو دلی لیا گیا۔
 بادشاہ نے کئی قدموں تک جتارے کو اپنے بکڑوں پر اٹھایا اور اس کی سلطنت کے سرکردہ امراء
 نے بھی اس کی تقلید کی۔ ویدک کے تمام امراء نے اپنی واٹھی سوچے متواہد اور باقی رہا جس
 میں لیا۔

اکبر نے روزِ محشر قیامت اور رسول اکرمؐ کی عظمت پر جلی انکلات سے حلق اسلامی
 انکلات کو پس پشت ڈال دیا۔ اسوائے عقل اور تہذیب پر جلی شہزادوں اور ائمہ من المسلمین کے
 حال علاقہ کے اس کے متبعین دین کو کوئی چیز متفق نہیں کر سکتی تھی۔ تمام فرقوں کے علماء
 سے کئی کئی ملاقاتوں اور مذاہب، افغانی و ملی علوم پر مختلف مسائل کا مطالعہ کرنے کے بعد اس
 نے اسلامی فطرت کے کلیات اور کنوینشن کی پوری طرح آزمائش کی۔ جہاں تک معقول کی
 جڑوں اور سڑکوں کا رخ سے اختلاف تھا وہاں سے انکار کرنا تھا۔ جسم سے پردہ کرنے کے بعد
 دماغ کی سادگی سے انکاری تھا۔ انہوں نے عجلت اور بزرگوں کی کلمات کا منکر تھا۔ جنوں
 فرشتوں اور نائب دنیا کی مدد سے تمام مخلوقات کے بعد سے انکار کرنا تھا۔

ایک نئے مذہب کی بنیاد: اس نے اپنے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جس کو "دین
 الہی" کہا تھا اس میں خدا کے واسطے کو کہ اور زمین پر اکبر کو اس کا خلیفہ تسلیم کیا گیا تھا۔
 مسلمانوں کے کل طیبہ (دھرم) کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس

کے رسول ہیں۔) کی جگہ پر یہ لکھ لیا گیا۔

لا الہ الا اللہ اکبر خطیفۃ اللہ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اکبر اس کا خلیفہ ہے۔

اس طرز کے تحت کے کسی نماز گاہ کی کھدی کے مسلمان طبقوں میں بے چینی نہ پھیلے اور
وہ اس کے استعمال کو مانگ نہ کر دیا۔

اس وقت (۱۹۹۰ء تا ۱۹۸۲ء) کشمیری نے دس اشعار کی ایک نظم لکھی جن میں سے چند یہ

ہیں:

شورش مطرست اگر زور خاطر آرد جا ملے

کز خطابی مر و ظہیر جدا طواحد شدن

خدا سے آجے مرزا ہیں بیت بس کز طراکی

تسل برم مسم و درد گدا طواحد شدن

پادشہ اسل برونی نبوت کما است

مگر خدا خواہد ہیں از سلسلے خدا خواہ شدن

ترجمہ: اگر کوئی چاہے دین میں یہ خیال کرے کہ خلق خدا میں ظہیر کی محبت بھی جدا بھی
ہو سکتی ہے تو یہ اس کے دماغ کا تصور ہے۔ میں اس انوکھے شعر پر اپنے تئیب کو بھی دبا نہیں
سکتا جو پڑھتا ہے اس کی دعوت میں جانے گا اور مجھ کے نفس کا چل بن جانے لگا۔ اس سلسلہ پادشہ
نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اگر خدا نے چاہا تو اسے گزرنے پر وہ خدا بھی بن جائے گا۔

اکبر کے قائم کردہ دین ان کی ایک اہم سیاسی حیثیت تھی۔ یہ ایک لڑائی برادری تھی جو
ظلمت افزائی جماعت پر مشتمل ایک حصہ سیاسی گروہ تھا اس کے مراکین اس کی رو سے اچھی
نور ملی قسمت 'خوشی نور ملی' کی حالت میں پادشہ کا ساتھ دینے کا حلف اٹھ کر خود کو پادشہ کر لیتے
تھے۔ سال ۱۹۸۸ء (۱۳۸۰ء) کے دوران پادشہ میں سمر دین کے چار دہائیوں کی شریعت کی گئی تھی
میں سے (۱) پادشہ کی ملکیت کے لئے قوی دینے کی خاطر چار دینا (۲) زندگی (۳) دیکھ اور (۴)
لہجہ جو کوئی من چاہوں چاہوں کی تھی دینا اسے چاہوں دوسرے حاصل ہو جاتے اور ہر ایک کی
تہائی دینا اسے ایک درجہ حاصل ہو گے تمام دہائیوں نے اپنے ہمسایوں کا اندراج ظلمتیں کی
حیثیت سے کر لیا تھا۔

تمام برادری ظلمت اور دوسری حق میں 'ظلمت' لفظ اکبر سے شہد ہوئی تھی جن
میں اکبر کے چہرے اللہ کے ساتھ رجعت کیا گیا ہے اور ہم اللہ جیسے حیرت کے استعمال کو

ترک کر دیا گیا۔ اسلامی فقیروں کو یہ فیصلہ اور بدست کہہ کر دیا گیا اور مددوں کو تنقیدی
 یا نہ ہی اہم جان کر قرار دے کر چھوڑ دیا گیا۔ امریوں کے اُتس پرستوں اور برہمنوں کے یہ کلموں جیسی
 عبادت کو زیادہ جامع اور سرشار کر حصار کر لیا گیا۔

تمام مذاہب کی بنیاد کے لئے صرف انسان کی دیکھ سی کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ تمام سرکاری
 معرکہ جنت میں لئے دین کے مطابق ایک لئے نہ کو حصار کر لیا گیا اور سلام کے سوا جو طریقہ
 میں تہذیب پیدا کر دی گئی۔ جب دین جس کا کوئی رکن کسی دوسرے کو رکھتا تھا کہ "اگر" اس
 پر وہ سراسر اہل میں کتا، جل جلالہ، اہل الفضل لکھتا ہے "اس طریقہ سلام کو رنج کرنے سے بدست
 سلامت کا مقصد لوگوں کو ان کے دعوہ کی اصل کے بارے میں یاد دلانا اور خدا کی تائید حیات
 بخش اور شکر گزار یاد قائم رکھنا ہے۔" اس کے اراکین گوشت کھانے سے اجتناب کرتے تھے۔
 حتیٰ کہ وہ اپنی پیدائش کے مہینے کے دوران بھی اس کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ موت کے بعد آدمی
 کی یاد میں اس کی روح کے جھیل ڈھلپ کی خاطر دینے جانے والے کھانے کی بجائے ہر رکن کو
 اپنی زندگی میں ایک کھانا دیا جاتا تھا۔ اسے اپنی سالگرہ کے موقع پر بھی ایک پر کلف نیابت کا
 انتظام کرنا ہوتا تھا۔ یہ دیکھ چٹنی کی جاتی تھی کہ کسی موئے کی روح کو کھانا (جو بڑی شے ہے)
 چٹنی کرنا ملتا ہے کہ نہ کہ وہ اس سے کچھ قائم حاصل نہیں کر سکتا۔ کسی کی سالگرہ کے
 دن ایک عظیم الشان نیابت میں شرکت کرنے کو امتیازی حق قرار دیا جاتا تھا۔ اپنی پیدائش کے
 مہینے میں ہر رکن کو روٹن رکھنا ہوتا تھا۔

اکبر کے لئے عیسائیوں کی سفارت: یکم اپریل 1596ء کو مستند ہونے والے ایشیا تک
 سوسائٹی تک بنگال کے ایک ملک اجلاس میں "اکبر بادشاہ کے لئے عیسائیوں کی سفارت" اور
 ساتھ منزل آرٹیکلنگ کے درجہ کہ نیابت پر مبنی "سفر ای" ڈی "سیکلیٹن" آئی سی اس کا
 ایک دلچسپ مضمون پڑھا گیا۔ یہ عیسائیوں کی فٹنی کہ دونوں سفارتوں کی کارروائیوں کے بارے
 میں مکمل طور پر بیان پیش کرتا ہے۔

تھورنکھوڈا کی طرف سے 27 جنوری 1582ء کو قرر کہ خلا، پہلی سفارت کے "فری
 مرحلہ کے بارے میں ایک دلچسپ بیان پیش کرتا ہے۔ یہ لکھتا ہے "بادشاہ ہر روز دربار میں نئی
 احتیاطات حصار کر کے لکھتا تھی پیداکرنا ہے" وہ سری ایشیا میں حکومت یعنی سورج اور چاند
 کی پوجا اور چٹنی کی رات سے اقرار کے بارے میں کتا گوشت سے اجتناب شامل ہے۔ مجھے چٹنی
 معطلات میں کہ صحت سے صحت پرست قسم پرستی کے باعث سورج اور چاند کے روز باطل کچھ
 نہیں کھاتے۔ عام طور پر ہاتھ میں گوشت کے لئے کسی چادر کو فروغ کرنے پر ممانعت ہے اور ہم

معاذ اللہ کے روز کھانے سے گھر ہیں۔ من کے چلے کے دو ہاتھیں دو ہاتھ ایک یا دو طرف شروع ہو گیا ہے۔ جسے مریض کے ہم سے حشر کر لیا گیا ہے اس میں یہ غم دیا گیا ہے کہ تمام سوار شہاد لہاں پن کر رہے آئیں اور موسیقی اور غنچ گانیں۔ میں نے ہوش کے نچوڑوں سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ ایک ایسی صیانت ہے جسے مریض کے قدم آگاہ سے ہوش منع کیا کرتے تھے۔ مسلمان بہت رواں دواں تھے اس لئے وہ صیانت کے ناظرین کی نقل نہیں کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھ نہیں سکتے کہ آیا وہ ان چیزوں کو اس لئے اپناتے ہوئے ہیں کیونکہ انہیں پسند کرتے ہیں یا انہیں صرف تجویز پر عمل کرتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اس مسئلہ کو میں بھی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ہوش عام برسات جیسی طاقت کی طرح مجھ سے اپنی صحت کے ساتھ منظر کرنا ہے۔ ہر وقت دین کے بارے میں پوچھتا ہے اور ابھی تک معلوم ہوا ہے کہ دیگر چیزوں کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے۔ چنانچہ ایک روز اس نے مجھ سے یہ اعتراف کیا کہ اگر کوئی حقیقت میں حق کی تیر کر سکے تو اسے بہت زیادہ حیرانی ہوگی۔ 24 جنوری 25 ہوش۔ ہر کے وقت دو بیگ پاز کی شادی دیکھنے کے لئے ہمارے گرجا میں آئے۔ ہم نے گرجے کو بہت اچھی طرح سے آراستہ کر دیا اور اس کے اعزاز میں دو زائلیوں کو رنگ بھی کیا۔ دو بیگ پاز نے غم دیا کہ ہمارے مکانوں میں اس کے لئے ایک ہر مگر صیانت تیار کی جائے۔ ہوش نے ہر چیز سے غافل اور اپنی طاقت سے جہ کر اس کی آواز بگڑنے پر اس نے مجھ سے بہت شفقت کا اظہار کیا۔ شادی کے موقع پر میں نے جوڑے سے ایک درس کی تیغ کی۔ عورت کو میری سمجھ نہ تھی تو ہوش نے میری قاری کی منظر کو اپنی زبان میں ترجمہ کر کے اسے بتایا۔ ہوش رات کے آٹھ بجے تک ہمارے گھر میں ٹھہرا۔ وہ انتہائی مسرت کے ساتھ مسلمانوں اور بہت پرستوں کے تمام سرگرم سہارا کو اس مکان میں لایا۔ ان لہجوں میں سے ایک جو ان طاقتوں کا مکرر تھا بہت زیادہ حیران ہوا اور اس گرجے پر اس نے چھٹی کسی۔ دیگر افراد اور ہوش کے بچے بھی موجود تھے اور ان کے علاوہ ان دو سرگرم مسلمان سواروں نے بھی اس مکان میں کھانا کھلایا جن کو ہوش نے بلوا لیا تھا۔

اکبر بطور روحانی پیشوا: اکبر نے قوم کے ایک روحانی پیشوا کی حیثیت سے لوگوں کو چھو بتایا۔ ہوش کے سامنے منہ دیکھنے کو اپنی طاقت کے حل کا رویہ سمجھا جاتا تھا۔ یاد اور ہر کس عورتوں (جن کے سینوں سے من کے شیر فوراً بچے پنے ہوتے تھے) تک منگوں اور منگوں کے غلوں کے غلو ہوش کی ایک فکر کرم حاصل کرنے کے لئے حق پر تکی میں دیکھے جاسکتے تھے۔ یا وہ ہوش کی جھٹی ہوئی چیز کو چھیننے کی خاطر وہاں جمع ہوتے تھے۔ ان جیسی اشیاء کے

حصول کو انتہائی جبرک سمجھا جاتا تھا۔ ایک مخصوص جملہ سے اپنے ہاتھوں کو رازداری میں پیش کرتے تھے۔ جب بادشاہ میر کے لئے اپنے دربار سے رخصت ہوتا تو ریتوں اور شہزادوں سے مہلوں اور عورتوں کے ہمراہ اپنے ہاتھوں میں بڑھانے کے لئے اس سے طاقت کرتے اور اپنی بیٹیوں زمین سے چھو کر اس سے تھک و کرم 'راستداری' یعنی کی پیدائش 'لاستوں کی طاقت' طویل العمری 'دلت کی زبانی' منصب کی ترقی اور بہت سی دوسری چیزوں کا مطالبہ کرتے تھے۔ بادشاہ ہر ایک کو جواب دیتا اور ان کی مذہبی الجھنوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مسلمانوں کے مطابق قہر، بیہوشی کی بجائے بادشاہ اپنے بیٹوں کو اپنی قصور سے دیکھتا تھا وہ اسے ایسا ہی علامت 'راست' ہادی اور خوشی کی پتہ دکھائی دیتے تھے اور اسے اپنی بکریوں میں جو اہلک سے مراد ایک ڈیپ میں رکھتے تھے۔

اکبر سورج کی پوجا کرتا تھا اور دن میں چار مرتبہ اس کے سامنے طویل دعائیں کیا کرتا تھا۔ بلکہ اس نے ایک دروازے کی طرح اپنی پوجا کی اجازت بھی دے دی تھی۔ ہر صبح جب وہ محل کے چھوٹے میں نمودار ہوتا تو لوگوں کا ایک بہت بڑا جھوم اس کے سامنے سجھ دیا جاتا تھا۔ عورتیں دھڑلے خیر حاصل کرنے کے لئے اپنے ہاتھوں کو لیا کرتی تھیں اور ان کی صحت یابی پر اسے غور پیش کرتی تھیں۔ لوگ دم بھارا کرنے کے لئے پانی کے پیالے لیا کرتے تھے۔ بادشاہ اپنی اٹھنا اور اسے سورج کی کریم کی طرف کرنا اور چند مقدس نقطہ منہ میں پڑھنے یا (ابو الفضل کے 'طبع الفطری') قسمت کی کتاب میں اسی نکلت پڑھنے کے بعد اس پر چومک مار دیتا۔

ہندو لٹریچر میں 'دولج' ہر روز جسے مسلمان غرت کی نگاہ سے دیکھتے اور گھن کھاتے تھے، اور ہر روز جو دین اسلام کے مقلد تھے اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی اور اسے حادف کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ 'پہ کانون مارا گیا کہ بھادشاہوں کے لئے واجب ہے مگر بھادشاہ کی بجائے لٹریچر میں اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ سکوں پر بھری منہ کی بجائے منہ بزار مالہ ورج تھا۔ طاقت بڑھانے یا حکیم کے لٹریچر کے مطابق شراب پینے کی اجازت تھی۔ حرم سرا کی بے شکہ ہندو رانجوں کے زہر اثر بادشاہ نے نہ صرف گائے کے گوشت کو ترک کر دیا بلکہ مسن اور پاز کھانا اور دالھی رکھنا بھی چھوڑ دیا۔ درواں کے حور کے دن (جب ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں) حشر آراستہ و جلاست گائیں بادشاہ کے سامنے لائی جاتیں۔ (۱۱۷)

ہندوؤں کے بھین مقدس کا لیمبلہ مسلمان قاضی اور خلق نہیں بلکہ عالم داخل برہمن کیا کرتے تھے۔ معمول کے مطابق ملک اٹھانے کی بجائے خوں کے قصور یا بے مصلحتی کا اندازہ کرنے کے لئے آزمائش کی تجربہ رکھی جاتی تھی۔ دھنکا ہوا الو جان کے ہاتھ میں دے دیا جاتا تھا یا

ان کے ہاتھوں کو بلیغ گرم کنکھن میں رکھ دیا جاتا تھا۔ اگر انہیں کوئی گزند پہنچتا تو بے محنت قرار دے دیا جاتا۔ اگر زخمی ہو جاتے تو قصور وار سمجھا جاتا تھا۔ آنکھ کی ایک دوسری عقل میں انہیں دھوکے پلے پلے میں کودنے کو کہا جاتا۔ اگر وہ تھکے دھڑلے کنکھن پر آنے سے پہلے سچ پر آ جاتا (جسے اس وقت پھوڑا جاتا تھا جب کوئی پتلی میں چلاک لگاتا تھا) تو اسے قصور وار سمجھا جاتا تھا۔

والا بھی منڈوانے کو پادشاہ کے لئے راجہ اور محبت کی اپنی ترین طاقت سمجھا جاتا تھا، بیڑی رسم عام ہو گئی۔ بعد ازاں کے نذوق کے مطابق ہر چیز کو پھوڑا دیا گیا۔ کنکھنوں کے بجانے کو حصارک کر لیا گیا۔

اسلام کی تعلیمت کے خلاف سوروں اور کنکھن کو لب بلبا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ جرم سرا اور قہر کے قہر خاں میں رکھا جاتا تھا۔ چند دانشوروں کے اس مسئلے کو ذکر کئے ہیں جس خصوصیت ہوتی ہیں اور یہ کہ اگر ان میں سے ایک بھی کوئی کے پاس ہوئی تو وہ ایک دوسرا ہوتا) کئے کو پاک سمجھنے کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔

جنگی سوروں شیر کے گوشت کی اس بنا پر اجازت تھی کہ جو آدمی ان جانوروں کا گوشت کھاتا ہے اس میں ان جانوروں کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ منجور جانوروں اور حشرات الارض کے استعمال کی اجازت کے حق میں شہنشاہ فردوسی کے دو اشعار کا حوالہ مسلسل دربار میں دیا جاتا تھا۔

اثر شتر خوردن د س سدا عرب را بجلنے رسدست کد
کہ ملک غم را کھد آرد تو چہ چہ گردان تو

ترجمہ: اونٹنی کا دودھ پینے اور چمکیوں کو کھانے کے باعث عربوں نے امر، قدر ترقی کر لی ہے کہ اب وہ ملک ایران کی آرزو کرنے لگے ہیں۔ تک ہے جسم پر اتف ہے قسمت ہا

لہذا کے وقت طلبی اور نفرتی ملو ملت پستلازی قرار دے دیا گیا۔ اسلامی نمائندوں 'مداولوں' اور جگہ کو منجور قرار دے دیا گیا۔ ہر اس کی سر سے گل تھنے کو حیرت انگیز سمجھا جاتا تھا اور اس کے بعد ان اشخاص کی مرضی پر پھوڑا دیا جاتا تھا۔ منجھوں نے اس پر عمل در آمد کرنا ہوتا تھا۔ منجھوں کو غم کر دیا گیا لہذا اسل کا اتھاڑ 'پوشد' کی تحت فطرتی کے سال کی کنکھن سے ہوتا تھا جسے کنکھن بھی کہا جاتا تھا۔ عام کوئی کے لئے معنی پڑھنے اور سمجھنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کیونکہ ایسے لوگ بہت زیادہ غرق پیو اکرنے کا باعث بنتے تھے۔ شرع اسلامی کے منجھ کی مہارت نہیں تھی۔ نجوم، فلسفہ، طب، ریاضی، شاعری، کنکھن اور داستانوں کا منجھ کیا جاتا تھا اور انہیں

ضوری کہا جاتا تھا۔

جشن نوروز: بادشاہ کو جب حبشہ کے جشن نور پارسیوں کے شہزادوں کے بارے میں اطلاع
میا تو اس نے انہیں اپنا کیا اور انہیں لوگوں کو قائد پہلانے کے مواقع بنادے۔ لوگ ان مواقعوں
کو خوشیوں کے ساتھ مناتے اور ان کی تعریف کرتے تھے۔ نیز دربار میں جادو جمل کا مظاہرہ کیا
جاتا۔ ہر رنگ رتوں اور طرحوں کا گھومنا بن جاتا تھا۔ سب سے اہم تہوار نئے سال کے روز ہوتا
تھا۔ ہر آغاز سے نوروزین کے عید کی ۱۹ تاریخ تک یہ تھا۔ اس تہوار کے پہلے ایام میں محل
میں عین راتوں تک رقصیں قدیمیں روشن کی جاتی تھیں۔ دوسرے دن ایک رات تک روشن کی
جاتی تھیں اور خوشی عام ہوتی تھی۔ جشن نوروز کے آخری دن جب سورج صبح محل کے ۱۹
دریں درجے میں داخل ہو جاتا تھا۔ بادشاہ اس کو خصوصاً مقدس خیال کرتا تھا۔ اس دن امراء کی
ترقی ہوتی یا اپنے منصب کے مطابق جاگیریں یا گھوڑے اور عمت حاصل کرتے تھے۔

بادشاہ دہلہ، قدیم پارسیوں کی رسم کی پیروی میں ان دنوں میں شاہ ازبک تہن منفق کرتا
تھا۔ جن کے ہم کسی مہجے کے ہم کے مطابق ہوتے تھے۔ چنانچہ 'میا تہن' ۱۹ نوروزین، 'تہن اور
ہشت' ۶ نوروز، ۱۳ تہر، ۷ امجد، ۴ شرور، ۱۶ میر، ۱۰ بن، ۹ نور، ۲۳۱۵۸ دلی، ۲ یمن، ۵
اسفند مزکو منفق ہوتی تھیں۔ ان میں سے ہر روز دعوت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ پارس کے ساتھ
کھیلنے اور قرض کی رقم پر سود وصول کرنے کو جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ بادشاہ نے دربار میں ایک
جواہر خانہ تعمیر کر کے سود کی حوصلہ افزائی کی، نیز خزانہ سے ہزاروں کو لوہار دے کر ان پر سود
وصول کیا جاتا تھا۔

جشن نوروز کے موقع پر ہر گورہ عرصہ کے لئے حرم شہی کی جمکٹ، و خواہن اور دیگر شادی
شدہ خواتین کی تفریح کے لئے بادشاہ کے حکم سے جنازہ ارنائے جاتے تھے۔ بادشاہ ان موقعوں
پر دل کھول کر رقم خرچ کرتا تھا۔ ان مواقعوں پر حرم کے افراد کے اہم محلات کا عید کیا جاتا
تھا۔ عید کے جاتے اور لڑکے لڑکیوں کی ہنسی ملے ہوتی تھیں۔

کلیف طبقوں کے لوگوں میں پاکت کاٹم کرنے کے خیال کو رد نظر رکھتے ہوئے اکبر سانی
انکلات کا اہتمام کرتا۔ بیس دہائی اور اتھو کی دعوتیں کہا جاتا تھا۔ ان میں لوگوں کی بہت بڑی
تہوار کو مدعو کیا جاتا تھا۔ وہ سب بادشاہ کی صوفی نوازی کا کلیف اٹھاتے کیونکہ وہ اپنی خوش مزاجی
سے ان کا دل بہلاتا تھا۔ ابو الفضل آئینی اکبری میں لکھتا ہے: "بادشاہ سلامت کے معظم نور ۱۵
انکلات کے باعث دربار میں حوصلہ جنگ و چل کے میدان کی بجائے ایک ہنسی و اسخ دیا کے
میدان میں تبدیل ہو گیا تھا اور توہمیں کے ذمہ نور خود پسندی کا رخ خدا کی عبادت کی طرف موڑ

دیا گیا تھا، حتیٰ کہ لڑائی اور دنیوی لوگوں نے اپنی فنی زندگی میں جوش و دھول اور حکومت کے لئے
البتہ طور و نظارتی سیکہ لی۔ (۱۱۸)

خوش روز: ابو الفضل کے مطابق ہر ماہ کے پہلے جوش و دھول کو بادشاہ اس دنیا کی متعدد عجیب و
غریب اشیاء کے بارے میں جاننے کی غرض سے ایک بہت بڑے میلے کا اہتمام کرتا تھا۔ بادشاہ
اپنی اشیاء کو فروخت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے۔ حرم شہنشاہ کی بیگمات اپنی تحریکات کو دیکھنے سے
میلے کو عزت بخشی تھیں۔ اس کے علاوہ ہر ماہ کی بیگمات کو بھی مدعو کیا جاتا تھا۔ عرصہ درود
اس بعد کا معمول ہوتی تھی۔ بادشاہ مقررہ رخصت پر غرض کرنے کے لئے اشیاء کا احاطہ کرتا تھا وہ
زور تر اپنے علم میں اضافہ کی خاطر کیا کرتا تھا۔ سلطنت کے اس پروردگار لوگوں کے کردار
الطریق کے رویہ اور ہر دہرہ اور کارخانے کی حالت کا ہر ماہ علم رکھتا تھا۔ خواتین کے بیٹا بازار
کے بعد عیدوں کے لئے بازار بھی لگاتے جاتے تھے جن میں تمام ممالک کے سوداگران اپنی اشیاء
فروخت کے لئے پیش کرتے تھے۔ جن میںوں میں ہر قسم کے لوگوں کو آنے کی اجازت ہوتی تھی
اور کسی بھی امر کے خلاف اگر کسی شخص کو شکایت ہوتی تو اپنی شکایت بادشاہ کے سامنے پیش
کرنے کی اسے پوری آزادی ہوتی تھی حتیٰ کہ نیزہ بردار بھی اسے روک نہیں سکتا تھا۔

کم من ہندوؤں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ چونکہ وہ امن کی کارروائی کی نوعیت
کو سمجھنے کے سلسلہ میں ابھی بہت کم مرہوتے تھے اس لئے من بدعت کو پہنچنے پر انہیں اپنے
گناہ ابدیہ کے مذہب کی طرف لوٹنے کی پوری آزادی دے دی جاتی تھی۔ کسی بھی شخص کے
مذہب کی بناء پر اسے تک نہیں کیا جاتا تھا۔ کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ ہر کسی کو اپنا
مذہب چھوڑ کر اپنی مرضی اور سولت کے مطابق دوسرا دین اختیار کرنے کی اجازت تھی۔ اگر
کوئی ہندو عورت کسی مسلمان پر عاشق ہو جاتی اور اپنا مذہب تبدیل کر لیتی تو اسے جبراً اس کے
قبیلہ سے نکال کر اس کے خاندان کے حوالے کر دیا جاتا۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان عورت کسی
ہندو کے عشق میں گرفتار ہو جاتی تو اسے دوبارہ ہندوؤں میں شامل ہونے سے روک دیا جاتا۔
کسی شخص کو بھی کسی دوسرے کے مذہبی اعتقاد اور آزادی میں دخل اندازی کی اجازت نہیں
تھی۔ ہر کسی کو گہرے عہدوت خانے، جوں کے مندر یا گج کی بوجا کے مندر اپنی مرضی کے
مطابق تعمیر کرے کی اجازت تھی۔ مکمل طور پر مذہبی آزادی دی گئی تھی اور کسی بھی حالت فرستے
کے لئے حوصلہ افزائی کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا یا کسی بھی فرستے کو کسی دوسرے پر فوقیت نہیں
دی جاتی تھی۔

پاشائی کا فرق: اکبر بائبل کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ لیون اور تروٹن سے ماہر بائبلین (بائبل)

کرنے کے بعد اس نے غم واکہ فن میں سے چھ کے سزاواں اپنے بائیں اور دو سرے کو قہر کر
 دیا جسے پہلے لوگوں میں سے ایک غم نے پوشہ سے اسدھماکی کر اسے ہت کرنے کی اجازت
 دی جائے۔ اجازت ملنے پر اس نے پوشہ سے درخواست کی کہ اسے قتل نہ کیا جائے کیونکہ اس
 کے پاس ایک مہمان ہے، جس میں اس دنیا کا کوئی شخص اس سے بہت نہیں لے جاسکتا
 جب پوشہ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کون سا فن ہے تو اس نے جواب دیا مشفقہ عالم میں
 ہر ایک سے بڑھا گیا کہ وہ پوشہ نے کہا تھا، اس چارے شیطان نے اس سے کسی کے ساتھ
 گناہ شروع کیا کہ پوشہ اپنی بی بی نہ روک سکے اس پر قہر لے گا، جہاں پہلے گناہ کر
 دیتے، آج میرا گھر دھوا ہوا ہے اس نے میں گناہیں سکے اس جواب سے پوشہ اس قدر غور
 ہوا کہ اس نے نہ صرف اس شخص کو سزا دیا بلکہ ملوڑوں کو سزائے موت دینے کے حکم
 میں تہدیبی کر دی، چنانچہ جب تک اس نے فن کے جرم کے سلسلہ میں مزید تحقیق کا حکم نہیں
 دے گا، انہیں قید میں رکھا گیا (۱۱۹)

شادی بیواہ: اکبر ہندوستان کی اس رسم کو پسند نہیں کرتا تھا، جس کی رو سے کسی مرد کی شادی
 کسی ایسی عورت سے کر دی جاتی تھی جس کو اس نے دیکھا نہیں ہوتا تھا اور وہ اس سے بہت
 بھی نہیں رہا ہوتا تھا، وہ اس بات کی تائید کرتا تھا کہ اگر شادی کے بندھن میں بندھنے والا جوڑا
 کسب ہو تو اس طرح کو بھرتی جانے کے لئے دلہا اور دلہن کی رضامندی اور والدین کی اجازت
 ضروری ہوتی ہے۔ وہ من باغت کو پہنچنے سے قبل مولود عورت کی شادی کو پسند کرتا تھا اس
 سلسلہ میں یہ دلیل پیش کرتا تھا کہ جب جوڑا من باغت کو پہنچتا ہے تو اس قسم کی شادی محبت کی
 کمی کا باعث بنتی ہے اور فن کے گھر کو با تو ویرن کر دیتی ہے یا بعد کی زندگی میں بڑا غصہ پیدا کر
 دیتی ہے۔ شادی مسل انتہی کی چھ، دنیا کی پتہ ادنیٰ اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔ یہ شیطانی
 شروٹ کے طوفان کے خلاف سد رو ہے اور انسان کے عیادانہ اور بے وقافت کی روک تھام
 کرتی ہے۔ یہ گھروں کے قیام اور خوشی و آرام میں بہتری پیدا کرنے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔
 مگر شادی شدہ لوگوں کو کھل شروانی لذت اٹھانے کی بجائے بندہ حرکت پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔
 انہیں اپنے دل میں مداحی بندھن کے عیادت کو ہر حالت میں سوتا چاہئے اور یہ سب کچھ
 شلوہا میں صرف مسخو محبت و الفت ہی کے ارچے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا
 زلو، ہاں زلو، بن بھائیوں اور قریبی عزیزوں کے درمیان شادی کی مخالفت کے لئے ایک طرف
 جہاں کہا کہ اس کے خیال میں یہ جیسی جھوک کے لئے جہاں کن طاقت ہوئی تھی۔
 لوگوں کی دھار میں سے قبل اور لوگوں کی ۱۴ برس سے چھتر شادی کی اجازت نہیں تھی کیونکہ کم

مری کی شادی کے نتیجہ میں لولہ کنور پیدا ہوئی تھی۔ اس نے شلوں کو ہاتھ بٹانے اور ان کا انتظام کرنے کے لئے انہوں نے مقرر کئے جنہیں دی بگی کہا جاتا تھا وہ دس اور دس کے حالات کی چھان بین کرتے تھے اور انہیں فریقین سے حاصل شدہ حصول سے لوائی کی جاتی تھی۔ ابو الفس کے مطابق اس حصول کی لوائی کو مہارک خیال کیا جاتا تھا اور یہ لوگوں کو ان کی فکر گزاری کا قصد کرنے کے قابل بنانے کی خاطر وصول کیا جاتا تھا۔ پانچ ہزار سے ایک ہزار کی کلن کرنے والے منصب دار چار مہر لیا کرتے۔ ایک سو کے کما اور دس مہر، چالیس کے کما اور ایک مہر اور دس کے کما اور چار سو کے لوا کرتے تھے۔ یہ حصول حصول افزہ بھی لوا کیا کرتے تھے۔ دس ہائے درجہ کے لوگ ایک روپیہ اور عام آدمی ایک دام لوا کرتے تھے۔ عام لوگوں کو کوتاہی کے دفتر میں اپنی شلوں کا اندراج بھی کرانا ہوتا تھا۔

چیز ہا شہ اس ہے جائز کو پسند نہیں کرتا تھا جسے فریقین کے وسائل کا وہیں رکھے بغیر بلا انداز مقرر کر دیا جاتا تھا یہ مسئلہ محض ایک دیکھا ہوا تھا مگر وہ اس بات کو تسلیم کرتا تھا کہ لوانہ چیز ہے سوچی گئی ملاقاتوں کی مددک ختم کرتے ہیں۔

کثیر لازدواجی: وہ اس بات کی حکمت میں نہیں تھا کہ کسی آدمی کو ایک سے زیادہ شلوں کرنے کی اجازت دی جائے اس کے خیال کے مطابق کثیر لازدواجیت آدمی کی صحت چھوڑتی ہے اور اس کے گھر کے امن و سکون کو خراب کرتی ہے۔ کسی یوزھی اور بانجھ یا حاملہ عورت یا طالب لڑکیوں کے ساتھ طالب کی سماعت تھی۔ وہ نوجوان خلوہ دیکھنے والی یوزھی عورتوں کو سخت سزا دینا کہتے تھے۔ عمل ہر قسم کی شرم و حیا کے خلاف تھا۔ اسی طرح جن عورتوں کی درخیزی کا زمانہ گزر جاتا انہیں بھی شادی کی اجازت نہیں تھی۔ مگر وہ انہیں اگر پسند کرشم توڑ کوں شرط سے بہت کر شادی کر سکتی تھیں۔ کسی کو بھی باواسطہ بانجھ پن کے باعث ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ دیگر تمام معاملات میں ایک سے زیادہ ایک بادی کے علاوہ ہر عمل وہ کہہ دیا جاتا تھا۔

جس بعد لڑکی کا خلوہ شادی کی تکمیل سے پہلے فوت ہو جاتا تھا اسے جلانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن وہ بعد عورت اپنی مرضی سے اپنے طوطہ کی چتا پر جلتا پاتی تو اسے لپٹا کر لے کر آلودی حاصل تھی مگر اسے روکنا اس کام پر مجبور نہیں کیا جاسکتا تھا۔

محل و انصاف: اکبر محل و انصاف کے مسئلہ میں بہت سخت تھا۔ وہ تمام مقدمات کی سماعت خود کرتا اور ہر اس چیز کی ذاتی طور پر تحقیقات کرتا جس کے لئے اس کے احکامات درکار ہوتے۔

گوا سے آئے وہ پہلی پوری جس نے 1582ء میں حج پوری نکلی کے دور میں حاضری دی۔
 کتا ہے "وہ تو کہہ سکتا اور نہ ہی چڑھ سکتا ہے" مگر علم کے پیچھے سرگرداں رہتا ہے اور ہر وقت
 اپنے ارد گرد عالم فاضل افراد کو جمع رکھتا ہے "جس میں ایک سے دوسری چیز کے حقائق بحث
 کرنے یا اس کے حقائق بیان کرنے کے لئے مدعو کرتا ہے۔ جب وہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے تو کسی
 شخص کو اس کی اجازت کے بغیر موت کے گھٹے نہیں اندازا جاتا۔ اس کے پاس آنے والے تمام
 درجہ والی مشعلات کے تمام حقائق بھی ہوتے ہیں۔" وہ انتہائی عقل کے ساتھ ہر قسم کے مسائل کو
 سکتا اور اس کے لئے وقت نکل لیتا۔ انہوں نے انہیں اہل علم کرنے کے سلسلہ میں اسے خوشی
 حاصل ہوتی تھی۔

اکبر کی غذا: اکبر اپنی غذا کے مسئلہ میں پرہیزی اور کثافت شعار تھا۔ گوشت سے اجتناب برتا
 تھا اور پورے مہینے اس کو چھوٹے بغیر گزارتا تھا۔ وہ زیادہ تر چاول، دھن، اور مٹھائیوں پر گزارہ
 کرتا تھا۔ اس نے حج میں گھنٹوں کے دوران بھی ایک سے زیادہ کھانا نہیں کھایا۔ صبر
 کھیل (پوری خانے کا نمونہ) سب سے پہلے ظہان و لعلی تھا۔ اور پھر نور علی کے برتنوں
 میں رکھے گئے کھانے کو پکھتا اور سرخ یا سفید کپڑوں میں باندھ کر انہیں سرسبز کر کے نیو
 ہوا دھان کے پیو میں بادشاہ کے کھانوں تک لے جاتا۔ سرسبز قبیلے جو مختلف اقسام کی روٹی، دہی
 کی پٹھیاں، اچھر کی راکھیں اور مختلف سبزیاں پر مشتمل ہوتے تھے، انہیں بھی اسی انداز میں
 روانہ کیا جاتا تھا۔ گل کے نوکر بادشاہ کھانے کو چکے اور تھالوں کو جب زمین پر دسترخوان کے اوپر
 ترتیب سے رکھ دیا جاتا تو بادشاہ ان میں سے کچھ کرتا تھا۔ کھانے کے بعد وہ دوا دہانہ اور صند
 ریز ہو جاتا۔ 1580ء میں ایک عرصہ جب اکبر اپنی بیوی کھانا کھانے کے لئے بیٹھتا تھا تو اس
 کے ذہن میں خیال تھا کہ اس وقت وہ اپنے کھانوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ
 بھر کے افراد نے اس کے کھانوں کی خواہش کی ہو۔ سورخ مرزا غلام الدین احمد لکھتا ہے "جب
 بھوکوں کو اس سے محروم کیا گیا تو انہوں نے اس طرح کا شکایت چنانچہ اس نے غم سے دوا کہ اس کے
 لئے تیار کئے جانے والے کھانے میں سے ایک حصہ سب سے پہلے بھر کے بھوکوں کو دیا جانے
 اور اس کے بعد اسے باقی کیا جانے۔ اس سے یہ ظاہر ہو چکا کہ اس کی دھن کسی قوم یا
 لڑکے کے امتیاز کے بغیر سب کے لئے یکساں ہے۔

بادشاہ نے جس طرح اپنے کھانے کو ہاتھ دیا تھا اس طرح وہ اپنے پینے کے مسئلہ میں
 بھی سخت تھا۔ وہ کوئی کاپی نہیں چاہتا تھا اور اس کی خوشگوار اور پاکیزگی کے سلسلہ میں اس
 مسئلہ پر آئین اکبری میں اس کے کدبانو کے بارے میں ایک طویل باب موجود ہے۔

پوشہ پانی کو سرشتہ حیلہ (کب حیلہ) کہا کرتا تھا۔ چاہے وہ گھر میں ہوتا یا سفر میں گنگا کا پانی استعمال کیا کرتا تھا جب دربار آگرہ یا فتح پور میں ہوتا تو پانی سرسبز تلوں میں دریائے گنگا سے آگرہ کے قریب ترین مقام سہون سے لایا جاتا تھا اور دریا کے کنارے سے پانی روک کر لے کر لے کر ہندوؤں کو لازم رکھا جاتا تھا۔ پوشہ کے لئے کھانا ہارٹس کے پانی یا عسار چنب سے لائے گئے پانی کے ساتھ تیار کیا جاتا تھا (جب پوشہ بچپ میں ہوتا) مگر اس کے ساتھ گنگا کا تھوڑا سا پانی مسلسل شامل کیا جاتا تھا۔ اس نے لہذا دنیا کو ترک کر دیا تھا۔ بسن کا مصنف لکھتا ہے "ملکن میں میں نے شہ سلیم فتح کو دیکھا جنہوں نے دیا سے کھانا کھنی کرنی ہے اور وہ توحید پرست ہیں۔ علم و ہند میں بہت سخت ہیں اور اہل کی صحبت سے بچتا رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ اکثر جلیل الدین اکبر کے ساتھ رہے ہیں اور بعض اوقات اسے یہ کہتے ہوئے سنا ہے اگر باہمی میں میرے پاس وہ علم ہوتا جو اس وقت ہے تو میں اپنے لئے بھی کسی بیوی کا انتخاب نہ کرتا کیونکہ بڑی عورتوں کو میں اپنی ہم عمر عورتوں کو بہن اور لڑکیوں کو بیٹیاں سمجھتا ہوں۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ اس نے قلاب شکر علی شہیدی کی زبانی اکبر کا یہی مقولہ سنا تھا۔"

اکبر کی مصروفیت: اکبر اپنی رائیں دین میں خاص میں فلسفیوں کی صحبت اور طلبہ و تفسا کے ساتھ بحث مباحثہ میں گزارتا تھا۔ ان اجلاسوں میں پرانے قوانین کو بیان کیا جاتا اور نئے خیالات پر خوش ہو کر شبہاں دی جاتی۔ روزنامہ کے وقت اور دوبارہ صبح کے وقت تھوڑا سا سوا لینا تھا۔ شبانہ اجلاسوں میں پوشہ بحث مباحثہ کے لئے مناسب موضوعات شہداء کو دیتا جبکہ وہ سرے سے موافقوں پر سلطنت کے امور سامنے لائے جاتے اور اختلافات جاری رکھے جاتے تھے۔ طلوع آفتاب سے چار گھنٹے پہلے وہ عبادت و ریاضت کے لئے اپنے خفی کمرے کی طرف چلا جاتا اور فجر سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل گھوڑے نعلت اور مذہبی راگ گا کر اس کا دل سلاتے تھے۔ صبح صادق سے تھوڑی سی دیر بعد وہ جموں کے میں نمودار ہو کر پہلے کمرے ہوئے عجم کا ذخیرہ عقیدت وصول کرتا۔ ملک کی رہن میں اسے درشن کیا جاتا تھا۔ تب وہ حرم کے ارکان کا استقبال کرتا اور کچھ حکم سرانجام دیتا۔ اس کے بعد ایک حکمران کا قیول کرنے کے لئے اپنی خواب گاہ میں چلا جاتا۔ شام کے قریب وہ ایک کمرے میں نمودار ہوتا جو ایوان شہنشاہ کی طرف مکتی تھی اور یہی کادربار سلطنت سرانجام دیتا اور انصاف پرتا رہتا۔

صوفیوں کے تہذیب کی پیروی میں اکبر ٹٹنی پیرے خاص طور پر پوشہ پرست کرتا تھا۔ اس نے بہت سے عبادات کے نام تبدیل کر دیے تھے اور ان کے لئے اپنی اصطلاحات اور نام ایجاد کئے۔

باز حوصلہ اور زبردست دلیری کے علاوہ اکبر حیرت انگیز جسمانی حالات کا بھی ایک تھا جس نے اس کی زبردست حاضر دماغی اور غیر معمولی چستی و جسمانی پھول کے ساتھ اسے سخت ترین آزمائشوں میں ہلکے نہیں ہونے دیا۔ وہ مکمل تالش اور جانوں کی قربانیوں دیکھنے کا بہت شوقین تھا اور خصوصاً باغیوں کی لڑائیوں میں بہت دیرینہ خوشی محسوس کرتا تھا۔ اس وقت وہ صوبہ کی جگہ بذات خود اس بھر دہلی میں صدر لیتا اور شہر بہ جانوں کو لڑاتا۔ ابو الفضل نے اکبر نامہ میں 'اکبر' میں در حکومت کے پہلے سال میں دیکھا ہونے والے ایک واقعہ کو بیان کیا ہے: یہ حیرت انگیز طور پر اس بھلے ذکر شخص کی دلیری اور شہادت کی عکاسی کرتا ہے۔ قلعہ اکبر کے باہر بادشاہ کی تقریب کے لئے چلے گئے چھ گھنٹہ (120) کے میدان میں انتہائی غلبہ ناک قسم کے دو شکل باغیوں کو (جن کے نام ہوئی اور دانا ہلے تھے اور جو انتہائی باہر سے چلے والوں کے قہر میں بھی نہیں رہ سکتے تھے) ایک دوسرے سے لڑا دیا گیا۔ پورا دربار اس منظر کو دیکھنے کے لئے جمع تھا۔ جس وقت ہوئی نام کا دھڑی انتہائی غور و جوش کی حالت میں تھا اکبر اس پر سوار ہوا اور اس کے مختلف باغی پر حملہ کر دیا جو اس قدر غصہ ناک اور پرجوش تھا۔ وہیں جمع شہزادگان اور امراء نے جب یہ سہا کہ ان کے بادشاہ کی زندگی خطرے میں ہے تو انہیں بہت تشویش ہوئی اور زبردست دہشت پھیل گئی، وہیں موجود کسی شخص کو حتیٰ کہ عظیم ترین امیر میں بھی یہ حوصلہ نہیں تھا کہ وہ بادشاہ کو قتل شدت سے آنکھ کر نہیں دے گا وہ اس کے حلقہ رکھتے تھے۔ آخر کار انہوں نے غس اللہ بن عمر انکھ تھل (121) کو اپنے شدت سے آنکھ کیا جو بادشاہ کا بہت دانا حکمران نظر تھا۔ اس امیر نے بادشاہ کے باغی کے قریب پہنچ کر اس سے دست بستہ عرض کرتے ہوئے امراء کی تشویش اور باغی سے آنکھ کیا جو وہ اس منظر سے محسوس کر رہے تھے چنانچہ اس باغی سے پہلے اترنے کی استدعا کی۔ اکبر نے آنکھ کو دھکی دیا کہ اگر اس نے اپنی درخواست پر نذر دیا تو وہ خود کو باغی سے پہلے گرا دے گا اس نے اسے دلہن جانے کا حکم دیا۔ تب اس نے آنکھ کو مچھلنے اور موڑنے کے علاوہ انتہائی شدت کے ساتھ (جس نے تمام تشاؤ کو حیرت زدہ کر دیا) ہوئی کو اپنے سر کے درپے شہر باغی پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا۔ یہ حملے ہجوم کے شور و غما کے درمیان جاری رہے۔ دانا ہلے پیچھے ہٹا اور دوا کی طرف ہٹا۔ بادشاہ نے اپنے باغی کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ گھٹ خورہ باغی نے کشتیوں کے پل کا راستہ اختیار کیا ہوئی نے اسے جا لیا۔ بھاری بھر کم جانوں کے زبردست وزن نے کشتیوں کے پل کو بڑی طرح ہلکا دیا اس سے یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ پل ٹوٹ جائے گا۔ راہ کیوں نے پل کے دونوں جانب دوا میں چھٹ گئیں گا دوا میں خیرے ہوئے دوڑتے ہوئے باغیوں کا

تواضع کرنے لگے تاکہ بادشاہ کی عداوت جاسکے جو ابھی تک ہولی کی پشت پر سوار تھا۔ دونوں ہاتھوں نے بحفاظت ہلی کو پار کر لیا جب رات بڑھ گئی تو ہر قسم کی تشویش بھی ختم ہو گئی۔ بادشاہ پہنچ آیا تو اس کے امراء نے انتہائی خوش محسوس کرتے ہوئے فرما دیے حسین و الزین سے اسکا استقبال کیا اور اس کی کھالوں پر اسے مہارک باد دی۔ یہاں شیخ ابو الفضل لکھتا ہے "بادشاہ سلامت نے وہاں خاص میں اسے گلی دار قاپا کر "جب میں کسی ایسے خطرناک باغی پر سوار ہوتا ہوں جو اپنے مملکت کو اندر بھینکا ہے" تو میں خدا پر اپنے غیر - حائل ایمان اور بھروسے کے باعث امید کرتا ہوں" جس نے مجھے دیکھ کر حفا کی ہے اور مجھے خوشحال اور طاقتور بنا دیا ہے" کیونکہ اس کے فضل و کرم کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔" شیخ نے بادشاہ کی خوشامد کے سلسلہ میں اپنے جوش و خروش میں ہی جیسے موافقوں پر بادشاہ کی شجاعت کے کارہائے لیلیوں کو اس کے روشن اور اعلیٰ بصیرت و دہن سے منسوب کیا ہے۔ جس نے اسے مستقبل کے واقعات کو کسری بصیرت سے دیکھنے اور اس کے حقائق اپنی غیر معمولی دانشمندی کے ساتھ مشاہدہ کرنے کے قابل بنا دیا۔

اکبر ہر قسم کے باغی پر سوار کر لیتا اور اسے اپنے حکم کے تابع بنالیتا تھا۔ قہم قرمانیوں کو اس وقت انتہائی حیرانگی ہوتی جب وہ مست باغی کی سوار پر بھی پاؤں رکھ کر انتہائی تیزی سے اس پر سوار ہو جاتا تھا۔ ایک تیز رفتار باغی بعد تمام دھڑوں کے بادشاہ کے استقبال کے لئے ہر وقت گل میں تیار ہوتا تھا۔ اسی طرح گل میں چھوٹے گھوڑے بھی تیار رکھے جاتے تھے۔

اکبر مختلف اقسام کے کیلوں اور باغی سے لیکر ہول اور بیڑوں اور سرخ سے لیکر لیلی تک کے جانوروں کے درمیان لڑائیوں سے بہت زیادہ تعلق اندوز ہوتا تھا۔ وہ پہلوئوں کے کرب دیکھنے کا بھی بہت شوقین تھا۔ اس نے اپنے دربار میں ایران اور توران کے مشہور پہلوئوں اور کے ہار رکھے ہوئے تھے۔ ہر روز ہر قسم کی لڑائی کے دو پہلوئوں ایک دوسرے سے لڑائی کرتے۔ پہلوئوں میں ہم جیلوں کے مراغہ خلیں حور کے عہد علی (جس کو بادشاہ نے شیر مرد کا خطاب دیا تھا) بخارا کے صوفی ترکستان کے مراد توران کے محمد علی کردستان کے شاہ علی جیش کے ہال اور بغدادستان کے سری رام سنگل جیش ابہ نامک ہلا سارہ دینوا کے ہم دیکھتے ہیں۔

جنس کی خاطر اکبر کڑیوں کی لڑائی دیکھنا بھی پسند کرتا تھا۔ وہ ایک حقیقی دین کا نامک تھا۔ اس سے اس کا مشہد نظرت کاظم حاصل کرنا اور تعلیق کے عبادت کو دیکھنا ہوتا تھا۔

۱۰ ہلا کا شوقین تھا۔ اس نے ہلا کی کتے (۱۵۷۱) رکھے ہوئے تھے اور ہروں و چیتوں کو دوسرے جنگی جانوروں کا ہلا کرنے کے لئے سدھایا ہوا تھا۔ جنگی جانوروں کو چلانے کے لئے

پلو ہرنوں کے بیگلوں کے ساتھ جہاں پہنچ جاتے تھے۔ اسے اپنے تمام اہمیل کے ہم بھی
 دیتے تھے اس نے اپنے گھوڑوں، جنگل درختوں، ہرنوں اور کیتوں کے ہم رکھے ہوئے تھے اور ہر
 ایک کو اس کے ہم سے چلتا تھا۔ آئیں اکبری میں پلو چاندیوں اور پرنوں کے بے شمار شعبہ
 جہاں اور ان سے وابستہ تھے کے انتظام کے لئے قواعد و ضوابط وضع کئے گئے ہیں۔ اکبر ہر شعبہ
 کی بلور نگرانی کرتا تھا اور اس میں گہری دلچسپی لیا کرتا تھا۔ ان کھیل کھانوں کے دوران وہ اختلاقی
 اہم کاموں کی منتظر رہتا تھا اور فوری توضیح کے سمجھ سرفاری مصلحت کے مسئلہ میں
 احتیاط بھی ہادی کرتا جو اس کے سامنے ہوتے چلتے تھے۔ یہ الفصل نے اکبر کی جسمانی
 مستعدی، حاصل اور ذہانت کے حلق کی مثالیں پیش کی ہیں۔ ایک مروجہ اصطلاح ملی کہ خلیج ہادی
 میں ایک آدم خود شیر نمودار ہوا ہے۔ بدشاہ نادر شاہ نے اچھی بہ سہارہ ہر جنگ کی طرف
 روانہ ہوا شیر نے غصہ تک ہو کر اپنے بچے اچھی کے ماتھے میں گارا دیئے اور اس کے سر کو
 گھسیٹ کر زمین تک لے گیا مگر مصائب میں نے اسے ہلاک کر دیا۔ ایک دوسرے موقع پر قراہ
 کے دوران راجا تاقب جس کے لئے ہاتھ والے لازم رکھے جاتے ہیں) ایک شیر (جسے ہلاک کر
 لیا گیا تھا) نے بدشاہ پر حملہ کر دیا اس نے اسے سر میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ ایک مرتبہ ایک
 شکاری صم کے دوران ایک شیر نے حملہ کر کے ایک قوی کو بچے گرا لیا بدشاہ نے درندے کا
 نشانہ سے کر اسے ہلاک کر دیا اور قوی کی جان بچائی۔ ستر ا کے جنگل میں جیسے تبتے والا ایک
 شخص اچھا ایک شیر کو سامنے پا کر خوفزدہ ہو گیا مگر اکبر میدان میں اسے دبا اور اختلاقی غلبہ و غلبہ
 سے درندے کی طرف دیکھا جو دیک کر بھاگ گیا تھا اسے ہلاک کر دیا گیا۔ 1561ء میں اکبر 19 برس
 کا فوجیوں تھا بلکہ سے آگے کی طرف واپس کے دوران جب وہ نادر کے مصلحت میں گھوڑے
 پر سواری کرتے ہوئے اکیلا آگے آگے جا رہا تھا کہ اچھا ایک شیر جسے پانچ بچوں کے اس کے
 سامنے آگیا ہر جنگل میں سے نمودار ہو کر اس کے راستے پر آگیا تھا اس نے بغیر کسی تامل و
 جہت کے اپنی کوار کھینچ لی اور ایک ہی وار سے اس درندے کا سراڑا دیا۔ جب بچے وہ جاتے
 والے عدم و حشم کا فخر قریب آیا تو فوجیوں بدشاہ کو اختلاقی اطہار کے ساتھ اپنے سوا دشمن
 کے قریب کھڑے ہوئے دیکھا گیا اس کے سرواں نے اس میں ایک زبردست دلیری کے حامل
 اور مستقل عزائی اور صمم اوروں کے ہلاک نوجوان کو پہچان لیا تھا۔

میدان جنگ میں اکبر کی شجاعت: میدان جنگ میں اکبر کی دلیری کی بہت سی مثالیں
 پیش کی جاتی ہیں۔ چوڑے کا صو (1567-68ء) میں اس نے جس جانشانی، شیرازی اور دلیری
 کا مظاہرہ کیا وہ قابل ذکر ہے۔ ہر اقتدار (1570ء) کے درمیان اس کا پوتا اورے عکس تمام

اور میاؤں کے راجہیت اس مقام کو اپنی طاقت کا منبع اور بعضوں کی آلودگی کا مرکز سمجھتے تھے۔
 اکبر نے انتہائی احتیاط اور ہتھکڑی کے ساتھ خاصا کیا اور انگریزوں کے ہندو طریقہ جنگ کی طرز
 پر لڑتے تھے۔ (۱۲۳) اس نے اپنے مورچوں کی تعلیمات کا جائزہ لیا۔ وہ اس کم کی گہرائی
 میں اٹھتا تھا جس نے اس کی شکن و شکست کے راستہ میں ایک سنگ میل کا کام دیا تھا۔ وہ
 اس جنگ کے حلقے میں قدر گہر مند تھا کہ اس نے صنعت ملی کر جیسے ہی اس جگہ پر قبضہ ہو گا
 عراق حیدریت پیش کرنے کے لئے انتہائی قتل احرام صوفی بزرگ حضرت خواجہ حسین الدین
 چشتی اجمیری کے مزار پر حاضری دینے کی خاطر پیدل سفر کرے گا۔ اس نے بیڑوں اور غنموں پر
 مشتمل دو سویت ڈائیزے بڑے مورچے بنائے تاکہ قلعہ کی دیواروں تک پہنچ کر ہندو
 سرگنوں کے درپے ان میں شک پیدا کرے جائیں۔ اکبر نے شہادت کے کارناموں کے لئے
 سپاہیوں کی صف بندی حلیٰ 'قذا' اس کی سوجھ بوجھ کے لئے اپنی جلدی طرح انڈیا اکبر کی جوں موی
 اور خطرے سے نجات دہانے اس کے ساتھیوں کے لئے ذرا مثل کام کر کے انہیں شہادت کے
 کارناموں پر اکسید ایک موقع پر جب وہ اس مقام پر کھڑا ٹھہرے کی کارروائیوں کے لئے
 ہدایت دے رہا تھا جہاں دشمن کی بددلوئوں اور توپوں کی شدید گولہ باری ہو رہی تھی کہ قلعہ
 سے توپ کا ایک گولہ آکر اس کے قریب گرا مگر اسے کوئی گزیر نہ پہنچا حالانکہ اس نے اس کے
 میں ساتھیوں کو چت کر دیا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر اس کا جرنیل خن عالم اس کے قریب کھڑا
 تھا کہ اس وقت اسے ایک گولی لگی اور اس کی زہر بکتر اور چار آئینہ میں سے گزر گئی مگر یہ
 اندوختی لباس میں رک گئی اس لئے کوئی زخم نہ لگا۔ یہ میل ظاہر کیا گیا کہ اس نے بادشاہ کے
 حضور خوش قسمتی کے باعث زندگی حاصل کی ہے۔ اکبر اپنے جوش و خروش اور بھرتی کے مسئلہ
 میں اس قدر مستغرق تھا کہ اکثر بددلوئیں سمجھ کر قلعہ کی فسیل پر کھڑے ایک کونہ دشمن کو انتہائی
 کامیابی سے گولی کا نشانہ بنالیتا تھا۔ ایک رات جب وہ مورچوں کا کھانا کر رہا تھا اس نے مناسب
 دھننی میں راجپوتوں کے فکر کے درمیان زہر بکتر میں لباس ایک شخص کو مشعل کی روشنی میں
 مورچوں کی سرست کے بارے میں ہدایت دینے ہوئے دیکھا کہ کوئی کھانا معلوم ہوا تھا۔
 بادشاہ نے فوراً اپنے خدمت گار سے اپنی پند و بددلوئیں حکام سمجھنی اور اس شخص کے ہاتھ میں
 گولی مار دی۔ اس وقت اکبر اس وقت سے اچھا نہیں تھا کہ اس کا کھانا کون ہے۔ فی الفور وہ راجہ
 بھگوان داس کی طرف گھبرا اور بولا کہ "میں نے اپنے ہاتھ کی مستعدی سے خوف محسوس ہوا کہ اس
 نے ضرور اس کے تنگ کو نشانہ بنایا ہے۔" اصل میں اس نے اپنے لڑکاگوش دشمن کو ہلاک کر دیا
 تھا کیونکہ ہلاک ہونے والا سونا اس جگہ کے حاکم شیر پٹاؤ ہے ل کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

جو انتہائی دلیر اور کھلی سوار تھ۔ قلعہ کی حفاظت فرج نے جب دیکھا کہ ان کا جی سوار لب
 وعدہ نہیں رہا تو وہ حوصلہ ہار گئی اور سواروں کو قتل کر کے قلعہ کے اندر چلی گئی۔ بے مل کی
 لاش مقبرے تک لائی گئی۔ جن جن مردوں نے خود کو اپنے سوار کی قتل کے ساتھ قتلوں کی نذر
 کر دیا "لو راہیں" پنج شہر لوہاں (دکم سن بیٹوں کے مراد) اور کنگڑا دیوں کی جھڑپوں میں چھاپ چھاپ
 کر راکھ ہو چکیں۔ سوا موت کو گئے لگانے کے لئے وہاں سے جبکہ مسلمان نصیبوں پر چڑھے ہوئے
 تھے "ان کا کوئی مقابلہ نہیں تھا" ایک محسن کی جنگ شہد ہوا گئی جس میں آٹھ ہزار راجپوت
 ہلاک ہوئے۔ قبر کے قریب ہاتھ تھیرا ہوا کیا "اکبر اپنے باقی اسمان شہر پر سوار ہو کر لاٹھیاں انداز
 میں اس کے اندر داخل ہوا" قلعہ کی فصیل پر لب رانا کے سورج طم کی بجائے اسلام کا سبز پرچم
 لہرا رہا تھا۔

۸ نومبر ۱۵۵۸ء کو اکبر اپنی صحت کے مطابق گمرٹ پر شاک میں بیٹوں خاندان کے ایک
 مختصر سے قافلے کے مراد تھے جس میں صوفی بزرگ کی غلطی پر خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے
 اجیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے متعل گنہ تک سفر کیا تھا کہ غلطی کے ایک مرد نے خوب
 میں اس صوفی بزرگ کو کہتے شاک خدائے پاک میں کے لئے پوشلہ کے جذبہ پارسل اور لہو
 تقویٰ سے بہت زیادہ خوش ہوا ہے اور یہ کہ اس کے نتیجے میں خوش ہو کر مجھے یہ ہدایت دی گئی
 ہے کہ پوشلہ کو چاہئے کہ وہ اپنے لئے اس قدر تکلیف دہ حیدر سڑک ختم کر دے۔ چنانچہ پوشلہ
 نے اپنی تادمہ سڑک گھوڑے پہ بیٹھ کر گئے کیا آخر کار جب وہ اجیر سے ایک محل کے قریب تک
 پہنچا تو گھوڑے سے اترا آیا اور اپنے سر دہرا پیوں شروع کیا اور ۸ مئی ۱۵۵۸ء بعد از انوار کو
 بحفاظت مقبرے تک پہنچ گیا۔

ہاتھ میں اپنی جگہ کی یاد رکھ کے طور پر اس نے اپنے بیٹے کی جگہ پر سلیڈ پھر ۳۳ فٹ ہند
 ایک کھوئی ستون تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ چلی پر ایک بہت بڑا چراغ دیا گیا جس تک عمارت کے
 اندر ایک مل کھائی ہوئی بیڑی کے ذریعے پہنچ سکتے ہیں۔ اسے "اکبر کا دھوا" کہتے ہیں۔ اس واقعہ
 کی یادگار کے طور پر اکبر نے جو دہری قلعہ تعمیر کی وہ ہاتھ کے راجپوت برہمنوں ہے مل
 اور پتہ کے جنوں کے مراد دہری وکیل انہیں کے ٹھکانے جنہوں کی تعمیر چھی "بے مل اور پتہ کو
 لہنا چھیل ہوا دکھایا گیا تھا۔ گزشتہ صدی کے اختتام پر جب مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کیا تو انہوں
 نے مل کے کھوے کھڑے کر کے زمین میں دفن کر دیا اور اپنے انتظام کی آگ بجھائی۔ بدلت
 کے بعد انگریزوں نے انہیں زمین میں ۱۵ فٹ کی گہرائی میں وہاں ہونے ہائل کج سلامت کر
 سواروں کے ہلیہ لیا۔ انہیں زمین سے کھود کر نکالا گیا۔ انہیں سے ایک لب دہلی میں عوامی پارک

کے امور اس طرح تھے۔

اکبر عام طور پر اگر سے عیسٰی یا پائیس کوں کے قافلے پر بیٹوں کا ہنگامہ کرنا تھا۔ وہ ذکرِ دل سے چیتے کو اندر دین کے منظر سے عرصہ میں ہنگامہ کے تعاقب کے لئے سدا جلتے کی ملاحظہ رکھتا تھا۔ شعل بیٹوں کے رکھالے (جن میں سے چند وہ سو کے قریب تھے) اعلیٰ وقت کے ساتھ دباؤ میں لے کے عرصہ میں انہیں سدا جلتے تھے۔

یہ بالکل نے چیتے کو سدا جلتے کے حلقہ دہ قتل و کشتوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں اکبر کی کرانت کے طور پر بیان کیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک چیتے کو پکڑا گیا تو اس نے ہارنگ کے قتل ایک اشارے پر فوراً بغیر کسی تریج کے ہارنگ کو ایک ہنگامہ لاکر دیا۔ وہیں موجود سبھی لوگوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک دوسرے موقع پر ایک چیتا ہارنگ سلامت کے مہل اور شفقت آمیز دل کے حیران کن ناڑ کے باعث بغیر کسی پٹے یا زنجیر کے شعل جلتے کے پیچھے آئے گا اور اس نے کسی ہوش غصہ کی طرح ہر قسم کی قہیل کی۔ ایک مرتبہ ایک پائیس ہرن نے ایک سدا جلتے ہوئے چیتے کے ساتھ دہائی کر دی۔ وہ انہیں رہتے اور ایک دوسرے کی صحبت کا لطف اٹھاتے تھے۔ جب اس چیتے کو دوسرے ہرنوں کے خوف چھوڑا جاتا تو وہ انہیں بالکل غل نہیں کرتا تھا۔ اس سے پتھر گزشتہ نڈنے میں دن کے اختتام کے قریب بیٹوں کو آزاد کرنے کی ہدایت نہیں دی جاتی تھی۔ مگر اکبر کے تھکیل کہ تریج کے قتل قتل کے نتیجہ میں اس کے دور میں انہیں شام کے وقت کھلا چھوڑ دیا جاتا اور وہ مطلع رہتے۔ جن کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے عمل کو ختم کر دیا گیا اور انہیں سر کے غلافوں کے بغیر رکھا جاتا لیکن اس کے بعد وہ وہ یہ کچھ نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی قہشاہوں کو کچھ کہتے تھے۔

سدا جلتے ہوئے بیٹوں کے درپے ہرن کا ہنگامہ کیا جاتا تھا۔ وہ ہنگامہ کی پوچھ کر اس کی سدا کی شکایت کرتے تھے۔ انہیں یہ سکھایا گیا کہ دور سے کس ہرن کو دیکھنے پر جھڑی میں بیٹ جاتیں۔ قریب آنے پر چاروں چھانگ لگا کر اسے دھکیلیں۔ اس چاروں کے کارہوں سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے ہنگامہ کو پکڑنے کے لئے وہ کون کون سے کرد و قریب استعمال کرتا ہے۔ اپنے آپ کو ہارنگ رکھنے کی خاطر وہ اپنے اگلے پاؤں اور پچھلی انگلیوں سے گرد اڑاتا ہے یا اس قدر ہوار بیت جاتا ہے کہ لاش کی سطح پر اس کی تیز کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ اکبر ہرن کے ہنگامہ کا بہت زیادہ مہر تھا۔ وہ صرف قتل کو دیکھ کر یہ تا سکا تھا کہ ہرن کا قتل کس ہنگامہ سے ہے۔ ہرنوں کا ہنگامہ خود ہرن کے درپے بھی کیا جاتا تھا۔ ایک پائیس اور تریج یا پٹہ ہرن کے سینگوں پر چل پڑا کر اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جب یہ ہرن جنگلی ہرنوں کے ساتھ دور آتی کرتا تو اس کا سینگ یا پائیس

ہاکن اس میں ابلے جاتا تھا اس پر جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ٹھاری ڈھرائے پکڑ لیتے تھے۔

ہاکن کی قسم و فرست اور دھاری کے حلقہ بہت سی کہتیں ہیں کی جالی ہیں۔ اکبر نے ایک تربیت یافتہ ہاکن کے پاس میں ہاکن کیا ہے۔ جس نے دیوار میں بہت توانا سستی پیدا کر دی تھی۔ یہ لالہ آپو سے بھاگ گیا (جس اسے بھنب سے لے جایا گیا تھا) اور دیواروں اور میدانوں کو عبور کرنے کے بعد بھنب میں اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا اور اپنے ساتھ ہاکن کے پاس پہنچ گیا۔ سوستی کے نکلت کی تواز سے ہاکن محسوس ہو جاتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ لالہ ہاکن کا رہی ہے۔ جنم اکبر ہاکن کے گھر کے لئے ان طرفوں کو چھوڑ کر آقا قند اکبر نسل کشی کے لئے ساڑہ ہزاروں کو بھی لایا تھا۔ بڑی قد میں پیدا ہونے والے جانوروں کو ٹھاری متعصب کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ بدشگونی کے لئے نئے طریقے وضع کئے تھے۔ ہاکن کی کہلیں اکثر غریب لوگوں کو قند کے طور پر دے دی جاتی تھیں۔

دل سے شہزاد سلیم کے جنم دن پر اکبر نے اپنی قسم پوری کرتے ہوئے بھی بھی جوہر کے روز شمار نہیں کیا وہ خرگوش اور بوسنی کے گھر کے لئے ایک چھوٹے سے بھرتیے جانور سپاہ گوش کو استعمال کیا کرتا تھا جو کالے ہاکن کو بھی مار ڈالتا ہے۔

گزشتہ دور میں جنگلی ہاتھیوں کا گھر داخل تھے پیٹنے اور پانیوں کی تواز کی مدد سے کیا جاتا تھا شور مچا رہی بھر کم جانور کو بے چین کر دیتا تھا ان خرگوشوں کو ہر طرف بھاگ اٹھتے تھے تب ٹھاری ان کی گردنوں یا پس کے گرد رسوں کے پھوٹے پھونک کر انہیں پکڑ لیتے تھے۔ جنگلی ہاتھیوں کو پکڑنے کے لئے لالہ ہاتھیوں بھی استعمال کی جاتی تھیں، صوت، آہنی کی پٹہ پر لیت جاتا اور ہاکن بے حس و حرکت رہتا تاکہ کسی پر اس کی سوتھو کی ظاہر نہ ہو سکے۔ زبا ہتھی آہنی کے قریب آتا تو اسے رسوں کی مدد سے پکڑ لیا جاتا۔ ایک دوسرے طرف میں جنگلی ہاتھیوں کو گھاس سے ڈھکے ہوئے ایک گڑھے میں گرا دیا جاتا وہیں انہیں مدھالنے تک بھوکا اور پیاسا رکھا جاتا اور ایک طریقے میں ہاتھیوں کو شگ روشن کر کے اور ان کی پٹھانگ کے اور گرد و خوار ہوا کر کے پکڑا جاتا تھا وہیں ایک معصومی خنق کی ایک چاب ایک معصومی دردناک جلا جاتا تھا جانور کو ہاکن کر اس طرف لایا جاتا اور ایک دوسرے کے درمیان پکڑ لیا جاتا تھا۔ بدشگونی جنگلی ہاتھیوں کے گرد ہوں کو پکڑنے کے لئے ایک یا طرفہ ایلا کیلڈ ایگے والے انہیں تین چاب سے گھیرے میں لے لیتے تھے ایک چاب کو کھلا رکھا جاتا تھا جس متعصب ہتھیوں کو کھڑا کر دیا جاتا تھا ہاتھی ہر طرف سے ہتھیوں سے غلبہ کرنے کے لئے تھے تو ہتھیوں کو آہستہ آہستہ ایک اعلا کی طرف لے جایا جاتا زبا ہتھی بھی ان کے پیچھے جلتے تو انہیں پکڑ لیا جاتا تھا۔

گھڑسواری کا فن سکھانا ہے، جو میلے کو چھانا ہے، چاروںوں کو بھرتی کے کاروبارے مراجم و سچ اور ہنگ اور کاظم مانے کا ملکی بنانا ہے۔ بادشاہ اپنی حرکت و سکنت کی مستعدی اور لہجہ آسانی اور بھرتی سے گیند کو ضرب لگا کر قاتلانہوں کو جیون کر دینا تھا۔ وہ علقہ انداز میں اس کو فہم کر لانا اور اسے اس وقت ضرب لگانا جب یہ ابھی ہوا ہی میں ہوتا تھا۔ وہ رات کے بعد صبرے میں بھی چوہن کھیل سکتا تھا۔ یہ چیز اس فن کے اختصار مابہر نکلاڑیوں کے لئے کسی طرح بھی کم جبرائی کی بات نہیں تھی۔

اکبر کو تر بازی کو عشق پڑی تھا۔ تھا۔ اس نے تہذیب کی طرف سے کہوڑ چھے اس پھر لے سے پرمے کو دانشمندی کے علاوہ اسرار و رموز کا علم حاصل ہونے کے باعث اس کی تفریح و توجیف کے جذبہ کے ساتھ اور بادشاہ کے لعلات کی قبیل کے لئے ہزاروں کی خاطر ایک مثل قائم کرنے کی غرض سے خود کو اس تفریح میں مصروف کیا تھا۔ چنانچہ اس کا سوانح نگار بیان کرتا ہے، 'انہی حرکت کو بہ نظر رکھ کر بادشاہ سلامت اس تفریح پر بہت زیادہ توجہ صرف کرتے تھے۔' ابرہن اور نورون کے بادشاہ اکبر بادشاہ کے لئے کھیلوں کے نئے بھیجا کرتے تھے، جبکہ سوداگر بھی علقہ ملکوں سے بہت سی علقہ اقسام لاتے تھے۔ اکبر اختصار کم عری سے کھیلوں کا بہت شوقین تھا۔ اس نے جیون ہونے پر کہوڑ بازی کو ترک کر دیا تھا، مگر پنج نظر ہونے پر وہاں شہنشاہ کر دی۔

اکبر کے رضائی، یعنی خلق اعظم کو کل تہل خلق کی لکیت بننے رنگ کا ایک بحرین تربیت یافتہ خوبصورت کہوڑ بادشاہ کے ہاتھ لگ گیا۔ اسے سونا کا ہم رنگیہ بادشاہ اس کی خوبصورتی اور رنگ سے اس قدر خوش تھا کہ اس نے اسے شقی کھیلوں کا سردار بنادیا۔ اس کی نسل سے کئی بحرین کہوڑ حاصل کئے گئے اور انہیں 'اشقی' پر ہی دلا، اس اور شاہ لڈی کے ہم دے گئے۔ انہوں نے وہاں بحرین قسم کے کہوڑ پیدا کئے۔ انہیں اکبری میں فن کی نسلوں اور اقسام کے حلقہ قبیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اکبر کھیلوں کا ایک بحرین منصف (مظاہر) تھا اور اختصار توجہ کے ساتھ فن کی متعدد اقسام کا بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ فن میں سے ہر ایک قسم کے لئے طبع و چہا خاندان تعمیر کیا گیا تھا۔

کہوڑوں کو بہت بڑی تعداد میں اکٹھا ہوا میں اڑانے کے ساتھ ساتھ علقہ کرتب بھی سکھائے جاتے تھے، 'شاہ' لوہر جٹا اور نیچے آگاہ ایک طرف مڑتا، لب دسری جانب مڑتا، ایک مرتبہ پھرتی پر بیٹھا اور دسری مرتبہ پرواز کر جٹا اور دستار کے کہوڑوں کے فن کو گلستا دیتا، اس کے علاوہ اڑتے ہوئے کہوڑ بازی کی نئی پریڈ ایک لے پاس کے ساتھ بندھے ہوتے

محلے کی آگے پیچھے حرکت کے ذریعے اس کے ہتھکڑوں پر عمل کر کے انہیں ہلائی لگائے (یا قلاباؤں لگائے) اور ہرج (ایک بڑی حرکت جس میں کبوتر خود کو ایک دائرے کی شکل میں گراتا ہے) کے طریقہ سے دوسرے دلچسپ کرپ سکھائے جاتے تھے۔ کبوتروں کو ان جیسے کھیل قماروں کے لئے اور ان کے ہل رہے کی خوبصورتی کی خاطر بڑھاتا تھا۔ ہندوں کی شتادرو وضع قلع اور رنگ برنگے پر بیٹہ پوشہ کے لئے حوشی کا ماتہ ہوتے تھے۔

آئین اکبری کے مطابق دربار میں بھی ہزار سے زائد کبوتر تھے۔ ان میں سے پانچ ہزار بہت عمدہ نسل کے تھے جسے "لی" کہا جاتا تھا۔ یہ اپنی صحت اور بہت سے دلکش رنگوں کے باعث بہت زیادہ شہرت کے حامل تھے۔ لون (قالبان) کی بہت زیادہ تعریف کی جاتی تھی۔ پوشہ کبوتروں کا اس قدر شوقین تھا کہ وہ انہیں پانچروں پر (جنہیں کوہیوں نے اٹھایا ہوتا تھا) اپنے پر پڑنے کے ساتھ لے جاتا تھا۔ جب پر پڑا اٹھایا جاتا تو اس کے بعد کبوتر اس کے پیچھے پیچھے آتے۔ اس نے کبوتروں کے باہمی ٹھپ سے فن کی اقسام کو متقی دی۔ اس سے پہلے کسی نے یہ عمل نہیں کیا تھا۔ فن پر ہندوں کی نسل کشی کے بارے میں اس کے اس عقیدے علم کے باعث اس کے درباری کچھ کم حیران نہیں تھے، وہ اس کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے۔

اکبر و شہنشاہ کو مزاحیہ میں بڑا مستعد تھا اور فن پر کسی قسم کا رحم نہیں کرتا تھا۔ مگر اپنے دوستوں سے بہت سہیلی سے پیش آتا اور فن کے لئے شفقت آمیز جذبات رکھتا تھا۔ یہ جذبات چھی تھے۔ ابو القتل نے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی ہیں۔ دار حکومت کے ساتویں برس 1562ء کے بیان کے ساتھ ایک واقعہ درج ہے اس واقعہ کا تعلق قلعہ آگرہ سے ہے۔

ماہم انگہ: ماہم انگہ کا چٹا لومہم خلی 5000 ہزاری منصب کے ساتھ اکبر کے دربار کا ایک امیر تھا۔ وہ اور شہنشاہ خلی خلی خلی خلی خلی کے رضائی باپ محمد حسن الدین انگہ خلی سے دشمنی رکھتے اور اس سے نفرت کرتے تھے۔ 12 رمضان المبارک کی رات جب ہم خلی انگہ خلی شہاب الدین احمد خلی اور دوسرے امراء قلعہ کے دیوان خاص میں ایک سرکاری مجلس میں شریک تھے تو ہم خلی اچانک چند ساتھیوں کے ساتھ دیوان میں داخل ہوئے۔ سب لوگ اس کا استقبال کرنے کے لئے اٹھے۔ تب تو ہم خلی نے انگہ خلی پر اپنے بھڑے حسد کی اور اپنے ایک مسلح ساتھی غلام کو اشارہ کیا کہ اسے ہلاک کر دے۔ غلام نے اپنا بھڑ بھڑا کر انگہ کے سینے پر وار کیا۔ انگہ دروازہ کی طرف بھاگا مگر دولت خلی کے حکم میں گر پڑا اور لورا ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد تو ہم اپنے ہاتھ میں بھڑ بھڑا کی خوب بھڑکی طرف بھاگا۔ دیوان میں شہنشاہ کے باعث جاگ اٹھا۔ پوشہ اپنے ہاتھ میں ٹکڑے لے کر باہر آیا اور چلا کر بولا۔

اے کیا کے بیٹے (بچہ لڑکا) تم نے میرے رضاعی باپ کو کیوں مارا؟ (۱۲۵) اب لوم نے اپنے ہاتھوں سے اکبر کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے جھلب دیا۔ حضور دھاکا ایک ٹوکے اور پہلے دروازے پر گھرے۔ اکبر نے اس کے ہاتھوں کو پکڑے ہٹا کر لوم کے حلق پر ایک ٹکا رسید کر دیا۔ لوم ایک طاقتور شخص تھا، مگر اس قدر شدید تھا کہ وہ زمین پر گر گیا۔ اکبر نے اپنے قہر بکڑے ہوئے خدمت گاروں فرشتہ خن اور عکرام سے کہا تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اس شخص کو ہانک دے۔ اس کی قبیل کی مٹی اور اکبر کے حکم سے لوم خن کو دین جند کے چوتھے (مقاتل) سے سر کے تل زمین پر گر ادا گیا۔ ابھی اس کی جان نہیں نکل تھی کہ اسے سر کے ہاتھوں سے تھپتھپ کر چوتھے کی طرف لایا گیا اور دوبارہ چپے کر لیا گیا، جس کے باعث وہ ہلاک ہو گیا۔ لوم خن اور انکھ خن کی عورتوں کو دفن کرنے کے لئے دلی روانہ کر دیا گیا۔

جب لے کو وہ ہلاک و قتل ہوئے تو لوم خن کی بی بی نام انگ (۱۲۴) دلی میں پناہ لے گئی۔ اس عین کے ساتھ کہ اس کے بیٹے کو صرف قید کیا گیا ہے وہ آگرہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اکبر نے اسے دیکھ کر کہا میں نے میرے رضاعی باپ کو مارا تھا اس لئے میں نے اس کی جان لے لی۔ اس نے بوڑھی عورتوں کو تل دی تو وہ یہ کہنے ہوئے ابرہن سے چلی گئی حضور دھاکے لئے بہت ہچکا کیا ہے۔ اس کی بیماری میں تشدد ہو گیا اور وہ اپنے بیٹے کی موت کے چالیس روز بعد دہلی واپس ہو کر انتقال کر گئی۔ اس کی قتل کو دلی روانہ کر دیا گیا۔ اکبر پورے دربار کے حوالہ انگلہ آکھوں کے ساتھ چند قدم تک اس کے پیچھے ہٹا۔ وہ بھی سوگ میں چند گھنٹے بدستہ کے حکم سے دلی میں لوم خن اور نام انگ کی قبروں پر ایک انتہائی فرہمروت یادگار تعمیر کی گئی۔ (۱۲۵)

اکبر نے اسی طرح انکھ خن (۱۲۶) کے بیٹے مرزا عسر کو کہہ کو اس کے والد کی موت پر قتل دی۔ انکھ خن کی قتل کو دلی روانہ کیا گیا اور اسے بہتی نکاح الدین لولہ میں دفن کیا گیا۔ (۱۲۷)

اپنے لوگوں کی اصل حالت سے باخبر ہونے اور اپنے اطہروں کی بد عورتوں کے خلاف ہلور حفاظت (تاکہ کنوڑ کو طاقتور کے ہاتھوں سے گرفت نہ پہنچے) بدستہ شہر کے مختلف گلی خلوں اور مطلقیت میں بیس ہل کر محنت کیا کرتا تھا۔ دور حکومت کے پہلے سلی کے ولایت کے بارے میں ہر اختلاف نے آگرہ کے مطلقیت میں بدستہ کے بیس ہل کر نمودار ہونے سے حلق ایک دلچسپ واقعہ درج کیا ہے۔ بدستہ نے بذات خود یہ واقعہ اس سے بیان کیا تھا۔ لودہ میں قصبہ ہزارنج میں محمود غزنوی کی مزار کے ایک چوٹیل سقا مسوڑ کے مقبرہ پر ہر سال ایک بہت بڑا میلہ منعقد ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان میں اس طرح کی لڑی گئی جگہوں میں سے ایک میں ہوتے ہوئے

شہید ہو گئے تھے۔ اس صوفی بزرگ کی یاد میں اس موقع پر بیڑوں کی فرائض کی جاتی ہے۔ اگر
سے لوگوں کا ایک بہت بڑا جھوم اس محلے میں شرکت کرتا ہے۔ شہر کے مضافات میں بھی اس
بزرگ کی یاد میں ایک بہت بڑا میلہ منعقد ہوتا ہے۔ (۱۲۸) اکبر بیس بدل کر اگر کے ایک میلہ
میں شریک ہوا اور بلا متعہ گشت کر رہا تھا کہ اسے ایک سدا لوح غص نے پہچان لیا۔ اس نے
جو کچھ دیکھا تھا اس سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کر دیا تو لوگوں نے بادشاہ کو بحرہ و توجہ سے دیکھا
شروع کر دیا۔ اکبر نے اس بات کا جتن لے کر فوراً کچھ اس قدر مہلت کے ساتھ اپنا ہوا تبدیل
کر لیا کہ جن لوگوں نے اسے دیکھا تھا وہ اس کی شہادت کے حصول شک و شبہ میں پڑ گئے۔ وہ
پریشان ہو گئے اور اس بات کا اعتراف کر لیا کہ انیس لکھی گئی ہے انہوں نے جس غص کو
دیکھا وہ اکبر نہیں تھا۔ اکبر کا اپنا بیٹا ہی اس نے ابو الفضل کو بیٹا اور جس کا سر شہزادہ کرنے اپنی
کتکب میں حوالہ دیا ہے بہت زیادہ دلچسپ ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کہا اس پر فوراً کرتے ہوئے
میں نے اپنی ایک آگاہ کو فوراً نیز حاکم (یا جیسے جیلتی ہو) اور اپنے چہرے کو کچھ اس انداز میں
تبدیل کر لیا کہ جس غص نے مجھے بھی دیکھا بھی تھا وہ بھی پہچان نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے
اپنے نقوش کو تبدیل کر کے بالکل لا متعلق ہو کر اور پورے ذاتی اطمینان کے ساتھ محلے میں
مہرگشت شروع کر دی اور اشیاء کو دیکھا رہا لوگوں نے مجھے بغور دیکھنے کے بعد ایک دوسرے
سے کہا "یقیناً بادشاہ کی اس جیسی آنکھیں و نقوش نہیں ہیں" وہ اکبر نہیں ہے۔ اس کے بعد
میں غامضی سے اس جگہ سے واپس ہوا اور محل میں داخل ہو گیا۔ "ابو الفضل لکھتا ہے کہ جب
بادشاہ سلامت اسے یہ کٹلی سارے تھے تو انہوں نے کھانے کی خاطر اپنی ایک آگاہ اور چہرے
کو بالکل اسی طرح تبدیل کر لیا جس طرح محلے میں کیا تھا یوں انہوں نے اپنے فاضل دوست اور
والشہد وزم کو تفریح کے ساتھ ساتھ نصیحت بھی دے دی۔

اکبر زبردست حاضر و محض تھا اور اس کی بے شکوکہ منکشف عکاسات سے بہرہ ور ہوتی
تھی۔ ایک مرتبہ ایک شاعر اور اعلیٰ حسب و نسب کے ایک چنگل ترک شدہ تلی نے اکبر کی
موجودگی میں کہا کہ کوئی غص بھی عین چیزوں میں اس سے بہت نہیں لے جاسکتا۔ شہزادہ "لالہ"
شہری۔ اس پر بادشاہ نے فوراً جواب دیا کہ ایک چہرہ جی جی تم بھول گئے ہو "یعنی طوطا پسندی۔ بالی
جنگ میں زبردست حوصلہ کے سلسلہ میں اپنا لوہا منوا چکا تھا اور اسے اس پر بہت غرور تھا۔

وہ ایک بہترین قیافہ تھا اور اسے یہ شک بھی حاصل تھا کہ ایک ہی نظر میں آدمیوں کو
چلتا ہوا تھا۔ اسے مہاراج اور غموس دونوں پر یقین تھا۔ چنانچہ یہ ہندو اور برہمنوں سے دوستی
کے باعث تھا۔

اکبر کا کتب خانہ: اکبر گھڑچہ میں سکھاتا مگر اسے حیرت انگیز یادداشت 'زبردست مشاہدہ' اور دینی اور دانشمندانہ دور امتیازی طاہرہ تھی۔ اس کے پاس ہر فن عالم اور ہر فن دانوں میں ایک بہت چاکر تھا۔ خانہ کتب خانہ کے کسی حصہ میں قسم کیا گیا تھا کہ انہیں ہندی 'لکھری' عربی 'عربی' اور کشمیری تصانیف پر مشتمل تھیں۔ بادشاہ ہر کتب کو شروع سے آخر تک پڑھتا تھا۔ روزانہ پڑھنے والا جس صوفی پر بھی رک ہوتا بادشاہ اپنے گھر سے اس پر نہیں لگا دیتا۔ اور گھر سے دور جس جگہ نہیں لگا ہوتا وہیں سے پڑھنا شروع کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کو چاہئے تھے پڑھ کر سیکھنے والے اور ان کے مطابق پڑھنے والے کو اعلیٰ و نقل سکوں سے نوازنا تھا۔ اگر کوئی کتب خانہ سے دور پڑھ کر مثال جاتی تو اس سے انتہائی عسوس میں کرتا تھا۔ بلکہ اسے دور میں اس کی طرف سے دیا جاتا تھا۔

سرکاری عہدے: سرکاری عہدے طاکرتے وقت اکبر کسی طبقے یا قوم میں اختیار دے نہیں دیتا تھا۔ حکومت کی طرف سے کم ترین سے اعلیٰ ترین ترقی کے سلسلے میں ہر عہدہ پوری رعایا کے لئے دستیاب تھا اور اس ضمن میں کسی فرقے یا قومیت کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ ہندوؤں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ جلتی ترقی دی جاتی اور انہیں یکساں طور پر اس کا حصہ اور احترام حاصل تھا۔ وہ کسی سرکاری اثر و رسوخ یا شہو نسب یا تہذیبی لوک شہرت کا بالکل لحاظ نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ ان لوگوں کی حلیت کرتا تھا جن کے اطوار اعلیٰ اور بالکل ہوتے تھے۔ وہ اپنی فوج میں تمام طبقوں کے افراد 'سنا' 'ہندی' 'ایرانی' 'تورانی' 'پارسی' 'پھلانی' 'افغان' اور کشمیری وغیرہ بھرتی کرتا تھا۔ کیونکہ اس کے حیل کے مطابق اگر وہ سب کو تھل کر ایک ہی طبقہ کے لوگوں کو لازم رکھا جائے تو وہ بہت کم کام پختہ ہوتے ہیں جس طرح انہوں نے اور قریبوں نے اپنے بادشاہوں کو معذور کر کے علم بہت کم پختہ کر دیا تھا۔

افسران کو قرضے کا اجراء: جن اعلیٰ سرکاری افسران کو زمین کی صورت میں عطیات دیئے جاتے تھے اور بہت جلد جی ملکہ عکس میں بھی وصول کرتے تھے انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے روپے کی ضرورت ہو سکتی تھی یا وہ مالی مشکلات کا شکار ہو سکتے تھے۔ ان حالات کے تحت کوئی حقدار گنا حکومت کے قرضہ کے خلاف ہوتا تھا اس انتہائی ضرورت کے لئے مطلوب رقم فراہم کرنے کی خاطر بادشاہ نے ایک 'خزانی' اور ایک 'مجلس' میر عرض مقرر کیا جو افسران کو ان کے منصب اور اعزاز کا خیال رکھنے اور پھر پھر رقم بطور قرضہ دیتے تھے۔ پہلے سال کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ دوسرے برس قرضے میں نکالی شدہ نصف کر دیا جاتا

نمبر ۱۴/۱ دسویں برس رقم کو دو ٹکڑا کر دیا جاتا اور اس کے بعد مزید اضافہ نہیں کیا جاتا تھا۔
 عطیلات اور تحائف: بادشاہ عطیلات بھی ملت کرتا تھا اور المہرین اور دوسرے اہل اس کے
 ہاچی، گھوڑوں اور چینی اشیاء کی صورت میں تحائف بھی دیتا تھا۔ ایک غلامی ہر وقت دربار میں
 منتظر رہتا اور ضرورت مند لوگوں کو آڑوں سے خیرات دی جاتی، انہیں ملازمت، ہاتھ اور ملازم
 دکانے بھی ملتے تھے۔

بادشاہ کو تولنے کی رسم: بادشاہ کو سال میں دو مرتبہ مندرجہ ذیل اشیاء میں سے ہر ایک کے
 ساتھ دیا جاتا تھا: شاد، سونا، پاد، نکہا، گئی، لوبا، پاول، دودھ، گنے کی سات اقسام اور تنک میں
 سب اشیاء کو خیرات کے طور پر ہاتھ دیا جاتا تھا۔ بادشاہ کی عمر کے سالوں کی تعداد کے مطابق، بھیڑ
 کبواں اور پرندے خیرات میں دے دیے جاتے تھے۔ قمری مہینے کے مطابق جنم دن پر اسے آٹھ
 اشیاء یعنی چاندی، قلعی، کپڑا، سیر، پھوس، رانی، تل اور سبزوں کے ساتھ دیا جاتا تھا۔ دونوں
 مواقعوں پر سالگرہ کی رسم کو استثنائی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا اور ہر منصب کے لوگوں کو
 عطیلات اور مطالب عطا کی جاتی تھی۔

اکبر کا اصل مذہب اکبر کے ذہنی خیالات کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے، مگر اس
 سوال کا جواب ابھی تک نہیں دیا گیا کہ اس کا اصل مذہب کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کم
 عمری ہی میں وہ دہلوی کے تصورات اور آڑوں سے خیالات اس میں ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے یا
 اسلام کی تعلیمات پر اس کا ایمان کم ہو گیا تھا۔ مگر یہ خیالات شکر دین کا نتیجہ تھے، اس لئے ان پر
 تحقیق اور تفتیش کرنا ایک قدرتی عمل تھا۔ اپنے دور حکومت کے ابتدائی حصہ میں وہ راجا بھتیہ
 سلطان تھا۔ لولائے کریم کے وزارت پر مامور رہا، مقلی و پریزنگ بزرگان دین کو خراج
 عقیدت پیش کرنا اور ان کا احترام کرنا تھا۔ حتیٰ کہ دور حکومت کے اکیسویں برس تک وہ سچیدگی
 سے کہہ کر کے راج کی بہت کرنا تھا۔ مگر حکومت کے چوبیسویں برس (۱۵۶۹ء) میں اس کے
 ذہنی خیالات میں تبدیلی رونما ہونے لگی، اس کی بددست گردی (جس نے ایک مرتبہ اسے اپنی
 پیشانی پر ہندوؤں کا تنک لگا کر دیوین نام میں آنے پر مجبور کر دیا تھا) ایک دوسرے موقع پر وہ
 آگ کے سامنے بھجہ دیا ہوا، آگ کی پوجا کر رہا ہے، دہلیہ اپنی پرستش کرنے کا حکم دے
 رہا ہے، اب اپنی خوشنوی پر مہمانوں کی صلیب رکھ رہا ہے اور ایک بار پھر قرآن پاک کی وحی کے
 بارے میں جھگڑا کر رہا ہے) کے باوجود یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنے شیروں اور اہل
 اور بعض (بہر اسلام سے منحرف نہ جاتے ہیں) کی ترقیب آمیز نصیحت و بلاغت کے ذریعے جو

کچھ بھی اختیار کرنے یا کرنے کی زنجب 'ماصل' کی 'بھر بھی لپٹ کر لہو کے دھب کے لئے اس کے دل میں احرام فتم نہ ہو یہ اس حقیقت سے بھی ظاہر ہے کہ ہامی (میں نے احتمالی ہائیکٹل سے دین میں بدلتے کی احرام کی تفصیل جان کی ہے) نے 990ھ (1582ء) سے حلق وائت کے ساتھ ایک واقعہ درج کیا ہے "جس سے پتہ چلتا ہے کہ بدلتے لپٹوں سے اسلام کا احرام ختم نہیں کیا تھا۔ مصنف لکھتا ہے۔

"اس وقت شدہ زلب اور احمد علی گبرائی 'ہر ایک کے جڑوں کے سطح کے لئے دہا سے دہا پر اپنے ساتھ ایک سمت دینی چلائے' جسے اٹھانے کے لئے ایک طاقتور توی درکار تھا اس کے پورے پاؤں کا ایک ٹکڑا داغ طور پر دیکھا جاسکتا تھا شدہ زلب نے اٹھان کیا کہ یہ رہیں کہ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کا ٹکڑا ہے۔

بروج سرزیت خود عقل و کدیم نمود قیامت سو قدم تست

ترجمہ: ہم نے اپنے بروج موز پر تپ کے پاؤں مبارک کے نقش قدم کو کندہ کر دیا ہے تاکہ روز قیامت اٹھا کر تپ کے پاؤں کے نیچے ہو۔

بدلتے میں کا استقبال کرنے کے لئے چار کوس (129) کے قریب تک گیا اور اپنے امراء کو حکم دیا کہ وہ قدم پیچھے ہٹ کر اسے ٹھانیں "لہذا اسی انداز میں اسے شریک کیا" (130)

اکبر کی پوری زندگی کے دور سے پتہ چلتا ہے کہ اصل میں اس کا کوئی نہ سب نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کی پوری زندگی کا مقصد سب کے ساتھ پر امن رہنا اور ہر میں نہ سب کا احترام کرنا تھا جسے وہ متعلقہ امور پر جتنی سمجھتا تھا اس سے اس کی لڑت لڑا ترشح مبارک اور اس کے دونوں بیٹوں کی رشتہ دہانوں کے باعث حتیٰ 'اکبر کے سب سے زیادہ منظور تھے۔' کل انیسوں کے انھوں تفصیلات کا سامنا کرنا پڑا تھا بعد اس کے لئے اس کا بار و صحت حلقی تھا یہ حکمت عملی پر جتنی ظاہر وہ اپنی ہندو بیویوں (131) کے بہت زیادہ اثر تھا جس میں وہ ہر حالت میں غرض رکھنا چاہتا تھا وہ خدا کے دھار پر یقین رکھتا تھا اور تمام مذہب کے عقل و پرہیزگار بزرگوں کا احترام کرتا تھا۔ وہ خدا کو ہر مطلق ماننا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ جس طرح کوئی اسے عزیز ہو جاتا ہے 'اسی طرح اس کے حکم (جس کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ یہ اس کی طرف سے ہوتے ہیں) مستحق کی کوئی بھی چیز ہونے سمجھتے کے سلسلے میں انسان پروردی کی قلع و بیود پر اثر انداز ہو سکتے ہیں' اسی وجہ سے اس نے خود کو اقوام کے پیروا کی حیثیت سے بدلا منظور کر دیا تھا اور لوگوں کو اپنے پیچھے بلایا تھا۔

امور سلطنت: اکبر کے تحت سلطنت چار سو سالوں میں ختم حتیٰ (132) 105 سرکاروں

میں تقسیم کیے گئے تھے۔ یہ وہاں پر کمزوریاں یا غلطیاں میں پائے گئے تھے اور انہیں دستور میں منظم کیا گیا تھا۔ اگر ایک صوبہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سربراہ بھی تھا۔ 1864ء میں کل کا علاقہ (اگرہ سرکار) 31 پر مشتمل تھا جسے پانچ دستوں یعنی ہولہ، آگرہ، ایستوا، بیانہ اور مندوا میں ورثہ کیا گیا تھا۔

شیخ گولڈ کے شہزادگان کے پاس 10,000 ہزاری سے 7,000 ہزاری تک کے منصب تھے جن کے بعد 5000 سے 10 تک کے خلف 30 منصب دار آتے تھے۔ منصب داروں کے تحت سپاہیوں کو ان قیاموں سے بھرتی کیا جاتا تھا جن کے وہ سرور ہوتے تھے۔ 5000 ہزاری منصب کے کنڈلہ کی ملک کنڈلہ 10,637 روپے سے 30,000 روپے تک، 1000 ہزاری کی 2/3 3,0131 روپے سے 8,000 روپے تک، 100 کے پستان کی 313 روپے سے 760 روپے تک تھی۔ منصب داروں کو گھوڑے، ہاتھی، ٹوٹ، تھیلہ وغیرہ ان کی اپنی تختیوں میں سے مہیا کرنے ہوتے تھے۔ ہر منصب دار کو اس کی کلن کے حساب کے حساب سے گھوڑے مہیا کیے جاتے تھے۔ ایک ہزاری سے ترقی کی جاتی تھی کہ وہ 1,800 لائے گئے۔

ابو الفضل کے مطابق آگرہ کے تحت صوبہ جلت کی مقامی دھاکہ فوج کی تعداد 440,000 تک تھی، مگر عجب یہ ایک مبہم ہے۔ بدایونی کے مطابق 'پاکستان فوج' یعنی پوشہ کی تعداد کے تحت سپاہیوں کی تعداد 25,000 تھی۔ جن میں سے 12,000 لشکری اور 13,000 توپچی اور بندوق بردار تھے، جن لشکریوں کو شہنشاہ نے سے کنڈلہ لوائی جاتی تھی اور وہ پوشہ کے محضوں پر مشتمل تھے۔

آگرہ کا نظام انگریزی فی الصیحت اسی طرح کا تھا جیسا کہ شیر شاہ سوری سلطان نے تصدیق کر لیا تھا۔ اس نے اس نظام کو موثر طور پر چلایا جسے شیر شاہ اپنی نظیر حکومت کے دوران بعد میں کے تمام حصوں تک توسیع دینے سے ناظر تھا۔ اس نظام کے نئے ماحول تھے۔

- 1۔ تمام زمینوں کی درست پیمائش حاصل کرنا۔
 - 2۔ زمین کے ہر ٹکڑے کی پیمائش اور ان کے لئے اور اس پر سرکاری بلڈ مقرر کرنا۔
 - 3۔ روپے کی صورت میں پیمائش اور حکومت کے حصہ کا تعین کرنا۔
- اس نے فوڈل اور مظاہرین کے تحت اس نظام کو چلایا۔ دونوں مستند ماہرین تھے۔ ایڈورڈ ہاس کے مطابق 'اس کی جتنی سادہ عام تعبیر 12000,000 روپے تھی۔

آئین آگرہ کے مطابق 'آگرہ کا حرم پانچ ہزار سے زائد عورتوں پر مشتمل تھا، جن میں سے ہر ایک کے لئے ایک میٹھا کمرہ تھا۔ انہیں خلف حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر حصہ کی

گجراتی کے لئے خلیفہ و مہم جوئی۔ پہلی تاریخ منصب کی طوائفین میں سے ہر ایک 1610ء مدہ سے 1028 مدہ تک وصول کرتی تھی۔ شاہجہان اور اورنگ زیب کے تحت طوائفین اور شہزادوں کی بیوی بھیلی عورتیں وصول کرتی تھیں۔ شاہجہان کی بیوی مستزاد مل کو دس لاکھ مدہ اور اورنگ زیب کی بہن بیگم صاحب کو پانچ لاکھ مدہ سلطانہ نے تھے۔ اکبر کے دور میں حرم کے اندر باحسب اور رعب دار طوائفین پہنچتی تھیں۔ جن میں سے زیادہ باحک و عورتوں کو بادشاہی طوائف مقرر کیا جاتا تھا (133) سب سے آخر میں دربار میں چوکیدار آخری عورتوں کے طور پر خلیفہ کیے جاتے تھے۔ حرم شہی اصل میں سلطنت بادشاہوں کے حرم سے مختلف نہیں تھا۔ 1595ء میں غریب 7,729,669 مدہ تھا جبکہ دربار کے متعدد اشراف کی عورتوں کا شمار سلطنت فوجی تخمینہ صاحب میں ہوتا تھا۔

اکبر کی بیویاں اور بیٹے، اکبر کی اہلیہ بیویاں تھیں۔

1۔ اکبر کے چار مرد و بیوی کی بیٹی سلطنت رقبہ بیگم اکبر کی بیوی تھی۔ اس کا رجحان شاہجہان کی طرف تھا۔ نیز شیراز کی قتل کے بعد نور جلی اسی کے ساتھ تھیں۔ اس سے اکبر کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ 1035 (1625ء) جمائیکیر کی حکومت کے بیویاں برسی میں 84 برس کی عمر میں فوت ہوئی۔

2۔ مرزا اور علی اور گل رخ بیگم (بہن کی ایک بیٹی) کی ماہر لوی سلطنت سلطنت بیگم تھی۔ بہرام خاں نے اکبر کے دور حکومت کے آغاز میں اس سے شادی کی۔ بہرام خاں کے انتقال کے بعد اکبر نے 968 (1560ء) میں اس سے شادی کر لی۔ اس کا شمارانہ خلیفہ علی تھا۔

3۔ راجہ بھاری مل کی بیٹی نور راجہ بھگوان داس کی بہن کی شادی اکبر کے ساتھ مانہر میں 968 (1560ء) میں ہوئی۔

4۔ عیدہ موسیٰ کی خوبصورت بیوی سے 970 (1662ء) میں شادی کی۔

5۔ جمائیکیر کی والدہ عروہ بیوی سے مریم افغانی (134) کیا جاتا تھا۔ یہ رعب 1032 (1622ء) میں جمائیکیر کے دور حکومت کے 17 برس میں فوت ہوئی۔

6۔ بی بی دولت شاہ۔

7۔ عیدہ خاں خاں کی ایک بیٹی۔

8۔ خاندان کے بیویاں ہر ایک شاہ کی ایک ماہر لوی۔

اکبر کے بیٹے تھے 'سلطان سلیم' (شہنشاہ جمائیکیر) سلطان مرزا اور سلطان وکیل، نور تین

پیشی، فخر لدی خانم (بہ سلیم کے عین ماہ بعد پیدا ہوئی)۔ فخر النساء بیگم (1803ء تا 1892ء) میں اس کی شادی مرزا شاہ رخ سے ہوئی تھی) اور آرام بانو بیگم (دونوں سلطان دہلی کے بعد پیدا ہوئیں)۔ (1135)

اکبر کی وضع قطع اور کردار: اکبر ایک خوبصورت اصل و صورت اور اعلیٰ الطوار کے علاوہ ایک مضبوط و توانا جسم کا مالک تھا۔ گرام سے جانے والے ہر مسکری جہانوں نے اس کی وضع قطع میں طرح ہوں کی ہے، وہ "تقریباً پچاس برس کی عمر کا ایک شخص" انگریزوں کی طرح سلید رنگت کا حامل اور صاحب اصل و داخل تھا۔ "اس کا قد درمیانہ تھا، مگر قد سے طویل معلوم ہوا تھا اور اپنے والد کی طرح فرسی کی طرف، نکل و کھلی رہتا تھا مگر اس کو اس نے اپنی جسمانی مشقت (جس کے لئے وہ بہت زیادہ مشہور تھا) کے درپے اچھی طرح توانا بنایا ہوا تھا۔ تیور کی طرح اس کے بازو اور ہاتھ لمبے تھے، اس کی رنگت بدلی تھی، پیشانی کشنی تھی، آنکھیں سیاہ اور جھونپٹیں مختلف سمت سے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھیں، ان جھونپٹوں کے نیچے اس کی آنکھیں شہانہ انداز میں چمک رہی ہوتی تھیں۔ شیر جی حلق کا حامل، غالباً اپنے سینہ کی غیر معمولی چوڑائی اور اپنے لمبے اور قوی بازوؤں اور ہاتھوں کے باعث، اس کے ہاتھ کی بائیں جانب ایک ہر گوشت مرنے سے اس کے چہرے کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیتے تھے، قیافہ شاموں نے اسے بہت مہلک قرار دیا تھا۔ وہ ایک بلند اور ہارعب آواز کا حامل تھا، نیز اس کی تقریر شاندار اور خوشگوار ہوتی تھی۔ وہ حیرت انگیز قوت کا مالک تھا، اس لئے اسے اپنی طاقت 'فکاری' کارناموں، 'فکاری' مسافت، گھڑسواری اور ہاتھیوں پر دسترس ہونے پر بڑا فخر تھا۔ اس کا فخر لدی اور اسے مشکلات اور سخت مشقت سے مدد دینے کے قابل کرنا تھا۔ ایک موقع پر اس نے مسلسل دو دن میں آگرہ سے اجیر (220 میل) تک سواری کی۔ وہ بیک وقت خوش لظاف اور ہر مشکل مزاج اور سخت تھا اگرچہ اسے متعدد جنگیں لڑنا ہونیں اور اپنے ملک کے انتظام میں مصاحبت کرنا ہوتی تھیں (اس سے پہلے کبھی بھی حصار نہیں کر دلی تھیں) مگر اس کے باوجود وہ اپنے وقت کو اس قدر فخر لدی کے ساتھ ترتیب دے لیتا تھا کہ اپنے علم میں اضافہ کرنے اور فخر کرنے کے لئے اسے اچھی خاصی فرصت مل جاتی تھی۔ وہ جنگ کا شوقین نہیں تھا مگر میدان جنگ میں جانے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا اور اپنے عمل میں مضبوط اور لیبل کن ہوتا تھا۔ محمود دشمن کے ساتھ موٹی سے پیش آتا تھا اور پوشی غارت سے حلقی سو کے تلوں پر عمل کرتا تھا جس میں بتایا گیا ہے کہ "جب کوئی راجہ کسی ملک کو فتح کرتا ہے تو اسے اس ملک کے قوانین کا احترام کرنا چاہئے، یا اسے چاہئے کہ وہ محمود راجہ کے ساتھ اتحاد قائم کر کے اس

کے ساتھ حشر ہو جائے کیونکہ ایک مضبوط حلیف حاصل کرنے کے باعث راجہ دوست اور طاقت حاصل کرنے کے مسئلہ میں زبردست طاقت حاصل کر لیتا ہے۔ "نوں مہینوں اصولوں کی تعلیم میں اکبر نے صرف اپنے مقنون حلقوں کو مصطفیٰ کر دیا بلکہ انہیں مقامی اہل سنت کے اعلیٰ ترین علماء کا قاز کر دیا۔ اس نے غلامی اور جزیہ کو ختم کر کے اپنی بندہ رعایا کو حقیقتاً فراہم کیا تھا اور ان کے پوتوں اور معصوموں کو پتہ دی تھی۔ وہ تمام مذاہب سے بدولاری پر تھا۔ جس غیر جس کے مذہب کے بارے میں خیالات اپنے آپ کے خیالات سے تلف تھے اپنی ترک ہواگیری میں اس موضوع پر اکبر کے خیالات کو کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔

وہ لکھتا ہے: "ایک موقع پر میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ میں نے انہوں کے ان بیروں (یعنی ہندو مندروں) کی تعمیر کے سلسلہ میں کسی کو روکے اور مداخلت کرنے سے کیوں منع کیا ہے، اس کا جواب مندرجہ ذیل مصطلح میں تھا: "میرے مزے بچے بھی نے خود کو روکے لیکن پر عمل اتنی کی صورت میں ایک طاقتور بادشاہ پیدا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی طاقت پر بغیر کسی امتیاز کے اپنا لطف و کرم اور روق پھونک رہا ہے۔ اگر میں اپنے اہل منصب کے فرائض صحیح طرح سرانجام نہ دلوں تو کیا میں ان لوگوں کے لئے لطف و کرم اور شفقت و محبت روک نہیں رہا جن کا وہ مجھے سونپا گیا ہے۔ چوری سہل انسانی اور خدا کی تمام مخلوق کے ساتھ میں صلح ہو ہوں۔ اس لئے مجھے کسی کے ساتھ زیادتی اور بھیڑ بھاڑ کی وجہ بننے کے لئے خود کو ایذا نہ پہنچانی چاہئے؟ اس کے علاوہ سہل انسانی کے چھ حصوں میں سے پانچ مجھے یا تو ہندو ہیں یا لادین ہیں۔ اس لئے اگر میں تصدی دیجاتی تھی تہجرت کے لئے حرکت کے مطابق ان پر حکومت کروں تو ہوائے ان سب کو موت کے گھاٹ اتر دینے کے میرے پاس اس کا متبادل کیا ہو سکتا ہے؟ چنانچہ میں نے اپنے دانشور و مشورے سے جو سوچا ہے کہ ان لوگوں کو اکیلا چھوڑ دیا جائے اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہ لوگ (جن کی ہم بات کر رہے ہیں) اگرہ کے دنگل شہروں کے ساتھ مشرک طور پر 'یا تو ظلم کی تحصیل یا انسانیت کی بھلائی کے سلسلہ میں بھڑی پیدا کرنے میں علیہ طور پر مصروف ہیں اور یہ عہد سہاقوں میں سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدوں پر پہنچے ہیں۔ درحقیقت اس شہر میں ہر قسم کے کوئی اور روئے نہیں ہے ہر مذہب مل سکتا ہے۔"

بادشاہ کی علالت، بادشاہ کی علالت کی روایت کو تاریخ اگرہ پر لکھے گئے باب میں تحصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ زمانہ تہجدات کے بعد اور آذر دگی کے باعث وارد ہوئی۔ ایک فوری وجہ ہاتھوں کی لڑائی کے موقع پر سلیم (ہمایوں) کے سب سے بڑے بیٹے خسرو کے روئے کے سبب دکن اور غم و خسر تھا۔ سلیم کے پاس گری پڑی ایک باغی تھا جس کے بارے میں اہل ان

لکھا گیا کہ اس کا مقابلہ اکبر کے اسلحے کے کسی بھی ہاتھی سے ہو سکتا ہے۔ مگر خیال تھا کہ اس کی
 طاقت صرف خسرو کے ایک ہاتھی کے برابر ہے۔ اکبر نے یہ دیکھنے کے لئے کہ ان
 میں سے کون فتح جیتے گا، مقابلہ کرانے کا حکم دے دیا۔ فوری طور پر ایک مقابلے کا
 انتظام کیا گیا۔ ان جیسی لڑائیوں میں طریقہ کار یہ تھا کہ اگر کسی ہاتھی کو وہ سرانجامت بری طرح
 جیت رہا ہو تو اس کی مدد کرنے کے لئے دونوں ہاتھوں کے درمیان ایک تیسرے ہاتھی کو چننے
 کے طور پر تیار رکھا جاتا تھا۔ اس قہشا کے وقت اکبر اور خرم (شاہجہان) ایک جھوٹے میں
 برآمد تھے۔ سلیم اور خسرو میدان میں گھومنے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گراں ہارنے اکبر کو
 مکمل طور پر شکست دے دی، جب اس کی حالت بری ہو گئی تو تیسرا ہاتھی کو اکبر کی مدد کے
 لئے آگے بھجوا دیا۔ سلیم کے تیری گراں ہار کی آخری فتح دیکھنے کے لئے بے تاب تھے، چنانچہ
 انہوں نے پھر بار کر تیسری کی مکمل چھڑا ڈالی اور صدمت کو زخمی کر دیا۔ اس پر اکبر طیش میں آگیا
 اور اس نے خرم کو سلیم کے پاس یہ کہنے کے لئے بھیجا کہ وہ قوانین کو نہ توڑے، کیونکہ آخر کو
 تمام ہاتھی اسی کے ہوں گے۔ سلیم نے کہا کہ میں نے چھوٹے سے حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی
 تھی، خرم اس کے جواب سے مطمئن ہو کر اپنے دوڑ کی طرف لوٹ آیا۔ اس کے بعد آتش
 بازی کے درمیان ہاتھوں کو طیور کرنے کی کوشش کی گئی، مگر کوئی قاعدہ نہ ہوا، ہوا میں کہ گراں
 ہارنے تیسرا ہاتھی کو بھی ہار، اس کے باعث شکست خوردہ ہاتھی بری حالت میں دوڑے اور خود
 کو دوڑاتے جگہ میں گرا دیا۔ اس پر اکبر اور سلیم ہر دھڑ ہو گیا، مگر اس کے خاصہ میں اس وقت اور
 بھی زبردست اختلاف ہو گیا۔ جب خسرو نے اپنے باپ کو سرعام جلا دیا تو کہ برا بھلا کہنا شروع
 کر دیا، یہ سن کر شہنشاہ اکبر اٹھ اور انتہائی بڑبڑی کی حالت میں دلہن چلا گیا، اگلے روز اس نے
 اپنے طبیب علی کو بلوایا اور اسے بتایا کہ خسرو کے برے رویہ نے اسے بہت براہ آزار کر کے
 بیمار کر دیا ہے۔ اس پر اسلحہ کا حملہ ہوا، نہ کہ وہاں طبیب آئے روز تک اس امید کے تحت کسی قسم
 کی دوا تجویز کرنے سے باز رہا کہ ہوشیار کی قوت ازروی بیماری پر چھوٹے ہو گئے۔ مگر جب کوئی امید
 نہ رہی تو انتہائی سخت قبض کی دوا دی گئی۔ اس کے باعث اس کے مسل رک گئے، مگر ہمارے اور
 جس اہل کا حملہ ہو گیا، چنانچہ دیکھا، لیکن اس سے پہلے بیماری دوبارہ عود کر آئی، آخر کار ہوشیار
 اس کا شکار ہو گیا۔ یہ واقعہ 13 اکتوبر 1605ء کو رونما ہوا، کسی جگہ یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ ایک
 مغربی مسلمان کے قہم لوانت کے ساتھ فوت ہوا۔ (137)

اکبر کا دربار

شیخ ابو الفضل: فہستہ اکبر کا بحران دست اور وزیر شیخ ابو الفضل قند ۱۰۶۵ ۱۵۵۸ (۱۶)

جنوری ۱۵۵۵ء کو اسلام شاہ سور پٹن کے دور حکومت کے دوران آگرہ میں پیدا ہوا شیخ ابو الفضل

نے آئین اکبری کی تیسری جلد میں اپنے خاندان کے بیان کے لئے ایک باب وقف کیا ہے۔

وہ لکھا ہے میں نے اپنے خاندان کی کمینہ پر ایک کتب لکھے کاروں کیا تھا مگر میرے دور

کے قحطی کے بعد اس قدر اہم تھے کہ یہ لڑوں پر انہیں کیا جاسکتا تھا چنانچہ اس کتب کے انعام

پر اپنے خاندان کے بارے میں ایک تقریباً ربع کرنے کا موقع میسر کیا ہے مجھے یہ یقین ہے

کہ اسے دیکھنے کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اس کے بعد شیخ بیان کرتا ہے کہ اس کے آبا اجداد

اصل میں بھن کے باشندے تھے اس کے پانچویں جد امجد شیخ سوسی نویں صدی ہجری میں اس

مکان سے ہجرت کر کے سیوستان (سندھ) میں اس مقام پر آباد ہو گئے جسے دلی کہا جاتا تھا۔

آگرہ کا ایک حرا سے شریعت آئے تھے مگر انہوں نے گوش نشینی کی عادت اور اپنا وقت عبادت

و ریاضت کے لئے وقف کرنا۔ چودہواں دن کے بچوں نے پریز نگاری و عبادت و ریاضت کے

محلہ میں دن کی بحران مثل کی چوٹی کی اور پورا خاندان اپنے گھر میں اسی خوش زندگی بسر

کرنے لگا۔ دسویں صدی کے آغاز پر اس وقت خاندان کے سربراہ شیخ حشر عرب میں حجاز کے

مقام پر چند دنوں قیام اور اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ دیوانہ جان بچان کرنے کے بعد چند

عزیزوں اور دوستوں کے ہمراہ بعد ستان ہجرت کر آئے اور اجیر کے قتل مغرب میں واقع شہر

ناگور میں آباد ہو گئے۔ وہ ایک پریز نگار و قتل بزرگ تھے اور دن کا دن حقوقانہ قضیات سے

لبیز تھا۔ وہ قتل و پریز نگار کو بیان کریم کی صحبت میں رہتے تھے۔ نیز انہیں عظیم سول بزرگ

سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد شیخ عبدالرازق قادری ہمدانی حضرت خدوم جہانیاں کے جانشین

لوح کے سید یعنی بھاری اور سندھ کے شیخ سلف جیسی مشہور و معروف قتل و پریز نگار شخصیتوں

کا احمد اور احرام حاصل ہوا یہ سب انتہائی باکمال اور عالم فاضل انھیں تھے۔

ابو الفضل کا پاپ شیخ مہارک ۹۱۱ (1505) میں ناگور کے مقام پر پیدا ہوا۔ چار سال کی عمر

میں ہی اس کی پیشانی سے دانشمندی کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور اس نے غیر معمولی ذہنی

صلاحیت کا اچھا خاصا نمونہ فراہم کیا۔ برس کی عمر میں اس نے علم کے انبیا سے وسیع و عریض

خوانے جمع کر لئے اور چودھویں برس میں وہ ایک باکمال عالم بن گیا۔ اس نے خود کو ترک نسل

کے ایک عالم فاضل شیخ عطا کے رنگ میں رنگ لیا جسوں نے تورہن اور ایرون میں اپنی زندگی

تعلیم حاصل کی اور سکھ و نجومی کے دور میں باگور کے مقام پر کبہ ہو گئے اور شیخ سلاور باگوری کے مرنے ہو گئے انہوں نے ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ شب شیخ حضرت باگور کو اپنا مستقل مسکن بنانے کا فیصلہ کر لیا اور اس مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے خاندان کے مزید افراد کو بعد میں لانے کے لئے مصلحہ کی طرف روانہ ہوئے مگر راستے میں ہی وہ انتقال ہو گیا۔

اس موقع پر باگور میں ایک اہل سنت قلم اور ظالمون پھوٹ پڑا جس کے باعث خاندان کو اس قدر نقصان کا سامنا کرنا پڑا کہ اس کے تمام افراد میں سے صرف شیخ مبارک اور اس کی پڑوسی واقعہ ہی رہے۔

شیخ مبارک سیوا ساجد کرنے اور ملک کے عظیم املاک کے ساتھ میں جہل رکھنے کا بہت شوقین تھا اس کا مقصد حق کی محبت سے قائم الہا اور خلف حم کا تجزیہ حاصل کرنا تھا۔ مگر اپنی عمر رسیدگی کے الزام کے بموجب اس خواہش کو پورا نہیں کر سکا تھا جو پھر انہی شفقت کے باعث اپنے بیٹے کو بجا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اس نے مصلحہ کے شیخ فیض سے جن پہچان بیٹے کی اور ان کے توسط سے عظیم منصبی بزرگ عید اللہ علیہ الرحمہ سے متعارف ہوا اور ان کی تعلیمات اور محبت سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ تقریباً اس دور میں اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ مدبر کی پور شہل کا انتقال ہو گیا تو مبارک نے ملک میں سڑ کرنے کے لئے اپنے پرانے منصوبہ پر عمل کیا۔ وہ گجرات میں احمد آباد کی طرف روانہ ہوا اور شیخ ابن عربی شیخ ابن فرض اور شیخ صدر الدین جیسے چھوڑ استادوں کی صحبت میں اپنے جامع کمالات میں اضافہ کر کے انہیں مزید آراستہ و بے آراستہ کیا۔ اس کاظم علم و فضل کی ہر شے تک وسیع ہو گیا اور وہ لام مالک، لام شامی، لام ابو حنیفہ، لام حلیل اور الہی کے قوانین میں ماہر ہو گیا۔ یہ اسلام کے عظیم سالک ہیں۔ لہذا وہ میں وہ طویل الام ابو حنیفہ کے مسلک کا پیرو کار تھا۔ احمد آباد میں اس نے قاری کے عطا خوارم کے مشہور مقرر ابو الفضل کی مدد سے اہل حق اور غلطی کے شیخ عمر اور شیخ یوسف جیسے متعدد عالم فاضل اور متقی و پرہیزگار شخص کی صحبت سے بہت زیادہ مستفید ہوا۔

احمد آباد میں کئی سال قیام کرنے کے بعد شیخ مبارک اپنے خاندانی مصلحت کی نصیحت پر عمل پیرا ہو کر مصلحت ہند کے دار الخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے شیوخ کی صحبت تھی کہ اگر اسے آگرہ میں کابلی حاصل نہ ہو تو وہ قون اور ایران کی طرف چلا جائے۔ مبارک کا عزم 950 (1543ء) ہجری ۱۰۷۰ آگرہ پہنچا اور ایک دن اللہ شیخ عطاء الدین بھڑوبہ کے ساتھ ملاقات کی۔ ابو الفضل کہتا ہے "وہ وہاں کے رہنے اور قبر کے اسرار دور سزا جانتے تھے۔" اس بزرگ نے ہند کی سر زمین مبارک کے لئے ایک عظیم اور روشن مستقبل کی پیشین گوئی کی۔ اس دن اللہ کی

خوش سخن پیش گوئی سے مسرور ہو کر مہارک ہار کے چار باغ تفریحی گل (جسے اس وقت نور بخش کما جاتا تھا مگر اب دم باغ کما جاتا ہے) کے قریب شہر اگہ کے سامنے جنا کے بائیں کنارے پر ایک صوفی بزرگ میر ربیع الدین صوفی (جنہوں نے احتمالی مہارک و شفقت سے اس کا غیر مقدم کیا) کی ہمسائیگی میں تہہ ہو گیا۔ اس محلہ میں قبیلہ قریظ تہہ تھا مہارک نے اس میں سے متعدد گھرے دوست جیسے میر شیراز کے حلقہ انجو کے رہنے والے تھے اور اگہ میں احتمالی شان و شوکت سے متمتع تھے۔ انہوں نے جہازِ عرب اور مصر کا سفر کیا اور سلطان جلیل الدین دہلی کے سردار ہو گئے۔ مصر میں انہوں نے شیخ ابن جریر مسطغانی کے شاگرد کاہا کے شیخ سعدی کی مدد سے اختیار کر لی۔ مہارک نے مصر کے مہارک میں ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا جب 954 (1547ء) میں مصر کا انتقال ہوا تو تجلی علوم کے ایک استاد کی حیثیت سے اس نے علم کی روشنی پھیلانے کے لئے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آخر کیا۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جبکہ بیکنہوں افراد نے مختلف موضوعات پر اس کے فنِ خطابت اور تبلیغ سے استفادہ کیا۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان پر چھٹان بادشاہوں کی حکومت تھی۔ لہذا جب مہارک کی شہرت پکلی تو اس کے دوستوں نے وہاں شائق سے اس کے لئے ایک وکیلہ مقرر کرنے کی تجویز پیش کی مگر شیخ چونکہ جلد حوصلہ خفص تھا اس لئے وہ اس تجویز سے انکاری رہا۔ تاہم اسی دور میں مہارک کے دونوں بیٹے میر ابوالحسن اور (چار سال بعد) میر افضل پیدا ہوئے۔ میر افضل آئین اکبری میں اگہ کے حلقہ اپنے بیان میں لکھا ہے: ”جبنا کے دوسرے کبرے پر فردوس مکی (مشہور ہے) کا قبر کہہ چار باغ تفریحی گل ہے۔ وہیں راقم الحروف پیدا ہوا اور وہیں اس کے والد نور ہوسے بھائی (138) کی آخری آرام گاہیں ہیں۔ شیخ علاؤ الدین مجددیؒ اور میر ربیع الدین صوفی بھی یہیں دفن ہیں۔“

اپنے بیٹوں یعنی نور ابوالفضل کو شیخ مہارک کی صحبت سے اس کے جامع علم اور لیاقت کلی کا واضح طور پر پتہ چلا ہے۔ اس ابتدائی تعلیم نے دونوں بھائیوں کے انہوں میں امن غیر اسلامی خیالات کو مضبوط اور گہرا کر دیا۔ جنہوں نے اکبری دہلی پر بہت زیادہ تاثر قائم کیا۔ میر افضل کی تعالیف میں ایسے بے شمار قصبات ہیں جن میں اس نے اپنے باپ کے بارے میں طرزانہ سعادت مندی اور محبت کے حجاز میں بات کی ہے۔ وہ جامع لیاقت اور حیرت انگیز دانش کا مالک تھا۔ اس کے وسیع و عریض علم و فضل کا ذخیرہ بہت بڑا تھا۔

اب تک شیخ مہارک نے اپنا وقت علم کی تدوین کے لئے وقف کیا ہوا تھا، انہوں کی ہندوستان پر اثر و نفوذ، اس نے علم معرفت کو قدرت کے اسرار و رموز پر بحث کے لئے اپنی

تعلیمات کا موضوع خالی۔ جب ۱۵۵۶ء میں ہونے لگے پر قبضہ کر لیا تو اس عہد پر وہ گیا۔
 شیخ مبارک عارضی طور پر حواری زندگی سے کنارہ کش ہو گیا۔ مگر تخت ہندوستان کے عاصم کے
 دربار میں اس کا اثر و سرخ ابھی تک اس قدر زیادہ تھا کہ شیخ کی سفارش پر شہر کے لوگ بے شمار
 عطاء کرم اور مشہور شخصیتوں کو راہ کر دیا جنہیں اس کے توبہ میں لے کر قند کر لیا تھا اور
 ہونے اپنے اہلکاروں کا ایک وفد اس کے پاس بھیج کر محترم شیخ سے مطلق مانگ۔

اکبر کے دور کا پندرہ سال ایک زبردست قند کے لئے مشہور ہے جس نے پورے ملک میں
 زبردست چٹائی پھیلائی۔ اہل شہر ہو گئی اور اگر وہ میں صرف چند اہم خاندان ہی باقی رہ گئے۔
 اس کے بعد خاندان پھیل گیا جس نے ملک کو درون کر دیا اور بہت سے شہر آباد ہو گئے۔ ان
 میں سے کسی نعت نے شیخ مبارک کو اپنا پسندیدہ مسکن چھوڑنے پر مجبور نہ کیا۔ ابو الفضل لکھتا
 ہے کہ وہ اس وقت پانچ برس کا تھا۔ اسے اس بہت بڑی نعت کا ماحول کس طور پر یاد تھا جس میں
 خاندان در خاندان چلا ہو رہے تھے۔ وہ گنجین آباد گلاس جس میں شیخ مبارک آباد تھا اس میں
 دونوں اصناف کے صرف ستر انھیں باقی بچے تھے۔ یہ لوگ استغنی وقت سے حاصل کردہ ابلے
 ہونے لگے کے چند دھنوں پر گزارہ کرتے تھے اور کچھ بے صرف اس کے رس سے جسم و جان کا
 رشتہ قائم کیا ہوا تھا۔ جب ملک میں امن و امان بھل ہوا تو لوگ معصیل کے مطابق علوم و نیلوی
 اور علوم معرفت کے اسبق حاصل کرنے کے لئے شیخ مبارک کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کے علم و
 فضل کی شہرت کے ساتھ ساتھ اس کے معجزوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جس کے
 باعث اسے حاصل ہونے والی نصرت اور اثر و سرخ نے مختلف عہدہ میں صدیدہ کر دیا۔ حتیٰ کہ
 اس پر صدیہ فرستے کا یہ کار ہوئے کا احترام لگایا نہ کہ فرستے کو شیخ علی کی شکل میں ایک
 پتھر کی مائی بھر آیا تھا۔

مسلمانوں کے درمیان رسول کرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پیش
 گوئی روایت کی شکل میں موجود ہے کہ دنیا کے وجود کے خاتمہ کے قریب امام مدنی کا ظہور ہو
 گا۔ حضرت امام مدنی نبی کرم کے اہل بیت میں حضور پاک کی صاحبزادی اور حضرت علی کرم
 اللہ وجہہ کی زوجہ حضرت فاطمہ الزہراء کی اولاد میں سے ہوں گے۔ انہیں اسلام کے
 آخری ایام میں ظہور ہونا ہے جب اسلامی دنیا میں سیاسی طاقت اور انضام میں تزلزل ہو گی۔
 دسویں صدی ہجری کے آغاز کے قریب اور پندرہویں صدی ہجری کے شہر میں پڑے پڑے
 دعویٰ کے چند صدی ہندوستان میں نمودار ہوتے۔ ان میں سب سے زیادہ اہم بنو ہندو کے میر
 سید خلی کا پوتا میر محمد قند اس نے دنیا کے سامنے اپنی رسالت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اسے

زمین پر لوگوں کو مکمل طور پر سکری سے مارنے اور غلے اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور یہ کہ اسکی سے ایک کواڑے اس کے کھوں میں یہ پیغام اچھا پہنچا ہے کہ امت محمدیہ "نہی صدی" یا "چنانچہ" اپنے بارے میں یہ گمان کر کے اس نے ایک حوالی مسلح اور نہ ہی مسلم کی حیثیت سے اپنی زندگی کو مصروف کر دیا۔ اس کے زبردست اور خطرات نے اس کے بہت سے چوکور بادستہ "ہر اس کی کرکٹ پر جیں رکھتے تھے اس نے گجرات کے بادشاہ سلطان محمد اول کی صورت میں ایک پرورش چوکور بادشاہ "مگر بعد میں اس کے دشمنوں نے اسے کہ کمر کی طرف ہانے پر مجبور کر دیا۔ دہلی سے بلوچستان کی طرف روانہ ہوا۔" (جلد ۱۱) ۹۱۱ھ (۱۵۰۳ء) میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا مقبرہ مریح خاں بن گیا اور اس کے انتقال کے بعد اس کا قائم کن فرقہ بھٹنا چورنا شروع ہو گیا۔

اس وقت جس دوسرے نام نسل صدی کا عبور ہوا وہ ایک بھلی مسلمان شیخ طائی تھا۔ ۹۳۵ھ (۱۵۲۸ء) میں بھٹنا میں تہہ ہو گیا۔ اس کی شہرت اسلام شدہ تک پہنچی تو اس نے اسے آگے بڑھا دیا اور آگے بڑھے پہلے اس سے ایک خطرناک منہ کی حیثیت سے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا تھا مگر بادشاہ کی مودگی میں طائی نے جس فصاحت و بلاغت کے ساتھ دنیا کی نمود و نمائش اور دنیاوی دولت کی بے بہائی پر خطاب کیا اس سے وہ اس قدر حاشا ہوا کہ اس نے نہ صرف شیخ کو معاف کر دیا بلکہ شیخی مسلم خانے سے اس کے لئے پکی ہوئی اشیائے خورد و نوش بھی روانہ کیں۔ تقریباً اسی دور میں شیخ مہدک صدویہ فرستے سے وابستہ ہو گیا۔ چنانچہ دوبارہ میں ایک ہارسوخ جماعت یعنی سلطنت کے طائے کرام اس کے مہدوک کے تحت دشمن بن گئے۔ طائے کرام کی اس جماعت کے سربراہ مولانا عبداللہ سلطانپوری المعروف مخدوم الملک تھے۔ جس بری سے دائرہ صرف تک مہدک کو لکت پہنچی گئی اس کی رضیت ضبط کر لی گئی اور اسے جان بچا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا گیا اس دوران اس کے بیٹے جوں ہو گئے اور انہوں نے اپنے لکت رہتوں پر بھلا کو لکت دیا۔

اسلام شدہ کے دور حکومت کے آخری حصہ کے دوران صدویہ رہتوں پر لکت رہتوں اور بادشاہ سے جاری رہی۔ چنانچہ "ایک یازی ظفر اور سید محمد ہولہ دی کے سربراہوں عبداللہ کو بیان میں بادشاہ کے پاس بلوا کیا وہ معمول کے مطابق تلواریں رکھنے میں ناگہم رہا تو اسے بادشاہ کی مودگی میں اتھلی بری طرح پہنے کے بعد ہار کر زمین پر بیٹھ دیا گیا۔ جس وقت شیخی ہر تو پنجاب میں تھا شیخ طائی کو ایک ہم رکن شخص نے بادشاہ کے حکم سے اس بری طرح کو اسے لگائے کہ اس کی کرکٹ پر چھ اتھلی شدہ زلم پست گئے اور شیخ طائی شخص کی حالت

میں ہلاک ہو گیا۔ اس کی لاش کو ایک احمق کے پاس لئے روئے گیا اور یہ احکامات جاری کئے گئے کہ اس کو دفن نہ کیا جائے۔ تب ایک اثنیٰ چار کن عرقان لپاک نمودار ہوا تو لوگ بری طرح طوفان مچ گئے۔ جب یہ عرقان صفا تو طانی کی لاش کو گلاب اور دھڑے پھولوں کے نیچے دیا ہوا پلا گیا۔ یہ واقعہ 957ھ (1550ء) میں رونما ہوا۔ اس کی قصویٰ دہرہ اسلام شہ کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی بادشاہت نڈال پڑ ہو گئی۔

شیخ طانی کی موت صدویں کے لئے ایک شدید ضرب اور دربار کے طلئے کرام کی بہت بڑی فتح تھی۔ اگر میں اکبر کے دربار کے قیام کے بعد تک صدویں پر اہل سنت و جماعت کی دور شور سے جاری رہی۔ طانہ کی جماعت (جن میں شیخ عبدالحق اور خدام الملک نہیں تھے) نے شیخ مہارک کے خلاف اکبر کے کلاں میں زہر گھونسا اور کاک اس کا تعلق بہ جیوں کے طبقہ سے ہے۔ وہ نہ صرف خود دیکھا ہے بلکہ وہ سب کو بھی گمراہ کر رہا ہے۔ کسی طرح بادشاہ کی اجازت حاصل کر کے انہوں نے مہارک کو پکڑ کر بادشاہ کے حضور پیش کرنے کے لئے پولیس کے افسران کو روانہ کیا۔ شیخ اور اس کے دونوں بیٹوں کو گھر میں نہ پا کر انہوں نے اس کے مہلات خانہ کے منبر کو اکھاڑ ڈالا۔

شیخ فتح پور تیکری کی طرف فرار ہو گیا اور شیخ سلیم چشتی (جو اس وقت اہل شان و شوکت کے علاقہ پر تھے) سے گزارش کی کہ وہ اس کی بادشاہ کے ساتھ مصالحت کرا دیں۔ مگر محترم شیخ نے اپنے مہارک کے درباریہ مہارک کو کچھ رقم بھجوائی اور اسے گجرات کی طرف روانہ ہونے کا مشورہ دیا۔ مہارک نے جب یہ دیکھا کہ شیخ سلیم نے اس کی سلامتی کے سلسلہ میں کوئی دیکھی نہیں لی تو وہ اگرہ کی طرف لوٹ گیا۔ جہاں وہ پتہ حاصل کرنے کے لئے اپنے ایک دوست کے گھر گیا۔ جو افضل کہتا ہے: وہ دوست بھوسی اور خوف کی حالت میں اٹھا اور مہارک کو مکان کے ایک اندر صبرے اور پھرنے سے ہمہ دہنی کرے کی طرف لے گیا۔ جس میں وہ اپنے بیٹوں یعنی اور اہل الفضل کے ساتھ وہ روز تک رہا۔ اس دوران انہیں بہت زیادہ وقت اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار دوست نے اپنے بن جانے سمجھوں سے سوداگری کا اہتمام شروع کر دیا۔ جو لب کے بعد دیکھے دھڑے سے تیسرے دوست کے مکان میں قفل ہوتے رہے۔ ان میں سے ہر ایک نے انہیں ایک یا دو دن قہر لانے کے بعد نکل باہر کیا۔ وہ اگرہ سے فرار ہو کر ایک گھڑوں میں چلے گئے۔ جہاں ایک دوست زمیندار نے ان کی قرب تو بھگت کی۔ اس وقت بادشاہ اگرہ میں تھا۔ یعنی فتح پور تیکری گیا اور وہاں اپنے والد کے چند دوستوں کو اکٹھا کیا کہ وہ اس کی طرف سے بادشاہ سے گزارش کریں۔ مہارک اور اہل الفضل گھڑوں میں ایک دھڑے تک رہنے کے بعد اگرہ

کی طرف لوٹ گئے اور ایک دوست کے مکان میں رو پڑے۔

شیخ مبارک کی طرف سے دربار میں اس کے دوستوں کی گزارشات نے اثر ڈال دیا۔ شیخ کے خلاف بادشاہ کا فرد غضب دہا کر آیا۔ جن لوگوں نے مداخلت کی تھی انہیں اس نے سخت سزا دی اور ان سے قتل ہو کر گیا۔ ہم کیا سمجھتے ہو میں اس کے حالات سے بہرہ ور ہوں؟ میں جانتا ہوں کہ وہ ہے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ شاہ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے اس لئے میں ان کے حکم کے خلاف کسی قسم کے مداخلت جاری کرنے سے قاصر ہوں۔

خدا کو بلا واسطہ سے پتہ چتا ہے کہ مبارک اور اس کے بیٹوں کے صوبے سے پہلے اکبر کو طلب کرنا سے کس قدر ناہنگی تھی۔ لیکن انہوں نے صوبے حاصل کر کے والد کے پلائے کو اپنے حق میں جھکا لیا تھا اور اکبر کے ذہن کو اس حد تک تبدیل کر کے شاہ پر انکسلی لگاری ضرب لگائی کہ اس کے نتیجہ میں وہ اس سے دور ہو گئے۔

جب دربار کی خبریں مبارک تک پہنچی تو وہ بادشاہ اپنی جان چلانے کے لئے اگر سے قرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اس مرتبہ اس نے بادشاہ کے ملازم ایک امیر کے ہاں پناہ حاصل کی جو دارالکاد سے چند میل کے فاصلے پر پڑا تھا۔ وہ پہلے لیا تھا اور اسی کی مدد سے اس نے کچھ اختیار کیا۔ مہرور (باپ اور بیٹے) رات کے وقت امیر کے پڑاؤ میں پہنچے۔ دربار کے امور کی نوعیت سے بے خبری میں اس نے من اگر بخشی سے استعفیاء کیا، مگر تین روز کے بعد جب اسے مداخلت کی نوعیت پتہ چلا تو اس نے وہ خط دوبارہ اختیار کر لیا۔ ایک صبح اپنے من طلبے مسالوں کو کسی قسم کی اطلاع دینے بغیر اپنے پڑاؤ سے چلا گیا اور اس کے نوکروں نے نیچے اترنے شروع کر دیے۔ مبارک اور اس کے بیٹے جس نیچے میں ٹھہرے ہوئے تھے اسے بھی نیچے گرا کر ٹھہر گیا۔ پشت پر لاد کر لے گئے۔ جبکہ مبارک اور اس کے دونوں بیٹے چٹیل میدان پہنچے۔ وہ گئے۔ باپ نے پیدل ایک گھوڑے کی طرف گئے مگر انہیں یہ دیکھ کر بھی سی ہوئی کہ وہاں ان کا ایک دشمن موجود تھا لہذا اگر وہ ان کی تہ سے باہر ہو جاتا تو انہیں ہوا کا پکا سکا تھا۔ زندگی سے لگ آکر وہ ایک اور صدمہ میں پلے گئے۔ مگر انہوں نے وہاں بھی خدا کو من لایا ہی ملا۔ چنانچہ رات کے وقت وہ اگرہ کی طرف لوٹ گئے اور ایک دوست کے ہاں پناہ لی جس نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ وہ اس کے مکان میں دو دن تک مقیم رہے اس دوران دربار میں ان کے دوستوں نے ان کی طرف سے بادشاہ کے ساتھ بہت محبت کرنے کے لئے مناسب مواقع و صورتیں لئے۔ اکبر کے والد شریک بھائی خان اعظم مرزا کو کہنے کی بہت زور دیا۔ انہوں نے ان کے بادشاہ کے ذہن سے تمام شکوک و شبہات مٹ کر دیے اور اس کے غصہ کو کسی حد تک کم کر دیا۔

وہ اس حد تک راضی ہو گیا کہ اس نے شیخ مبارک کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔ شیخ مبارک اپنے بیٹے یعنی کے مراد دربار کی طرف روانہ ہوا اور بادشاہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ابو الفضل ابھی تک بہت کسں تھا اس لئے اس کا تعارف بادشاہ سے نہ کر لیا جاسکا۔ اکبر نے بڑے اہواز سے شیخ مبارک کا استقبال کیا اور انتہائی شفقت و مہربانی کی۔ اس وقت سے مبارک نے صوفی فرقہ اختیار کر لیا اور چشتی مسلک کا پیرو کار ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جب دربارِ دہلی میں تھا وہ دہلی کے مشہور ادیبانے کرام خواجہ قطب الدین بختیار خاں اور خواجہ نظام الدین لولپڑہ کے محاربات پر ہاتھ کی سے حاضری دیتا تھا۔ یہ سب کچھ محض حکمت عملی کے تحت ہو گیا۔ مبارک کا کوئی مذہب نہیں تھا۔ وہ ہاتھ کی سے دربار میں حاضری دیتا۔ ایک مرتبہ حاضری پر اس نے ابو الفضل کو بادشاہ سے حصار کر دیا جو زوجہاں عالم کے خطاب اور اس کی گفتگو میں زبردست ذہانت کے اظہار سے بہت متاثر ہوا۔ اس وقت سے اکبر نے مبارک اور اس کے بیٹوں کو بہت زیادہ عزیز رکھنا شروع کر دیا اور ان کے لئے اس کا احترام بڑھ گیا۔ ابو الفضل صاحبِ دھرم میں پورے چڑھا تھا اس لئے اس نے شائستگی اور حق عزائی کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔ وہ لکھتا ہے "میں نے پورے دھرم کی قسم کھائی تھی کہ اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لوں گا بلکہ درگزر کرتے ہوئے ان کے برے کاموں کو فراموش کر دوں گا۔" اسے یہ اہواز حاصل ہے کہ وہ آخری دم تک اپنے لفظ پر قائم رہا۔ اسے سلطنت میں اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز کیا گیا اور اسے بادشاہ کے احکام کا انتہائی قیمتی و تحقیقی بھی حاصل تھا اس لئے وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتا تھا۔ جب مذہبی اجلاسوں میں گرامر لفظ استعمال کئے جاتے تو اس کی جگہ پر مستقل ہو کر لے لے لے لے خود اس کی کو کبھی ختم نہیں ہونے دیتا تھا۔ انہیں اکبری اکبر نامہ اور اس کے مشہور مثنویات (یا خطوط) میں ایسے کئی قصبات ہیں جن میں اس نے اسی اختلافات کے موضوع پر بحث کی ہے۔ مگر اپنے مخالفین کے بد مزین دشمنوں 'شاہ شیخ عبدالنبی اور جہد المک (مسوں نے انہیں انتہت پہنچائی) ان پر چھ مسلک کی اور سب کچھ کرنے کے علاوہ اس کے باپ کو بارگاہ کے لئے اس نے رم رہیں استعمال کی ہے اور ان کے کاموں پر بحث کرتے ہوئے کبھی بھی جہاز تنقید کی حدود سے تجاوز نہیں ہوا۔ ابو الفضل کس قدر بلند نظر تھا اس کا اندازہ اس صورت حال سے لگوا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی عظیم تصنیف اکبر نامہ میں ان اہل حق کی ہلاکت کا ذکر کرتے ہوئے بلا واسطہ طور پر بھی اشارہ اپنی بارگاہی کے اظہار کے لئے کوئی لفظ استعمال نہیں کیا۔

ابو الفضل کی خصوصیات: پورا برس کی ابتدائی عمر میں اس میں ذہنی قابلیت کی نشانی

طبیقات کا اعتبار ہو گیا تھا۔ اس نے عقل و عقل (یعنی عقل اور شجاعت پر مبنی) کے نام سے مشہور علم و حکمت کی شاخوں کے نصاب میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ اپنے باپ کی طرح اس نے بھی اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز ہمیں سل کی عمر میں درس و تدریس سے کیا۔ اس کی غیر معمولی اہانت کے سلسلہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور شاعر اسلمانی کا مرتب کردہ ایک انتہائی نادر نظمیں لڑائی پہلی حالت میں اس کے حوالے کیا گیا ہر سطر کا صاف حصہ صودی قفل میں لہو سے لے کر لچے تک بہت سی جگہوں پر مٹا ہوا یا جاتا ہوا تھا اور ان میں موجود غلطیاں و نقصان طور پر غائب یا ناقص قسم تھے۔ ابو الفضل نے دانشمندی اور مہارت (جو اسی کے لئے مخصوص تھی) سے کام لیتے ہوئے اس قدر محنت اور درنگ کے ساتھ ہر سطر کی آرمی سطروں پر عقل غلطیاں کو درست کر دیا کہ جب تک یہ بعد اس تصنیف کی ایک کمال عقل تیار کی گئی تو موازنہ کرنے پر اس قدر حیران کن مماثلت پائی گئی کہ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے مصنف نے زندہ ہو کر بذات خود اپنی یادداشت سے ہر نظمیں لڑائی کو از سر نو تحریر کیا ہو۔ اس کے واسطے بھی اس نوعیت کا نام کی تیز حسی ذہن کی اور محنت سے کچھ کم حیران نہیں تھے۔

ابو الفضل تعلیم کے حصوں میں کچھ اس قدر کھو گیا تھا کہ حیوانی دنیا کے حلقوں ذرا کم ہی سوچتا تھا اور درہادی امور سے لافض تھا جس میں اس کے باپ کے بے شمار دشمن موجود تھے۔ اگر کار جب اکبر نے یحییٰ کو دربار میں شرکت کرنے کی دعوت دی تو سوخرا نے کرنے اپنے پہلی کو ضیعت کرتے ہوئے اس پر رد دیا کہ وہ دربار شہنشاہ میں اپنے خاندان کے حدود کا خیال رکھا کرے۔ انہوں نے ابو الفضل کو شہنشاہ کی زندگی بسر کرنے کے خیال کو ترک کرنے پر رضامند ہو گیا۔ عمر کے سترھویں (۱۶) برس اس کے دہن میں تبدیلی واقع ہو گئی۔ انہوں نے اپنے ساتھ رہن سہن سے بیکر تخلص طرز زندگی اپنا لیا۔ دربار میں اپنے پہلے تہذیب پر ابو الفضل اکبر باد میں نکلتا ہے۔ ان دنوں امداد حکومت کے انیسویں برس (۱۵۷۴ء) خوش قسمتی سے مجھے بادشاہ کے حضور حاضری دینے کے لئے مدعو کیا گیا اور اس کے ساتھ ملاقات کرنے کا شرف بھی بخشا گیا۔ اس کے کوائف مختصراً یہ ہیں: ”چند برس کی عمر تک میں اپنے والد کی اننگلی میں رہا اور علمی (تفسیر اور عقلی) روایت کے نام سے مشہور موجد علوم کی شاخوں میں دسترس حاصل کی۔ اگرچہ دانشمندی کا دروازہ میرے لوہ کھل گیا تھا اور میں خود غور و خوض کے قوانین کا مادی ہو چکا تھا، مگر بد قسمتی کے باعث میں خود پسند اور مغرور ہو گیا اور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دی۔ میرے اور گرد جمع ہونے والے شاگردوں نے میری طبیعت میں تنقید کیا، و محفل اور بہ عقل نے میرے لوہ اس قدر غلبہ پالیا تھا کہ میں گوشہ نشینی اور تنقید کے تصور سے سرشار رہنے لگا۔ اگرچہ

میرے دن ظلم کو طم پر حملے میں ہر جوتے تھے مگر میں رات کے وقت دیرانے میں چلا جاتا اور وہاں حق کے حلاشی لوگوں کی محبت کا لطف ادا تھا اور ان لوگوں سے قائمہ حاصل کرنا تھا جو اگرچہ غلط ہوتے تھے مگر ذہن اور قلب کے لحاظ سے بہت بااثر تھے۔ ہم نولہاؤں کے مناظروں اور جلسوں کے دعوے اوروں کے انگشتات نے میری حیرت اور نفرت کو ہوا دی۔ نہ تو مجھ میں چپ رہنے کی طاقت اور نہ ہی بولنے کی خواہش تھی۔ اگرچہ میرے والد کے منہ مشورہ نے مجھے انگلینڈ واپس کے اٹلڈ سے روک دیا تھا مگر میرے پر آشوب دماغ پر اصلی علاج باہم ہو گیا۔ بعض لوگات میرا ذہن بہت (مثلاً چین) کے ظلیوں کی طرف چلا جاتا اور میرے سوتھوں پر لہجوں کی تصانیف کی طرف، بعض لوگات محسوس کرنا کہ میں تبت کے لقاؤں کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، بعض لوگات خیال کرنا کہ میں پر نکل کے میٹائی پادریوں کے ساتھ طاقت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، بعض لوگات مجھ میں قدس کے آتش پرستوں کے ساتھ رہنے کی خواہش پیدا ہو جاتی، بعض لوگات میں محسوس کرنا کہ زہد و سبت کے معانی کا مشورہ لینے کے لئے بے چین ہوں۔ میں اپنے وطن کے علاوہ کی محبت سے بڑا ہو گیا۔ میرے والد بہائیتوں اور دوستوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اگرچہ جا کر دوبارہ شتی میں حاضری دوں کیونکہ بدشاہ کے ساتھ طاقت مجھے میری سبت کی پریشانیوں سے نجات دلا دے گی۔ پہلے پہل تو میں نے ان کی نصیحتوں پر کوئی دھیان نہیں دیا مگر آخر کار رضامند ہو گیا اور تھکے اکرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں بدشاہ سے طاقت کرنے کی سلاحت حاصل کی۔ نذرانہ کے طور پر قیمتی اشیاء نہ ہونے کے باعث میں نے بدشاہ سلامت کے سامنے قرآن پاک کی تہمت انگریز کی تفسیر بطور نذرانہ پیش کی۔ اس نذرانہ کو مکمل موافقت سے قبول کر لیا گیا اور میرا منصب استعبل کیا گیا۔ پس یوں میں پہلی مرتبہ دوبارہ سے حصار ہوا میں یہیں نہیں کر سکا کہ کس خوش اخلاقی اور خلعدی کے ساتھ میرا استعبل کیا گیا اور بدشاہ سلامت نے اتنی بے شکستہ اور شگفتہ گفتگو میرے ساتھ کی کہ اس نے مجھ پر جلد کا سا اثر کیا اور میرے دامن میں پیار و محبت کا ایک ایسا گہرا اثر پیدا کیا جو میں پیشوں کے لئے اپنے دل میں دیکھتا تھا۔

اس کے کچھ ہی روز بعد (۱۵75ء) بدشاہ شتی بھل اور بار کو تغیر کرنے کے لئے اپنی عظیم مہم پر کمر بستہ ہوا۔ یعنی شتی پڑاؤ کے عہد تھا جبکہ وہ افضل اکرہ میں فصرہ بدشاہ نے پڑاؤ میں یعنی سے ہوا افضل کے بارے میں دریافت کیا تب بدشاہ فتح پور نیکی کی طرف ہوا تو بدشاہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ فتح پور نیکی کی جامع سہر میں بدشاہ نے اس پر اس طرح دھیان دیا اور اسے سورۃ فتح کی تفسیر پیش کی مگر اس کے بارے میں فتح پور نیکی کے بیان میں

تھا دیا گیا ہے۔ (199)

بھل سے بادشاہ کی واپسی کے فوراً بعد جموں کی شام کو یادگار یہی مناظرے منعقد کئے جاتے جن میں بادشاہ بھی لڑیں۔ صدر لیتا تھا۔ بادشاہ کی جماعت کا سربراہ ابو الفضل تھا جو علماء کے اٹھارہ گروہوں میں کامیاب ہو گیا تھا وہ لب آہیں میں بیٹ گئے تھے۔ ابو الفضل نے اس قدر صبر و تحمل کے ساتھ حضور کو ایک سے دوسرے تک تک بھٹلایا کہ یہ اختلافات اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ اسی دور میں اکبر کو دیہاتی حالات کے مطالعہ و حالی اختیار لینے کی طرف راغب کیا گیا اس کے لئے شیخ مہارک کی تحریر شدہ مشہور دستخط کاغذ کیا گیا جس میں جنت کا منصب بادشاہ کو تفویض کیا گیا اور مذہب کی طاقت "مطلوبہ بادشاہ" کی شخصیت میں مرکوز کر دی گئی تھی۔ صرف اسی کے پاس کلون سازی کا اختیار رکھا گیا اور دین کے مطالعے کرام اور فقہ و مفتی حضرات اسی کے پیسے کے پائے رکھے گئے۔ ابو الفضل کہتا ہے: "مذکورہ دستخط شہزادہ درجہ کے لئے سود مند ثابت ہوئی۔" (1) درجہ تمام فرقوں اور قومیتوں کے مطالعے کرام اور دانشوروں کا مسکن بن گیا (2) ہر ایک کو امن و امان فراہم کیا گیا تھا اور مکمل درویشی سے محفوظ تھی (3) بادشاہ کے بے غرض حرکات جن کی کوششوں کا سرچ کی تلاش تھا واضح ہو گئے اور علم و فضل کے دعوے اور شرمندہ ہو گئے۔

اب ان دونوں بھائیوں کو بادشاہ کی گہری دوستی کا تحقیق حاصل تھا۔ اس کو ان پر مکمل بھروسہ تھا۔ اس دور میں شہزادوں کی اہلیق کو ایک انتہائی کھل بھروسہ اور اعتمادی حدود سمجھا جاتا تھا۔ یعنی کہ کسی قدر احکام حاصل تھا اس کا اندازہ اس صورت حال سے لگایا جاسکتا ہے کہ دور حکومت کے 24 ویں برس (1579ء) میں جب قطب الدین خاں بھاری کو دلی میں شہزادہ سلیم کا اہلیق مقرر کیا گیا تو یعنی کو شہزادہ مراد جو اس وقت آنکھیں برس میں پہنچ گیا تھا اور حالی میں طویل علالت سے صحت یاب ہوا تھا کی تعلیم کے لئے اسی عہدے پر مقرر کیا گیا۔ قطب الدین خاں شہزادہ سلیم کا ایک بڑا اور با محظوظ تھا۔ شہزادہ مراد کے اہلیق کے عہدے پر یعنی کے مقرر سے یہ پتہ چل گیا کہ اسے بادشاہ کے بہت زیادہ محظوظ میں لایا گیا تھا جیسے وہ بھی خاندان کا بڑا نوکر ہو۔ اگر اپنی خدمت کے صلہ میں قطب الدین خاں کو دیکھ کر بیگ (140) کا خطاب دیا گیا تو وہ سال کے بعد یعنی کو بھی "امام" لابی اور کاتبین کے عہدے کے عہدے پر سرفراز کیا گیا۔ سال 1583ء کے آغاز میں ابو الفضل کو بھاری کے منصب پر ترقی دے دی گئی اور اس سے اگلے برس صوبہ دلی کا دایرہ مقرر کیا گیا۔

1589ء کے اختتام کے قریب ابو الفضل کی دلی کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اکبر بادشاہ میں

مصدقہ ذیل صفحہ فکروں کو صریح کیا ہے "جن میں اس موقع پر اس کے اچھلی رنج و الم کا اظہار کیا گیا ہے۔"

جن ہر من ہر خاک است مگر خاک بر کسم چہ پاک است
والم کہ دین شیب فزلی را بجا کہ تو رفت نہلی
لیکن چہ کسم کہ تا کسم خود رلب بک سے مرسم

ترجمہ: چونکہ میری ہر ذرہ خاک دلی ہے اس لئے اگر میں (لم کے ہاتھوں) اپنے سرے خاک ڈالوں تو کیا ہرج ہے۔ میں جانتا ہوں کہ دلوں پہلے اور شروع فرما کرنے سے وہ اس مقام سے واپس نہیں آسکتی "جسکی جلی گئی ہے" مگر میں کیا کہوں؟ میرے ذہن کو سکون نہیں ملتا "بلکہ پہلے کے لئے میں نے خود کو دھوکہ دے لیا ہے۔"

اپنے دوست کو قتل دینے کے لئے اکبر اس سے نصیحت کرنے کیا اور اس طرح اس سے خطاب کیا۔

اگر جہان طراز پادشہ کی داشتہ و جیکے پائی نیستی نہر دے دوستان شہسابل را بزر رضا
تسلیم گزیر نمود ہر گدہ دریں گاہوں سدا چنگس دیر نیکو محض با شیبلی را کیا اندازہ بدو کن
مگر شد۔

ترجمہ: اگر اس جہان کے لوگوں کو عیش کی زندگی عطا کر دی جاتی تو وہ جلد ہی بدیر نہ مرنے تو دوستان شہسابل اس کی تسلیم و رضا سے واقف نہ ہو سکتے "اس لحاظ سے اس دنیا کے کدوؤں سرائے میں کسی کو عیش کی زندگی عطا نہیں کی گئی" سوائے قتل کے دیکھی کے لئے کچھ نہیں بچوڑا گیا۔"

یہ افضل لکھتا ہے "میں دانشمندان فصاحت نے میرے دہن پر گمراہ مرتب کیا اور وہ دیکھ سے آزاد ہو گیا۔"

اس دور میں بادشاہ کے زیر اہتمام لونی مسات کا آغاز کیا گیا "چونچ" "فلج" یعنی نے راضی پر ایک ہندی تصنیف لکھی دتی کاٹھری میں ترجمہ کیا اسے مساجدات کے چند ابواب کا ترجمہ کرنے کا کام بھی سونپا گیا تھا۔ اس نے مشہور لکھی بھوں کی "مگر میں ہی نور دین کی محبت کے ہارے میں ہندی کبلی کا لوزلی ترتیب میں ترجمہ کیا۔ اسے 1003ھ (1594ء) میں تحریر کیا گیا اور یہ تقریباً 200ھ اشعار پر مشتمل تھی "بدایونی کے مطابق" یعنی نے پانچ لاکھ کے قلیل حصر میں اس قلیل مسائل تصنیف کو مرتب کیا۔ مصنف نے چند اشعاروں کے ساتھ یہ بادشاہ کو پیش کی "بادشاہ اس

سے اس قدر خوش ہوا کہ اس نے قریب محل کو مقرر کیا کہ وہ اسے یہ پڑھ کر سنا۔ ابو الفضل نے عیار داخل کے ذریعہ عنوان کبیلہ و من کا ترجمہ کیا۔

1592ء کے آغاز میں ابو الفضل کو دو ہزار سوہدوں کے کماندار کے منصب پر ترقی دے دی گئی۔ اب اس کا فطری سلطنت کے عظیم امراء سے قبل اسی برس کے دوران شیخ فیضی کو دکن میں بہان الملک اور خانہ گیس کے رابطہ علی محل کے درباروں میں القادر اعلیٰ کے عقد کلی کی حیثیت سے روانہ کیا گیا۔ مگر اس کا چھوٹا بھائی دربار علی میں حاضر رہا۔

اس مشہور دستویر کی اشاعت کے بعد مبارک نے گوشت کشی کی زندگی بسر کی، مگر اس وقت شہنشاہی پڑاؤ لاہور میں تھا، بادشاہ نے اسے بلوا سمجھ کر شیخ اس وقت داخل ضعیف امر ہو چکا تھا۔ اس نے شہنشاہی پڑاؤ میں حاضری دی، مگر تھوڑے عرصہ بعد اس کی صحت بگڑ گئی اور وہ سات روز تک بیمار رہا۔ ابو الفضل اپنے باپ کے آخری لمحات کے وقت اس کے پاس موجود تھا۔ پڑاؤ مبارک نے اپنے بیٹے کو چہرہ جھٹکیں کہیں اور کھل ہوش کی حالت میں اپنی آنکھیں بند کہیں اور انتقال کر گیا۔ وہ نوے برس کی عمر میں 17 ذی الحجہ 1004ھ بروز اتوار (24 ستمبر 1593ء) میں فوت ہوا۔ اپنی زندگی کے خاتمہ کے قریب اس نے گوشت کشی میں زندگی بسر کی۔ زندگی کے آخری سال اس نے قرآن پاک کی تفسیر لکھنے میں گزارے، جسے اس نے منہج و ندیاس امین کا نام دیا اور اسے اپنی موت سے قبل بگڑتی ہوئی صحت اور ضعیف بھارت کے باوجود مکمل کیا۔ اس نے سات سو اشعار پر مشتمل قصیدہ فرحی، قصیدہ ہمد، کتب بنی زہر کا قصیدہ اور گھر مطلق کی شہان میں دیگر مقدس قصیدے دہلی یاد کرتے ہوئے اور روزانہ کے خطبات میں انہیں چڑھتا تھا۔ (141) اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک بہترین مسلمان کی طرح فوت ہوا۔

دہ سال کے بعد ابو الفضل اپنے بڑے بھائی فیضی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ 1595ء کے موسم خزاں میں لاہور میں بیمار پڑا اور اس کی حالت بڑھ کر بچنے کی شکل اختیار کر گئی۔ اس کی بیماری وہ دن تک رہی اور موت سے تین روز پہلے وہ بے ہوش رہا۔ البتہ اہل گھٹا ہے کہ فیضی نے آخری لمحات تک اسلام کو روکیا۔ سورج لکھتا ہے، "اس کے بارے میں جان کیا جاتا ہے کہ جان کنی کے عالم میں اسے کتنے کی طرح بھونکتے ہوئے تاکید چہ کہ وہ حنظلہ اور اسلام پر یقین نہ رکھنے کے باعث تھوڑا چکا تھا اس لئے اس نے نیم فطی کی حالت میں بھی کچھ دین کے رہنماؤں کے ساتھ خلاف شرع اور بیوقوفانہ انداز میں بات کی" آخر کار وہ غمناک ہو گیا اور اپنے اصل گھٹنے کی طرف چکا گیا۔

اس کی کتب و رسائل ان فضلاء میں درج و کتابت کی گئی۔

وے قلبی و شجعی و طبی و دھرمی

ترجمہ: وہ ایک قلبی 'فرد پرست'، عقلیت پسند اور دھرمی قہر

ایک اور تاریخ ان الفاظ میں دریافت ہوئی

تھیں ملاحظہ فرمائیے

ترجمہ: کلر کا ادارہ لوٹ گیا ہے۔

جب وہ ہانگ کانگ کے عالم میں تھا تو پوشہ نصف شب کے وقت اس کے پاس گیا اور اپنے ہاتھوں سے اس کا سر آہستہ سے اٹھا کر کسی مروجہ ایسے پکڑا "شیخ بیو" شیخ جو "امیں حکیم علی کو اپنے ساتھ لایا ہوں" تم مجھ سے بات کہیں نہیں کرتے "چونکہ وہ بے ہوش تھا اس لئے کوئی جواب نہ توڑا نہ کئی۔ پوشہ نے دوبارہ اسی سول کو دہرایا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اس پر پوشہ پر رنج و الم کا ظہور ہوا اس نے اپنی دستد چھاڑ کر زمین پر پیٹنگ دی۔ شیخ ابو الفضل سے تسلی کے چند الفاظ کے بعد دھن چلا گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد یعنی کے انتقال کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ واقعہ 5 اکتوبر 1995ء کو رونما ہوا۔ اکبر علیہ میں دوج اپنے بھائی کے انتقال کے بارے میں ابو الفضل کا بیان سورج بدایونی کے بیان کے مقابلہ میں قدرتی طور پر زیادہ سوزوں ہے۔ ابو الفضل کے مطابق "جب پوشہ نے یعنی کو اس کے آخری حالت میں پکڑا" تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور بھی سی کی حالت میں پوشہ کو دیکھا مگر کچھ نہ بول سکے۔" (142)

ابو الفضل کو اعلیٰ بڑاری منصب پر ترقی دے دی گئی۔ مگر دربار میں اس کے بہت سے دشمن تھے اور یہ دیکھنے کو بے چین تھے کہ اسے دکن جیسے کسی دور دراز علاقہ میں کسی عسکری مهم پر بھیج دیا جائے۔ اس بات کا امکان ہے کہ وہ اس مهم کا ٹھیک طرح سے انتظام نہیں کر سکے گا۔ اس کے بعد دوست کے سلسلہ میں کم مصلحت دکھائے گا تو پوشہ کی بارافضل سول لے گا۔ مگر ابو الفضل کے اپنے الفاظ میں "اصل وجہ یہ تھی کہ اس نے اکبر کو کبھی بھی دھوکہ نہیں دیا تھا اور جب بھی پوشہ کو اس سے دریافت کرنے کا موقع تھا تو وہ دلاسوں کے بارے میں کچھ نہ جانتا" ایماء لاری سے پوشہ کے گوشہ گرد کر دیتا تھا۔ "اسی چیز نے اسے دوبارہ میں غیر تحلیل بنا دیا تھا۔ نیز دلی عہد شکنوں سلیم بھی مختلف دھڑے سے نقص رکھتا تھا۔ دور حکومت کے 33 ویں برس کے انعام کے قریب (1997ء) ابو الفضل کو پہلی مرتبہ ایک اہم فرض ادا کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اسے دکن کی طرف بھیجا گیا جہاں پوشہ کے دوسرے بیٹے شہزادہ مراد نے خان خانان مرزا عبدالرحیم کی مدد سے ایک فوج جمع کر لی تھی۔ اس کی بدایات یہ تھیں کہ اگر دکن

کے امیر اس ملک کی حفاظت کا بیڑا انھیں تو ابو الفضل شزرہ کے کو دربار میں لے آئے۔ اگر
 نہیں تو وہ شزرہ کے کو دربار روانہ کر کے خود بادشاہ کے والد شاہ رخ مرزا (۱۴۳) کی اہم قیادت
 افواج کی نکلنے کے سلسلہ میں دکن میں رہے۔ تاہم 'شزرہ' دولت آباد سے میں کوس کے
 فاصلہ پر واقع رہا کے کنارے پر ۱۵۶۵ (۱۵۹۷ء) میں کثرت شراب نوشی کے باعث انتقال کر
 گیا۔ ابو الفضل پر چاندور پہنچا جہاں غازیوں کے بادشاہ بھور جال (اس کے بھائی کی شادی
 ابو الفضل کی سہن سے ہوئی تھی) اور وہ دکن میں ان کی جنگ میں شادی فوج کی مدد کرنے سے
 انکاری تھا) نے (اور کہ ایک جیتی تھکے پیچ کر فوت دینے کی کوشش کی۔ تاہم 'ابو الفضل' نے یہ
 کہتے ہوئے اس سے انکار کر دیا کہ اس پر بادشاہ کی حفاظت کی پاداشی نے دوسرے لوگوں سے
 تحائف وصول کرنے کی ہر قسم کی خواہش کو قلم کر دیا ہے۔ جب بادشاہ کے تیسرے بیٹے شزرہ
 واپیل کو امیر نگر کی نکلنے پر مقرر کیا گیا تو ابو الفضل 'اکبر' کی درخواست پر مرزا شاہ رخ سے
 رخصت ہوا اور بادشاہ بدلت خود اپنی مدد کی طرف روانہ ہوا تو ابو الفضل 'اکبر' کے
 نزدیک فرنگی کے مقام پر اس سے ملا۔ اکبر نے مہرہ ذیل شعر کے ساتھ اس کا استقبال کیا
 فرخندہ سے بیچہ و خوش مست ہے کیا تو حکایت کسم از حرایب

ترجمہ: "جب میں تم سے خوشی کے ساتھ غلبہ موضوعات پر بات کرتا ہوں، تو رات بھر
 اور چاندنی خوش آنکھ ہوتی ہے۔"

ابو الفضل کا منصب بڑھاکر چار ہزاری کر دیا گیا۔ اس نے جنگ میں اپنی شہادت کا اہل مہاراجا
 اور اپنے بادشاہ کی ستائش وصول کی۔

دوسری لکھنؤ شزرہ سلیم (بیسے راجہ بن سکھ کے ساتھ بلور جہاں لودھی پر کے رانا کے
 خلاف روانہ کیا گیا) نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس نے لکھنؤ میں بادشاہت کا
 اعلان کر دیا۔ فوج نے پر قبضہ کر لیا (300,000 سترنگ پانچ پر مشتمل تھا) اور اپنے باپ کے لڑائی
 و طعنائی کے محبوب کراہے۔ اکبر جو برہمچرہ سے آگے کی طرف لوٹ گیا تھا اپنے بیٹے کے مدد
 پر منتقل ہو گیا۔ اس نے اپنے والد قتل اور لکھنؤ کو ابو الفضل کو بلوا سمیٹا۔ وزیر اپنے بیٹے
 عبد الرحمن کو اپنی افواج کا انتظام سونپ کر اور شزرہ واپیل سے رخصت لے کر دو یا تین سو
 سواروں کے ہمراہ آگے کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ سلیم یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ابو الفضل اس
 کے سفیلات کا کس قدر دشمن ہے چنانچہ بغیر کسی وجہ کے اسے یہ خوش فاقہ ہو گیا کہ اس موقع پر
 دربار شادی میں اس کی موجودگی اس کے لئے معرکہ ہو سکتی ہے اور اس کا والد اس کے خلاف مزید
 منتقل ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے دہلی لکھنؤ کی طرف جاتے ہوئے وزیر کو قتل کرنے کے

دارالخلافہ نے کاتبہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے امرچہ کے ایک بھڑکے ہوئے راجہ جرنل کے (جس کے علاقے سے امیر افضل نے گزرا تھا) کو اس کا راستہ روک کر ہٹا دیا اور اس خدمت کے صلہ میں اسے چند ہزار سواروں کی کلن کے ساتھ ایک بہت بڑا انعام دینے کا وعدہ کیا۔ راجہ نے گواہی دے کہ میں ہزاروں کوس کے فاصلے پر ایک ہزار سواروں میں ہزاروں فوج قیادت کر رہا ہوں اور گھات لگا کر بیٹھ گیا ہوں۔ امیر افضل نے یہ خبری میں جرنل کے علاقے میں اپنا سلاطین جاری رکھا۔ انہیں کے مقام پر اسے سلیم کے ارادوں سے آگے کر دیا گیا مگر اس نے کہا "دارالخلافہ جانے سے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ نہ تو اسے چھ کوس کے فاصلے پر سرائے ہار کے قریب راجہ کی فوج کے سامنے آگیا۔ اس آخری لمحہ میں اس کے ایک پرانے ہاتھ لڑکھڑکائی گئی (ایک پٹلی) نے اسے مشورہ دیا کہ اپنا راستہ کٹ کر اندری کی طرف چلا جائے۔" جس دن راجہ نے لود سورج غم کی قیادت میں تین ہزار شہنشاہی فوج قیادت تھی، مگر بلند حوصلہ ور یہ نے مریض کو اپنی جوانمردی کے لئے حقیر جلتہ حاکمی دست پر مشتمل طبعی بھر سواروں نے آخری دم تک انتہائی بددلی سے اس کا دفاع کیا۔ مگر یہ ترغیب دہانے کے سامنے ہتھیار چھوڑ کر رہ گئے۔ امیر افضل ایک قریبی دوست کے لئے کھڑا خوفناک فیلویں کے خلاف ایک سورا کی طرح لڑا۔ لیکن سپاہیوں کی برہمچریوں سے اس کا جسم چھلی ہو گیا۔ چنانچہ "زخموں سے چور ہو کر وہ زمین پر گر اور مر گیا۔ اس کا سر تن سے کٹ کر فوج کی مشین کے طور پر شہزادہ کے پاس بھیجا گیا۔ اسے دیکھ کر خوش ہوا اور غم دھاک اسے کسی گندے جگہ پر پھینک دیا جائے۔" جس نے کئی عرصہ تک ایسے ہی گزارے۔ یہ واقعہ بروز جمعہ 4 ربیع الاول 1011ھ (12 اگست 1602ء) کو پیش آیا۔

جہانگیر اپنی نزاکت میں بے تکلفی کے ساتھ اپنے جرم کو تسلیم کرتا ہے اور اس کے لئے یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ وہ اس کے خلاف اس کے خلاف کام کرنے کی پاداش میں شہر سے انعام لیا گیا۔ جہانگیر اپنی نزاکت میں کہتا ہے: "اگرچہ میرا باپ پہلے بہت ناراض تھا، مگر اب میں کسی بداعمل کے بغیر اس کے پاس جا سکتا تھا۔" اس نے تہمت تہمت مجھ سے صاف کر لی۔" جب امیر افضل کی موت کی خبر وہاں میں پہنچی تو بادشاہ کو کھٹکے کرنے کے لئے کسی کو جرات نہ ہوئی۔ اسے یہ خبر ہوئی کہ امیر لود مستر ترین وزیر بھی اس کے انتہائی پیارے دوست اور حقیقی مشیر کی موت کی بری خبر کے ساتھ بادشاہ تک جانے سے بچتا تھا یا ایسا کرنے میں ہچکچاتا تھا۔ انہوں نے گھرانے کی نواد میں کسی شہنشاہی گھرانے کے شہزادے کی موت کا اعلان کرنے کے لئے ابھی تک ایک قدیم انداز میں رسم سجدہ تھی کہ اس کے وکیل کو بادشاہ سے حصارف کرانے کے لئے اس کی کلائی پر ایک غلام رکھ دیا جاتا تھا۔ اس رسم پر عمل پیرا ہو کر امیر افضل کا وکیل اپنی کلائی

یہ بلا مدعی ہمارے بادشاہ کے سامنے پیش ہو گیا۔ اکبر نے محسوس کر لیا کہ کیا ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے دوست اور وزیر کی موت پر انتہائی دکھ اور رنج محسوس کیا۔ اس نے اپنے پیارے بیٹے کی موت کے متعلق میں اسے وہی شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ اس نے کئی روز تک لوگوں سے ملاقات نہ کی۔ جب اس کے قتل کے کوائف سے بادشاہ کو آگہ کیا گیا تو وہ دعا

”اگر سلیم بادشاہ بنا چاہتا تھا تو اسے چاہئے تھا اپنے باپ کو بددلتا مگر ہر اللہ کو چھوڑ دیتا۔“ اور اس کے بعد مندرجہ ذیل شعر صاف

بچا ، از شوق بھر چوں سوے ما آمد

راشتنیک پائے بوسی ۴ سو پا آمد

ترجمہ: جب ہمارا بچا ہے پتہ ظلم کے ساتھ ہمیں لئے کیا تو ہماری قدم بوسی کے اشتیاق میں وہاں پہنچا گیا۔“

بادشاہ نے ہر گتھ کو سزا دینے کے لئے ہزاروں اور راجہ راج گتھ کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ روانہ کیا مگر ایک بجلی سی جھڑپ کے بعد وہ جنگوں کی طرف فرار ہو گیا۔ بعد میں دگر فوجی دستے بھی روانہ کئے گئے ایک موقع پر ہر گتھ زخمی ہو گیا اور ہل ہل چلا۔ مگر بادشاہ کا اپنا الجھم قریب قتلہ بادشاہ کے انتقال کے ساتھ ہی تمام شدت دور ہو گئے۔ ہر گتھ انتہائی بیماری سے سٹے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا جس نے اس کی خدمات کے صلہ میں انعام کے طور پر اسے اندر کی جاگیر عطا کی اور اسے تین ہزار سواروں کا کمانڈر مقرر کیا۔

ہر افضل پندرہ کروڑ اور عظیم قصبہ کا محل تھا۔ اس نے شاعری کے لئے کسی قسم کے خاص ذوق کا اظہار نہیں کیا مگر اس کا انداز ترکیب انتہائی مخصوص ہے اور اسے با آسانی پہچانا جاسکتا ہے۔ اس کی لہریاں خصوصیات خیالات کی پاکیزگی، تنصیب سے مکمل آزادی، بلند اخلاقی تئنائیں اور صاف صراحت ذوق ہیں۔ اس کی عظیم تسلیف میں کوئی عیا قندہ نہیں مل سکتا جس میں طیر چانداری کے ساتھ کسی صوبہ کو نظر انداز کیا گیا ہو۔ انداز لہو کا اور ممتاز ہے اور نو آموذوں کے لئے گرجہ مشکل لوزہ پیچیدہ ہے مگر اس کا ایک اپنا حسن ہے۔ دلائل دلی ہیں موضوعات کے ساتھ انتہائی کمال طرفہ تک پہنچا دیا گیا ہے جو ہماری کے ذہن کو حیرت کے عالم میں رکھتے اور اس کا کمال مصنف کے لئے قریب دو صیغہ کے جذبے سے اسے سرشار کر دیتے ہیں۔ اس کے اسلوب کی تہوں کے درمیان میں بہت زیادہ قریب کی گئی اور بھلاؤ کے بادشاہ ہمدرد نے کہا ”اگر اکبر کی تھوڑے سے کسی لڑکا ہر افضل کے قسم سے غور فرما ہے۔“

ہر افضل کی بچی زندگی کے بارے میں ماثر کا عوام کا مصنف ہونے پر مہین کے حوالہ سے

کہتا ہے "سب کے ساتھ پر اس رہتا چاہتا تھا اور کبھی بھی کسی سے بدسلوکی نہ کرتا تھا اس کے گھر میں کلم گنج، کھجوروں کی بندش، جڑے، نوکروں کی غیر حاضری جیسے مسائل موجود نہیں تھے۔ اگر وہ کسی شخص کا تقرر کرتا اور بعد میں اسے بکرا دے دیتا تو اسے بکدوش نہیں کرتا تھا بلکہ حتی المقدور اسے پاس رکھتا تھا کیونکہ وہ کہا کرتا تھا "اگر وہ اسے بکدوش کرتا ہے تو لوگ ایک غیر مناسب لہجہ سے کی تقرری کرتے دلت اس پر قسم و فرست کی کی کا الزام لگائیں گے۔ جس مدد و سہج، بیعت حاصل میں داخل ہوتا تو وہ اپنے پورے گھر کا ساتھ کرتا" لہذا اس کو اپنے پاس رکھ کر دنیا کرنا اور گزشتہ سال کی تکلیفوں کو نذر آتش کر دینا تھا وہ اپنے پانچواںوں کے سہائے، بھتیگوں کی پوری مدد کی نوکروں کو دے دیتا، جنہیں اس کی موجودگی میں جلا دیا جاتا۔

اس کی بھوک میر معمول تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پانی اور ابلدھن کے علاوہ وہ روزانہ ہائیں سیریز استعمال کرتا تھا۔ اس کا بیٹا عبدالرحمن ایک سٹریچی کی مشین سے میز پر بیٹھا کرتا تھا؛ طعام خانے کا نگران (جو ایک مسلمان ہوتا تھا) بھی خدمت پر مامور ہوتا۔ دونوں یہ دیکھتے کہ کیا ابو الفضل ایک میں سے دو مرتبہ اور ایک ہی کھانا کھائے گا۔ اگر وہ ایسا ہی کرتا تو وہی کھانا اگلے روز دوبارہ کھوا دیا جاتا۔ اگر کوئی چیز بے وقتہ معلوم ہوتی تو ابو الفضل اسے چھیننے کے لئے اپنے بچے کو دے دیتا اور وہ گھبرا کر اس کو دے دیتا مگر اس کے بارے میں کوئی غلط نہ کہا جاتا۔ جب ابو الفضل رکن میں تھا تو اس کی میز کی عیاشی بہت زیادہ ہوتی تھی۔ ایک بہت بڑے جیڑا کھانا میل دلاتی، جس میں روزانہ ایک بڑا حصہ اور بہترین کھانے پیش کئے جاتے اور امراء میں بانٹ دیئے جاتے۔ نیز اس کے قریب ایک اور بہت بڑا طیر نصب کیا جاتا جس میں سب کو کھانا کھلا دیا جاتا تھا۔ وہ امیر ہوا غریب، سدا ان گھڑی (چھل اور دل کی) یعنی اور ہو کوئی بھی مانگا اسے پیش کی جاتی تھی۔" (۱۵۵)

سلطنت میں اپنی منصب پر فائز ہونے اور بادشاہ کا بہت زیادہ احکام حاصل ہونے کے باوجود ابو الفضل نے کسی کسی خطاب کو قبول نہیں کیا۔ یہ سچ ہے کہ تمام مسلمان مسلمان اس پر کلم ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور اسلام سے انکیر کے اعتراف کو اس سے اور اس کے بھائی یحییٰ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے "اس کے باوجود اپنے حکیم آقا کے رہنما جذبہ کے تحت مددواری اور آزادی کے حق اصولوں کے قائلان کا سراپا بن کر رہتا ہے" جس نے ہندوستان میں غلط حکومت کے ساتھ تمام فرقوں اور قومیتوں کے لوگوں کی صلحت کرانے کے لئے خوش آئند نتیجہ برآمد کیا اور ان کو حکومت سے وابستہ کر کے انکیر کے دور حکومت کو مشرق میں ستی

کرتے تھے، اگر میں بادشاہ کے لئے ہوئے دریا گت پر فخر کروں تو اس میں حیرانگی کی کوئی بات نہیں۔

3- خوش قسمتی۔

4- بہا کی طرف سے اپنی لہریں۔

5- ایک عمارت و قلعہ مناسب جگہ۔

6- خوں و سر تک بادشاہ کی خدمت پر اندرونی و بیرونی خطرات سے حفاظت کا سرچشمہ۔

+

7- امام صحت و تندرستی۔

8- رچنے کے لئے شہر اور گھر۔

9- ذرائع معاش کے حلقے پر پانی سے مکمل آزادی۔

10- اپنے وفد میں کی خدمت کرنے اور انہیں خوش رکھنے کی دودار نہ بڑھتی ہوئی خواہش۔

11- اپنے وفد کی ہر لکھ بڑھتی ہوئی مہربانی۔

12- بادشاہ کی مہربانی میں جلاوت۔

13- خدا کے پیارے بندوں کے لئے احکام۔

14- غیر حائل طاقت قدرتی۔

15- مفید اور دلچسپ علم کی ہر شاخ پر کبھی کبھی تعریف پر مشتمل ایک وسیع و عریض کتب خانہ۔

16- اپنے والد کی دل خواہش کہ میں اپنا وقت ضائع نہ کروں بلکہ تحصیل علم میں صرف کروں۔

کروں۔

17- کل بصیرت اور طوٹ مزاج دوست۔

18- جگہ کو تلاش کرنے کی تہذیب۔

19- شہنشاہ عالم (جس نے بادشاہ کی خدمت میں۔)

20- غور اور خود پنداری۔

21- سب کے ساتھ صلح و امن۔

22- خدا شناسی کے باعث اپنے آقا سے دھڑادی۔

23- کسی کامیابی ہوئے بغیر اور کسی تک و دو کے بادشاہ کے احمد اور سر پرستی کا حصول۔

24- فرض میں اس اور عالم کا جملہ بھائی۔

25- ایک ایسے خدو میں شادی۔

26- ایک فرض خاص بیگ۔

27- ایک پونک۔

28- لطافت پر نکھی مٹی کتبوں کے ساتھ کا شوق۔

29 کسی انسان کا درست انداز۔

30 کچھ لٹے کی طوٹ اور کسی شخص سے بدگامی کرنے سے نفرت۔

31 دنیوی امور میں بدمذہب۔

32 اس اہم تصنیف (آئین اکبری) کو لکھنے کی اہمیت۔

ابو الفضل نے ہر موضوع پر صداقت و طاقت کے ساتھ بحث کی ہے، مگر تھوہ تھوہ کے حقیقت کے حلق اس کی حلیم و رصہ کو یہاں مختصراً درج کرنا ہی کافی خیال کیا گیا ہے۔ آخری حصہ کے حلق مندرجہ ذیل قسم میں اس نے کتب کو عمل کرتے ہوئے اپنی غرضی کا اظہار کیا ہے۔

کچھ حصہ ساقم پر طاقت کہ مر دانے مددوں پر گرفت
چند کتبہ این حصہ عمرا کہ مدون کہ خواہد لیں مضررا

ترجمہ: ”میں نے ایک ایسی حیرت انگیز کتب لکھی ہے کہ اس کے لائق سے ہر قسم کی دافس انصاف کی جاسکتی ہے۔ میں نے دانشمندی کی اس تصنیف کو لکھا کیا ہے کہ اس کا مطالعہ ذہن کو روشن کرتا ہے۔“

جہاں تک ابو الفضل اور فیض کی انسانی صلاحیتوں اور کمالات کا تعلق ہے تو اس بارے میں اس رائے کا اظہار کرنا مشکل ہے کہ دونوں میں سے بڑا عالم کون ہے۔ دونوں باصلاحیت انھما تھے اور غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے۔ فیض شاعرانہ ذہن کا مالک تھا جبکہ ابو الفضل نے تئیں ہم بڑا کیا۔ مگر فیض کی عقلیں اپنی خوبصورتی اور فضیلت کے سلسلے میں علماء کی طرف حاصل کرتی ہیں تو ابو الفضل کی تئیں اپنے خیالات کی اصلیت پائیداری اور فضیلت اپنے تئیں اور اسلوب کی پختگی کے لئے مشہور ہے۔ دونوں سیاسی ذہن کے مالک تھے۔ ابو الفضل جس کتبہ قرعیں پر دامن چڑھا تھا اس نے اس کو اس دور کی وقاحت سے کہیں زیادہ عقل حزان اور شائستہ رہا تھا۔ دوا تھا اس بات کا زیادہ تر سرا اس کے باپ کے سر رہا ہے کیونکہ اس نے اپنے بیٹوں کو اسی قسم کی مناسب تعلیم دی تھی اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ بیٹوں نے اپنا تئیں تئیں علم و فضل اپنے والد کے عظیم کمالات سے حاصل کیا۔ ان کی تحریروں سے ایک دوسرے کے لئے پیار

و محبت اور احرم واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ ابو الفضل نے اپنی تصانیف سے بے شمار قطعات
 حروف کرا کے اپنے بھائی کے لئے اپنی ہفت کافیت فراہم کیا ہے۔ فیضی نے اپنے ایک طویل
 قصیدہ میں اپنا سواڑہ اپنے بھائی ابو الفضل سے کیا ہے۔

چونکہ از بندگی و پستی غنی مدد	دور نہاد مضر مصلحتی معظم
از آسمان سر آمد و از خاک کترم	حد سدا نہ میان من و دوست در کمال
تا آجین پیور کہ نوشتم مکر مصلحت	در سر گرازد دلا نہ سدا نمودن ترم
در فضل مستور و گرازی پرورد	در چشم باطن نشود قدر تو بخت
بہان علم و عقل ابو الفضل کرد مصلحت	گرتہ درخت گل گذر و شرف عروم

ترجمہ :- ”جس کیسے بندگی و پستی سے بات تعلق ہے تو میں اپنا لٹکانہ آسمانوں سے بلا تو اور
 پھر خاک سے بھی کمتر سمجھتا ہوں۔ باپ کے ساتھ جس کی موبلی کی میں عکاسی کر چکا ہوں، علم و
 فضل میں میرے محترم بھائی سے میرا فخر یہ ہوا ہے۔ بہان علم و عقل ابو الفضل کہ جس سے
 علم کا مضر مصلحت ہو جاتا ہے۔ کلمات کے سلسلہ میں میرے نور اس کے درمیان جھگڑوں برس کا
 سفر ہے۔ اگرچہ عمر میں میں اس سے دو یا تین برس بڑا ہوں۔ باغبان کی نظر میں اس کا اندازہ بلند
 نہیں ہو سکتا، چاہے ایک بھر درخت کی ایک باریک فنی ساتھ کھڑے ہوئے گلاب کے لوہے ملیے
 قلن ہو جائے۔“

ابو الفضل آئین اکبری میں شیخ مہرک کے بیٹوں کی مندرجہ ذیل فرست پیش کرتا ہے۔
 ۱۔ شیخ ابو ایمن (اپنے نفس فیضی کے نام سے مشہور) 934ھ (1547ء) میں پیدا ہوا،
 1595ء میں لکھنؤ فوت ہوا۔

2۔ شیخ ابو الفضل 14 جنوری 1551ء میں پیدا ہوا، 12 اگست 1602ء میں قتل ہوا۔
 3۔ شیخ ابو الفیاض 17 شوال 960 (1552ء) میں پیدا ہوا، اگرچہ اس کے کلمات زیادہ بلند
 نہیں ہیں، مگر لکھا گیا ہے کہ وہ بہترین لکھنوی نفس تھا اور شمشیر ملی میں بہت اہم تھا، وہ
 اچھی فصاحت کا نفس تھا اور وہ بیٹوں کی صحبت کا شوقین اور وہاں جانے کے لئے بے چین
 رہتا تھا۔ اس نے قادیس میں ابو الفضل کے تحت خدمت سرائیم دی۔

4۔ شیخ ابو الفیاض 967ھ (1559ء) میں پیدا ہوا۔ وہ اہم صحیفہ شیرازی کا شاعر تھا۔ دکن میں
 خدمات سرائیم دی۔

5۔ شیخ ابو الفیاض 976ھ (1568ء) میں پیدا ہوا۔
 جملہ مذکورہ بالا اشخاص ایک ہی محل کے ہیں سے پیدا ہوئے۔

6- شیخ ابو تراب 988ھ (1580ء) میں پیدا ہوئے۔

ہر فیصلہ یمن نے ذکر کیا ہے کہ مہارک کی چار بیٹیاں تھیں۔

1-

ایک کی شادی دکن کے خاندان غل سے ہوئی، جو ایک بڑی مناصب پر فائز تھا۔ وہ بلاشبہ نقد و حسد کا غرض تھا اور اپنی زبردست دہری اور حوصلہ کے سلسلہ میں بہت زیادہ مشہور تھا لیکن اس کا مزاج گرم تھا۔ ایک مرتبہ ابو الفضل نے اپنے گھر میں چار امراء کو رات کے کھانے پر مدعو کیا، ان میں خاندان غل بھی شامل تھا۔ اس کے آگے پرندے کے گوشت کے کھانے پیش کیے گئے، مگر وہ سہل کے سامنے بٹنا ہوا گوشت رکھا۔ کچھ خاندان غل مشتعل ہو کر دعوت سے چاہا کہ نیک و ناکبر نے اسے اس بات کی یقین دہانی کرائے کی کہ خوشی کی کہ اس میں بہت کاکوئی لڑکھ شامل نہیں تھا، مگر اس نے ابو الفضل کے ساتھ صلح نہیں کی۔

2

ایک کی شادی غازی کے راجہ علی غل کے بیٹے سے ہوئی۔

3-

ایک کی شادی غازی خان بدخشی کے بیٹے حسام الدین سے ہوئی، جو ایک بڑی کلان پر فائز تھے۔ انہوں نے دکن میں غل خانوں کے تحت خدمت انجام دی۔ ایک مرتبہ انہوں نے دکن سے کنبراہ نکل کر آکر دکن کے دکن میں حضرت حکام الدین لولہ کے مزار پر ایک تعمیر بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ غل خانوں نے انہیں اس خیال سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی، مگر یہ سب حسام اگلے روز اپنے کپڑے پہنا کر مزار پر پہنچے اور بھوت ل کر جنگ میں چلے گئے۔ اکبر نے انہیں کنبراہ نکل کر آکر دکن کے دکن میں حضرت حکام الدین لولہ کے مزار پر نہیں ملے، ایک زنبور علیہ کی طرح سب سے صوفی بزرگ حضرت خواجہ باقی پست نے انہیں آہ و بھوکا کر دیا، چلنے والے مسافروں کی رہائی کا اختیار دے دیا۔ انہوں نے 1034ھ (1624ء) میں انتقال کیا۔ ان کی بیوی ابو الفضل کی بیوی (بیوی) نے اپنے خاندان کی خواہش پر اپنے تمام جواہرات و دولتوں کو دے دی۔ انہوں نے اپنے شوہر کے مجرم کی دیکھ بھل کے لئے 12,000 روپے کا ایک سالانہ وظیفہ مقرر کروا دیا۔

4

لاڈی بیگم کی شادی حضرت شیخ سلیم چشتی کے چوتھے استاد حلقہ کے ساتھ ہوئی، ان کا انتقال 1017 (1608) یا اپنے خاندان کی وفات سے پانچ برس پہلے ہوا۔ (145)

ابو الفضل کا والد شیخ عبدالرحمن 979ھ (1571ء) میں پیدا ہوئے، سنی فہم اس کے والد نے رکھا تھا۔ اس نے بیگم کی جنگ میں اپنی شہادت کا اعلان کیا۔ وہ گھبرے اپنی نفرت اس کو غل نہیں کی، جو اس کے باپ کے لئے رکھا تھا، کیونکہ اس نے اسے چار بڑے سواروں کے کماندار

کے رجب پر سر فراز کیا اور اسے افضل خاں کے خطاب سے نوازا۔ جاگیر کی حکومت کے تیسرے سال اسے امیر افضل کے بہنوئی اسلام خاں کی جگہ حاکم بہار کے عہدے پر فائز کیا گیا اور گورکھ پور جاگیر کے طور پر حاکم یکید بہار حاکم بہار اس کا صدر مقام پٹنہ میں قلعہ ۱۰۲۲ھ (۱۶۱۳ء) میں جاگیر کی حکومت کے انیسویں برس یا سچے والدہ کے انتقال کے کیا سال بعد فوت ہوا۔ عہد ارحمن کا ایک بیٹا بشوق تھا جو ۹۹۹ (۱۵۹۰ء) میں پیدا ہوا۔ وہ جاگیر کے عہد میں سات سو ذلت کے ساتھ تین ہزار سواروں کا کمانڈر تھا جبکہ شجاعیہ کے دور میں پانچ سو سواروں کا کمانڈر قلعہ وہ شدہ جیل کی حکومت کے چند عرصوں میں فوت ہوا۔

دہر اکبری میں امیر افضل کے بعد زیادہ اہم شخص اس کا بیٹا بھائی شیخ فیضی قلعہ دونوں بھائیوں کی زندگی کے واقعات ایک دوسرے میں گنڈے ہو گئے ہیں اور سمجھنا خاکہ میں سو خرانہ کر کے بارے میں اتنا کچھ کہا جا چکا ہے کہ لب ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس کی زندگی کا ایک مختصر حال بیان کر دیا جائے۔

گور کے شیخ مبارک کا بیٹا شیخ فیضی ۹۵۴ھ (۱۵۴۷ء) میں آہم میں پیدا ہوا۔ اس کا اصل نام امیر ایمن تھا اور شخص فیضی قلعہ کراچی زندگی کے اختتام کے قریب اس نے اپنے چھوٹے بھائی امیر افضل کے لقب غلامی کی قتل میں فیضی شخص رکھ دیا۔ وہ ایک ممتاز عالم اور عظیم شاعر تھا۔ اس نے علی اویس اور من شاعری میں بہت زیادہ ماموری حاصل کی۔ وہ فن طب میں بھی بہت ماہر تھا اور عیون کا مفت علاج کرتا تھا۔ اکبر سے متعارف ہونے سے قبل اس نے آہم میں صدر شیخ عداوتی کو ۱۰۰۰ روپے نیشن کی لود کے لئے درخواست دی مگر شیخ مذہب کی طرف رجحان کے شک میں اسے دلیل کر کے ایم من سے نکل دیا۔ اکبر نے اس کی لوبی شہرت کا سنا لہذا وہ حکومت کے ۱۲ ویں برس میں بادشاہ سے متعارف ہوا۔ اپنی اہانت کے بل پر بادشاہ کا حضور نظر اور مستقل ساتھی بن گیا۔ اسے تین سو کا کمانڈر بتایا گیا اور ۱۵۸۸ء میں بادشاہ نے اس کی عظیم شاعرانہ اہانت کے اعتراف میں اسے اعلیٰ منصب پر فائز کر کے ملک اشترہ کا خطاب عطا کیا۔ اکبر نے بھی بھی شاعری کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ مگر اس کے باوجود فیضی کی صلاحیتوں کے حلق اس کی ستائش سے یہ پتہ چلا ہے کہ وہ اصلی طور کو شہادت کرنے میں بھی بھی بہت نہیں رہا۔ اسے شہر لوگان کا انالیق مقرر کیا گیا اور اس نے بادشاہوں کے لئے بہر سیر بھی خدمات سر انجام دیں۔ اس نے ۱۰۱ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے بڑا بڑا قرآن پاک کی تفسیر "صوفی" نام لود موارید الکلام ہیں۔ انہوں نے نکت ہیں جن میں فیضی نے اپنے عظیم جامع المصنفی کلمات کا اضافہ کیا ہے۔ امیر افضل نے اس کے اشعار کی تعداد

۱۲ لاکھ ۵۰,۰۰۰ لگایا ہے۔ اکبر نامہ فیض کی تصانیف کے بے شمار اقتباسات پر مشتمل ہے۔ وہ
دین الہی کا رکن تھا۔ ۱۵۹۵ء میں لاہور میں فوت ہوا۔ (۱۴۶)
ابو الفضل اور فیضی دونوں بھائیوں کے بعد اکبر کا گروہ دست اور منظور نظر رہا۔

راجہ بیر

شیخ اکبر لواکل مرہٹوں سے تعلق تھا۔ قبائل 'قومینوں اور مذہب کے لوگوں سے بحث
مہارت کرنے کا شوق تھا۔ عبدالقادر بدایونی کے مطابق 'اس میں بہتادہ سے حدود و رعایات
ظاہر ہوا۔ شہداء ہو گئے تھے اور وہ برہمنوں 'ہندوؤں' (یعنی خوشامیوں) اور مسلمانوں کی محبت میں
بست خوش رہتا تھا۔ چنانچہ 'برہمنوں' میں ایک برہمن جو پیچے کے اعتبار سے ایک بھٹ تھا۔ کالی
سے دور حکومت کے آغاز میں وہاں میں حاضر ہوا۔ وہ بہت غریب مگر ہوشیار اور ہڈا۔ کچھ
اس کا پیشہ لوگوں کو تھیلہ ہڈی اور مزیدہ کھنگو سے خوش کرنا تھا۔ اس کے بچوں اور حاضر ہوا۔
نے جلد ہی اسے وہاں میں سب کا پستیدہ بنا دیا۔ ایک مختصر عرصہ میں اس نے ہوشیار پر اس
قدر اثر و رسوخ حاصل کر لیا کہ وہ اس کا منظور نظر بن گیا اور مستقل طور پر اس کے قریب رہنے
لگا۔ اسے ایک اعلیٰ منصب عطا کیا گیا اور وہ ایک بڑے شیریں گید۔

پہلے اسے کلب رائے یا ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور اس کے تھوڑی دیر
بعد راجہ کے منصب کے ساتھ بیر کے خطاب سے نوازا گیا۔ جب مگر کوٹ (کاگڑا) کا راجہ ہے
چند اہم ملک گیا اور اسے قید میں ڈال دیا گیا تو اس مقام کا حکم بطور جاگیر بیر کو عطا کیا
گیا۔ یہ حاکم لاہور حسین علی خاں کو لڑائی جاری کئے گئے کہ وہ قید پر قید حاصل کر کے اسے
بیر کے انتظام میں دے دے۔ حسین علی خاں خطاب کے امراء خطا مزاج سف خاں 'قزاق
خاں کے بیٹے مظفر خاں اور فتح کے امراء سومروں 'ہاشمیوں' 'نوتوں' 'سلطہ' 'ہوے' ہوئے ملکوں اور
بیموہنگ کی ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ وہاں ہوا اور کھد کا کام کر لیا۔ راجہ کے بیٹے
وہی چند نے نہایت دیر کے ساتھ کھد کا دھڑا کیا۔ مگر کوٹ ہندوؤں کی ایک بہت بڑی
زیادت گدھی۔ لاکھوں افراد ہر سال ہندوؤں کی کوڑاؤں حقیقت پیش کرنے کے لئے وہاں جمع
ہوتے اور سونا چاندی اور دیگر قیمتی اشیاء کی صورت میں بہت ہونے ہونے ہونے پیش کرتے
تھے۔ مگر اور فروغ نے پانزی ہندوؤں کو قتل کر دیا اور ہندوؤں کے گھبراہٹیں گھبراہٹیں گھبراہٹیں
نیوں سے بچتی کر دیا۔ انہوں نے ان کیوں کو بھی نہا کر دیا (ہندوؤں کے لئے احتمال متفق

ہوتی ہیں جنہیں بعد کے پہاڑی سردار نے غارت کے طور پر پیش کر چکے تھے اور فوج نے ان کے خون سے سردار کی دھڑکیوں کو رنگین کر دیا۔ بدھینی کے مطابق (جس نے یہ تفصیلات بیان کی ہیں) سردار اپنے خد حکمرانوں اور برہمنوں کو قتل کیا گیا کہ جان نہیں کیا جاسکتا ان کا سردار انہوں کے سبب بدھوں نے راجہ جرد کے ہم پر لعنت بھیجی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ سب کچھ اسی کے باعث ہوا ہے۔ مگر کثرتِ شہر بہت کر لیا گیا اور ایک بہت بڑی قوت بدھوں کے محل پر نصب کر دی گئی۔ اس کا ایک گولہ اسی افراد کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا تھا۔ بعد میں سردار نے اپنے والے بھائی کے بدھوں کے محل پر صبح کر لیا۔ دریں لکھنؤ لاہور سے پنجاب پر مرزا ابراہیم حسین اور مسعود حسین مرزا کی چڑھائی کی خبر پہنچی۔ شاہی فوج کو رسد کی شدت کی کاسہنا شروع ہو گیا۔ پانچویں صبح کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بدھوں نے پانچ من سوئے کا تختہ پیش کیا (جو سردار کی ایک برسی کی آمدنی کے برابر تھا) اور پھر انہیں قیمتی اشیاء کی ایک بہت بڑی تعداد لایا۔ بعد میں ۱۵72ء کو بادشاہ کے نام کا خطاب پڑھا گیا اور سکے معسوب کر لیا گیا۔ راجہ جے چند کے محل کے دروازے پر مسجد کی ایک بلند عراب تعمیر کر کے مسلمانوں کی فتح کا اعلان دے دیا گیا۔ حسین علی خان مرزا ان کو لاہور سے نکل باہر کرنے کے لئے لاہور کی طرف لوٹ گیا۔ یوں جرد مگر کثرت جاکر بہت حاصل نہ کر سکا جو اسے عطا کی گئی تھی۔

اکبر باد کے مطابق (اور حکومت کے افسر ہوں برس کا بیان) کس راجہ بدھوں کے ساتھ سردار اہل شرانہ ملے ہوئے۔ حسین کس راجہ کے چچا اور سرپرست راجہ گوند چند نے حسین کر لیا۔ پہلی یہ تھی کہ راجہ جے چند کی ایک بیٹی کو کیر کے حرم میں بھیجا جائے، دوسری یہ تھی کہ اردن کی صورت میں ایک مناسب نذرانہ بادشاہ کو روانہ کیا جائے۔ تیسری یہ کہ راجہ کے ایک بیٹے کو برہمنوں کے طور پر اگر بھیجا جائے اور چوتھی یہ کہ شاہی عہد کے مطابق راجہ کا طلاق جرد کو دیا جائے۔ اس لئے راجہ کو انہوں کے طور پر ایک بڑی رقم لوائی جائے۔

جرد کو انہوں کے طور پر روپیہ لوا کیا جاتا ہے، مگر وہ راجہ نے تمام شرانہ پوری کر دیں۔ اس مسئلہ کے بعد راجہ گوند چند حسین علی خان کی رہ قیادت شاہی فوج کے مرزا ملتان کے قریب دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ شاہی فوج اور بعد میں فوج کے درمیان ایک جنگ لڑی گئی۔ مرزا ابراہیم حسین کی رہ قیادت فوج کو شکست ہوئی۔ حسین علی خان کو دہلی کا مظاہرہ کرنے پر تلن جیل کے خطاب سے مرزا ابراہیم راجہ جرد نے اس جنگ میں اپنی شجاعت کا اظہار کیا اور صاحبِ دانشور کا خطاب حاصل کیا۔ ابراہیم حسین مرزا جس نے بلوچوں کے پاس چند حاصل کر لی تھی کچھ عرصہ بعد ہی رنج و مل کے باعث فوت ہو گیا مگر مسعود حسین مرزا اور اس

کی جماعت کے دوسرے گروہوں کو گائے کی کھالوں میں بٹنگھن کے سمیت ہی دیا گیا اور اسی حالت میں فتح پور سیکری کے دربار میں اکبر کے سامنے پیش کیا گیا۔ بدوشہ ان جیسے مواقعوں پر بیٹھ برداشت کا مظاہرہ کرتا تھا اس نے بدقست افراد کو گائے کی کھال سے باہر نکل کر سڑا دھلا کر کپڑے پہنائے اور بعد میں ایک موقع پر جب دربار میں انیس بدوشہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے انہیں عام معافی دے کر دھڑ دھڑا کر طبیعت کے ایک اعلیٰ درجہ کا ثبوت فراہم کر دیا۔

۱۵ اکبر کے ہمرہہ دکن جاتا ہے: اگلے سال (۱۵۷۳ء) جب مرزا ابراہیم حسین نے دہادہ گجرات میں ظلم و ستم بلند کیا تو اکبر نے اس مقام کی طرف اپنے امراء کے ہمرہہ اپنی مشہور لکھنؤ پیش قدمی کی۔ راجہ جیر اپنے ۴۲ کے بلو میں شامل قلعہ بدوشہ نے اپنے ۳۰۰ اعلیٰ شہسوار افسروں کے ہمرہہ موسم برسات کے دوران ۴۵۰ سے زائد میل کا مہل اتنی بھرتی کے ساتھ طے کیا کہ وہ آگرہ سے روانگی کے ۹ویں روز تھیں پہنچ گیا مگر اس کی افواج دشمن کی فوجوں کے سلاخی نہیں تھیں مگر اس کے باوجود اس نے دشمن کو شکست دے دی۔ مکمل طور پر امن و امان بحال کرنے کے بعد وہ آگرہ کی طرف لوٹ گیا۔

اسے بیرونی خدمت پر بھیجا جاتا ہے: راجہ جیر کو اکثر بیرونی خدمت پر روانہ کیا گیا۔ چنانچہ ہم دور حکومت کے ۲۱ ویں سال (۱۵۷۶ء) دیکھتے ہیں کہ وہ رائے کی بنی کو آگرہ پہنچانے کے لئے راجہ ہون کنن کے ہمرہہ دکن پر روانہ ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد رائے نے بدوشہ سے اپنے ظلموں اور بے حد احترام کا اظہار کرتے ہوئے اپنی بنی بدوشہ سلامت کے حرم میں شامل کرنے کی پیشکش کی۔ انڈا شہنشاہ نے راجہ کو خصوصی امراء بخشے کی خاطر اس کی درخواست قبول کر لی۔ جب سال ۹۷۶ (۱۵۶۹ء) میں بھانڈے کے راجہ رام چند نے کابیر کا قلعہ اکبر کے کماندار بھوننا خان کے حوالے کر دیا تو اس نے اپنا بیٹا جیر ملوہ ملوہ پر قتل و دہار میں بھیجا لیکن احمد کی کی کے باعث بدوشہ خود بدوشہ کو تقسیم بھالانے حاضر نہ ہوا۔ راجہ کی اس خود سری پہ ہم کو کر اکبر نے بھانڈے کی طرف ایک فوج روانہ کرنے کا حکم جاری کیا مگر جب اس کے سامنے گزادشت پیش کی گئیں تو اس نے اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا اور راجہ کو دہار میں لے جانے کے لئے اپنے اختیاری ہمدرد امراء کے ایک وفد کو بھانڈے روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کام کے لئے راجہ جیر اور دین خان کو کہہ کر منتخب کیا گیا۔ آخر کار راجہ دہار پہنچ گیا جہاں شہنشاہ نے نصرت و عزت و احترام سے اس کا استقبال کیا۔ یہ واقعہ دور حکومت کے اٹھارہویں برس (۱۵۸۲ء) میں رونما ہوا۔

ہاتھ کے راجہ کا شہر ہندوستان کے ان تین عظیم راجوں میں ہوتا ہے جن کا ذکر بارہ نے اپنی ترک (سولجی) میں کیا ہے۔ وہ سوینی کا ایک عظیم سرپرست تھا اور یہ کہ اکبر نے حضور لنگ میں تین سین کو اس سے ملگ کر اپنے دربار میں ملازم رکھ لیا۔ راجہ ایک عالی حوصلہ شخص تھا اور اپنی فاضلی کے سلسلہ میں ہندوستان بھر میں اسے زبردست شہرت حاصل تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک موقع پر تین سین کی سرپرستارہ صدمت پر خوش ہو کر اس نے اسے ایک کردڑ دیا۔ انعام کے طور پر وہ نیز اس نے بادشاہ سلطان ابراہیم لودھی کے تحت بھی کاربائے لہیاں سرانجام دیں۔ محل شہنشاہ کے درالکلاف میں یہ نفس نواب جلالے کے لئے اس کی حاضری کو ہندوستان میں مسلمانوں کی فتح کا عہد قرار دیا گیا۔

بادشاہ کا پاپا اچھو شیر بن جاتا ہے: ہر بادشاہ کا پاجو شیر بن گیا۔ ان کی باہی راز اور اس قدر تھی کہ بادشاہ نے اسے اپنے بھروسہ میں لے لیا۔ فتح پور سیکری میں بادشاہ کے محل کے قریب ہر کے لئے بھی ایک محل تعمیر کیا گیا نیز دور حکومت کے ستائیسویں برس (1582ء) میں جب مذکورہ محل کی تکمیل ہوئی تو راجہ نے ہتھی شلن و شوکت اور کردفر کے ساتھ بادشاہ کی آؤ بھگت و خاطرہ ادا کی۔

ایک ضیافت میں بادشاہ کی بھرپور تواضع کرتا ہے: اکبر اپنے درباریوں اور وزیروں کے ساتھ آذونات طور پر محل ل جانا قبل چنانچہ ہم اکبر محل میں دیکھتے ہیں کہ جب شہنشاہ صوبہ الہ آباد (الہ آباد) پر واپس تھے) میں تھو سفر تھا تو اس دوران دین محل کو کہ نے ایچو کے مقام پر مستحب خان جوہل نے کاپی اور راجہ ہر نے الہ آباد کے نزدیک اکبر پور کے مقام پر بادشاہ کی خاطرہ فرست کی۔

ہیر کے زبردست اثر اور سوخ کے باعث ہندوستان سے اکبر کا لگاؤ: اکبر ہیر کا اس قدر اثر اور سوخ تھا کہ اس کے باعث اسے ہندوستان سے بہت دیاں لگنے ہو گئی تھیں اور وہ اس سے تک آگے بڑھ گیا کہ اس نے ہندو طرز کی پوجا پٹ اختیار کر لی اور اس کے علاوہ ہندوؤں کی مذہبی رسومات بھی ادا کرنے لگا۔ قبل ہی یہ پہلی کے مطابق ہیر اسے "سودو" کا خطاب دیتا ہے) نے بادشاہ کے دین میں بخاؤ تھا کہ ہر نے کی اصل اور منبع سوچ ہے۔ اس کی گری کہتوں میں ملے "ہندو" میں پہلوں اور سہلوں میں سبزو جات کو پکائی ہے اور دنیا کی مددنی و مدوق اور اس کے ہندوؤں کی حیات کا انحصار اسی پر ہے۔ انہی وجوہات کے باعث تمام انسانیت کو اس کی پوجا اور تعظیم کرنی چاہئے اور لوگوں کا یہ فرض ہے کہ جب عہد کر رہے

ہوں تو کہتے تھے اس جانب کریں جس طرف سے عظیم سورج نمودار ہوتا ہے نہ کہ اس طرف
حدود غروب ہوتا ہے۔ اسی طرح کی ذہنیات پر اندر دیتے ہوئے دور نے بادشاہ کو یاد کر لیا کہ
’آپ اپنی ’خزائن‘ اور زندگی کی دیگر منتقل بلکہ اس سے بھی بہت گائے بیٹھوں اور ان
کے گوبر کی بھی تقسیم کر لی چاہیے۔

اکبر کے دین الہی کا رکن بن جاتا ہے۔ جب اکبر نے اپنا دین الہی قائم کیا تو وہ
’ابوالفضل‘ یعنی ’شیخ مبارک‘ ’صدر دہلی‘ ’سلطان طبرستان‘ عظیم غل کو کہہ کر دیگر اشخاص کے
حوالہ اس کا رکن بن گیا۔ دہلی میں لکھا ہے کہ بادشاہ کی سوغات میں ایک دور دراز ملک کے منتقل
منتقل ہو رہی تھی۔ بادشاہ نے قطب الدین محمد غوری اور شہزاد غل کو اپنے موقف پر قائل
کرنے کی سرگز کو شش کی عمر بے سود۔ قطب الدین نے کہا ”جب قطب جیسے عظیم اور
ولایت کے بادشاہ یہ سب کچھ سیں گے تو کیا کہیں گے؟“ سب بھی اسی مذہب کا دعویٰ کرتے
ہیں جس کا نام کرتے ہیں ’ہمارے حق کے حیات و سچ ہوں یا مہد‘ اس پر بادشاہ نے کہا۔

مذہبی مجالس میں پیر کا رویہ ”ہم دیکھے جیسے ہزار میں قطب کے سلطان کا احقر
حاصل کرنے کی خاطر اس کے موقف کا دفاع کر رہے ہو“ تاکہ جب تم یہ ملک چھوڑ دو بغیر کسی
وقت کے وہاں اس کے پاس ملازمت حاصل کر سکو اسی وقت ہندوستان سے چلے جاتے اور وہاں
کر ایک محترم اور باہر تفضل بن جاتے۔ اس پر شہزاد غل منتقل ہو گیا اور جب دور نے
مذہب پر ایک سخت جرح کیا تو اس کے خسر کی افتادہ رہی اس نے اسے برا طور پر برا بھلا
کہنا شروع کر دیا اور کہ ”معلوم کافر“ اس مجلس میں اس بھی گستاخانہ زبان میں منتقل کرنے کی
تجربے جرات کیسے ہوئی؟ اب میں مزید تمہارے ساتھ نہیں ٹھہر سکتا۔“ صورتحال انتہائی تنہا ہو
گئی۔ بادشاہ نے شہزاد غل سے خصوصی طور پر اور دیگر افراد سے عمومی طور پر خطاب ہو کر کہا۔
”بہتر تو یہ ہے کہ تمہارے مذہب پر گندگی سے تعزیر ہوئے ہوئے ہمارے چائیں۔“ یہ کہنا ہوا
وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ (۱۵۶۷)

اکبر کے ساتھ دلی خلوص کا دعویٰ: دور اکبر کے عہد دین کی پیش کردہ تعلیمات کا سچا
دور نہ ہونے کا دعویٰ کرنا تھا لہذا اپنے دوست کے خلوص کے دعویٰ کے سلسلہ میں بادشاہ کے
احقر کو بھی جی نہیں نہ پہنچی۔ دہلی میں لکھا ہے ”جب بھی دربار میں میراج اللہ دہلی (جو کافر
تھا) جیسے مذہبی اشخاص (جن کو عہد دین کے اختیار کرنے پر کسی طرح بھی راضی نہیں کیا جاسکتا
تھا) پر عہد دین کی پہلی طبیعت کر کے لئے پروا کی تھی تو انہیں کئے گئے تو وہاں میں انہوں

نے ایک لفظ بھی نہیں کہا کیونکہ وہ اپنی ضد پر سختی سے قائم تھے۔ وہ نے بیٹہ ہاشمہ کے دلائل سر تسلیم خم کیا اور کہ "یہی اہل ایمان نہیں کرتے ہیں" یہی اہل ایمان احمد کرتے ہیں۔"

وہ یہ جوگی بننے کا فیصلہ کرتا ہے "مگر ہاشمہ اسے ایسا کرنے سے روکتا ہے: سال 990 (1582ء) کے واقعات سے حلقہ بدامنی ایک واقعہ درج کرتا ہے "میں سے بچ چکا ہے کہ دربار میں جہد کے بے شمار دشمن تھے اور یہ کہ اس کے لئے ہاشمہ کی خصوصی تعلیم و محرم کے باعث بھی کوئی وقت ضائع کئے بغیر سے دلیل دروہا کیا جاسکتا تھا۔

شیطان پورہ سلطنت کے تمام ملاقوں کی حوصلہ شکنی اور اختلاف میں اتنی بڑی تبدیلیوں میں جمع ہو گئی تھیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہاشمہ نے شر سے باہر ان کے لئے ایک عیسائی علاقہ تفویض کر دیا تھا جسے شیطان پورہ کہا جاتا تھا۔ اس علاقہ کے لئے ایک داروہ، ایک نائب اور ایک معتد مقرر کیا گیا۔ یہ ان اشخاص کے نام درج کرتے تھے جو ان طوائفوں کے پاس آتے یا انہیں لپیٹ کر بیٹھتے تھے۔ کسی بھی طوائف کو داروہ کی اجازت کے بغیر رات کے وقت کسی شخص کے گھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ہاروئے طنج ساجد کے شراب کے استعمال کی ممانعت تھی، اس کے علاوہ تھوڑا شیارہ کے بے تماش استعمال، شراب خوری اور سرکش رویہ یا برتاؤ پر سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ بیٹگی طور پر جب کو درخواست دیتے اور دربار سے اجازت حاصل کئے بغیر کوئی شخص بھی شیطان پورہ سے کوئی کنواری دوشیزا اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا تھا۔ آباد کاروں نے فرضی بیویوں کے تحت یا شیطان پورہ کے منتقلین کی چشم پوشی سے قائم انداز کر من مانی حرام کاریاں کیں۔ قوانین کی خلاف ورزی کرنے کی پاداش میں بے شمار معذور امراء کو ہاشمہ کے حکم کے تحت سخت سزاؤں کی تھیں اور سزائیں دی گئیں یا طویل عرصے تک قلعوں میں بند رکھا گیا۔ ہاشمہ نے بذات خود چھ معذور زنانہ طوائفوں کو بلا ہیمہ اور تھائی میں ان سے دریافت کیا کہ کن اشخاص نے اس کی صحت روی کی ہے؟ ان میں امراء اس جرم میں ملوث پائے گئے، ان کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آیا۔ بدامنی کہتا ہے اس میں راجہ جہد کا نام بھی شامل تھا جسے وہیں اپنی کارکن بننے کے باعث ہاشمہ کا پید ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور وہ چاروں درجہ (148) معذور کر کے صفا کر دیا (149) حاصل کر چکا تھا اس وقت وہ خوش قسمتی سے اپنی جاگیر کیونکہ کے پرگنہ میں تھا جب اسے ان طاقت سے اٹھایا گیا تو اس نے ایک ہوگی بننے کا اعلان کر دیا اور اس شخص کے لئے ہاشمہ کی اجازت حاصل کرنے کی خاطر درخواست پیش کر دی لیکن ہاشمہ نے اس کی درخواستیں بے حلیٰ طور سے دربار میں بلوا کر اس کے ساتھ بیٹھ

کی طرح سہیلی اور بلا تعلق کے ساتھ چلی گئی۔

اسے یوسف زہیوں کے خلاف فوجی مہم پر بھیجا جاتا ہے: جہر کی رہائی کا الزام
تر حصہ دہاد میں گزرا تھا۔ اگر بلا نہ سکا راجہ کے لئے سب کچھ ٹھیک ہو تا تو وہ جہر کی رہائی کے
محل میں ایک ذمہ دار دہادی کی حیثیت سے سمجھو رہا لیکن حالات نے اسے ایک ایسی فوجی
مہم میں ابھرا دیا جس کے لئے اس کی بہت جہازیں تھیں۔ چنانچہ وہ ایک غیر ملکی جنگ میں اپنی
ناجیروں کو لے کر اور موقع شیشی کی کئی کشتیاں لے کر نکلا۔ ۹۹۸ (۱۵۸۵ء) میں سوات اور ہاؤڈ
کے یوسف زہیوں کو سزا دینے کے لئے زمین غل کوکہ کی (برقیات ایک فوجی مہم روانہ کی
گئی۔ اس جہاز میں نے خلیج پھر زمیں میں چلی تھی کی اور حدود پنجاب میں دشمن کو شکست دی۔
اسے ملک کے لئے کہا پڑا تو اکبر نے یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ آیا یہ افضل کو با جہر کو روانہ
کیا جائے توہ انداز ہی کی۔ توہ انداز ہی کے دہادیوں کا نام غل کیا۔ یہ بادشاہ کی مرضی سے
پاکستان خلاف ہوا۔ پہلی فوجات جہر کو حکیم ابوالفتح کے مراد میدان جنگ کی طرف روانہ کیا گیا۔

شیشی افواج کی خوفناک شکست: شیشی افواج کو شکست ہو گئی اور ان کی پہپائی کے
دور میں انھوں نے ایک انتہائی تلک دہادی میں ان پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے ان پر تھوڑے اور
پتھروں کی بارش ہو رہی تھی اور وہ انتہائی بھاری کی حالت میں اگلے سورج تک پہنچے۔ ان میں سے
زبان تر دلت کے اندر میرے میں راستہ تک گئے۔ اگلے روز انھوں نے شیشی افواج کے ہاتھ
ہونے دشمنوں پر حملہ کر کے ۹۰۰ انیسویں سبت ۸۰۰ پتھروں کو کٹ کے رکھ دیا۔ یہ اکبر کی
افواج کو اب تک ہونے والی سب سے زیادہ بڑی شکست تھی۔

جہر کی ہلاکت ۱۵۸۶ء: جہر سبت حدود امرہ اس جنگ میں مارے گئے۔ ان میں من
غل خان جنرل کا خزانچی، طوائف عرب اور شاعر شیرازی بھی شامل تھے۔ حکیم ابوالفتح اور زمین
غل اپنی شکست خوردہ افواج کی ہجرت کے ساتھ انک کے عہد تک پہنچ گئے۔

اس کی موت پر بادشاہ کا دل بچ و الم: بادشاہ کو اپنے کسی امیر کی موت پر اس قدر غم
اور دکھ نہیں ہوا جتنا اپنے پیسے دہادی اور مشہور فخر جہر کی موت پر ہوا۔ اس نے کہا: "میں
اس بہت آہے کہ وہ اس کی لاش کو بھی گھر میں رکھ سکے تاکہ اسے خزانہ لال کر دیا جائے۔"
وہ روز تک وہ سب سے اگلی تھلک تھلی میں رہا اور کھانا کھانے سے انکار کر دیا لیکن آخر پھر
اس یقین کے ساتھ خود کو قتل دے لی کہ جہر سب تمام دہادیوں کی شکست سے مکمل طور پر آزاد اور
لا تعلق ہو گیا ہے۔ اور اپنے تئیں یہ کہتے ہوئے اطمینان محسوس کیا جس کے بعد کو پاک کرنے

کے لئے عظیم سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں، اس لئے آگ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بادشاہ نے
 طویل عرصے تک اس کا سوگ منسوب اس کے علاوہ بہرہ منسل کے نکلات میں ایک مراسلہ ہے،
 جس میں بادشاہ کی طرف سے دکن کے صوبیدار خان خلیل کو خطاب کر کے اس موقع پر
 اہدست رسد و اہم کا اعلان کیا گیا ہے۔ ۱۵۸۵ء میں فوت ہوا۔

اس کے زندہ ہونے کی افواہیں پھیل جاتی ہیں۔ اپنے دوست بہرہ کے قتل پر
 اکبر نے جس قدر دکھ اور رنج محسوس کیا اس نے مجھنے اخص کو اس کے زندہ ہونے سے
 متعلق کہیں رائے کا موقع فراہم کر دیا۔ ایک افواہ کہ اس انداز میں پھیل کر اسے مگر کوٹ
 (کاغذ) کے پانوں میں جو کھیں اور خیالوں کے ساتھ بھرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

بادشاہ فوراً ان پر یقین کر لیتا ہے۔ اکبر نے یہ خیال کرتے ہوئے مگر کوٹ سے اس خبر کا
 خیر مقدم کیا کہ ہو سکتا ہے جو سب زنیوں کے علاقہ میں شکست کے بعد شرمندگی محسوس کرتے
 ہوئے جہر دربار میں نہ حاضر ہوا ہو اور نصیر میں گیا ہو جس کا اعلان وہ اس سے ٹھیک اپنی جاگیر میں
 کر چکا تھا۔ نیز بادشاہ اس بات پر پکا یقین رکھتا تھا کہ بہرہ نے کبھی بھی دنیا کی پردہ نہیں کی۔ چنانچہ
 اس اطلاع کی تصدیق کی خاطر کہ اس میں کہیں تک جھیل ہے، ایک افسر کو مگر کوٹ روانہ کیا
 گیا، تب معلوم ہوا کہ اس کی کوئی غیور نہیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ایک اور اطلاع موصول ہوئی کہ بہرہ کو اس کی جاگیر کا بہرہ میں
 دیکھا گیا ہے، بادشاہ نے فوراً اس پر یقین کر لیا کیونکہ کوڑی (کلکڑ) نے اسے سرکاری طور پر
 مطلع کر دیا تھا۔ یہ بیان کیا گیا کہ بہرہ کو ایک قہم نے پہن لیا تھا جس وقت وہ اس کے بدن پر
 تل کی بائیں کر رہا تھا اس سے جسم پر موجود چند خشتیت دیکھے تھے۔ بادشاہ نے قہم کو دربار میں
 لانے کا حکم دیا جس پر وہیں پہنچے کے لئے کوئی تھالی نہیں اس لئے یہ طرہ پیش کیا گیا کہ
 اصل میں بہرہ کو تلاش کر لیا گیا تھا، مگر بعد میں اس کا اشتغال ہو گیا۔ اس افواہ کو پہلی کارگ
 پسند کے لئے ایک بے گندہ سیر کو (جسے پہلے اصلی بہرہ کا سہوہہ دیا گیا تھا) ہلاک کر کے قتل
 طور پر شناخت کو نامکن بنا دیا گیا۔ یوں بادشاہ کو دربار سوگ مناسے پر مجبور کر دیا گیا جس کوڑی
 اور شہرہ دوسرے افرو (جسوں نے سن گزرت اطلاعات کو حقیقت کا رنگ دے کر پیش کیا تھا)
 کو دربار میں طلب کر کے سزا دی گئی، کوڑی کو ایک بھاری جیلان بھی لاکر لایا۔

بہرہ کی اولاد: بہرہ نے اپنے بیٹے دے علی اور ہری ہر دے چھوٹے۔ چار بیٹا لالہ دوس کا
 کمانہ تھا لیکن بدبختی نے اس کا ذکر ایک فضول فرج شخص کے طور پر کیا ہے، حتیٰ کہ اپنی

جائزہ خالص کرنے کے بعد وہ ایک فقیر بن گیا۔ وہی ہر اسے دوبارہ میں رہا چنانچہ دور حکومت کے (انیسویں) برس اسے شہزادہ دہلی کو دوبارہ میں لانے کے لئے دکن روانہ کیا گیا۔

پھر کے چٹکے، اکبر اور جہانگیر کے درمیان بھی خودی کے گلے چٹکے مالگیر شہت کے حامل ہیں اور آج کل بھی کیپ کو سورج سے لے کر وہ غیر تک نہیں لڑا خاص و عام ہیں۔ ایک بحرین بڑا کتا بننے کے علاوہ جہانگیر سوتلی میں بھی بہت ماہر تھا ہندی میں اس کے مصرعے اور لہجے شیریں بیان اور مدح کی لطافت کے حامل ہیں اس کے علاوہ ان کے ذریعے اخلاقی پیغام بھی دیا گیا ہے۔ بحیثیت شاعر اس نے برہما کا تعصب اختیار کر کے لکھیں لکھیں۔

ابو الفضل اور فیض کی ملاقات سے قبل اکبر کے تحت ہندوستان میں جس تعصب کے پاس سب سے زیادہ اختیارات تھے وہ اس کا مشورہ نہ کہ الملک اور برٹل برہم خاں تھا۔

ہرامِ خاں

ہرامِ خاں کی دہائیوں کی فوج میں شمولیت: اکبر کا جرنیل ہرامِ خاں سیف ملی جنگ کا بیٹا تھا اور یہ جنگیں میں پیدا ہوا۔ لہٰذا اپنے والد کے انتقال کے بعد وہ مطلق اور حصول علم کی خاطر راج چلا گیا۔ سولہ برس کی عمر میں دہائیوں کی فوج میں شامل ہوا اور اس کے تحت متعدد جنگوں میں حصہ لیا۔ بعد میں اس کی فتح کو اصولی طور پر اسی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ 963 (1555ء) میں اسے لشکرِ اکبر کا اتالیق مقرر کیا گیا اور اس کے ہمراہ سکندر خاں کے خلاف پنجاب کی طرف روانہ کیا گیا۔ کلاں کے مقام پر اکبر کی فوج نے لشکر کے موقع پر اسے خاں خاں کے خطاب کے ساتھ سلطنت کا وکیل یا وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ اکبر اسے "خانِ یلدا" کہہ کر بلایا کرتا تھا۔ 966 (1558ء) میں ہرامِ خاں کی شادی گلرخ بیگم (پہر کی صاحبزادی) اور مرزا اورنگزیں محمد کی بیٹی سلطانہ سلیمہ بیگم کے ساتھ کر دی گئی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اکبر اور ہرام کے مابین دشمنی پیدا ہو گئی۔ ہرام نے ان کے خلاف جو جیو کہہ کر پنجاب میں بڑا طور پر بغاوت کا اعلان کر دیا۔

پنجاب میں بغاوتیں: اکبر نے اس کے خلاف پیش قدمی کر دی مگر اس سے پہلے کے وہ جانور مرتد تھا اسے ان کے خاں کے ہاتھوں ہرام کی شکست کی خبری موصول ہو گئیں۔ ہرام مطلق کا طلب گزار ہوا۔ اکبر نے سلطنت کے شیخ الاسلام مولانا محمد علی صاحب مدظلہ کے واسطے سے اسے لے کر دہائیوں میں آنے پر آمادہ کرنے کی خاطر روانہ کیا اور ساتھ ہی اپنے ضعیف اتالیق کی جگہ بخشی کا بدھ بھی کیا۔

اس کی شکست اور بعد میں مطلق: ہرام خاں دہائیوں میں حاضر ہونے پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے بعد اور اعلیٰ عدد والوں کا ایک جہاں ہرام خاں کا استقبال کرنے کے لئے گیا ہو۔ مگر اصل ایک جہاں کی صورت تھے پاؤں اس حالت میں اپنے ہاتھ کے دھندہ پیش ہوا کہ اس کی جگہ اس کی گردن کے گرد لپی ہوئی تھی۔ اس سے خود کو تخت کے پائے پر گرا دیا اور پٹلی جہاں کی یاد سے دل بھر آنے کے باعث اس کا منظر رونما شہرہ کر دیا۔ اپنے اتالیق کے لئے اکبر کے دس میں ہر دس اور ان کے ہاتھ ابھر آئے۔ وہ فوراً اپنی نشست سے اٹھا اور اپنے ہاتھوں سے بڑے اتالیق کو اٹھا کر اپنی دائیں جانب بٹھایا۔ اسے تخت کا رخ سے نوازا گیا اور یہ اختیار دیا گیا کہ وہ بائیں اور چاندی کی حکومت لے لے یا کہ کمرہ چلا جائے۔ ہرام کے فخر و جلال اور دانشمندی نے اسے موافقہ کر دیا۔ راست اختیار کرے۔ یہ نیکو کردہاں۔ ایک فیاضانہ و خلیفہ مصلحت

کر کے اپنے خاندان کے ہر فرد کو کمرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ ہم کمرات میں تھیں کے مقام پر مہاراجہ یام کے ایک افسانے سے نقل کر دیا جس کے پہلے کو بھی دلاڑی کی جنگ میں ہلاک کر دیا گیا تھا۔

اس کی ہلاکت 1561ء: یہ عظیم نقص جب دنیا سے رخصت ہوا تو اس کے بعد اس کے لہجہ پر لفظ "جے" "مہاراجہ اکبر" (30 جون 1561ء) اکبر نے ہرم کے بیٹے عبدالرحیم کی ذمہ داری سنبھالی اور جلد ہی کچھ عرصے بعد اس کی لڑکی سلطنت علیہ بیگم سے شادی کر لی۔ سلطنت کے وزیرانہ میں جنہیں بجا طور پر حکومت کے متون کا پاسکا ہے "انسانی مستند نقص اکبر کا وزیرانہ راجہ نواز مل تھا۔

راجہ ٹوڈرمل

ٹوڈرمل کی جائے پیدائش۔ یہ احتمالی غیر معمولی شخص ٹوڈہ کے علاقہ لاہور کا ایک کھتری قلعہ (1550) کسی میں اس کا وفد منتقل کر گیا اور اس کے لئے دواؤں و ضروریات کی کوئی چیز اسے بھیجے نہ پہنچی اس کے ہاٹ اس کی جدہ احتمالی انری کی حالت میں تھی۔ اس نوجوان نے ایک لوشہ کی حیثیت سے پہلی معمولی درجہ سے اپنی زندگی کا آغاز کیا مگر اس کوئی رجبے سے خود کو بلند کرنے کے لئے اذہد محنت کی۔

شیر شاہ کے تحت اس کا پہلا عہدہ: حتیٰ کہ عظیم پھلن شیر شاہ سوری نے پنجاب میں نئے قلعہ روہتاس کی تعمیر کا اہم کام اس کے سپرد کر دیا، اس سے اس کا مقصد صوبہ میں گنہگاروں کی ہٹ مار کو موثر طور پر روکنا اور مظہر کے راستے میں ایک رکاوٹ کھڑی کرنا بھی قلعہ اس کے دانشمندانہ انتظام و انصرام کے ذریعے حدودوں کی اجڑ نہیں کام کے آغاز پر ایک مددگار بنی پھر سے کم کر کے روپے کا 40/1 کر دی گئیں۔ نیکم خاں جہاں لودھی کے منصب سے ہمیں پتہ چلے گا کہ جب قلعہ کا اہم قسم ہو گیا تو پھلن پادشاہ نے قلعہ کی تعمیر کے سلسلہ میں اس کی دانشمندی اور قابلیت کی بہت تعریف کی۔ شیر شاہ کی مل حکومت کے تحت ٹوڈرمل کے قدرتی ہر ہر دن چڑھے جب سے قلعہ کو پھلن خاندان کے ہاتھوں سے نکل کر تیمور کے وارثین کے پاس آئی تو اس وقت بھی ٹوڈرمل سرکاری ملازمت میں قلعہ

اکبر کی ملازمت میں شمولیت، 1567ء میں اس نے ٹوڈہ کے باہی جاگیردار کی بہت کٹ کو دیا۔ اسی برس اس نے چتر کے پادشاہ کا صوبہ میں اپنا لوہا منوایا۔

جنگ میں اس کے جوہر: اپنے سورجوں میں نہ تو کام خاں نور نہ ہی اس نے کسی قسم کا آرام کیا بلکہ چار راستوں میں اس قدر ہوش و خروش سے کام کرتے رہے کہ انہوں نے مسلسل ایک دن اور دو راتوں تک نہ تو آرام ہی کیا اور نہ ہی کھانا کھایا۔ پادشاہ بذات خود حملے کی ہدایات کے سلسلہ میں بہت مسند قلعہ پر بھیجیں اور پھلوں کی پادش کی ہدایت کرتے ہوئے وہ خاموش اور مکمل داخلی اطمینان کے ساتھ اپنی فوج کو ہدایت دے رہا تھا اور اس کی زیر نگرانی سپاہی احتمالی جہت قدمی اور استقلال کے ساتھ لڑے۔

اس کو عطا کردہ مراعات: وہ افغانستان میں بلوری سے 1591ء واپس آیا کہ تعمیر کی طرف ایک مہم پر روانہ کر دیا گیا۔ اس کے ملک میں اس نے خاں جہاں کے تحت جنگ کی جنگ اور گجرات

والیدہ کی صلت میں بھاری کے جوہر دکھائے۔ دور حکومت کے انیسویں برس سے ظم نور
نظر رکھنے کا اپنی اہواز بنایا گیا، یہ اختتام صرف شہنشاہوں کے شہزادوں کا صنف اول کے
اہرام کو حاصل تھا۔ ستائیسویں برس سے سلطنت کا دوجون مقرر کیا گیا۔ اسی برس اس نے عظیم
ملی اصلاحات متعارف کرائیں:

ملی اصلاحات متعارف کرانا ہے: جس کی وجہ سے اسے نور اس کے آکا کو نازدول
شہرت حاصل ہوئی۔ آئین کی تیسری کتاب سے اس کی نئی فردا گن کی مکمل تصدیقات کا پتہ چلا
ہے۔ جس نے سرزمین خلی کے دوجون مظفر کے بددست کو منسوخ کر دیا، جو قانون کو حضرت کے
حاصل پر مبنی تھا۔ اس نے سکھ سازی سے متعلق بھی قواعد و ضوابط تشکیل دیئے، جس کی مکمل
تصدیقات اکبر جہ میں دی گئی ہیں۔ اس کی سب سے اہم اصلاح سرکاری صلیات میں قادی
حکومت کرنا تھی۔

سرکاری صلیات میں قادی متعارف کرانا ہے۔ اس سے پشاور صلیات بعد عمر
ہندی میں نکھار کرتے تھے۔ اس نے اپنے ہم زب انرو کو اپنے حکمرانی کی دہائی تیار کیجئے پر
بجود کر دیا اور، جس سلطنت میں اپنی ترین حدود کے لئے متبادل کرنے کے قتل ہوا، جو اکبر
کی فیصلہ حکمت ملی کے ہاٹ سب کے لئے یکساں طور پر دستیاب تھے۔

اسے یوسف زئیوں کے خلاف بھیجا جاتا ہے: انیسویں برس بادشاہ نے راجہ
نورل کو طاقت کا شرف بخشا۔ انیسویں برس ایک کھڑی نے ذاتی راجہ کی جگہ پر اس پر
کاٹا۔ حملہ کیا۔ راجہ کے وقت خوش قدمی کے دوران وہ راجہ جو گیا مگر مجرم کو فوراً گت کے
رکھ دیا گیا۔ اسی سال کے دوران نورل کو جہ کی موت کا انتظام لینے کے لئے یوسف زئیوں کے
خلاف بھیجا گیا۔ جب جنوبیسیس برس (1588ء) بادشاہ نور اور کا انتظام نورل کے ساتھ
راجہ بھگون داس نور علیج خلی کے سپرد کر دیا گیا۔ اسی سال نورل کو گت ہوئی صحت نے
راجہ کو اپنا استغنیٰ پیش کرنے پر مجبور کر دیا۔

اسے سبکدوش ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے: جس کو بادشاہ نے ہلال
نور سے منظور کر لیا۔ راجہ کو دریائے گنگا کے کنارے پر جانے کی اجازت دے دی گئی تاکہ وہ
وہاں اپنی زندگی کے باقی حصہ دن گزار لے اور سکون سے مرتے۔ تاہم تجربے نے اکبر کو دکھایا
تھا کہ وہ اپنے دیکھارہ وزیر کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

لیکن اسے دوبارہ فرائض منصبی پر بلا لیا جاتا ہے: چنانچہ اس نے اسے ایک پیغام

بیمہ جس میں اس پر لور دیا گیا تھا کہ گنگا کے کنارے پر ہے متعدد بیٹے رہنے کی بجائے اپنے
فرائض منصبی کو احسن طریقے سے نبھانا تو اس کا قتل قریب قریب عمل ہے۔ یہاں سے اس سر نو بہا عہدہ
سنبھالنے کے لئے کامیاب۔

اس کا انتقال 1589ء۔ بادشاہ کے احکامات کی پیروی میں راجہ اپنے فرض منصبی پر نوٹ کیا
لیکن لاہور پہنچنے کے بعد گیارہویں روز 10 نومبر 1589ء کو انتقال کر گیا۔ گیارہویں (غش سواری)
کے موقع پر اس کا دست راجہ بھگوان داس وہاں موجود تھا۔ اپنے گھر واپس پر اسی روز اس پر
جس اہل کار حملہ ہوا جس کے باعث وہ بھی فوت ہو گیا۔ بادشاہ ابھی کللی میں تھا کہ اسے
اس کے دو انتہائی با محظوظ و عزیزوں اور دوستوں کے انتقال کی خبر پہنچ گئی۔ انتقال کے وقت راجہ
کے پاس چار ہزاری منصب لور وکیل مملکت لور مشرف دین کے خطبات تھے (151)

اس کے خطبات: راجہ بھگوان داس امیر لاہور تھا۔ مارچ 1590ء میں بادشاہ نے اپنے
انتہائی با محظوظ دوستوں اور مشیروں کے بغیر خود کو لاہور میں زندہ رہنے کا حکم دیا۔

اس کا کردار: ابو الفضل ذاتی طور پر لیڈر مل کو بھی نہیں پسند کرتا تھا۔ مگر وہ اس کے
لوصف اور دانستہ اوری کی قریب کرتا ہے۔ راجہ ایک منصف و عدل کا حامل اور کنہی عہد تھا۔
ابو الفضل اسے ایک متعصب بندہ کہتا ہے۔ یہی تک کہ اس نے اکبر سے اس کے مدد کی
فکرت بھی کی۔ مگر سرخشاہ کرچو کہ پرانے لور و دیوار کاڑھوں کی پہچان رکھتا اور ان کی حمایت کرتا
تھا اس لئے اس نے اس کی فکرت پر کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر نے انتقال سے کچھ دیر پہلے اکبر
کا دین الہی اختیار کر لیا تھا۔ لور اہل اس مسئلہ میں پھر کے بکسرہ کس تھا۔ ایک مرتبہ وہ اکبر
کے مراد و محبوب کی جانب پیش قدمی پر تھا تو جلالت کے باعث اپنے بت (مادر تپاں) کو بچھڑ
چو کہ وہ جوں کی پر جا کے بغیر کوئی کام نہ کرنے کا عادی تھا اس لئے اس نے کئی روز بغیر کھائے
پچھ گھڑا دیا۔ آخر کار جب بادشاہ نے انتقال مشکل سے اسے آگے کیا تو اس نے کھانا چٹا
شروع کر دیا۔

مملکت کے امراء: بادشاہ کے امراء میں رشتہ داری اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ
اہم منصب راجہ بھگوان داس کی تھی۔

راجہ بھگوان داس

کے بیٹے راجہ بھاری مل کا فرزند قند بھاری مل وہ پہلا راجہ تھا جس نے اکبر کے دور میں شمولیت اختیار کی۔ اسے دور حکومت کے پچیس سال کے انتظام سے قبل اکبر سے جھڑپ کر لیا گیا۔ اس طاقت کے موقع پر اکبر ایک مسند اقمی پر سوار قند بھاری مل اپنے پورے خاندان سمیت سنگھیر کے مقام پر دہلی میں حاضر ہوا اس کا انتہائی حرمت و احترام سے استقبال کیا گیا۔ (152) راجہ کی یہ درخواست قبول کر لی گئی کہ وہ اکبر کی ملازمت میں کٹا چلتا ہے اور بادشاہ سلامت کے ساتھ شادی بیاہ کے بعد من سے دوستی کو مزید تقویت دیا جاتا ہے۔ اکبر نے سالہر کے مقام پر راجہ کی بیٹی سے شادی کر لی اور جن کے مقام پر راجہ اس کا بیٹا بھگون داس اور پوتا کتھار سنگھ بادشاہ سے ان ملے۔ پورا خاندان آگرا جتے ہوئے اکبر کی سمیت میں قند دہلی راجہ بھاری مل کو بیٹا بھاری کتھار کا منصب عطا کیا گیا۔ راجہ آگرہ میں منتقل کر گیا۔

راجہ بھگون داس کی پادشاہ کی ملازمت میں شمولیت : راجہ بھگون داس اپنے باپ کے ہمراہ بادشاہ کی ملازمت میں شامل ہوا۔ 985 (1572ء) میں سرسل کے قریب ایراقم حسین مرزا کے ساتھ لڑائی میں اس نے اکبر کی جان بچائی۔ تیسویں برس اسے پنجاب کا حاکم مقرر کیا گیا اور تیسویں برس اس کی بیٹی کی شادی شہزادہ سلیم (بعد از میں جہانگیر) کے ساتھ ہوئی۔ اس شادی کے نتیجے میں شہزادہ خسرو پیدا ہوا۔ تیسویں برس اسے بیٹا بھاری کتھار دیا گیا۔ راجہ بھگون داس (1581ء) 998 کے تختہ میں لاہور کے مقام پر راجہ کتھار مل کے قہوڑی دربار میں منتقل کر گیا۔ اس کے پاس امیر اکبر بادشاہ کا خطاب تھا۔

اس کا بیٹا راجہ مل سنگھ : راجہ بھگون داس کے انتقال پر اکبر نے اس کے بیٹے مل سنگھ کو راجہ کا خطاب عطا کیا اور اسے بیٹا بھاری کتھار کا منصب عطا کیا۔ جہانگیر کے دور حکومت کے نویں برس دکن میں ملکی سوت سے انتقال کر گیا۔

سلطنت کے امراء میں ایک نور احمد غص مرزا عبد الرحیم خان خاں تھا۔

خان خاں مرزا عبد الرحیم

اس کی خدمت : وہ برہم خان کا بیٹا تھا اور 964 (1556ء) بمقام لاہور پیدا ہوا۔ اس کی عمر ابھی بیچ سال تھی کہ اس کے باپ کو جن کے مقام پر قتل کر دیا گیا۔ اکبر نے اس کی ذمہ داری سنبھالی اسے مرزا خاں کا خطاب دیا اور بعد ازاں مرزا عزیز کو کہہ کی پیشواہ پانچ کی شادی اس

سے کر دی۔ اس نے احمد آباد میں مرزا اعظم کو دو مرتبہ شکست سے دوچار کیا۔ مگر ایک لڑائی میں اس کے پاس صرف 10,000 سپاہیوں کا دست تھا جبکہ اس کے دشمنوں کی فوجی تعداد 40,000 تھی۔ ان فتوحات کے باعث اکبر نے اسے پانچ ہزاری منصب عطا کر کے ایتھلی پر ظلف خطاب خان خانی سے نوازا۔

واقعات ہائری کا ترکی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ، جنوبیوس برسی اس نے بادشاہ کی درخواست پر واقعات ہائری کا پہلی زبان سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کی زندگی کے ایتھلی شاہدار کارناموں میں سبکدوش اور سندھ کی فتح اور چھپور میں سبیل خان کی شکست ہیں۔ جمائیکر کی کھل سے واپسی پر نور علی نے عبدالرحیم کو صلیب خان کے مقابلہ میں روانہ کیا اور اس صم کے لئے اپنی طرف سے بارہ لاکھ روپے دیے۔ مگر اس سے پیشتر کہ شہزادی تیارواں کی جائیں، مرزا جمائیکر کے دور حکومت کے ایک سو بیس برس 1666ء میں بمقام لاہور شہر بحر مل ایتھلی کر گیا۔ اسے دہلی میں اس مقبوضہ میں دفن کر دیا گیا جو اس نے اپنی بیوی کے لئے قبیر کر دیا تھا۔

اس کا کردار: مرزا عبدالرحیم عینی اور فارسی زبان کا زبردست عالم تھا اور ترکی و ہندی زبانوں میں بھی بہت صلیب رکھتا تھا۔ بلور شہزادہ رحیم تھیں رکھتا تھا۔ اس کی فیاضی اور علم دوستی ضرب المثل بن گئی تھی۔ سبکدوش کی آخری فتح کے موقع پر اس نے اپنی چوری جائیداد سپاہیوں کو دے دی، حتیٰ کہ سب سے آخر میں آنے والے سپاہی کو اپنا قلعہ بھی دے دیا۔ اکبر کو جن حضرات سے زبردست دوستی تھی اور جنہوں نے اپنی زندگی اس کے لئے وقف کر دی تھی، ان میں اس کا رضائی بھائی، مرزا عزیز کو کہ خان اعظم بھی تھا۔

خان اعظم مرزا عزیز کو کہ

مرزا عزیز کی خدمات: مرزا عزیز، جس کا نام محمد اکمل خان (جس کو اکبر کی طرف سے اکمل (رضائل پہ) کا لقب عطا ہوا تھا) کی بیوی، یعنی اکبر کی دہائی لڑائی میں اکمل کا بیٹا ہونے کے ناطے سے اکبر کا دودھ شریک بھائی تھا۔ مرزا اکبر کے ساتھ پورے چھ ماہ اسی وجہ سے اسے اس کے ساتھ بہت لگتا تھا۔ 988 (1580ء) میں اسے ترقی دے کر پانچ ہزاری منصب عطا کر کے اعظم خان کا خطاب عطا کیا گیا۔ اسے دو مرتبہ بھاری غریب شکست کو دو سر کر کے لئے بھیجا گیا

لور دور حکومت کے ستائیسویں برس اس نے بھل کی طرف چلی قدمی کی۔ انیسویں برس اسے دکن میں تعینات کیا گیا۔ بیسویں برس اس کی بیٹی کی شادی شزلور مرہٹے سے کر دی گئی۔ چوبیسویں برس اسے خانہ جنگی کی جانشینی میں مکرنت کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اس نے جام لور کچی کو لٹا دیا، پھر کرنا۔ بیسویں برس اس نے سوامت لور سولہ دیگر ساحلی قصبہ کو فتح کیا لور جہانگڑہ کو تیسریک۔ بیسویں برس اس نے فرار کرنے کے لئے کھ کمرہ چلا گیا۔ اکبر کو اس کی بہائی کا لٹرس ہوا اس لئے اسے ہندوستان روانہ ہونے کے لئے بجلی جہاز پر سوار ہونا پڑا۔ 1003 (1594ء) میں دہلیہ اکبر سے قتل لور دین جی کا رکن بن گیا۔ اسے جہلا کا حاکم مقرر کیا گیا لور اگلے برس وکیل سلطنت چلا گیا۔ 1018 (1599ء) میں جب اس کی والدہ کا انتقال ہوا تو اکبر نے تخت لے جانے میں خود بھی ہاتھ بٹایا۔

اس کی وفات 1623ء: جہانگیر کی حکومت کے پانچویں برس مرزا عزیز کو 10,000 سپاہیوں کی نفری کے ساتھ دکن روانہ کیا گیا لور جب انیسویں برس شہجہل کو دکن کی مکن کے لئے بھیجا گیا تو مرزا عزیز کو شزلورے کا شیر مقرر کیا گیا۔ مرزا عزیز جہانگیر کے دور حکومت کے انیسویں برس (1623ء) امیر تہل میں انتقال کر گیا۔ مرزا عزیز نے عکس لکھیں لور اس کے خلاف وہ فن غفلت پڑا۔ کئی لور مکن کے علم کے لئے بھی بہت مشہور تھا۔

موسیقا کا اکبر کی لایہ کا ابتدائی جہانگیر مکن میں تین سین تھا جس کی محبت اس کے لئے سرست و شہلی لور تفریح طبع کا سلطان تھی۔

میاں تان سین

اکبر فن موسیقی کا ایک عظیم سرپرست: ہر انسان کے فصیح و بلیغ اللہ میں علم فضل کا تونہ اکبر موسیقی کا ایک عظیم سرپرست تھا اس کے پاس اس فن کا اس قدر علم تھا کہ تربیت یافتہ موسیقاروں کے پاس بھی نہیں تھا اس کے علاوہ ایک بہترین فنکار خاص طور پر تھانہ بھلے میں بہت باہر تھا۔ دربار میں ہندوستان، کشمیر، ایران، تورقن، حمزہ لور ہندوستان سے آئے ہوئے دولہا اصناف کے پیشہ سوتھ تھے۔ درباری موسیقاروں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

تین سین کا اصل مالک: ہر حصہ ہند کے جرنل کے لئے وقف تھا جن کا سر لوگوں کو امیر کا ایک مشہور و معروف راجپوت مغرب میں تین سین تھا۔ وہ ہاتھ کے راجہ رام چند کی ملازمت میں تھا جو مشہور و معروف سوتیلوں اور گویوں کا سرپرست تھا۔ اکبر نے اس کی شہرت سن کر دربار کے ایک امیر اور بیچ بزاری کا مالک اور جلی خاں کرپا کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا۔

تین سین کی اگرہ کے دربار میں شمولیت: جس میں راجہ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ تین سین کو اس کے دربار میں شمولیت کی اجازت دے۔ فوج میں علم ایک درخواست کی شکل میں پیش کیا گیا۔ راجہ نے اکبر کی درخواست کو رد کرنے کے سلسلے میں خود کو کنہود محسوس کیا چنانچہ اس نے جو عمل دل کے ساتھ لپٹے پٹے، مغرب کو بعد ساڈو سلان سوتیلی اور ایک بہت سے اور جیتی خند (جو بیروے جو اہل اور چند انجیوں پر مشتمل تھا) کے حملہ اسے روانہ کیا۔ یہ واقعہ دور حکومت کے ساتویں برس رونما ہوا۔ جب اس نے پہلی مرتبہ دربار میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا تو اسے بجا طور پر شاہی حکومت کے شایان شان انعام سے نوازا گیا اس موقع پر بادشاہ نے اسے دو لاکھ روپے بطور انعام کے عطا کئے۔ گویوں کا یہ شہر دربار میں ہی رہا اور یہ زیادہ تر اس کے ہندی گلوں اور مددگاروں کے باعث ہوا۔

اس کی نظمیں اور تراکیب: کیونکہ اکبر ہندوؤں کی حکومتوں اور عشقہ خطبات کو بخوبی سمجھ لیتا تھا چنانچہ ان کی عبادت و اطوار اور رسم و رواج کے حلقہ گہری بصیرت حاصل کر کے ہندوؤں میں اس نے خود بھی ایسی اپنائید تین سین کی سکھ کن نظمیں اور تراکیب آج بھی ہندوستان کے لوگ گاتے ہیں۔ اگرچہ اس کی متعدد شیریں دھنوں کا تعلق براہ راست اس کے بادشاہ کے ساتھ ہے۔

علامہ اور مصنفین: دربار کے ساتھ وابستہ علامہ اور لوگوں میں خواجہ نظام الدین احمد اور طاہر جہانپور شامل ہیں۔

خواجہ نظام الدین احمد

نظام الدین کا والد خواجہ مقیم ہمدانی: خواجہ نظام الدین شہنشاہ کے ایک مانت خواجہ مقیم ہمدانی کا بیٹا تھا جس نے اپنے دور حکومت کے آخری حصہ میں اسے شاہی گہرائی کا دیوانہ بنادیا تھا۔ جب پیر کے انتقال کے بعد حیدر گاہ کا سبب انہیں کے بھائی مرزا عسکری کے

حوالے کیا گیا تو خواجہ کو مرزا کا وزیر مقرر کیا گیا۔ پہلیوں فونرہ کے مقام پر شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھا کر آگرے کی طرف پلتا تو خواجہ نے اس کے ہارے آگرے کی طرف ہجرت کی۔ بعد ازیں اس نے شہنشاہ اکبر کے تخت خدمات سرانجام دیں۔

نظام الدین کی بطور بخشی گجرات میں تقرری: اس کے بیٹے نظام الدین کو اکبر کے شاہی گھرانے کا وزیر مقرر کیا گیا۔ بائز کا مرزا کے معصوم کے مطابق 'انتظامی علم اور نظم و انضباط کی درجہ کی سطح میں وہ اپنے تمام معصوموں سے سبقت لے گیا تھا اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اکبر کے دور حکومت کے نسبوں میں اسے صوبہ گجرات کا بخشی مقرر کیا گیا۔ یہ عہدہ کافی عرصہ تک اس کے پاس رہا۔ اکبر اس کے قابل کلمات 'ہوش و عدل اور راست بازی کے حلقہ میں بہت اچھی رائے رکھتا تھا۔

اس کی عظیم تصنیف طبقات اکبری: یہ طبقات اکبری کا مصنف ہے جس کا شمار بعدِ ستار کی انتظامی مشہور و معروف تاریخ میں ہوتا ہے۔ اس کو تمام معصوموں نے اکبر کے دور کی ایک معیاری تاریخ گردانا ہے۔ یہ تاریخ کو اکبر کے دور حکومت کے ستائیسویں برس (1592ء) تک لے آتا ہے۔ عبدالقادر بدایونی اور فرشتہ دونوں نے اس تصنیف کی بہت تحریف کی ہے۔ بدایونی کو نہ باب نور دوستی کے مدح میں کے باعث خصوصی طور پر اس سے بہت لگاؤ تھا۔ وہ 23 صفحہ 1003 (1594ء) کو بخار کے باعث لاہور میں انتقال کر گیا اور اسے شہر میں واقع اس کے ہاٹ میں دفن کر دیا گیا۔ اس کا شمار دہلی اکبری کے بہترین افرو میں ہوتا تھا۔ وہ شمشیر اور قلم دونوں کا دھن تھا اور شہر سوری میں بھی کافی مشق تھا جتنا قلم کا ماہر۔ ظن خاں مرزا عبدالرحیم اسے بہت پسند کرنا تھا اس نے اسے اپنے ملا کے سر لو کی حیثیت سے ملازم رکھا ہوا تھا اور عسکری و انتظامی معاملات میں بیٹا اس کے مشورہ پر عمل کیا۔

ملا عبدالقادر بدایونی

عبدالقادر بدایونی کی پیدائش: ملا عبدالقادر انتظامی گھری 947 تا 949ھ (1542ء) میں دہلی کے قریب ایک قصبہ بدایوں میں پیدا ہوا۔ اس علاقے سے وہ اکبر سے ملازم بن گیا تھا۔ وہ ماہر کے صوفی بزرگ حضرت چچ کے ایک مرید شیخ شوک شاہ کا بیٹا تھا۔

علم و فضل میں اس کے زبردست کمالات: اس نے مختلف علوم کا مطالعہ کیا اور

موسیٰ، تدریج و علم نجوم میں بھی مکمل حاصل کیا۔ اس کے علاوہ اپنی خوش شہلی کے باعث وہ
 کے ایام کے لئے درباری کام مقرر کیا گیا۔ زندگی کے بہتر لئی دنوں میں اسے اکبر سے حوالہ
 کرایا گیا اور وہ چالیس برس تک شیخ مہدک اور اس کے بیٹوں ابو الفضل اور فیضی کی صحبت میں
 رہا۔ مگر وہ اپنے دل میں فن کے لئے وحشی کے جذبات نہیں رکھتا تھا کہ انہیں بدعتی سمجھتا تھا۔
 وہ مذہب اسلام سے زبردست لگاؤ رکھتا تھا

دین اسلام کے ساتھ اس کی گہری وابستگی: نور دین اسلام میں حروف کرائی گئی اکبر
 کی تہذیبوں (بدعتوں) کو چھوڑنے کی فکر سے رکھتا تھا اس کی تدریجی تصنیف "مشکب الخواص"
 اکبر کے دور حکومت سے لے کر 1004ھ (1595ء)

اس کی عظیم تاریخی تصنیف: یا اس پڑھنے کی وقت سے گیارہ سال قبل تک کے زمانہ
 کی ایک انتہائی قابل قدر تدریج ہے (اس کے بعد جلد ہی بدعتیوں کا انتقال ہو گیا تھا) اس کا اسلوب
 فصیح و بلیغ ہے جو قاری کو اس کے وسیع علم اور زبردست ذہانت سے آگاہ کرے بغیر نہیں وہ مسلک
 خود مصنف کی تحریر کردہ قابل اور قاری کی عقلوں کی بجلی آمیزش اور مشورہ و معیوب مصنفین
 کے اقوال اور خیالات

اس کا خاص وصف: اس کے وسیع علم کا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ اگرچہ "اپنے دین کی حمایت
 کے سلسلہ میں اپنے پیش و خروش کی رو میں وہ کائناتیں اسلام کے ساتھ سری کا ثبوت فراہم
 نہیں کرتا" انہیں اس کی تصنیف کا خاص وصف یہ ہے کہ اس دور کے رجحان کے برعکس اس نے
 کبھی بھی شکی حمایت میں ملتی حدید اوروں کے کارناموں یا شکی قدالت کی جھوٹی تعریف نہیں
 کی بلکہ معاشرے کے مخصوص طبقات کی طبیعت و خصوصیات اور مذہبی اعتقادات کے افراد
 سے آزاد ایک عمل خود بخود جذبہ کے تحت ہر وقت درج کیا ہے۔ اس کی تدریج بہت قابل قدر
 ہے کیونکہ یہ اکبر باد اور انہیں اکبری کے سلف و آئینہ طرز اسلوب اور مراد نظام الدین احمد کی
 طبقات، اکبری کے پسندیدہ فضاہ اور ماثر، جس کے مصنف کا قصد پیش کرتا ہے اور اکبر کے
 دور حکومت کے واقعات کا محل بیان اور اس کے دربار کا بیان ایک فن کے جذبہ کے تحت کرتی
 ہے۔ اس نے کبھی بھی اطروہی باتوں کو نہیں چھپایا اور تدریج کے عموماً ج سے ہرگز پہلوئی
 نہیں کی۔ مراد نظام کے مصنف ملحدوں و غلوں کے مطابق اس کی تصنیف کو خبیث رکھا گیا اور جمہور
 کے دور حکومت تک منظر عام پر نہیں لایا گیا۔

اکبر کے عہد بدعتیوں نے دلائل کا شکر سے اور مہارت کے اختراعات کا قادی میں

ترجمہ کیا

عوامی زندگی سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے: اس کی تمنی کے متدرجہ ذیل لطافت سے پتہ چلتا ہے کہ آخر میں اس نے عوامی زندگی سے علیحدگی اختیار کر لی اور رہا جاتا ہے کہ وہاں تھا:

”میں نے خود کو درست سماجی مجلس خیل کر لیا نہ ہی بدست سلامت خدمت کے لئے مولوں تھے اس لئے میں عمل طور پر مطمئن تھا۔
 ہانا کھلف یکسو کیم نہ از تو یام نہ الہام

ترجمہ: ”ہم کیا نہیں جبکہ لب بر قریب ختم ہو چکی نہ تو آپ کی طرف سے کوئی پیغام نہ ملتا تھی طرف سے سلام۔“

اور طویل وقفوں میں ”میں بذات خود یون غاص کی دلیلیں سمجھ رہا ہوں اور کچھ دیر تک وہاں ٹھہرنا تھا“ مجلس ایک تماشائی کی حیثیت سے یہی اس ضرب المثل کے مطابق کہ محبت پر بیاد آموختی نیست مشرعا

ترجمہ: ”جبکہ عداوت موافق نہ ہوں وہاں دوستی پیدا نہیں ہوگی۔“ میں نے اس قول پر عمل کیا

دوم کہ دیان رخت از دور خوشتر است
 محبت گواشم در تماشایان شرم

ترجمہ: ”میں نے محسوس کیا کہ آپ کی صورت دور سے دیکھا خیل کرنے سے زیاں خوش کن بات تھی“ میں نے آپ کی دوستی کو خیرہ کہا اور ایک تماشائی بن گیا۔“
 وہ متدرجہ ذیل علی نظم میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ جاتا ہے کہ لا اس بھی الگ تھلک حالت میں ہلک مطمئن تھا

رحبت	با	حس	نہ	لی	وفقت	امری	لنی	غاصی
نہ	امس	نہ	لیا	مطنی	کدک	سحسن	نہا	غنی

ترجمہ: ”میں نے جہ کہ مجھے حصہ کے طور پر دیا ہے میں اس سے مطمئن ہوں۔ میں نے اپنے ہر کام کو اپنے خالق کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ میں نے ہنسی میں اگر کوئی نیکی کی تو یہ خدا کی مرضی ہی تھی“ آگے جو کچھ بھی کہنے دیا ہے وہ اس میں بھی ضرور بحرہی پیدا کرے گا۔“

دہلی کی شاہی رخصت میں موجود فصاحت و فصاحت کے حامل ہیں جن میں شہنشاہ اکبر کے بڑے خیالات بیان کیے گئے ہیں۔ ہم نے اس سے چھٹاس کے اقتباسات درج کیے ہیں۔ لڑکوں کی تصنیف اکبر کے دور کے انتہائی مشہور و معروف افراد اور شعراء کی دلچسپ سوانح حیات پر مبنی مکتب ہے۔

شعراء: دہلی شعراء میں مثنوی شیرازی کو انتہائی نمایاں مقام حاصل ہے۔

عرفی شیرازی

عرفی کا اصل نام: اس کا نام خواجہ سیدی محمد نور تھیں عرفی تھا جو اس کے والد کے پیش کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ شیراز کے حاکم فیروز شاہ کا نائب تھا یوں اسے عرفی (جسے بچپانے قافلی اصطلاحات) کی دیکھ بھل کرنا ہوتی تھی۔ وہ سندھ کے راجے دکن کی طرف بولے ہوا "جیل اس کی صلاحیتوں کی قدر نہ کی گئی۔ چنانچہ فتح پور سیکری چلا گیا جیل شفی طیب حکیم ابوالمخ کی صورت میں اسے ایک سرپرست مل گیا اس کی تعریف و توصیف میں اس نے قصیدے لکھے جو اس کے مشہور و معروف قصائد کا ایک حصہ بن گئے۔ اپنے سرپرست کے انتقال پر اس نے مرزا عبد الرحیم خان خلل کے تحت ملازمت اختیار کر لی۔

اس کی وفات 1582ء: لہذا اسے اکبر سے حصار کر لیا گیا۔ وہ 1582ء میں چھٹیس برس کی عمر میں بمقام لاہور انتقال کر گیا۔ تیس سال بعد اس کی قبر کو قبر سے نکل کر شاعر صاحب اپنے ساتھ اصفہان لے گیا اور اسے نجف اشرف (حضرت علیؑ کے مقام دفن) میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ وہ ایک شیعہ تھا اس لئے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی شان میں لکھے گئے قصائد میں سے ایک میں اپنی موت سے کافی عرصہ چھٹاس کی حد تک کوئی کام نہ پتا ہے

بدوش مرزا اگر کرنا بھگت مدام اگر بد حاکم کی دگر مستند

ترجمہ: "ہا ہے وہ مجھے ہند میں قتل کریں یا تاند میں" میں اپنی بیگم کے بل جیل کر اپنی قبر سے نکل نکال کر گھر لے گا۔"

اس کی تدفین رخت من اللہ میں ہوئی ہے۔

عرفی جو کہ مرگ شہری

ترجمہ: "عرفی تم جو مرگ ہو گئے۔"

۱۰ ایک ہمنامیت شاعر قانور اس کے طرز اسلوب میں ایک مخصوص شان پائی جاتی ہے۔
اس نے خود مستکی اختیار کی۔

اس نے اپنے سرپرست کے لئے ۱۴۰۰۰ اشعار چھوڑے جن کو خلیفہ کی درخواست پر اصلیان کے سربراہ نے مرتب کیا۔ عنی کو شہزادہ سلیم سے بہت اہمیت تھی چنانچہ اس نے اس کی اور اکبری کی تعریف میں بھی قصائد لکھے ہیں۔

پہلے: ایک روز عنی نے یعنی کو اس کے پڑھنے میں گھرے ہوئے دیکھا لڑاق میں اس سے پوچھا "خاندان کے من اچھی نسل کے بچوں کے ہم کیا ہیں" بڑا بڑا شاعر نے جواب میں کہا "من کا ہم عنی (۱۵۳) یا (جنا بچا) ہے۔" اس پر وہیں عنی نے فوراً ترکی-ترکی جواب دیا "مبارک" یہ اشلہ شاعر کے ہپ کی طرف قانور میں کاہم مبارک قند عنی کے فوری جواب کے باعث یعنی کو دردست سخت اٹھنا پڑی۔

دربار اکبری میں ایک نور مشہور عالم امیر فتح اللہ شیرازی قند

امیر فتح اللہ شیرازی

امیر فتح اللہ شیراز کا رہنے والا قند اس نے علمی زندگی تمام شاہوں خصوصاً بیگانیت میں زبردست کمال حاصل کیا تھا چنانچہ "ہم اقتضاس" کے کھت کی بہت اہلی جانے پر تعریف کرتا ہے "وہ کہتا ہے "مگر محد و رنہ کی تمام کتابیں ضائع ہو جاتی ہیں تو امیر اپنے علم و فضل کے بل پر انہیں دوبارہ درست کر دیتا۔" چنانچہ کے پڑشلہ محلہ شہ نے اسے شیراز سے دکن بلایا۔ ۹۸۸ (۱۵۸۰ء) میں عین شہ کا انتقال ہونے پر اکبر نے اسے اپنے دربار میں بلوا بھیجا اور اسے صدر سلطنت کی شان و شوکت سے خزانہ بیکہ عرس بعد اسے اعز و اعلیٰ در (یا سلطنت کا ہادی) کے خطاب سے مشرف کیا گیا۔ وہ ۹۹۷ (۱۵۸۸ء) میں بمقام تعمیر فوت ہوا۔ ہم اقتضاس "یعنی نور پور کے بعد اکبر کا سب سے بڑا پیارا قند۔

شاہی اطہار: شاہی اطہار میں سے متعدد ذیل نقل ذکر ہیں۔

حکیم علی جیلانی: وہ ایران کے قصب جیلان کا رہنے والا قانور انتہائی بھاری کی حالت میں بعد سکن کیا لیکن بعد میں اکبر سے جملہ ہو کر اس کا بہ قصہ ملازم اور دوست بن گیا۔ ۹۸۸ (۱۵۸۰ء) میں اسے بحیثیت سفیر پیچور کے پڑشلہ محلہ شہ کے پاس بھیجا گیا۔ دور حکومت کے

تیسویں برس اس نے ایک ہر اسرار حوض تعمیر کیا جس کی وجہ سے پورا دریاہ خیر آباد ششدر رہ گیا۔

ہر اسرار حوض: حوض کے ایک کمرے سے اس کی گھراں تک ایک بیڑی لپٹے تک بٹلی چکی قسمی 'ہل' سے ایک ایک آدمی ایک بلوٹہ کمرے کی طرف جاتی تھی، ہر چھ بلوٹے گز کی فاصل میں تھی اور اس میں دس یا پندرہ لوگوں کو گھرانے کی گھانٹاں تھیں۔ ایک آدمی کچھ اس انداز سے چلتی تھی جی کہ ہل کو کمرے میں داخل ہونے سے بیکر وہ کھڑا گیا تھا جب اکبر حوض میں غوطہ لگا کر اس کے پیچھے تک پہنچا تو اس نے کمرے میں داخل ہونے پر دیکھا کہ وہ مکمل طور پر روشن کیا گیا تھا اسے گدیوں، ٹائٹوں، ٹنگیوں اور دیگر اشیاء سے آراستہ کیا گیا تھا اور مظاہر کے لئے چند کتھیں اور قترغ کا سلان بھی موجود تھا، اس کے علاوہ پشت بھی چٹا ہوا تھا۔

دور حکومت کے چالیسویں برس علی کو ہفت ہزار کی کٹہر بنا کر "چالیسویں سال" کے خطاب سے نوازا گیا۔ دربار میں حکیم کو زبردست شہرت حاصل ہو گئی، خصوصاً اپنے کسبے آبیروں کے سلسلہ میں بہت مشہور تھا۔

اکبر کی وفات سے کچھ دیر پہلے حکیم علی نے اس کا علاج کیا تھا جس نے 1017ھ (1608ء) میں علی کے حوض کا دورہ کیا اور اسے 20 ہزار کی کٹہر بنا دیا۔ تمام وہ اس اعزاز سے زیادہ عرصے تک قائم نہ تھا، مگر اور لگے برس محرم الحرام میں اس کا انتقال ہو گیا۔ وہ 25 سالہ خزانہ دار کا مالک تھا اور غریبوں میں مفت لودھ تقسیم کرنے کے لئے 6,000 روپے ملانہ خرچ کرنا تھا۔

حکیم ابو الفتح: حکیم ابو الفتح امروہی کے علاوہ جیلان کا رہنے والا تھا اور اسے اکبر کی زبردست مہارت حاصل تھی۔ اس کا سرکاری امور اور خود پوشہ بہت زیادہ اثر و رسوخ تھا۔ حکیم شاعر علی شیرازی اس کا شیوہ تھا اسی لئے قصائد مثنوی میں اس کی شان میں کہیں مثنوی کے شاعر تخلص شامل ہیں۔ ابو الفضل اور بدھینی دونوں نے اس کے کلمات کی زبردست تعریف کی ہے۔ 997ھ (1588ء) میں دہلیستان جلتے ہوئے انتقال کر گیا۔ چنانچہ 'پوشہ' کے اشعار کے مطابق خواجہ شمس الدین اس کے بعد خلی کو حسن لہلہ لے آیا اور اسے خود غلام کے لپٹے لئے تعمیر کردہ مقبرہ میں دفن کر دیا گیا۔ حکیم سے وہی ہے اکبر نے ابو الفتح کے مزار پر فاتحہ حوالی کی۔

حوالہ جات:

(115) مولوی (اب) سراج الدین نے بیانات اور کے ساتھ مولانا سرحدی کے کی درخواست پر عمل پادشاہوں کی رسم ختم کے موضوع پر ایک باب لکھا اس میں مصنف نے یہ جملہ کیا ہے کہ ہمیں کے دور تک تمام عمل پادشاہوں کے ختم ہو چکے تھے۔ جب اکبر کی پیدائش ہوئی تو اپنے والد کے ہمسایہ ملکات کے ہاں اس کے ختم نہ کئے جاسکے۔ جب ہمیں نے دوبارہ ہندوستان کا فتح حاصل کیا تو اکبر چارے حیدر برہمن کی عمر کو پہنچا تھا اور ختم کی رسم کے لئے اس کی عمر پندرہ سال ہو گئی تھی۔ پادشاہ اکبر اور اس کے والدین کے ہندوؤں سے روکھا کے ہاں وہ ختم کی رسم کو لبہ لہجی لکھ سے نہیں دیکھتے تھے 'لہذا' ہندوؤں کی تمام شاہوں کی یہ شرط پادشاہی کی کہ لکھ کے ختم نہ کئے جائیں۔ سرحدی نے 'ادبیت تحریر' کی ہے کہ جب '1557ء کی بیانات سے کچھ عرصہ پہلے اصل کے برائے نام آخری پادشاہ بدور شاہ نے اپنی جائی کے ختم سرائی اضلاع وہ اپنی جیتی لکھ نہایت عمل کے ہاں سے اپنے چھوٹے بیٹے جلال الدین کی جائی کے لئے حیدر شاہ اور اس نے اپنی دوسری بیوی کے ہاں سے پیدا ہونے والے بیٹے مرزا فرخ الدین ہمسایہ مرزا فرخ کے حق کو خارج کر دیا۔ (116) پادشاہ دہلی جلال الدین کی کہ جائی کے لئے حیدر شاہ کے بیٹے جلال الدین کے ختم نہیں کئے گئے۔ جب فرخ الدین کی رسم لڑا کر دی گئی تھی 'چنانچہ اس اعزاز کے لئے مناسب ہے۔ اس بات کی تحقیق دہلی کرانی گئی کہ فرخ الدین کے ختم فیضی دہلی کی بنا پر کئے گئے تھے۔ اکبر کے ختم سرحدی کا بیان لکھ ہے۔ ابو الفضل اور مرزا حکیم محمد بن ابی مصنف طبقات اکبری دہلی نے اکبر کے ختم کا ذکر کیا ہے۔ مرزا لکھتا ہے۔ 'مرزا یادگار ناصر دہلی دربارت مریم ملکی بہ لکھ آئندہ دہلی ملے حکیم دین لایم ترتیب یافتہ ملے حضرت شہزادہ دین لایم بہ قریب آئے۔

"مرزا یادگار ناصر ملکہ مریم ملکہ (حیدر شاہ) کی خدمت کے لئے قتل سے آیا۔ ان دنوں دربارت میں ملکہ اور ختم فرخ الدین کی رسم ختم دہلی گئی۔" ایضاً 'صلو' 323 اس وقت اکبر کی عمر چار برس دہلی اور پانچ سال تھی۔

(116) آئینہ اکبری میں ایک قصہ کے درجے ہیں کی حکایت کی گئی ہے۔

(117) میلہ سوشیوں پر باب 30 آئینہ اکبری۔

(118) باب 30 آئینہ اکبری۔

(119) اکبر از کتابت تہذیب و تمدن دہلی 'صلو' 37۔

(120) کرکٹ اور ٹیس سے ملتا جلتا ٹیبل ٹینس گولڈ کی پشت پر لکھا گیا ہے۔

(121) جب اکبر کی ولادت عمر کوٹ میں ہوئی تو اس کی بیوی اکبر کے لئے دلیہ (لکھ) بن گئی۔

انہوں نے اسے بی بی انک کا خطاب عطا کیا۔ اکبر نے جس قدر انک خاں کو حاکم پنجاب مقرر کیا۔ اس نے اکبر کے بچنے سے قبل جھڑوہ کے قہر بھم خاں کو گھٹ دی، اس خدمت کے صلہ میں اکبر نے اسے اعظم خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔

(122) اکبر کے شادی کے رہیں، زہرا بیٹی کے شل میں واقع حلقہ ہزارہا کل سے آئے تھے۔ کون کو ذرا دلت پستانے بننے کے لئے اور ان کے ہاتھ ہم رکھنے کے تھے۔ انہیں اکبری۔

(123) انہیں منہ 'جلد دوم' صفحہ 251

(124) حکم انک اکبر کی ایک دلیہ جی اور اس نے ہاتھ سے لئے کر قوت بخشی تک اکبر کی خدمت کی تھی۔ حرم اور اکبر اس کا اثر و سراغ ہے انہی قلم اس نے سرام خاں پر زور لانے کے لئے ایک حکم کراد لیا کیا تھا۔

(125) اور حکم خاں کا مقبوضہ دوسرے نقوشوں میں "میں جہاں" کے نام سے مشہور عمارت قصبہ چنار دہلی سے صوبہ سرحد کی جگہ دلی ملک کے دائیں ہاتھ چنار سے پانچ سو کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ منہ محل کی ہے اور اس کا قطر 200 فٹ ہے۔

(126) عمر جس قدر انک خاں بطور حکیم خاں کا مقبوضہ صوبہ حکام الدین لویا دہلی میں اس صوبہ ہزارہ کے حوالہ سے 20 کر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے دوسرے بیٹے مرزا عزیز کو کل ہاتھ خاں نے قہر کر دیا تھا۔

(127) اکبر کے دورہ شریک ہائی مرزا عزیز کو کل ہاتھ کا مقبوضہ دہلی میں اپنے والد حکیم خاں کے حوالہ سے قریب 20 کر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ 64 ستونوں والا 69 فٹ کا ایک مربع محل کا ایوان ہے اور اسی رخ سے "چاند کھنک" کہا جاتا ہے، اسے مرزا نے دلت خود اپنی زندگی میں قہر کر دیا تھا۔ اس کے ستون چاروں طرف اور چھت سب تک سرسبز ہیں۔

(128) اگرچہ میں ابھی تک یہ عید مستعد ہوتا ہے، اسے چناروں کا میلہ کہا جاتا ہے۔ جو ہندوستان کے متعدد دوسرے ہلے شہروں میں بھی مستعد ہوتا ہے۔

(129) اس وقت بادشاہ (1582ء) فتح پور میں رہائش پذیر تھا۔

(130) دہلی۔ صفحہ 120۔

(131) اکبر نے دہلی اور راجستھان کے شہروں سے شادی کی تھی۔

(132) وہ تھے "آباد"، "اگرہ"، "لکھنؤ"، "امیر"، "امیر"، "بہار"، "بکال"، "دہلی"، "کل"، "لاہور"، "مکن"، "پنہ"، "ہزارہ"، "نارمن"، "اور امیر"۔

(133) محل بادشاہ ہاتھ قلم احمد راجہ کی طرح راجے تھے اور وہ سچ و سچ حرم سرار رکھتے

جب اپنی افواج کے ساتھ چٹو کے علاقہ پہنچے تو اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لے کر چلے گئے۔
 ۱۔ مسیح اور ان کا پسر ہوا تھا وہ اپنے ساتھ اپنے تئیں اپنے دو بچے بھی چٹو کے علاقہ لے کر چلے گئے۔

(134) اکبر کی اولاد کا لقب مرہم مطلق تھا۔

(135) ان کے عمارت کے پانچ کتبے بنائے گئے تھے "باب دوم" "تکدور"۔

(136) شاہ جہان کے "مغلوت" 71 اور 72 کو دیکھو۔

(137) شاہ جہان کے "مغلوت" 73 سے کل — عمارت پانچ کی طرف تھیں اس قبیلہ سلطنت کے

پانچ سے بھی ہوتی ہے "میں گواہی جیسی حکام نے اکبر کے دور میں لکھا تھا ۱۵۵۷ اور ۱۵۷۱ میں

کر ہے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے 1595ء سے بادشاہ کے انتقال کے کئی عرصہ بعد تک

اپنی کوششوں کو خیر رکھ کر سلطنت کا سربراہ چھٹ فرانس کا ایک عجیبہ طور پر آدم "یکسٹر" تھا یہ

سلطنت بادشاہ کو مال کرنے میں کامیاب رہی۔ اور انتقال ہو کر (اکبر کے انتقال کے چند سال بعد بھی وہ

صوبہ قرا میں تھا) کے خیر کردہ سوار میں اکبر کے انہماک کو واضح طور پر دکھایا گیا ہے اس رپورٹ میں

دور نے پچاس کے ملحق شہنشاہ کے ساتھ اپنی کنگز پانچ کی ہے "اس میں شہنشاہ نے اس سے

کا" سبب سے کھلوا ایک کھلے فرستیں موحال بن؟ "ج" ہے کہ بادشاہ اکبر فرستیں سوار

کہ ہیں؟ "تکلیف یہ ج" ہے کہ شہنشاہ اکبر ایک جیسی مرزا اس پر پوری نے جواب دیا۔ "جب

میرزا خلیل تھا کہ شاید یہی ہے مگر بادشاہ جب تک زندہ رہا اسے جیسی ملنے میں کھلوا نہ ہو

تک" آخر کار وہ جس طرح پیدا ہوا تھا اسی طرح ایک مسلمان کی حیثیت سے انتقال کر گیا۔

بادشاہ اکبر کے لئے جیسی خدمت "تو اسی" ڈی بیگین "بہار

(138) بعد از اس "ان کی خیر کو جانا کے" دے کے کھلے "بھل کر دیا گیا مگر یہ معلوم نہیں

ہو سکا کہ کب شاہ جہان کے "باب دوم"۔

(139) شاہ جہان کے "باب دوم" "مغلوت" سے ملے۔

(140) ایک ترکی خطاب "جو بعد میں امیر فاروق کے مسافر ہوا ہے

(141) وہ "دور" دیکھنی کتا ہے کہ اس نے کسی میں آگ میں کئی سال تک "مغل مہار" کے

ساتھ تعلیم حاصل کی۔

(142) مسلمان مسیحین کا ایک طبقہ یہاں بھی ہے "جو بعضی کو کٹر کے اثر سے چلنے کی

کوشش کرتا ہے اور یہ جان کرتا ہے کہ مرنے سے قبل اس نے نبی کریم پر دودھ لکھا تھا اسی

طرح امیر افضل کے ہرے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب "دور" کے شاہ امیر افضل "دور" نے

ابو الفضل کو کافر قرار دے کر اس پر لعنت طاعت کی تو احمول نے رسول کریم کو جنت بلبلوس میں ایک اجلاس منعقد کرتے ہوئے اپنے خواب میں دیکھ کر کئی کے مطابق ابو الفضل کھس میں کیا تو حضور پاک نے اسے بچنے کو کہا اور فرمایا "میں شخص نے اپنی زندگی میں کبھی دقت تک میرے کام کئے ہیں مگر اس کی ایک کتاب کا آئینہ" اسے خدا "میں لوگوں کو ان کی نیکیوں کے بدلے میں جزا دے اور اپنی محبت کے صلے میں میرے لوگوں کی مدد کر" سے ہوتا ہے "لہذا ان کو قتل کرنے سے بچا لیا ہے۔" یا نہیں۔

(143) 1001 ہجری (1592ء) میں اس کی شادی شہزادہ بیگم سے ہوئی۔ اسے اس کا حاکم مقرر کیا اس نے دکن کی فتح میں اپنا ہوا سنوایا۔ اس کا دلہا مرزا سلیمان السوف دلی بدشہنشاہ ابو سعید مرزا کے بیٹے کی حیثیت سے تھور کی پھولی پشت سے قلعہ شاہ رخ بہت بڑی حساب پر قائم تھا جو برائے کبر کے دور تک قائم رہا۔ یا نہیں۔

(144) یا نہیں، ص 28۔

(145) اس کے منہ کے بیان کے لئے "ملاحظہ کیجئے" باب 3 ص 279 سے ملے۔

(146) اس کے انتقال کے کوائف کے حوالے "ملاحظہ کیجئے" ص 349 تا 350۔

(147) درجہ اولیٰ۔

(148) بادشاہ سلامت پر ایمان لانے کے چار درجہ ملت تھے، ان کی تشریف اس طرح کی گئی ہے کہ بادشاہ کے لئے "جان دہل" عزت و تہجد اور عصب قہان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا یعنی جو شخص یہ چاروں چیزیں قہان کر دے اسے چاروں درجہ ملت حاصل ہو جاتے ہیں اور جو کوئی چاروں میں سے ایک ملے قہان کرے اسے ایک درجہ اور اس طرح 20 درجے درجہ اولیٰ "ص 288

(149) لفظ کل عربی یا چاندی ڈالب "عظیم" "عظمتی" "عوصل" پاک واسطی اور خضف ہیں۔

(150) "ملاحظہ کیجئے" بھل انشیا تک سوسائٹی کی کارروائی ستمبر 1871ء ص 176، نیز انہی میں گوئیہ کف انشا VIII "401" راجہ لوارل کو چوبیس خلع لاور کے کھڑی رائے لوارل سے ہرگز گنڈ نہیں کرنا چاہئے "یوشک جلی کے تحت انچہ بڑی منصب دار قلعہ ملاحظہ کیجئے" بادشاہ ملت۔ جلد 7 ص 228 سرور لڑ کر شاہ جلی کے تحت سہارہ کا وہ دار قلعہ

(151) شرف لڑنے کا اصرار مل ہوتا ہے "بحر سلطنت کی تصدیق کرتا ہے۔" 6۔

(152) اکبر اور راجہ بیلری مل کے بیچن پالی طاقت کی تعلیمات ملاحظہ کیجئے ص 299 دیکھو۔

(153) علی دہان میں علی کا مطلب ہلا ہوتا ہے۔

باب چہارم

جدید شہر

آگرہ ڈویژن: آگرہ شہر مغربی صوبہ جنت میں کشمیری ڈائن جن کا صدر مقام ہے اور یہ چھ اضلاع آگرہ، ستر، فرغ آباد، ایچہ، ایچہ اور مین پوری پر مشتمل ہے۔

ضلع آگرہ: یہ اسی نام کی ڈائن کا ضلع بھی ہے جس کا انتظامی صدر دفتر آگرہ شہر میں ہے۔ یہ ضلع شہر کی طرف ستر اور ایچہ مشرقی جانب مین پوری اور ایچہ جنوب کی طرف دھول پورہ گوالیار کی ریاستوں اور مغربی جانب ریاست بھرت پور سے گھرا ہوا ہے۔

طبیعیاتی پس منظر: شہر کی جانب دریا گند ایک بہت بڑا میدان مینا گند اور جتا کے درمیان دو کسے کی فصل میں سمجھ ہے اس کی زمین بہت عمدہ اور پیداواری ہے، مگر اس زمین کی زرخیزی ہر طرف سہولتوں اور پھٹی کھیتوں کے باعث ہی طرح حاصل ہوئی ہے۔

زراعت: اڑیسہ کی فصل ہیرا، مولو، موٹو، دیگر غذائی اجناس اور کپاس پر مشتمل ہے جنہیں جہن میں پہلی بارشوں کے بعد کاشت کیا جاتا ہے۔ گندم، جوار، جینی، چیلوں اور دیگر فصلوں پر مشتمل علاقہ کی فصل اکتوبر یا نومبر میں ہوتی جاتی ہے اور مارچ و اپریل میں یک کر چھوڑ دی جاتی ہے تو اسے کٹ لیا جاتا ہے۔ ہیرا اور قند موسم خزاں میں پیدا ہوتا ہے، جبکہ ٹیل، پوسٹ، تھپاک اور گنا بھی دیگر مقدار میں کاشت کئے جاتے ہیں۔ مجموعی زیر کاشت علاقہ تقریباً ۱۰ لاکھ سو ہزار (۱۰) لاکھ ایکڑ پر مشتمل ہے۔

قدرتی آب و ہوا: ۱۸۳۸ء میں ضلع آگرہ میں ایک بہت بڑا قحط پڑ گیا اس وقت صرف آگرہ شہر میں حکومت نے ۱۲۰,۰۰۰ قحطوں کو لڑوایم پہنچی، جبکہ ۳,۰۰,۰۰۰ بھوکے افراد روزانہ شہر و روست کے علاقوں کی تلاش میں لڑکے ضلع میں دھرم ہوئے۔ ۱۸۶۱ء، ۱۸۶۸ء اور ۱۸۷۱ء میں اس ضلع کو شدید قحط کا سامنا ہوا جس کے باعث ایشیائی قحطوں کی شہرہ کی تاریخ ہو گئی تو اس وقت حکومت نے عورتوں اور سفید حشرات کی بے لوث لڑوکی، جبکہ

مردمت انھیں کو ضرور دیگر کاموں پر ملامت دی گئی۔

تجارت: سلطان پور، شمس آباد، جوڑا اور قلعہ حیدر میں عظیم الشان میلہ جات موسیٰیاں منعقد کئے جاتے ہیں لیکن سب سے بڑا تہذیبی میلہ روڑے جٹا کے دائیں کنارے پر ہاتیر کے مقام پر منعقد ہوتا ہے، جہاں تقریباً دو لاکھ افراد مقدس دریا میں اشنان کرنے کی خاطر اس کے کناروں پر جمع ہوتے ہیں۔ اس موقع پر گھوڑوں، گوزنوں اور موسیٰیوں کا بہت بڑے پیمانے پر کاروبار ہوتا ہے اور ہاتیر کی روڑ تک خوب رونق اور جشن کا سا ماحول پیش کرتا ہے۔

آگرہ شہر: آگرہ کا چھ شہر ضلع کے تقریباً وسط میں جٹا کے مغربی کنارے دریا کے شمال پر واقع ہے، جہاں یہ دریا تیزی سے مشرق کی جانب مڑتا ہے۔ قلعہ راویہ میں گھر آنے کے باعث کنارے کے عین اوپر موجود ہے۔ شہر کھائیوں سے پر زمین پر قبیر کیا گیا ہے۔ قدیم آگرہ تقریباً کیسا مربع میل پر مشتمل تھا، مگر اب تیلہ علاقہ اس رقبہ کے نصف حصہ پر محیط ہے باقی باقی علاقہ کھنڈرات، کھائیوں، لمبے کے اجڑوں اور پھیل میدان کے قطعات کی شکل میں ہے، یہ آگرہ کا قریب و دور کھاتا ہے۔ قلعہ کے جنوب کی طرف چھتہ ہیں، شہر اور اس کے شمال مغربی جانب سہل ناکڑ ہیں؛ جبکہ سہل انیشیں اور دریا کے بائیں شہر تیلہ ہے۔ شہر حکمین راستوں سے آراستہ شاہراہوں کے ساتھ طویل پازندوں پر رونق دار کیشوں اور محل مغربی صوبہ جات کے کسی بھی شہر کے مقابلہ میں کیسی زیادہ بلند کر پتھر کے عالی شان اور کشن مکانات کی بہت بڑی تعداد پر مشتمل ہے۔ اس کو بڑی عمدگی اور خلعت سے قبیر کیا گیا ہے اور یہ رقبہ ولایت کے لحاظ سے شمال مغربی صوبہ جات میں سراسر شہر ہے۔

کارخانے: اس شہر ضلع کا سب سے بڑا تہذیبی مرکز ہے، اس کے علاوہ مختلف اطراف میں لمبی کھدوہ کا آثار بڑھتی ہوئی غرضاتی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ ضلع میں خوب سادی اور کھدوہ کی صنعتوں کے علاوہ لیں چار کرنے اور روئی بچنے کے حصہ کارخانے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مقامی حکومت کا صدر مقام جنگ آزادی سے لے کر اب تک تجارتی لحاظ سے بہت زیادہ ترقی کر چکا ہے۔ وسط میں واقع ہونے کے باعث اور گرد کے اضلاع کے روئی کے کھدوہ کا ایک بہت بڑا حصہ اس شہر میں آتا ہے کیونکہ یہاں ملت عظیم ہمس اور نمن جنگ بنگلہاں ہیں۔ روئی کٹنے کا ایک کارخانہ (پنسنگ ٹری) کم کو تھا ہے اور دھراڑ قبیر ہے۔ اس کے علاوہ چڑھ دھنچے کا بھی ایک کارخانہ ہے، جہاں پلاؤ کٹانے کے لئے چھ تریخ پورنی لکات کامیابی سے کام کر رہے ہیں۔ پتھر کا ایک بہت بڑا کھدوہ سمجھا ہے، اس کی لائیں ضلع کے جنوب مغرب میں

ور آمد و پر آمد: انہم در آمدات ملکہ ہمیں "شکر" تباہ اور شک ہیں۔ انہو کی خالص در آمد
 اہل بیت عری کے ساتھ مستقل طور پر ہوتی ہے اس کی در آمد خ گزہ سے اگر بھی جاتی ہے۔
 اول اندر حکم کے مطابق حوطہ کا بھی اگر سے خ گزہ در آمد کے جانتے ہیں۔ کھلے کھلے ارڈ کے
 محل کی کہیں اگر کی آس طوں میں جاری جاتی ہیں۔ در آمدات در یوں "خ" پر سگری کی
 کھانوں اور بندہ سنی کی پانچوں سے حاصل کردہ آرائشی چار اور ملکی کردہ پر مشتمل ہیں۔

آبادی: 1891ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوادی حدود کے اندر اگر شہری آبادی کا تخمینہ
 1,45,361 نفوس لگایا گیا۔ جن میں 93,711 ہندو، 44,021 مسلمان، 1,723 عیسائی اور 3,906
 حقوق تھے۔ یہاں نفوس کی آبادی 23,301 نفوس تھی اس میں سے 14,965 ہندو، 5,348
 مسلمان، 2,292 عیسائی اور 696 حقوق تھے۔ بلدیہ اور چھوٹی کی مجموعی آبادی 1,68,662 نفوس
 پر مشتمل تھی جن میں 1,30,676 ہندو، 49,369 مسلمان، 4,015 عیسائی اور 4,602 حقوق تھے۔

محکمانت: محکمانت، جنگل اور طرز تعمیر کے لحاظ سے محل ذکر ہیں اور اکثر تین یا چار حوالہ جات
 ہیں "زیادہ تر محکمانت میں پھائی حویلیں کھد کھری سے حویلیں پر تھیں یا بانگلوں سے آراستہ
 ہوتی ہیں۔ دریں حویلیں کشتیوں اور جہازوں ہوتی ہیں اور عرصہ دیر سبکی پر تھیں سے گھری ہوتی
 ہوتی ہیں۔"

بلدیاتی آمدنی اور اخراجات: سال 1894-95ء کے لئے مجموعی بلدیاتی آمدنی 4,99,078
 روپے تھی اس کا بڑا حصہ محصول ٹیکس سے حاصل کیا گیا تھا۔ عام وصولیوں کی رقم 3,87,932
 روپے آبادی کے فی کس 11-2 روپے کے برابر تھی اس میں 1,45,275 روپے بھی شامل
 ہیں جو دراصل آب و سنی پر خرچ کیے گئے۔

تعلیم: بلدیہ کے زیر انتظام مدارس کی تعداد کے تحت چلنے والے مدارس ہیں اگر کلچ جس کو
 حکومت کے انتظام سے ملے گی کے بعد مقامی آبادی کے ذرائعوں اور اولو سے چلایا جاتا ہے:
 سبب جان کلچ کی حوطہ انگریزی ہدائت حویلیوں کی جانب سے انتہائی جوش و ولولہ سے کی
 جاتی ہے۔ ان کو وہ ہائی سکول اور منہ عام سکول "یہ سب اہل تعلیم کے لئے ہیں۔ اس کے علاوہ
 سبب پیڑز کلچ اور کوٹھن سکول ہیں "مرد یہ کہ کوٹھن اور جہ کے ذریعہ مدارس "ایک زندہ مشن
 سکول "وہ درحرم دروہان سکول "مردن کلب اور چھ مشن بھی موجود ہیں۔ سبب پیڑز کلچ
 اس قلعہ مشن پر تعمیر کیا گیا ہے جس کو شہرہ آبرو نے حیثیت کے پرچار کے لئے چار دیواری

کہا کہ وقت کر دیا تھا میں سے اس غصہ سے نفس رکھنے والے غصہ تریں طبیعت کو ہے
 شہر فراہم ہوا ہے قمارن ہتھل کے ساتھ ایک میڈیکل سکول وابستہ ہے جس میں طلبہ کو اپنی
 درس کی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ لہذا ان کے لئے قمارن ہتھل کے ساتھ ملکہ

اسکندریہ جیم خانہ اسکول: اسکندریہ جیم خانہ (ہاتھ آشرم) سکول جیم خانہ پادریوں اور
 راہبوں کی دیر گزشتہ ہے ایک اور انتہائی مفید ادارہ ہے جس میں طلبہ کو سوجہ تعلیم کے ساتھ
 تکسکی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایسے طلبہ جو اپنی انگریزی تعلیم ایک اپنی درجہ پر حاصل کرنے کے
 خواہشمند ہیں انہیں بہت جلد کالج میں داخل کر لیا جاتا ہے جس کے خصوصی شعبہ میں دیگر طلبہ کو
 لہذا اور ترکمان کی حیثیت سے تربیت دی جاتی ہے جس میں بہترین دیکھنے کے فوری طور پر
 ریلوے کی مختلف ورکشاپوں میں ملازمت حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ ادارہ جلد سائنس پرکس میں
 کچھ زبانوں، میڈیسن، لیڈوں اور درزیوں کی ٹیپ بھی فراہم کرتا ہے۔ لڑکیوں کے شعبہ میں
 سولن کاری اور مفید گھریلو فن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسکندریہ جیم خانہ جیم خانہ پادریوں نے
 1850ء کے قریب کے دوروں کا قیام کیا تھا اس وقت انہوں نے ایسے بے شمار جیم خانوں کی ذمہ داری
 سنبھالی جنہیں ان کے والدین نے چھوڑ دیا تھا۔

خیراتی ادارے: لہذا ایک غریب خانہ ایک شفاخانہ امراض جذام اور دکانہ ڈاکٹر کی
 دیکھ بھل بھی کرتا ہے ان میں سے ایک شکیل منڈی اور دکانہ منڈی میں ہے۔ اس میں
 پادریوں پر مشتمل مشینوں ہاتھوں کی شفاخانہ امراض جذام کا دوا کرتی رہتی ہیں اور ہلکی
 لائین دیکھ کے شو منظر کو اگر بد قسمت مریضوں کی یکساہت اور آنکھ کو فتح کرنے کی
 کوشش کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ لہذا لاکھ ہتھل برائے خراشیں بھی ہے۔ لہذا ڈاکٹر کی
 انتہائی متنبہ ہیں اور بہترین و مفید کام سرانجام دے رہی ہیں۔

محکمہ حفظان صحت: شہر کے محکمہ حفظان صحت کی دیکھ بھل طبیعت وجہ سے کی جاتی ہے
 قدرتی اوریج ٹاسی آب بہت اچھا ہے اور اپنی ماسوں کی شفا کے جلدی و اثر در کس کے
 طبیعت بہت سودمند ہیں کسی جگہ نہیں ٹھہرتے۔

ذریعہ ٹکاسی آب: ایک مسودہ ذریعہ ٹکاسی آب کے نیچہ میں شہر کی شکل و صورت مکمل
 طور پر تبدیل ہو گئی ہے۔ شہر پانیوں اور گھروں کا لکھ اپنی شکل کی سطح آب کے لئے
 حدود اصلی و اثر در کس خیر کر گئے ہیں، اس نظام کے تحت شہر کے کئی علاقوں کا لکھ اپنی شکل ہوا

1- ڈر منڈوہا پر واقع آگرہ کلچ ہائیر کرسی پر فقیر شاہ ایک حوالہ عبادت ہے۔ درمیان میں ایک کٹائی دہشت ہے اس کی دونوں جانب کھائے عبادت کی قطاریں ہیں۔ ایک مائیں لہارنری کے صفوں پر بی بی جماعتوں کے بیٹے اور ہمارے پھر دم کام دینے کے لئے ایک گیمری بھی ہے۔ کلچ کے دے حصوں کے عقب میں سکول کی عبادت ہے۔ اس کے صفوں میں انھیں گھنٹوں کلچ کے ساتھ دہشت ہیں۔

2- منڈول ٹیل تقریباً ۱۵۰ میل فاصلے پر عبادت ہے۔ یہ لہندہ تیار کردہ طرہ صورت کلچوں کے لئے بہت مشہور ہے۔ چونکہ صرف اس ملک کے ہندو کے کھوں کو آرام دہ کرتے ہیں بلکہ یورپ بھی پیچھے جاتے ہیں۔ جہاں اپنی نزاکت اور ملائم سطح کے باعث ان کی بہت لوگوں قدر قیمت ہے۔ (155)

3- راج صاحبان کی ہر اتنی ہی عبادت میں مندر کی جاتی ہیں جس کو 1869ء میں اللہ آباد سے منڈول سے پتھر آگرہ ہائی کورٹ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ مندر کی ہر اہم اور پھولے عبادت کی ہر اہم اس عبادت میں مندر ہوتی ہے جسے اس سے پتھر و سٹرکٹ کورٹس کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ جبکہ ہندو کے گھروں کے گیمریوں کھوں میں ہیں جو اس سے پہلے پورا کتب خانہ کے لڑکوں کے قبضہ میں تھے۔ آگرہ ایک سیشن جج کا ہیڈ کوارٹر ہے جس کا دائرہ اختیار مشرقی ہے۔

4- کیمٹونگ مشن اور پیٹن منڈول ٹیل کے عقب میں واقع ہیں۔ یہ لوہا اس لئے بھی دلچسپی کا حامل ہے کیونکہ اسے اکبر کے دور میں جیسلٹی پاروں کے اثر و سرخ کے تحت کام کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک کلچ اور ٹوکیوں کے اسکول منسلک ہیں جن کے بیٹے کے لئے ان کٹائی عبادت میں بہت گھنٹوں ہے۔ ایک بحرین گرجا اور پارسی کے ماتحت ایک عبادت کی بھی خوب اچھی طرح دیکھ جاتی ہے۔

5- لارا بیگم کی پار میں فقیر کٹا بیگم ہل پوٹلی طرز فقیر بنایا گیا ہے۔ یہ سرکاری جہوں میں "ملک کھوں" ملکی ہوا سوں اور تقریبات کو مندر کرنے کے کام آتا ہے۔ چار اختیاتی دلچسپ مقبرے اور پار گریں۔ بعد از بینائی عبادت کے عبادتوں کے قبرستان میں دیکھ جاسکتے ہیں جن میں سے سب سے لہلاں والہ زمین پارٹ اور ڈاکٹر سوہر کے مقبرہ جات ہیں۔ (156)

دیکھ مشہور عبادت میں ایک مشہور لوہا "بیٹ ہل کلچ" وکٹوریہ کلچ جس کو اللہ آباد ہائی کورٹ کے ایک وکیل اور آگرہ کے ہائی انجمنی محرم چٹا لہو وچہ پر شلو کی فراخی سے وعدہ

ملک فنی اگر برزی اسکیں شہر میں میو نیل کھیتی کے قتل اور جراثیم نیکوئی دانتے بلور فنی شیوہ برائن نے قائم کیا۔ فوجیوں کے لئے ہر کس "نیکو" قحاصین پہنچل اور چھ دیگر سرکاری عمارت ہیں۔ اگر کے مراکز کی کالونی سرگرمی میں کچھ میں ہوئی ہیں "جس میں فنیوں" ایکسوں "سورگسوں اور پہاڑوں کی کشش دکانیں سجاد ہیں۔

اگر میو نیل پورڈ: یہ امر انتہائی اطمینان بخش ہے کہ میو نیل کھیتی کے ارکان۔ بعد ازاں اور مسلمانوں کے بھی پہلے چارے اور دستی کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس حقیقت کا بین ثبوت یہ ہے کہ اسکے بعد میں کیا فنی میلہ کے موقع پر ہر مذہب کے قتل احرام افراد نے اس موقع کے لئے فراہم کردہ غیر جلت برائے حمام میں دس سے مذہب کے افراد کی خوب آؤ بھگت کی۔ اس سلسلہ میں صدر جناب آر۔ ڈانچ کو یک شینگ "میو نیل رچ روٹ برائے 1894-95ء میں جب صدر دانتے بلور فنی جگن پرشو اور نیکوئی دانتے بلور فنی شیوہ برائن کی بجا طور پر تفریق کرتے ہیں۔ اول لکڑ کر صاحب کے حلقہ دانتے ہیں۔

"یہ زیادہ تر فن کی خوش لگتی اور شکر اور خم و فراست کے باعث ہے کہ لب اگر میو نیل پورڈ کا اجلاس طبقاتی اصلاحات اور ذاتی مغفرت سے قطعی طور پر پاک ہے۔" جیڑمین لکھتے ہیں "فنی شیوہ برائن دانتے بلور نے یہ دکھا دیا ہے کہ جو جسے ہرے ہرے سال ضروری نہیں ہے کہ کوئی کو کم کر دیں" اس سلسلہ میں فن کی ماہرینہ ہدایت اور ذاتی توجہ کے لئے میو نیل پورڈ فن کا فنی طور پر منکھور ہے۔" (157)

میو نیل حلیات کو موج سرگرمی ہدایت سے ہم آہنگ بنانے کے سلسلہ میں ایک سابق ذاتی کلر اور نیکوئی ایفیر دانتے بلور ہالو کد کی خدمت بھی قائل دکر ہیں۔

اراکین: میو نیل کھیتی کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں
 فنی عبدغفہ، شیخ محمد عظیم، چو کے لیل، یار ستر، داس، دانتے بلور ہالو کد، دانتے بلور جگن پرشو، مولوی محمد مسعود حسین خاں، دانتے مسعود اس، لال کھیا لیل، کنور کھیا لیل، صاحب نارائن، سیٹھ بیسم مول، شیخ سلا خاں، علفہ محمد صدیق، لال ہرہارائن، لال فقیر چند، راجہ بکھن سنگھ، ڈانچ "ایم کارک" بلور، پنڈت سنگھ داس، لال لوم چند، فنی عبدالرحمن خاں، پنڈت امیر سنگھ، یار محمد حسین داس، لال کھن پرشو، حکیم سید سعادت علی، یار شیون مگوس فنی گنگا سلسلہ، مولوی محمد ذہین علیہ بن خاں بلور۔

شل مغربی صوبہ جلت کے لیٹینٹ گورنر سرائٹونی میکڈول کی آگ

جدید کے بارے میں پیش کردہ رائے۔ جیل مغربی صوبہ جلت کے لیٹینٹ گورنر اور
 اور کے پاپ کشر سرائٹونی میکڈول کے۔ سی۔ ایس۔ کئی نے گزشتہ جنوری میں آگ
 کا دورہ کیا۔ — یہ نیکل نور ڈسٹرکٹ بورڈ کے لوہیوں کے پیش کردہ پانچوں کے جواب
 میں براؤز کا خطاب اچھا دلچسپ ہے کہ انہوں نے ہماری کے سامنے یہ آگ "آگ" اس کے
 مختلف لواحق اور اس کے فنون میں اس کے مستند اور محنتی شخصوں کی ترقی کے بارے میں
 بائبل کی تصویر پیش کی ہے۔ یہ نیکل کو اپنے جواب میں انہوں نے کہا

مگر آپ کا شرابی قدیم شبن و شوکت کھرچکا ہے لیکن اس کے باوجود ایک فکارت اور
 نہ نیکل دلچسپی اس سے وابستہ ہے "اس بات کا امکان نہیں ہے کہ وہ مہم ہو جائے گی۔ ہم اس
 دو عشیاں دور کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں جس نے اس شرابی بنیاد کو دیکھا ہے۔ سرکار
 لب اور فن کے سلسلہ میں ماضی کی عظمت کی یادداشتیں آپ کے ذہن میں ابھی تک برقرار
 ہیں "اس سے آگ میں رہتے ہوئے مل میں یہ تحریک پیدا ہوئی ہے کہ مہم دور کے متبادل
 میں ماضی میں رہنا زیادہ بہتر عمل "ہم" آپ نے اس تحریک کے برعکس ثبوت مہیا کیا ہے اور
 بحیثیت عملی انسان آپ مہم دور کو بہتر بنانے میں کوشش ہیں۔ آپ کی توجہ ایک گزشتہ
 ہوئے نیکل کے منصوبوں اور محلات کی بجائے سکول "پہلے اور گزشتہ میں زیادہ ہے۔ بلاشبہ وہ
 شہر آپ اس سلسلہ میں بائبل درست ہیں۔ لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ ملکی لحاظ سے کی محنتی ترقی
 آپ کو آپ کے شرابی قدیم شبن و شوکت سے بیگانہ نہیں کر دے گی اور یہ کہ آپ آگ اور
 اس کے قرب و جوار میں پائی جانے والی متعدد مسئلہ ذات کی متعدد خوبصورت یادگاریں میں دلچسپی
 اور ایک غر محسوس کریں گے مجھے یہ دیکھ کر بہت زیادہ خوش محسوس ہوئی ہے کہ بحیثیت
 یہ نیکل کو نیکل آپ کے کلموں پر جو ذمہ داری والی محنتی ہے "آپ اس کو نیکل احسن طریقے
 سے سرائٹونی دے رہے ہیں۔ مجھے اس بات پر بھی مسرت ہوئی ہے کہ آپ نے میری توجہ شرابی
 مختلف کے سلسلہ میں دینے والی جس ترقی اور بہتری کی طرف دلائل ہے وہ ایک مستند یہ نیکل
 انقلاب کی کارکردگی کا یہی ثبوت فراہم کرتی ہے۔ آپ نے شر کے نفسی لواحق کے سلسلہ میں
 جو حوالہ بات پیش کئے ہیں "میں نے اس پر اطمینان محسوس کیا ہے۔ آپ نے مجھے بتایا کہ ان
 لواحق کے انتظام و انصرام کے بارے میں آپ کا مطلع ضرور ہے کہ حوالوں کو اس بات کی
 تعلیم دی جائے کہ وہ سوال کی فو لو پر اٹھانے کی بجائے اپنے آپ میں اٹھانے کریں۔"
 کسی بھی اسکول کے دو ذمہ دار اس سے بہتر اور کوئی عبارت (موصول مل کے لئے) نہیں کسی

جاسکتی اور اگر یہ سبلی دھرتی ہوئی تو وہاں نسل اپنے ذہن و دل میں بٹھالے تو اس بات کی نصیحت ہے کہ مستقبل کا اگر ماضی کے اگر سے کسی طرح بھی حیثیت میں کم نہیں ہو گا۔ آپ کے پستانہ میں اور بھی کئی نکات تھے "لقد اصب بلدہ کے امور پر بحث کرنے کا موقع مجھے فراہم ہو گا تو موعودہ وقت کے مقابل میں اس وقت زبان مغزی سے غور و عرض کیا جائے گا۔ آپ میں ایک بار پھر آپ کے پستانہ کے بارے میں آپ کا شعر یہ لڑا کرنا ہوں۔"

میر نعل بورا کے پستانہ کے جواب میں ہزار آئے فرمایا "آپ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے زیر اہتمام تعلیم طبی لہذا، عقلی اور غیرت ہمارے کے پورے پورے علمہ جلت نے طوب ترقی کی ہے۔ مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی ہے کہ واقعی ترقی ہو رہی ہے۔ لیکن آپ کے اپنے بیان سے یہ نتیجہ لفظ کیا جاسکتا ہے کہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ مثل کے طور پر تعلیم کے بارے میں آپ کے بیان سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے ابھی محض آغاز کیا ہے۔ یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے اپنے پستانہ میں سکولوں کی جو تعداد بتائی ہے (یعنی 129 سکول) وہ کسی طرح بھی ضلع کی تعلیمی ضروریات کو اطمینان بخشنے تک چڑا کر سکتے ہیں۔ یہ ضلع 1800 اور 1900 مربع میل کے درمیان رقبہ کے لحاظ پر محیط ہے اور اس کی آبادی ایک ملین افراد ہے۔ موعودہ اسکولوں کی شرح ہر 14 مربع میل کے لئے ایک سکول سے بھی کم ہے اور ایک سکول بھی سکول جانے کی عمر کے ہر 1000 بچوں کے لئے موجود نہیں ہے۔ ضرر کی آبادی کو فراہم کر دیا گیا ہے اس سے پیشتر کہ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اسکول مناسب طور پر کھلی ہیں۔" تعلیمی لحاظ سے لہذا آپ کو ان کی تعداد میں چار گنا اضافہ کرنا ہو گا۔"

الحوالہ جات

(154) اپنی صاف کرنے کے فحوت کے رنگ کے حلق کلن خورد و مرض کرنے کے بعد مل ہی میں سے لپٹا لیا گیا ہے کہ دیوانے جنا کی مسودہ صحت کو تبدیل کر دیا جائے کیونکہ یہ ظہیری عمل کے لئے غیر قابل عمل ثابت ہوئی ہے اس لئے اس کی جگہ دیوانے جیل کی صحت داخل دی جائے۔

(155) جب اکتوبر 1995ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل اور وائسرائے بڑا کیسی یلیس لارڈا ملین نے آگرہ جیل کا دورہ کیا تو اس وقت جیل میں قیدیوں کی تعداد 2290 تھی جن میں 74 عورتیں بھی شامل تھیں۔ بڑا کیسی یلیس کو نیلے رنگ کے ایک ٹکڑے کا ٹیوٹل پہنا دیا گیا جسے مل ہی میں برسی کے پرانے کے لئے تیار کیا گیا تھا اس کی صحت وہاں صرف کی گئی۔

(156) جن مقبول کے بیان کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ باب دوم، صفحہ 202ء وغیرہ۔

(157) مصنف کو بذریعہ ہذا تصنیف یہ موقع ملتا ہے کہ وہ جو نیل سے حلق مولو فراہم کرنے (جس کی مدد سے جو نیل پورا کے بعد جو شکر اور نئے ترین روپوں کا خاکہ تیار کیا گیا ہے) کے سلسلہ میں آگرہ جو نیل بورڈ کے کل اور مختصر نگرانی دلتے بعد ملٹی شیڈ ہوائی کے احرم کے قیوں کا شکر ہے۔
واکر ہے۔

جہد شر کا ایک بیان 387 تا 396 آگہ سر 389

دہاد کے احمدی 133

امیر شاہ بدال 'احمد حسن' پر حملہ کرنا ہے 197

فرقہ کے بچے امیر شاہ کی تخت نشینی 106 اس کی مہمانی 106

مسجد انیسویں دروازی 283-284

اکبر کے حالات زندگی 296 تا 334 اس کی پیدائش 296 اس کی رسم عقدہ 297 ابتدا 'شہزادی سے

اس کی شادی 69 اور 299 سے دینے کی غیار رکھنا ہے 302 بیسالی وطن کا استقبال کرنا ہے 304 خود

کو لوگوں کا مدد ملنی پشوا کاہر کرنا ہے 305 جہد آگرہ کی غیار رکھنا ہے 35 اس کی بڑیاں اور بچے

330 اس کی بی بی زندگی 69 اس کا انتقال 70 اور 334 آگہ میں اس کی خیر کردہ عمارت 71

اکبری مسجد 281

شیخ مدنی خود کو امام مدنی کاہر کرنا ہے 339 اس کا انتقال 340

حاکمیر لول یا اور نگر جب کا بیان 93 تا 101

حاکمیر دوم کی تخت نشینی 106 اس کا قتل 107

مسجد حاکمیر 283 تا 287

علاء الدین 'علی' کا اکبر سے سواڑہ 69-68

عقوبہ محل 'بادل' 282-283

قندہ کا دروازہ اور محلہ 129

انگوری باغ 146

قندہ کی آگہ بگٹی رہا لڑکیوں 160 تا 164

آگہ بگٹی 'شیخ پور' بیکری 214

موجودہ دار الحکیم کی سرگزشت 367 شخصوں سے اس کی شادی 169 اس کی لڑائی 170 اس کا انتقال 180

اور 171

آصف جادہ دہلی میں دربار عظم بنا ہے 103

اشوک کا اکبر سے سواڑہ 67-68

اور نگر جب آگرہ کی طرف چلی تھی کرنا ہے 94 بحیثیت پوشہ آگرہ کی طرف بڑھتا ہے 90 اپنے دور

حکومت کا آغاز کرنا ہے 92 اس کی شہر آباد پوری 98 اس کا انتقال 101 آگرہ میں اس کے مدد کی

ایم عمارت 104

- خان اہم 'مرزا علی' کوک 'کاہن' 374 اور 375
 42 'اگر' فتح کرنا ہے '33 رانا ساتھ سے اس کی جگہ '56 اس کا اٹھل '59
 ہل گزہ قدر اگرہ کا اصل نام '125
 بدھائی کی سنگھ اور اٹھل سے '211
 ہرام خان کی بدلت جہلب '268 اس کا اٹھل '369
 ہڈی جی پر نیکی میں '240
 جگہ صاحب یا جلی آرمہ حکم کے ساتھ اور گزہب کا تھا سلوک '20 اس کی سرگزشت '94 تا 96
 شہابی کے ساتھ اس کی رہنمائی '94 سے 95 گل کے مرنے کی ہاتھی '172
 ہرنار 'لانس' سیل 'کا دورہ' اگرہ '87 اور 93
 ہنگون داس 'راندہ' 'کاہن' 372-373
 ہونج 'راندہ' کا محل '280
 ہڈی مریم کا محل 'جی' پر نیکی میں '205
 60 'راندہ' کا بیان '359 تا 365 اکبر کے دیے تھے کارکن بن جاتا ہے '363 اسے فنی مہ پر بھیجا جاتا
 ہے '365 اسے پاک کر دیا جاتا ہے '365
 جہانگیر کا سنگ سیاہ (کھنگر سر) سے ہڈیا گیا تخت '150
 کالی مسجد '282
 ہندو دھانڈ 'جی' پر نیکی '223 تا 227
 ہندو خان کا بارگ '275
 اگرہ میں دلی شہر مقبوضات '165 تا 166
 اور کیشنگ کا دورہ اگرہ '115
 اگرہ چھوٹی '388
 کدوس سرس 'جی' پر نیکی '239
 کدوس کی کدوس سرس '175
 ہار بارگ 'اگرہ' '57
 کالی کا دورہ '274
 74 کا نامو '129 اور 298
 چوراسن ہات '302 اس کا اٹھل '106

جناغیر کا وحش '135۔

جان کولین کا مقبوہ '139۔

دارالحکومت کو جنگ کی حکومت پرہ کی جاتی ہے '34 اور گرجب سے مواضع ہے '97
اکبر کے دور میں 'دہلی کا ہیروست '131 اور 133۔

درشن و دروانہ 'قلم 129۔

دعای کا ذوال '114۔

دعای و دروانہ 'قلم 125۔

دعای عام 'فتح پر نیکی '202۔

دعای عام 'قلم کے 'کاپی '131 اور 135۔

دعای خاص 'فتح پر نیکی '211 اور 212۔

دعای خاص 'قلم کا '136۔ اس کے بارے میں خود نیز کاپی '136 اور 140۔

دعای عام 'فتح پر نیکی '202۔

دعای بی روشہ '277۔

ذبح تک نیک نیرنگ کا دورہ 'آگہ '117۔

دارالاطین کا دورہ 'آگہ 118۔

آبجلی دارالاطین کے بنے 'دارالاطین کا دورہ 'آگہ 118، موصوف کا خطاب 111 آ 121۔

دارالاطین کے روزانہ '158۔

ہندوستان میں ہندوئی باشندوں کا اثر و سرب '67۔

فتح پر نیکی کی '1527ء کی لٹری '55 1788 کی لٹری 11 اس کی مدت کاپی '195 آ 248۔

ہندوستان کا دارالادب ہی جاتا ہے '197 نکسل '202، یون (ہل) کاپی '202، دختر اندراج '202۔

خاص گل '204 طرہ نگہ '204، زہن خانہ '204، احتیاجی حکم کا گل '204، سری حلی '203-204۔

مریم زانی کا گل '206، دعای خاص '211، مہوت خانہ '212، آگہ پٹی '214، برائی کی دانا دوی '214۔

فتح گل '214، بکری کا تختہ '216، مقبوہ فتح سیم '218 اسے چھوڑا جاتا ہے '243۔

امیر فتح لکھ شیریازی کاپی '301۔

حاجب اعلیٰ قاضی خاص 'بدستہ شامی نور نور گرجب کے چین پست جیت کرا ہے '34، امر شدہ لکھ

کے خلاف 'آگہ، فہر کا قطع کرا ہے '107۔

مقبوہ نیوز خاص '280-283۔

فرخ میر کی تخت نشینی 102: سوزل کر کے سوت کے گھٹ اندر دیا جاتا ہے 103:-

تھہرہ گھر کا پیمان 125 آ 146 اس کی مہرت کی ہگت 144

پنج لپٹی کی پیدائش 239: گھر کا صدر مقرر کیا جاتا ہے 345: اس کا مقبوضہ 271: اس کا پیمان 358:-

گھروہ کے مقبوضہ کے دروازے 158:-

دارہ قاضی الدین 'ماہگیر خان' کے قتل کا پتہ بتاتا ہے 107:-

قلم دار 'داد ولد' 210: شاہ عالم کے ساتھ اس کی بہت محبت 310: اس کا انتقال 111:-

حسل خانہ: پڑا آرائش خانہ 48:-

مکھنیں پڑا: گھر 97-98

گہر پلوں 280:-

مقبوضہ ملکی حسین 223:-

میدان پور نیگم کی انہوں سے شادی 296:-

شہی حمام 146:-

اجنہ پل دروازہ: پتہ پور نیگم 237:-

اجنہ پل دروازہ: تھہرہ گھر 129

کپٹن آئینہ: گھر میں 75-76

حصہ کا گھر: پتہ 65:-

سکھوہ کے حلق: خاص مہرت کا پیمان 258:-

پان بیگم کا مقبوضہ 288:-

پان بیگم: پتہ پور نیگم 237:-

پانوں کا گھر: پتہ 33: ہندوستان کا تھہرہ پتہ 40: اس کا انہوں کی طرف گزارہ 44: گھر کو

انتخاب کرا ہے 44: اس کا گزارہ 296: میدان پور سے اس کی شادی 296: اس کا انتقال 44:-

سہرہ پانوں 276-275

جہاندار کے خلاف لڑائی میں 'امیر سردار' بہت حسین ملی: فرخ میر کی مدد کرا ہے 102: گھر کی طرف

اس کی واپس قدری 203: اس کا قتل 204:-

مہرت خانہ: پتہ پور نیگم 212 آ 214:-

میدان گھ 277:-

شہرہ کے تخت: ہندوستان کی زبردست غرضاتی 493:-

مقیہ مسلم خانہ 222

مرزا ۱۶۱ میل تک کی آگرہ کی طرف بیٹھ قادی 210 قلعہ آگرہ کا سامنے کرتا ہے 210 اس کا اہل

111

اہل بیتیم کا محل 204

سرائے طرابہ اظہار خانہ 201

مقیہ اکتوبر کا بیان 265 تا 267

جہاں آراء بیتیم کی سرگزشت 94 تا 96

جہاں دارشاد کی تخت نشینی 302

جائگہ کی پیدائش 201 اس کی تخت نشینی 71 اس کی روزِ مہِ ذہبی 75 اس کے نورِ محل کا

اثر درِ سرخ 78 اس کا اہل 20 اس کے دارِ حکومت کی ہمِ دولت 80 اس کا عوض 135 اسکندریہ

میں اکبر کا مقیہ قیصر کرتا ہے 258

جائگہ کی محل 160

جہاں کی فری 102

جماعت خانہ 185

جامع مسجد آگرہ 268 تا 273

راہِ ہونہ کی چھتری 277

بے ل اور نہ کے محل جیسے 309

راجہ بے محل سرائے کو آگرہ کا حاکم مقرر کیا جاتا ہے 305

ہاتھی کو سزا دی جاتی ہے 305 اپنے محل پر فن کی حالت 100

ہوا پر محلہ جات 305 محل کا باغیں بناتا ہے 100

حاکم آگرہ مرزا جہاں بنت 111 اس کا اہل 111

دہلی اکبری میں جہاں پوری 207 تا 209 اور 304

جہاں کو کئی 75

فتح پور نیکری میں جہاں 240

مقیہ 277 تا 278

ہر کی پورہ فتح پور نیکری 242

محل اکبر مسجد 282

قصر کے مقام پر عمارتوں کی گنت '40-

مقبوۃ حادی یکم 280

اور گنبد کا دروازہ عظیم '301-

مربعی 'قلی دروں علی '277-

علی علی دروہی کا آگرہ سے لڑا '33-

قصر کا ناس علی '145 146

ناس علی 'شیخ پور نیکی '204-

شیخ پور 'شیخ پور نیکی '242-

شیخ خلی '245 246-

خلیفہ 'شیخ پور نیکی '204-

کی اور جیسے کی سرگزشت '33-

جنگ کی باری '102-

مقبوۃ لالی یکم 278

ارزا یک 'دلی اور آگرہ شیخ کرتا ہے '112-113-

ات دوار '277-

سر (دہ ازیں) (ارزا) لارنس 'آگرہ میں درپردہ منظر کرتے ہیں '215 لن کی تقریر '116-117-

ملکی بھون کا بیان '136-

سر (دلی) سیکرٹری 'آگرہ میں '393 لن کی تقریر '395 لہ 396-

بلغ مملکت علی '277-

محمد غزالی کا آگرہ پر حملہ '48 اس کے مقبوعہ کے دروازے '49-

اور گنبد کے بیچ قبروں محمد کا قعر آگرہ پر قبضہ '46-

مراہوں کا مہاج '307 آگرہ پر لن کا قبضہ '207 دلی کا درہ نصف علی انہیں نکل دیا کرتا ہے '108-

رہنہ بن گھر '373-

سنگ سرور کے تخت کا بیان '190 191 آ 191-

مہلی سہ کے نام سے مشہور 'قصر کی سہ '191 آ 192-

قصر کی گنبد سہ '191-

آگرہ کی سہ '485-

یہ ہزار 150-160

ہوں پورا سیر خود کو صدی دسویں ظاہر کرتا ہے 332-339 اس کا انتقال 339۔

آگرہ میں مرزا شجاع کا قتل 309۔

آگرہ میں شہزادہ معظم کی آمد 49۔

فتح مبارک کی پیدائش 315 اس کا انتقال 347 اس کا مقبضہ 278 اس کے بیٹے نور و نیاس 356-357

سید محمد علی 201۔

مغربی تہ کی 149 کارروائیاں 76۔

سوتلی بیگم 275۔

سوتلی سید کا بیان 151 تا 151۔

حاکم آگرہ ۱۰۰۰ ایک ہزار بیسویں 104 اس کی موت 109 ہلاک کر دیا جاتا ہے 110۔

عمر شاہ کی تخت نشینی 104 اس کا انتقال 106۔

کابل کا امیر نجوم ۱۰۰۰ شریف 35۔

ظفر علی کی سہ 282۔

ظفر علی کے ساتھ انکساکت 207-208۔

مستاز علی کی سرگزشت 167 تا 172 اس کا مقبضہ 176 تا 179۔

سید فیصل پورہ 394۔

عمر شاہ کا حملہ 406۔

گرگت کی حوالی 359۔

عجید سہ 131۔

محمد علی مرزا وزیر دہلی مرہٹوں کو آگرہ سے لالہ دتا ہے 108 اس کا انتقال 109۔

خاندان 129 کا قتلہ 129۔

خاندان 129 کا قتلہ 129۔

نواب علی 275۔

نظیر شاہ کا مقبضہ 207۔

گوہر احمد شاہ کی بادشاہت کا اعلان کرتا ہے 303 اسے قیدی بنا لیا جاتا ہے 704۔

ظفر علی مرزا کا بیان 376 اور 377۔

ظفر علی کی سرگزشت 76 تا 78۔

- بکری طام خانہ ' فتح پور بکری ' 236-
 بکری طام خانہ ' قلعہ آگرہ ' 148-
 پانی پت کی وادی ' 52-
 فتح پور بکری ' 214 تا 216
 قلعہ خانسی پ ' نور گڑھ ' جڑہ المورہ جو آ ہے۔ 42-
 سولی مسجد گامیان ' 151 تا 158
 آگرہ میں ہر سنگسروں کو ایذا دہانی ' 43-
 ہرنگیری جیلانی ' فتح پور بکری کے دربار میں ' 207 تا 209 اور 304-305
 مرکزی جیل خانہ ' 393
 قلعہ دی شیرازی ' 248-
 قلعہ الدین خان ' فتح پور ' 246 تا 248
 رام پور ' 273-
 سورج تل چٹ کا پتہ رنجیت سنگھ ' 408-
 سرخس دی سہارت ' 76
 بدلی آرمہ حکم ' نورنگ سب کا ساتھ دیتی ہے ' 85 اور 94 اس کی سرگزشت ' 94 تا 100
 سادات خان کو آگرہ لا پٹا حاکم مقرر کیا جاتا ہے ' 105
 مقبوضہ سادات خان ' 280-
 سلطان سکھ راجہ ' آگرہ کو دہلیہ لہو کرتا ہے ' 30 اسے اپنی سلطنت کا دار الخلافہ بناتا ہے ' 31
 اس کا انتقال ' 32-
 سلطان سکھ راجہ ' سکھوں کی بنیاد رکھتا ہے۔ 52-
 سکھوں جیم خانہ کی بنیاد آگرہ میں رکھی جاتی ہے ' 113 جیم خانہ دربارہ ' 391-
 سکھوں و اکبر کے مقبوضہ گامیان ' 249 تا 263-
 مقبوضہ سادات خان ' 280
 مقبوضہ حضرت فتح سلیم چشتی ' 218 تا 222 ان کے بارے میں بیان ' 244 تا 263
 فیروز سلیم (جہانگیری) شہنشاہ جہانگیری کی پیدائش ' 201 اس کی موت ' 349 اور انتقال کو کل
 کرنے کا منصوبہ بناتا ہے ' 350-
 سلیم شاہ سوری کی تخت نشینی ' 41

ہاتھ کی لڑائی '۹۵ اور ۹۵۔

نور علی کی خواب گھر 'شمن برج' ۷۸: اس کا بیان ۱۴۸۔

مقبوہ سوہ ۲۸۷ اور ۲۸۸۔

راجہ سائو کی ہار کے ساتھ جنگ '۹۶ اور ۵۷۔

تکلیف برج 'خج پور سکری' ۲۳۹۔

سپاہی جنگ '۱۱۳' ۱۱۴۔

مقبوہ شہ امیر بخاری '۲۷۱۔

شہ عالم بولی کی تخت نشینی '۱۰۲۔

شہ عالم علی کی تخت نشینی '۱۰۷ اسے امیر حاکم کے تخت سے محروم کر دیا جاتا ہے '۱۱۱۔ انگریز اسے

مقبوہ بھل کر دیتے ہیں '۱۱۲۔

در گھر حضرت شہ طاؤس الدین '۲۸۳-۲۸۳۔

پوشہ شہجہ کی شعلی 'مستور محل کے ساتھ' ۳۶۹ آگ کو بھت و تداوج کرتا ہے ۷۹: اس کی

تخت نشینی ۸۳ اس کی علامت '۸۴ کی دلی کی بنیاد رکھتا ہے' ۸۴ قیدی بنایا جاتا ہے '۸۵ اور ۹۶

اس کا انتقال '۸۸ مستور محل سے اس کی لولہ' ۳۷۰ آگ میں اس کی ہم فدا کرتا ہے ۹۳ اس کا مقبوہ

۱۷۹

مقبوہ شہزادہ ویکم '۲۶۴۔

نیکرئی سید نیل کبلی 'راتے ہلور نشی شہزادہ' ۳۹۴۔

شیر شہ سوری لفظان 'آگ کو خج کرتا ہے ۶۰ آگ میں اس کی فدا کرتا ہے ۸۱۔

شیش محل '۱۴۶۔

سومنت کے مشورہ دروازے '۱۵۸۔

سری منظر خج پور سکری '۲۰۵-۲۰۶۔

سریا شری 'آگ میں دیوانہ عالم کی حرمت کو دے ہیں' ۱۳۴-۱۳۵ ان کی ہار میں گھسی مکی

فدا کرتا ہے '۱۳۵۔

مقبوہ مرزا سلیمان گھر '۲۶۴۔

سلطان خواجہ '۲۴۵ اور ۲۴۶۔

سورج تل جات 'دو پہلوں کے بھف مسور جنگ کی مدد کرتا ہے۔ ۱۰۸ لڑا جاتا ہے '۱۰۸۔

نوج محل یا مستور محل کا مقبوہ '۱۷۶' ۱۷۹۔

سرحد میں تاورنگ کی عظیم الشان رحمت' 370-

میں نئی سین کاہان' 375 اور 376-

تاج گل کے حلقہ نور نیر کاہان' 378-

آگ کے بارے میں 'لادوہ لیری کاہان' 379-

تیار کاہانچہ' 377-

راجہ لوارل کی پیرائش' 370 اکبر کی ملامت میں اس کی شہریت' 370 اس کا انتقال' 372-

قلعہ آگ کے قریب' 364-

شہر معنی شیرازی کاہان' 380 اور 381-

پرس تک دیکھ کاہان' آگ' 377-

سیاح ویدہ' سلا کاہان' آگ' 92-93-

سرحد میں آگ' 378-

لورنگزب کی بیٹی' زب النساء' 100 اور 301 اس کا انتقال' 301-

مقبورہ زبانی بی' 223-

174 بالغ' 275-

ہندو اور شہ کاہان' لورنگزب خان' 302-

BIBLIOGRAPHY

کتابیات

1. Ain - i - Akben, The translation of, by Professor Blochmann.
2. "Akber" by Count of Noer, Vol II, p 57
3. A Voyage to East India, by Edward terry p 81.
4. Beglar, Mr., references of his work
5. Biography of Sir John Lawrance, by Bosworth Smith.
6. Bishop Heber, references of his work.
7. Blochmann - page 28
8. Catron (Traveller) reference of his work.
9. Civil and Military Gazette, Lahore.
10. Early History of Multan (1891), by Syed Mohammad Latif.
11. Elliot - V 223.
12. Elphinstone - Vol II. Page 234.
13. Gazetteer of India, by Sir William Hunter.
14. Hand book of Agra, by Mr Keene.

15. History of India, by Honourable Monstuart Elphinstone.
16. History of Lahore (1892 - A D) P.P 376 - 383, by Syed Mohammad Latif.
17. History of Punjab (1891-AD) by Syed Mohammad Latif.
18. History of India, by Wheeler, Edition of 1875.
19. History of India, by Murray
20. History of India, by Rayard Taylor, P-508. Edition of 1883.
21. History of Sepoy War, By Sir John Kay.
22. Imperial Gazetteer of India, Vol III, 401.
23. "Jesuit Mission to the Emperor Akber" by M E D, MacLagan, Esq.
24. Manouchi - References of his work
25. Memoirs of Baber, (p 357) by Erskine.
26. Miftahul Tawarikh, by Mr Beal (1847-AD).
27. Mughal Empire, by Keene, Edition of 1866, P.P 76 & 78.
28. Municipal Reports, furnished by Rai Bahadur Munshi Shiv Narain, Secretary, Agra Municipal Committee.

29. Narrative of Du Jerrie, a Portugues missionary in the time of Akber
30. Narrative of Reverend, John Robson.
31. Narrative about Taj Mahal, of lady Nugent, the wife of sir George Nugent, late Commander-in-Chief.
32. Narrative about Taj Mahal, of Mrs. G-Fagan, the wife of Col. C-Fagan, Adjutant General under Lord Combermere.
33. Official Reports, furnished by H. T Hoare, Esq, Collector Agra.
34. Proceedings of Bengal Asiatic Society, September, 1871. Page-178.
35. Quintus Curtius (A Greek writer) references of his work.
36. Richard Temple, Sir, (Writer, Historian) references of his work.
37. Sleeman - references of his work.
38. Travels of a Hindu.
39. Travels into Bokhara, Vol II, P P 121 - 123, by Bernier.
40. Travels of Captain Hawkins, (Envoy).

41. Travels of Calbanke.
42. Travels of Sir Thomas Smith.
43. Travels of William Finch (Traveller, in the time of Jahangir).
44. Travels of Thomas Coryart.
45. Travels of Sir Thomas Roe.
46. Travels of Tavernier (a French merchant and jeweler, 1640-AD).
47. Travels of Wandelsio, (1638-AD).
48. Travels of Rvd. C-J-French.
49. Travels of Mr James Fergusson.
50. Travels in India, Vol I, Page 106, by Tavernier, (1640-AD).
51. Travels in the Moghal Empire, P-293, by Francis Bernier (A French traveller).
52. Travels of Raynor.
53. Travels of Catron.
54. Travels in India, Africa, etc., by Thomas Herbert, Page 64, Ed of 1660, London.
55. Victor Hugo (Traveller) references of his work.

کتابیات

- 56- آئین اکبری 'از ابو الفضل۔
- 57- اکبر نامہ 'از علای ابو الفضل۔
- 58- انشائے ابو الفضل (مکتوبات) مرتبہ عبد الصمد۔
- 59- پادشاہ نامہ 'از ملا عبد الحمید لاہوری۔
- 60- بدایونی۔ جلد دوم۔ صفحہ 310
- 61- 'تاریخ مظفری۔
- 62- تاریخ تاج محل (تقسیم قلمی نسخہ) (مقبول کے حوالین کے بعد میں ہے)۔
- 63- تاریخ داؤدی (فارسی تصنیف) از عبد اللہ۔
- 64- تاریخ خان جہاں لودھی 'از زیارت اللہ (1621ء)
- 65- تاریخ سندھ 'از محمد مصطفیٰ۔
- 66- تذکرہ ہابری 'از شہنشاہ ظہیر الدین محمد ہابری۔
- 67- تذکرہ جہانگیری 'از شہنشاہ نور الدین جہانگیر۔
- 68- تذکرہ جہانگیری (ترجمہ) از محمد خان۔
- 69- تذکرۃ الاولیاء۔
- 70- تذکرۃ الواقعات 'از جوہر (سورج دار ملہاں)۔
- 71- تیمور کی سوانح عمری 'از شرف الدین۔
- 72- جامع اللغات (فرہنگ) از علای ابو الفضل۔
- 73- خلاصۃ الجوامع۔
- 74- داستان 'عبد اکبری کی ایک تاریخ)۔

- 75- رسالہ مناجات از ابو الفضل۔
- 76- سیر المتفرجین از مولوی غلام حسین خان۔
- 77- شاہجہان نامہ از ملا عبدالحمید لاہوری۔
- 78- شہنامہ فردوسی۔
- 79- صوفی الاسلام، تفسیر قرآن پاک (عربی) از ملا فیض۔
- 80- طبقات اکبری از مرزا غلام الدین احمد۔
- 81- مائتیر نامہ از علامہ کاظم۔
- 82- عہد اکرم کی یادداشتیں۔
- 83- محل صلح از محمد صالح۔
- 84- مدار النور (فارسی ترجمہ) کلیلہ و منیلہ از ابو الفضل۔
- 85- فرشتہ از محمد قاسم۔
- 86- قرآن پاک کی چند سورتوں کی تفسیر از ابو الفضل۔
- 87- قصائد سلیمان از مسعود سعد سلمان (محد فزونی)۔
- 88- قصائد فیض از ملا فیض۔
- 89- قصائد عرفی از عرفی شیرازی۔
- 90- قصائد غامضی 1582ء۔
- 91- قصیدہ ہمدرد شریف۔
- 92- قصیدہ فریضی (سات سو اشعار پر مشتمل)۔
- 93- قصیدہ حضرت کعب بن زہیر۔
- 94- قصص الاولیاء۔
- 95- مشکوٰۃ (واقعات و قصہ کاتبین کا مجموعہ) از طحطاوی ابو الفضل۔
- 96- لیلی و لی (علم الحساب پر ایک ہندی تصنیف)۔
- 97- ہاشم عالمگیری از محمد سائق۔
- 98- ہاشم لاہوری۔

- 99- ماثر رحیمی۔
- 100- مرآۃ العالم، از مکتور علی۔
- 101- منبع و نهایس العیون، (تفسیر قرآن پاک) از علی مبارک۔
- 102- منتخب التواریخ، از علامہ المقدور بدایونی۔
- 103- منتخب البلب، از غنی علی۔
- 104- موارد الکلام (بے کلت) از فیضی۔
- 105- صابحات، از پرستار۔
- 106- نعمات اللہ۔
- 107- دلائل ہادی (فارسی ترجمہ رک ہادی) از عبد الرحیم خان خاں۔





maablib.org



مصنف کی تصانیف

سید محمد لیلیف

1902-1845

1. HISTORY OF THE PUNJAB

(From Remotest Antiquity to The Present Time)

2. LAHORE

Its History Architectural Remains & antiquities.

3. AGRA

Historical & Descriptive.

With an Account Of Akbar and His Court
and Of The Modern City Of Agra

4. THE EARLY HISTORY OF MULTAN

5.

تاریخ پنجاب (ترجمہ)

6.

تاریخ لاہور (ترجمہ)

7.

آگرہ اکبر اور اس کا دور (ترجمہ)

8.

پنجاب میں سکون کا دور و زوال

9.

تاریخ ملتان (ترجمہ)

10.

دعائے لیلیف (شعری مجموعہ)

